کربلا کا دولہا

ترتیب و تدوین:

علی عباس

یا قاسم بن الحسن

عقدِ قاسم مستند دلائل اور سکین شدہ شواہد کی روشنی میں

فہرست

انتساب :

حسین پر بہائے جانے والے آنسوؤں کے نام -----

ترجمہ: امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ قیامت کے دن ایک شخص کو محشر میں لایا جائے گا جس کا نامہ اعمال نیکیوں سے خالی ہوگا، لہذا اسے دوزخ کی طرف روانہ کیا جائے گا تو اچانک رب الارباب کی جانب سے خطاب ہوگا کہ: اے بندے! ٹھہر جا کہ تیرے پاس ہماری ایک امانت ہے ----!

پھر حکم ہوگا کہ ایک موتی (دُر) حاضر کیا جائے جس کی شعاع سے میدانِ محشر روشن ہو جائے گا، وہ بیچارہ بندہ کہے گا کہ: میرے پاس ایسا کوئی موتی نہ تھا اور نہ ہی مجھے اس کی کوئی خبر ہے، خطاب ہوگا کہ یہ وہ آنسو کا قطرہ ہے جو تو نے امام حسین علیہ السلام کی مصیبت میں اپنی آنکھ سے بہایا تھا، ہم نے اس قطرے کو ضائع نہیں ہونے دیا بلکہ اسے اپنی رحمت کے صدف میں پالا ہے اور اسے تیرے لیے سنبھال کر رکھا ہے، کیونکہ آج تیری بیچارگی کا دن ہے، یہ دُر آج تیرے کام آئے گا اور ہم اسے خریدنا چاہتے ہیں، تم اسے انبیاء کے پاس لے جاؤ تاکہ وہ اس کی قیمت لگائیں ---!

وہ بندہ اس موتی کو لے کر حضرت آدم صفی اللہ علیہ السلام کے پاس جائے گا اور کہے گا، اے انسانوں کے باپ! اس موتی کی قیمت لگائیں، آدم علیہ السلام کہیں گے: میں اس کی قیمت نہیں جانتا، اسے نوح کے پاس لے جاؤ تاکہ وہ قیمت لگائیں، جب وہ اسے نوح علیہ السلام کے پاس لائے گا تو وہ کہیں گے: میں اس کی قیمت سے واقف نہیں، اسے ابراہیم خلیل اللہ کے پاس لے جاؤ تاکہ وہ قیمت لگائیں، جب وہ اسے ابراہیم علیہ السلام کے پاس لائے گا تو وہ کہیں گے، میں اس کی قیمت نہیں جانتا اور وہ اس کی قیمت کو اسماعیل

کے حوالے کر دیں گے، اسی طرح ہر ایک پیغمبر قیمت (لگانے) کو دوسرے کے حوالے کرتا جائے گا، یہاں تک کہ آخر میں اسے ختمی مرتبت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بھیجیں گے ---

آنحضرت (ص) فرمائیں گے کہ؛ اس موتی کی قیمت علی بن ابی طالب علیہ السلام کو لگانی چاہیے، جب اسے امیر المومنین کے پاس لے جائیں گے تو آپؑ فرمائیں گے: اس موتی کی قیمت میرا بیٹا حسین لگائے گا---!

جب وہ بندہ اس موتی کو امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں لے جائے گا تو امام ایک مہربان بھائی کی طرح اس بندے کو سینے سے لگا لیں گے اور اسے (نعمتوں سے) نوازیں گے، پھر اپنی مشکبو زلفوں کو پریشان (بکھرا) کر کے عرشِ الٰہی کے پائے کے پاس آ کر کہیں گے! اے میرے اللہ! اس موتی کی قیمت یہ ہے کہ اس کے صاحب کو اس کے ماں باپ سمیت مجھے بخش دے، انہیں میرا ہم نشین بنا اور جنت میں میرے جوار میں جگہ عطا کر، تب اللہ عزوجل خطاب فرمائے گا: یا حسین! میں نے اس بندے کو اس کے والدین سمیت تجھے بخش دیا اور اسے جنت میں تیرے رفیقوں، مصاحبوں اور ہمسایوں میں قرار دیا، پس وہ سب خوش ہو گئے اور امام حسین علیہ السلام پر قربان ہوئے ---

یہ حدیث نقل کرنے کے بعد مولف کہتے ہیں ؛ یہ بات پوشیدہ نہ رہے کہ کربلا کے ان واقعات میں سے، جو دلوں کے رنج اور جانوں کی سوختگی کا باعث ہیں، ایک حضرت قاسم بن حسن علیہ السلام کی شہادت کا واقعہ ہے--- (محرق القلوب نراقی ص 195-196، خطی)

مقدمہ :

مقدمہ میں ہم صرف یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ جس طرح فضائلِ محمد و آلِ محمدؑ کا ذکر کرنا اور ان کے فضائل کو اجاگر کرنا لازم ہے، اسی طرح ان مقدس ہستیوں پر ڈھائے گئے مظالم اور ان سے منسوب واقعات کی حقیقت کا دفاع کرنا بھی ایک اہم دینی فریضہ ہے، بدقسمتی سے، جیسے ہی ایامِ عزاء کا آغاز ہوتا ہے، شعائرِ حسینی پر مختلف اعتراضات کا سلسلہ شروع کر دیا جاتا ہے، ان اعتراضات میں سے ایک اہم موضوع 'شہزادہ قاسمؑ کا عقد اور مہندی' کا واقعہ ہے ---

معترض کی جانب سے اکثر یہ کہا جاتا ہے کہ کربلاء میں اس واقعے کا تاریخی پس منظر نہیں ملتا ---

ہمارا سوال یہ ہے کہ کیا کسی واقعہ کا صرف تاریخی کتب میں تذکرہ نہ ملنا اس کے جھوٹا ہونے کی دلیل ہے؟

مزید یہ کہا جاتا ہے کہ اس واقعہ کا ذکر معتبر کتب میں موجود نہیں، جبکہ اعتراض کرنے والے اکثر اس بات سے بھی گریز کرتے ہیں کہ وہ اپنے معتبر ہونے کا معیار کیا مقرر کرتے ہیں، افسوس کہ ان میں سے بیشتر افراد سنی سنائی باتوں پر انحصار کرتے ہیں اور تحقیق کے تقاضوں کو پورا نہیں کرتے، جو کہ ایک علمی بددیانتی ہے ---

یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ عاشور جیسے دن کون شادی کر سکتا ہے؟ ایسا اعتراض کرنے والے احباب دو بنیادی غلط فہمیوں کا شکار ہیں، اول یہ کہ وہ عرب کے قدیم معاشرتی رسوم و رواج اور اُن کے طرزِ زندگی سے ناواقف ہیں، دوم، وہ آلِ محمدؑ کو عام بشر پر قیاس کرتے ہیں، حالانکہ اہلبیت نے مخلوق کو بار بار خبردار کیا ہے کہ ہمیں خود پر قیاس مت کرو (حقیر نے اس امر کا کہ محمد و آل محمد عام بشر جیسے نہیں کتاب عباد اللہ میں تفصیل سے ذکر کیا ہے) اور مزید یہ کہ اہلبیتؑ کی زندگی کے ہر عمل میں کئی حکمتیں اور کئی راز پوشیدہ ہوتے ہیں، تو لوگ نہیں جانتے کہ معصوم کے کس فعل میں کیا حکمت پوشیدہ ہے اور لا علمی میں انکار کر دیتے ہیں کیونکہ وہ معصوم کے فعل کو عام بشر کے فعل پر قیاس کرتے ہیں اگر وہ حکمت و مصلحت کو جان جاتے تو شاید انکار نہ کرتے، یہ امر کتنا عظیم ہے آپ کو اس حدیث سے اندازہ ہو جائے گا، ---

عن أبي عبد الله ع قال أنتم أفقه الناس ما عرفتم معاني كلامنا إن كلامنا لينصرف على سبعين وجها .

امام جعفر صادقؑ نے فرمایا: تم لوگوں میں سب سے زیادہ فقیہ ہو، تم نے ہمارےؑ کلام کے معانی نہیں سمجھے کیونکہ ہمارے کلام کے ستر (70) پہلو نکلتے ہیں --- (بصائر الدرجات ؛ بحار الانوار)

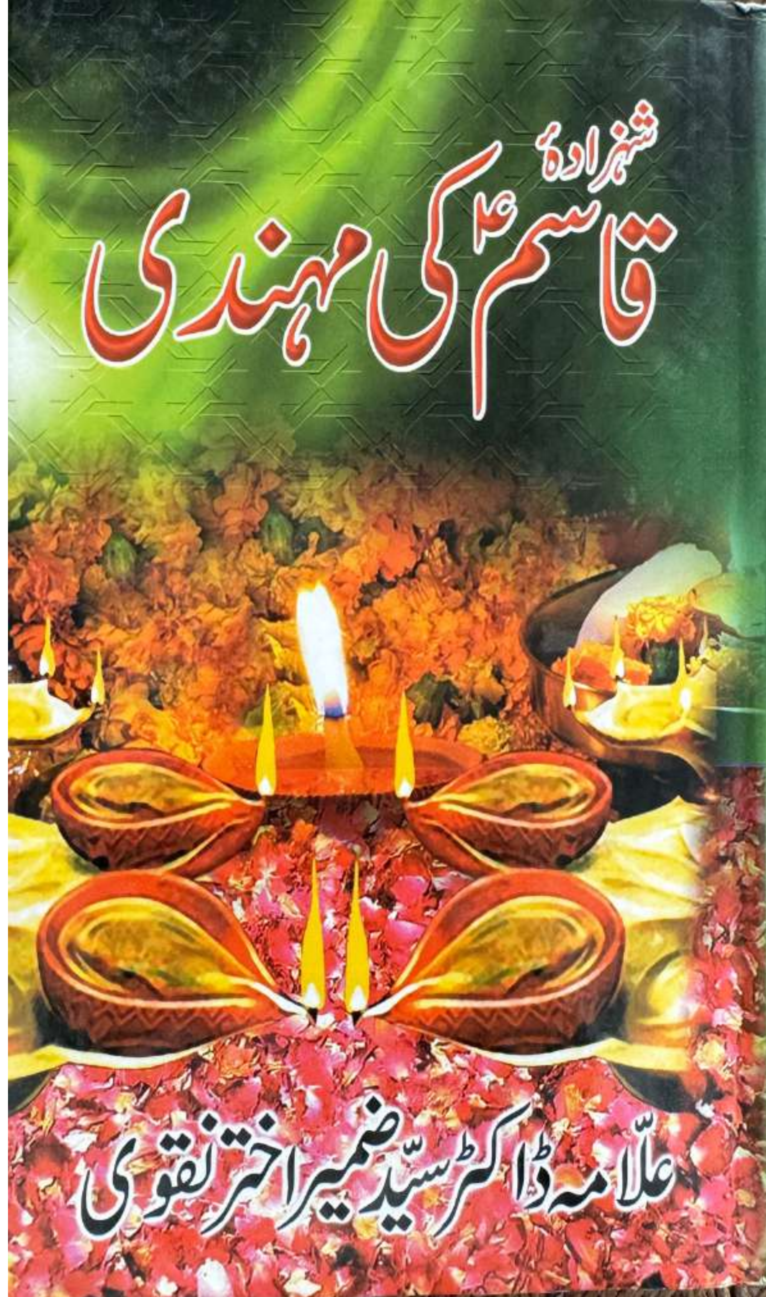
یعنی جو امام فرما رہے ہیں اس کے 70معانی ہوتے ہیں تو ذرہ غور کیجیے ! کہ جب معصوم کے کلام کے ستر مطالب ہیں ستر حکمتیں ہیں تو ان کا فعل کس درجہ پر ہو گا اور کیا حکمتیں ہوں گئیں ہم سوچ بھی نہیں سکتے، امام حسین نے عاشور کے دن شہزادہ قاسم کا عقد اپنی صاحبزادی سے کیا اس کی کم از کم حدیث معصوم کے مطابق 70 حکمتیں یا 70 مصلحتیں ہیں ہم تو صرف یہ دیکھ رہے ہیں کہ امام نے عقد کیا ہے، پس ایک مومن کبھی بھی معصوم کے کلام یا فعل کو عام بشر پر قیاس نہیں کرتا ، جب آپ اس امر پر ایمان لائیں گے تو کیسے اور کیوں کا سوال ہی ختم ہو جائے گا ، بہر حال علماء نے اپنے علم کے مطابق امام حسین کے اس فعل (عقد قاسم) کی مختلف تاویلات پیش کی ہیں، جو آگے چل کر پیش کی جائیں گئیں ---

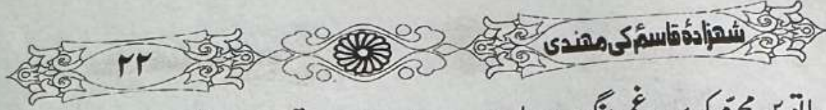
ایک اور افسوسناک پہلو یہ ہے کہ اعتراض کرنے والے امام حسینؑ کی صاحبزادی کے وجود کا ہی انکار کر دیتے ہیں جن کا عقد شہزادہ قاسم سے ہوا، یہ تو واضح بات ہے کہ جب صاحبزادی کا وجود ثابت ہی نہیں ہو گا تو عقد قاسم خود ہی صرف افسانہ بن کر رہ جائے گا ، یہ رویہ محض تاریخی حقائق کو چھپانے کی ایک کوشش ہے، ہم یہاں صرف اتنا عرض کریں گے کہ جب امتِ مسلمہ رسول اللہ کی بیٹیوں کی تعداد میں شدید اختلاف رکھتی ہے، تو امام حسینؑ کی بیٹیوں کے حوالے سے کسی اتحاد کی توقع کیسے کی جا سکتی ہے---؟

آگے بڑھنے سے پہلے یہاں یہ امر واضح کرنا ازحد ضروری ہے کہ ہم اس تحریر میں "عقدِ قاسمؑ" کے اثبات کے لیے علمی دلائل پیش کر رہے ہیں، علمی مباحث کے مسلمہ اصولوں کے تحت، جب کوئی فریق کسی واقعے کو تسلیم کرتا ہے اور دوسرا اس کا انکار کرتا ہے، تو یہ ذمہ داری انکار کرنے والے پر عائد ہوتی ہے کہ وہ اس واقعے کی نفی کے لیے مستند تاریخی شہادت یا روایت پیش کرے، اور یہ بھی یاد رہے کہ کسی واقعے کا تاریخی کتب میں تذکرہ نہ ملنا، اس کے عدمِ وقوع کی قطعی دلیل نہیں ہو سکتا، لہذا، اگر معترض کے پاس اس واقعے کے غلط یا غیر ثابت ہونے کے لیے کوئی ٹھوس نفی موجود نہیں ہے، تو علمی دیانت اور انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ وہ اس واقعے کو تسلیم کریں، تاریخ کے مطالعے میں محض عدمِ ذکر کو عدمِ وقوع قرار دینا علمی مغالطے کے سوا کچھ نہیں، ہم اپنی اس بحث کا آغاز اسی علمی بنیاد پر کر رہے ہیں کہ مقاتل کو تعصب سے نہیں، بلکہ تحقیق کی عینک سے دیکھا جائے ---

اب ہم عقدِ قاسم کے دلائل معتبر کتب سے پیش کریں گے اور بزرگ شیعہ علماء کے اقوال آپ کو دکھائیں گے،ہم جن علماء کا ذکر کریں گے ان میں سے صرف ایک پر اعتماد بھی شہزادہ قاسم کے عقد کے واقعے کو ناقابلِ انکار بنا دیتا ہے اور اس کی بنیاد پر اس واقعے کے وقوع پذیر ہونے پر اطمینان حاصل کیا جاسکتا ہے ---

قاسم کی مہندی پر اعتراض کرنے والا احمق ہے ۔





ساتویں محرم کو بہت غم انگیز ماحول میں مہندی برآمد ہوتی ہے۔ ناظم حسین مرحوم لاہور کے بہترین سوزخوان مہندی کے آگے جب یہ سوز پڑھتے تھے:-

قاسمؑ بنڑا باندھے سہرا سیس کٹاون جاوت ہے
دلھن دُکھیا بیٹھی تخت پہ نیناں نیر بہاوت ہے

بے پناہ گریہ ہوتا تھا۔ لاہور کے حضرات مہندی کے سجانے میں بہت اہتمام کرتے ہیں۔ تقریباً دس بارہ برس امام باڑۂ خیمۂ سادات لاہور میں عشرہ پڑھا وہاں بھی ساتویں محرم کو مہندی برآمد ہوتی ہے اور یہ سلسلہ آج بھی قائم ہے۔ کراچی میں کھارادر کے بڑے امام باڑے میں ہمیشہ ساتویں محرم کو مہندی نکلتی ہے اور آگ کا ماتم ہوتا ہے جس میں عزادار قاسمؑ دولھا، قاسمؑ دولھا کا ماتم کرتے ہیں۔

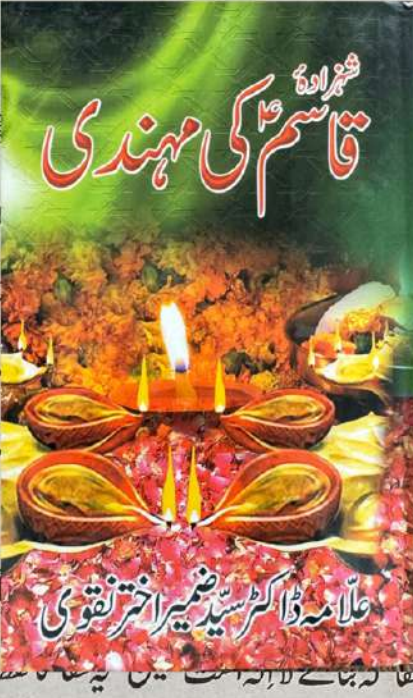
اب آج کوئی پاکستان میں احمق اور نادان یہ کہے مہندی کیا ہے یہ تو کوئی آج کی چیز نہیں ہے اب دیکھئے یہ چار پانچ دن سے خواتین کے ٹیلی فون آرہے ہیں کچھ لوگ خواتین کو بہکا رہے ہیں کہ مہندی نہیں نکالو۔ ارے بھئی ایک دو کی بات آپ سنتے کیوں ہیں اور آپ سنتی کیوں ہیں بس کہہ دو مہندی سے تبلیغ ہوتی ہے اس لیئے مہندی کا جلوس بند نہیں کیا جائے گا۔ اس لئے کہ یہ اتنی قدیم چیزیں ہو چکی ہیں کہ اس میں کوئی ترمیم نہیں ہوسکتی بند نہیں ہوسکتیں اس کو روکا نہیں جاسکتا۔ اس میں اعتراض کیا ہے یہ میں تمہید میں کہہ چکا اعتراض کیا ہے کیا عیب کیا نظر آتا ہے نقصان کیا ہے اب سوال میں قائم کررہا ہوں۔ اگر کسی کے پاس دلیل ہے تو میری اس تقریر کے بعد کوئی مجھے خط لکھ کے پہنچا دے کہ نقصانات کیا ہیں عیب کیا ہے خوبیاں ہم بتائے دیتے ہیں۔ سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ ہزاروں لاکھوں مرادیں آچکی ہیں اگر کسی کی شادی نہیں ہوتی ہے تو منّت سے مہندی پہ شادی ہوتی ہے اولاد نہیں ہوتی شہزادہ قاسمؑ



اولاد بھی عطا کرتے ہیں، رزق کی کمی ہے۔ رزق ملتا ہے تین دعائیں تو برسہابرس سے لوگوں کی قبول مقبول ہوتے دیکھی ہیں یہ ہے فائدہ، نقصان کیا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ اصل میں اپنے آپ کو نمایاں کرنے کیلئے یہ ایک نمرود کی مثال ہے جو مغرور زیادہ ہوتا ہے وہ یہ سب کرتا ہے۔ یہ سب بند کرو یہ ہٹادو یہ ختم کردو جیسے پچھلے سال متقی جعفری کے یہاں کی مہندی بند کی گئی جو لوگ شریک ہورہے تھے وہاں انھیں احتجاج کرنا چاہئے تھا کہ بھئی ہر سال مہندی نکلتی ہے کسی وجہ سے بند کی گئی اچھا ایک اگر متقی جعفری کے یہاں کی مہندی بند ہوگئی تو پوری دنیا میں جہاں جہاں نکل رہی ہے مہندی بند ہو جائیگی، ایک سے کیا آپ اپنا نقصان کرکے بیٹھ گئے ساری دنیا نقصان کرلے گی یہ بات ہوئی تو بند ہونے کا تو سوال ہی نہیں اس میں اور ترقی انشااللہ ہوگی۔ ایران میں بھی ہے عراق میں بھی اور عراق میں تو خیمہ گاہِ حسینی بنا ہوا ہے اُس میں خصوصی طور سے یہ جتنی بڑی آپ کی مسجد ہے اتنا بڑا ایک حجرہ بنا ہوا ہے جسے حجلۂ عروسی قاسمؑ کہتے ہیں ہم دیکھ کے آئے ہیں جن لوگوں نے زیارت کی ہے کب سے بنا ہوا ہے کہ یہ وہ جگہ ہے جہاں عقدِ قاسمؑ ہوا کون سا ایسا عالم مجتہد ہے ایران عراق کا جو وہاں نہیں گیا اور وہاں خصوصی طور پر یہ تو مشہور ہے جس کے اولاد نہیں ہوتی تو اس حجلۂ عروسی میں آکے بڑے بڑے علماء نے دعا کی ہے اور اُن کے لئے ناممکن بات ممکن ہوگئی اور اولاد ہوئی یہ سب تاریخی باتیں ہیں۔ اب اُس پہ اور بحث بڑھی کہ مقصد کیا ہے مہندی کا تو مقصد ہر چیز کا علمی طور سے آپ پتہ لگائیں عوام میں نہ پوچھتے پھریں عوام میں ہراس نہ پھیلائیں، آپ کتابیں پڑھیں اور علماء کے پاس بیٹھیں تو کل آپ پوچھیں عَلمِ حضرت عباسؑ کا مقصد کیا ہے، تابوت کا مقصد کیا ہے، ذوالجناح کا مقصد کیا ہے، مقصد تو بہت ہیں۔ آپ کو اتنی عقل ہے کہ آپ یہ باتیں

جو کربلاء میں نہیں ہوا یہاں کر رہے ہیں؟



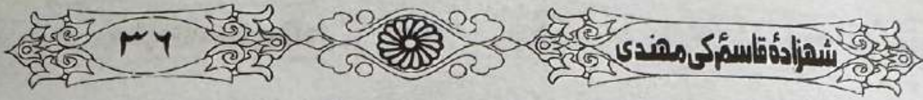


تو باطل جو ... اللہ نے معیار بتایا کہ بس
باطل مٹتا جاتا ... تا جاتا ہے روشن ہوتا جاتا
ہے ایک عمل ... رہا ہے نہ بنا رہا ہے وہ
بڑھتی جارہی ... مٹتے جارہے ہیں، مٹتے
جارہے ہیں، ... پورے قرآن میں دو سو
چوبیس جگہ حق ... چودہ بار لفظِ حقّا تو حق پر
تشدید لگ گئی ''حقا کہ بنائے لا اِلٰہ است ... قرآن میں چودہ مقامات
پر ہے وہیں سے اُٹھا کے لایا گیا ہے ''حقا کہ بنائے لا اِلٰہ است حسینؑ''۔ تو بھی یہ
بنائے "لا الٰہ" ہے مہندی نہیں ہے۔ اس کا نام آپ مہندی کیوں لیتے ہیں۔ یہ علَم یہ
تابوت یہ تعزیہ یہ ذوالجناح یہ الگ الگ بچوں کو پہچنوانے کے لئے نام ہیں ورنہ سب کو
ملا کر کیا کہتے ہیں۔ حقّا کہ بنائے "لَا اِلٰہ" ایک ہے "لَا اِلٰہ"۔ اُس کی جو بنیاد ہے وہ
یہ چیزیں ہیں یہ ہیں تو "لَا اِلٰہ" ورنہ نہیں ہے۔ مہندی کیا ہے حقّا کہ بنائے "لَا اِلٰہ"
مہندی بنا ہے بِنا۔ اب اگر محقق بننے کا کسی کو شوق ہے۔ بھئی شادی ہوئی تھی کہ نہیں
ہوئی۔ ارے نہ ہو مہندی اپنی جگہ ہے جواز اور دلیل ہر بات میں ہاں یہی تو کہا گیا
یعنی جو کربلا میں نہیں ہوا وہ کرتے ہیں ارے بھئی تابوت کا کیا مطلب ہے چونکہ
جنازے نہیں اٹھے اس لئے اُٹھ رہے ہیں چونکہ علَم گر گیا اس لئے اُٹھ رہے ہیں چونکہ
مہندی نہیں نکلی اس لئے نکل رہی ہے۔ یہ ہے فلسفہ جو نہیں ہوا وہ کرنا ہے کہ ماؤں کی
حسرتیں تھیں اب آج کی مائیں وہ رسم پوری کریں اور بیٹے مہندی اُٹھائیں مائیں
سجائیں بیٹے اٹھائیں یہ رتبہ کوئی کم ہے۔ سمجھیں اسے یہ رتبہ کوئی کم ہے کہ ایک ماں
آج کی اٹھی اور کہنے لگی بیٹا اگر اُمّ فروہؑ مہندی لے کر جاتیں دُلھن کے گھر تو مہندی



کی کیا شان ہوتی، ایسا ہوانہیں تو اب تاسّیٔ اُمِّ فروہ میں ماں نے بھی مہندی سجادی بیٹے سے کہا نکالو لے جاؤ۔ دنیا کو بتاؤ قاسمؑ کی مہندی ہے اس میں بدعت کیا غلط کیا اُس ماں کا رتبہ کتنا عظیم ہوگیا اور وہ بیٹے کتنے خوش نصیب ہیں جو قاسمؑ کے بھائی کی طرح بھائی کی مہندی لئے جارہے ہیں یہ رتبوں کی بلندیاں ہیں مہندی نہ دیکھو عزاداروں کو دیکھو۔ پورے تمام عالَم میں جہاں جہاں عزاداری ہورہی ہے کہیں اگر کسی نے مہندی پہ تقریر کی ہو بتایئے گا کیسٹ محفوظ ہورہا ہے اب یہ سب کے کام آئے گا۔ امریکہ لندن جہاں سے اعتراض اٹھے۔ آپ جواب نہ دینے بیٹھئے گا صحیح غلط گفتگو کی ضرورت نہیں ہے بس یہ کہو کہ یہ سی ڈی دیکھو ضمیر اختر نقوی کی لے لیجئے گا ''قاسمؑ کی مہندی'' اور تحفے میں دے دیجئے گا کمپیوٹر میں انٹرنیٹ میں ڈال لیجئے گا۔ ''قاسمؑ کی مہندی'' یہ لو جواب یہ لو جواب اور عورتوں کی جو مجلس پڑھنے والیاں ہیں اگر وہ یہ مخالفت کر رہی ہیں تو اُن کو کیا حق ہے۔ جب وہ تحقیق کی منزل تک نہیں پہنچیں تو ایک دو جملے سن کر بات نہ کریں یا تو میری کتابیں پڑھیں یا میری تقریر سنیں۔ اُن کو یہ مسئلہ سمجھا بھی نہیں سکتا اس لئے کہ اتنی گہری نظر نہیں ہے سننے میں آیا وہ بیٹھے ہیں حسن صغیر کے بیٹے علی نے بتایا کہ کسی ذاکر نے کہا کہ یہ فاطمہ کبریٰؑ کی شادی تو حسنِ مثنیٰ سے ہوئی تھی قاسم سے نہیں ہوئی تھی یہ کیا بات ہوئی ارے بھائی حسینؑ کے تین بیٹے تھے تینوں کا نام علیؑ تھا۔ حضرت سیّدِ سجادؑ علی ابن الحسینؑ، علی اکبر علی ابن الحسینؑ، علی اصغر علی ابن الحسینؑ، تینوں بیٹے علی ابن الحسینؑ ہیں، اکبر، اصغر تو مورخ کی پریشانی ہے۔ بھئی امام حسینؑ یہ نہیں کہتے تھے کہ اکبر ہیں یہ اصغر ہیں۔ امام حسینؑ سب کو یہی کہہ کر پکارتے تھے علی۔ علیؑ علیؑ امام حسینؑ کو صرف علیؑ کہنا ہے۔ اکبر اصغر نہیں کہنا ہے۔ یہ تو ہم کہہ رہے ہیں تو اِسی طرح حسینؑ کے ہر بیٹے کا نام علیؑ ہے کسی نے کہا علیؑ

قاسم کی مہندی ہندو رواج سے عبارت ہے؟



''جب خیموں کو تاراج کیا گیا اور مال واسباب لوٹا گیا تو فوجِ یزید نے مالِ غنیمت میں مہندی بھی پائی اور جس جس عورت نے وہ مہندی اپنے ہاتھوں میں لگائی اُس کے ہاتھ سفید (برص ہو گیا) ہو گئے''۔ (مناقب شہر آشوب)

مدینے میں مہندی:

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں:-

واقعہ کربلا کے بعد کسی ہاشمی عورت نے نہ مہندی لگائی نہ سر میں تیل ڈالا نہ آنکھوں میں سرمہ لگایا تا اینکہ مختار نے ابنِ زیاد کا سر روانہ کیا۔ (بحار الانوار جلد دس صفحہ ۲۳۵)

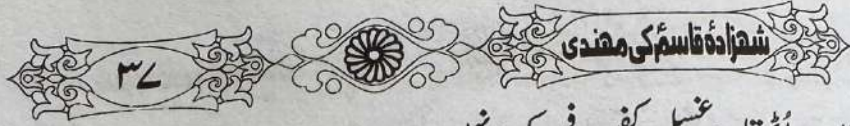
مہندی قاسمؑ کیا ہندو رواج سے عبارت ہے؟

مسئلہ: کیا ارشاد ہے اس مسئلے میں کہ جس طرح مہندی رواسم اہلِ ہند سے ہے اُسی طرح سے مانجھا، سانچق ۱؎ اور برات بھی اہلِ ہند کی رسموں میں سے ہے پھر مہندیٔ حضرت قاسمؑ کو کیا خصوصیت ہے؟

جواب: یہ عاصیانہ شبیہ ہے جو قابلِ اعتناء نہیں ہے بہت سے رواسم اہلِ ہند میں اس قسم کے ہیں چنانچہ دستور ہے کہ بچہ پیدا ہونے پر خوشی کی جاتی ہے۔ شیرینی

(۱؎ سانچق ایک رسم ہے جو مانجھا اور مہندی کے بعد ہوتی ہے جس میں بری کے ساتھ میوہ، دہی کی مٹکیاں وغیرہ دلھن کے گھر بھیجی جاتی ہیں اور خمیری روٹیاں، بڑھیاں اور چنے کی دال پکا کر دولھا کے خاندان میں تقسیم کی جاتی ہے۔)

تقسیم ہوتی ہے ستھورا عوام میں بٹتا ہے، اس لحاظ سے تیرہ رجب کو کونڈے شیرینی کے ہوتے ہیں، ستھورا کیوں نہیں بنتا، چھٹی کیوں نہیں کی جاتی۔ شب برأت میں حضرت حمزہؓ کی فاتحہ کا دستور ہے روٹی اور حلوہ کیوں بنتا ہے، حاضری کیوں نہیں بنتی، حضرت عباسؑ کا علم اُٹھتا ہے، بارہ علمدارِ لشکر تھے ان کا علم کیوں نہیں اُٹھتا۔ جنازہ و



تابوت اُٹھتا ہے غسل وکفن ودفن کیوں نہیں ہوتا۔

یہ سب لغو خیالات ہیں مہندی کو خصوصیت یہی ہے کہ اصل اس کی عرب وعجم سے بھی ہے اضافہ وترقی اہلِ ہند نے کی، حنابندی عرب وعجم میں بھی ہوتی ہے وہی رسم اہلِ ہند میں اس طرح ہوتی ہے خصوصاً کاغذی مہندی جو ہند میں مرسوم ہے اس کا وجود صاف بتاتا ہے کہ یہ انھیں اطراف عراق وایران سے آئی ہے اس لیئے کہ مہندی کاغذی شبیہ تختِ رواں ہے جو سواری روسا و شاہزادگان عجم سے ہے جس میں روساء اور شاہزادگان علماء وعمائد کی نعشیں اُٹھائی جاتی ہیں۔ پس مہندی کا رواج یا اس وجہ سے ہے کہ اس کو تابوتِ جنابِ قاسمؑ قرار دیا ہے یا بغرض سواری ہے جس طرح دُلدُل، محمل، کجاوہ بناتے ہیں۔ مہندی بشکل تخت رواں اسی لئے بناتے ہیں کہ عروسِ جنابِ قاسمؑ شتران بے کجاوہ وعماری پر شہر بہ شہر پھرائی گئی۔ پس مہندی کو مثل دلدل وکجاوہ ومحمل سواری سمجھنا چاہیئے۔ اسیرانِ کربلا نہ محمل وکجاوہ پر سوار ہوئے نہ تختِ رواں پر، پس جو دلیل اباحت محمل وکجاوہ کے واسطے ہے وہی مہندی کی ہے۔ اَب رہا مہندی شبیہ تام تخت رواں کی نہیں ہے تو اس کی وجہ مثل تعزیہ وضریح کے تصرفات وتغیرات اہلِ ہند ہے۔

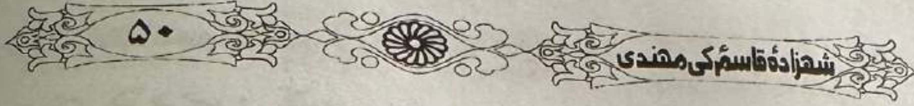
کیا مہندیٔ قاسمؑ کی شبیہ بنانا جائز ہے؟

مسئلہ: کیا ارشاد ہے اس مسئلے میں کہ مہندی شبیہ عروسیٔ قاسمؑ ہے یا نہیں اور اگر یہ شبیہ ہے تو اس کا بنانا جائز ہے کہ نہیں؟ علمائے عراق نے فتاویٰ میں فرمایا ہے کہ شبیہِ عروسی ہونے کی وجہ سے ناجائز ہے؟

جواب: علمائے عراق کو سوال کے ذریعے مشتبہ کیا گیا ہے، مہندی کو شبیہ عروسی قرار دے کر یہ باور کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ گویا دلھن و دولھا بھی بنتے ہیں جس کو اشتباهاً حضرات علما نے حرام فرمایا ہے۔ پس اولاً یہ امر قابل غور ہے کہ کیا مطلق شبیہ بنانا جائز

نہیں؟ اگر جواب نفی میں ہے تو پھر تعزیہ، علم، تابوت، دُلدل، گہوارۂ محمل کجاوہ یہ سب شبیہیں ناجائز ہوں گی۔ **"ولم یقل به احد من علمائنا"** ۔(ہمارے کسی عالم نے ایسا نہیں کیا) بلکہ علماء کے نزدیک جائز و مباح ہے بلکہ بعض تو مستحب ہیں جو منصوص ہیں۔اب تک سیرتِ علما میں سے یہ امر تھا کہ مخالفین کے جواب میں برابران چیزوں کا مباح ہونا ثابت کرتے تھے اور ادِلّہ باہرہ و براہینِ قاہرہ سے ساکت اور مجبوج (وہ جس پر حجت تمام ہو) فرماتے تھے اس لئے کہ تصویر ذی روح کی مجسم بنانے کو حرام کہا گیا ہے غیر ذی روح کی تصویر کو حرام نہیں کہا گیا ہے، اہلسنّت تک مجبور ہیں تعزیہ وغیرہ اور مطلق غیر ذی روح کی تصویر کو جائز ماننے پر اگر تصویر روضہ و قبر بدعت و حرام ہوتی تو خود کتب معتبرہ اہلسنّت میں اس کی تصویر کیوں ہوتی، دلائل الخیرات اور شرح دلائل میں تصویرِ قبرِ رسولؐ اور شیخین کی قبروں کی تصویر بنائی ہے۔روضۃ الاحباب میں آنحضرتؐ کے نعلین کی تصویر بنائی ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ نعلین کی کاغذی تصویر کٹی ہوئی میرے پاس رکھی ہوئی ہے جس پر دستخط و تصدیق حضرت خواجہ ابونصر کے ہاتھ کی ہے اور تصویرِ نعلین کو اپنے پاس رکھنے کے فضائل بھی بیان کئے ہیں اور ایک نظم بھی ابوالخیر محمد بن محمد بن الجوزی کی نقل کی ہے پس جو جلدِ گاؤ سے بنی ہوئی ہو اُس کی تصویر و شبیہ کا بنانا حرام و ناجائز نہیں تو تعزیہ و ضریح تو اُس بزرگ کی قبر کی شبیہ ہے جس کی جلد، جلد رسولؐ، جس کا گوشت، گوشتِ رسولؐ، اور خون خونِ رسولؐ ہے، اُس کا بنانا کس دلیل سے حرام قرار پائے گا۔فاضل عبدالحق محدث دہلوی نے "**ماثبت بالسُّنۃ**" میں قبرِ شیخین رسول اکرمؐ کی قبرِ مطہر کی قریب بنائی ہے اور ملا جامی نے فتوح الحرمین میں مکہ معظّمہ، وجبل ابوقبیس اور احد و بقیع، صفا و مروہ اور مدینہ منورہ کی صورتیں بنائی ہیں۔یہ سب کیونکر جائز اور بدعتِ محرمہ نہ ہوا اور اس سے بالاتر یہ امر ہے کہ ام الصبیان گڑیاں

شہزادہ قاسم کی مہندی مولانا سید قائم نقوی، لکھنوی مجتھد العصر کی نظر میں



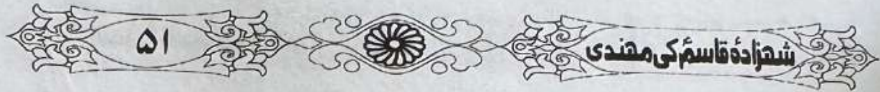
باب ۳

مہندی کی زیارت کیوں نکلتی ہے؟

عراق میں حضرت قاسمؑ کی مہندی:

مولانا سیّد قائم مہدی نقوی، لکھنوی مجتہد العصر لکھتے ہیں:-

حضرت قاسمؑ بھی معرکہ کربلا میں اپنے چچا حضرت امام حسینؑ کے ساتھ شریک تھے اگر چہ آپ کا سن ۱۳ سال سے زائد نہ تھا لیکن جوانوں سے زیادہ ہمت اور بوڑھوں سے زیادہ عزم رکھتے تھے ورنہ شب عاشورا اپنے چچا سے یہ نہ دریافت کرتے کہ میرا نام بھی دفتر شہداء میں ہے یا نہیں اور حسینؑ کے اس سوال پر کہ یا بنی کیف الموت عندك تم موت کو کیسا سمجھتے ہو جناب قاسمؑ کا یہ جواب دینا کہ یا عم اعلیٰ من العسل چچا جان موت کو شہد سے زیادہ شیریں سمجھتا ہوں کتنی بہادری ثابت کرتا ہے لیکن اس جواب میں دو نکتے بھی پوشیدہ ہیں اولاً یہ کہ جناب قاسمؑ نے اپنے چچا کو یہ جواب دے کر کہ یا عم اعلیٰ من العل چچا جان میں موت کو شہد سے زیادہ شیریں سمجھتا ہوں۔ دنیا کو یہ بتا دیا کہ قرآن کی یہ آیت كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ سب ہی قاریان قرآن نے پڑھا ہوگا لیکن اس کے بعد بھی موت کا مزا کسی کو نہ معلوم ہوا ہوگا تو میں بتائے دیتا ہوں کہ موت کا مزا شہد سے زیادہ شیریں ہے اور دوسرا نکتہ یہ پوشیدہ تھا کہ عام عقلیں یہ سمجھیں گی کہ بچے عموماً مٹھاس سے رغبت رکھتے ہیں اور جناب قاسمؑ بھی بچہ تھے لہٰذا بچپن کا جواب



بھی ویسا ہی ہے لیکن نہیں ایسا نہیں ہے۔ اگر جناب قاسمؑ کا بچپنے کی فطرت کے مطابق جواب ہوتا تو وہ یہ بھی کہہ سکتے تھے کہ چچا میں موت کو رطب سے زیادہ شیریں سمجھتا ہوں قند اور حلوے سے زیادہ لذیذ جانتا ہوں کیوں کہ رطب۔ قند۔ حلوہ۔ یہ شیرینیاں عرب میں زیادہ مستعمل تھیں پھر شہد کی خصوصیت سے کیا فائدہ؟

لیکن اہلِ بیتؑ اور قرآن دونوں کو ماننے والے جناب قاسمؑ کے اس جواب پر کہ موت کو شہد سے زیادہ شیریں سمجھتا ہوں جب غور کرتے ہیں تو صاف نظر آتا ہے کہ شہد کے لیے قرآن میں یہ آیت موجود ہے کہ فیه شِفَاءٌ لِلنَّاسِ یعنی شہد میں لوگوں کے لیے شفاء بخشی گئی ہے شاید اسی لیے جناب قاسمؑ نے میدان کربلا میں شب عاشور موت کو شہد سے زیادہ شیریں کہہ کے یہ بتا دیا کہ چچا جان آپ پر کل جان دینے والوں ہی کو تو حیات ابدی ملے گی جب جناب قاسمؑ شب عاشور امام حسینؑ کے سوال کا جواب دے کے اُمت رسولؐ کو سبق دے دیں تو حسینؑ کیوں نہ عاشور کے دن ایک ایسا عمل بھی پیش کرتے جائیں کہ جو اُن کے نانا کی اُمت کے لیے ہمیشہ وجہ سکون قرار پا سکے اور وہ عظیم مصیبت بیٹی کی بیوگی ہے۔ حسینؑ نے روز عاشور اپنی صاحبزادی فاطمہ کبریٰ کا جناب قاسمؑ کے ساتھ عقد کر کے (۱) اپنے غلاموں اپنے عقیدت مندوں کے لیے ایک راہ صبر اور بھی متعین کر دی۔ اس مقام پر ہمارے مخالفین شیعہ عوام کو دھوکہ دینے کے لیے یوں سمجھاتے ہیں کہ میدان کارزار میں جہاں لاشوں پر لاشیں گر رہی ہوں وہاں شادی بیاہ کا کیا تک لہٰذا یہ واقعہ غلط و بے بنیاد ہے، لیکن میں سمجھتا ہوں کہ یہ واقعہ بالکل صحیح ہے۔ پہلے تو میں عوام الناس کے ذہنوں کو الفاظ کے اُن گورکھ دھندوں سے نجات دلانے کی کوشش کروں گا جو لفظ شادی بیاہ سے پیدا کیے گئے ہیں یا کیے جاتے ہیں۔ جو لوگ عراق کا سفر کر چکے ہیں اور وہاں ان کو قیام کا بھی موقع ملا ہے تو انھوں نے خود دیکھا

ہوگا کہ عربوں میں عروسی کے موقع پر ہندوستان کی طرح نہ مانجھا ہے نہ ساچق نہ برات ہے، نہ دیگر رواسم بلکہ وہاں دولھا دولھن سہرابندی سے بھی مستثنیٰ رہتے ہیں۔ دونوں سادے کپڑوں میں ملبوس ہوتے ہیں اور دو علماء اور کبھی ایک عالم طرفین کا وکیل ہوکر ایجاب وقبول یعنی انکحت اور قبلت کہہ دیتا ہے۔

بس اسی کا نام عقد ہے اور یہ ہر وقت۔ ہر عالم اور ہر صورت میں ہوسکتا ہے، چاہے لاشیں گر رہی ہوں چاہے شادیانے بج رہے ہوں۔ البتہ یہ سوال ضرور ہوتا ہے کہ ایسے نازک وقت میں ایجاب وقبول ہی کی کیا ضرورت؟ تو امام کے کسی بھی فعل کی اصلیت سمجھنا یا اُس کا بتادینا مجھ ایسے جاہل کا کام نہیں ہے اور نہ یہ امام کے کسی فعل پر اعتراض کرنے کی جرأت کرسکتا ہوں نہ اس سے انحراف کرنے کی ہمت کرسکتا ہوں البتہ عقد جناب قاسمؑ پر دو عقلی دلیلیں پیش کرسکتا ہوں۔ پہلی دلیل تو یہ ہے کہ امام کو اُمت والوں سے ہر طرح افضل وارفع ہونا واجب ہے اسی طرح ہر واجب ومستحب فعل میں بھی ہر شخص سے بلند ہونا ضروری ہے اس میں کسی طرح کی بھی کمی نہیں ہوسکتی عاشور کے دن حسینؑ مظلوم پر فدا ہونے والوں میں وہب ابن عبداللہ کلبی بھی تھے جن کی شادی کو صرف سترہ دن ہوئے تھے اور وہب کلبی کا کربلا پہنچ کر مع ماں اور زوجہ کے اسلام لانا ہر تاریخ میں موجود ہے اور جب اسلام لاچکے تو ان پر واجب ہوگیا کہ یہ اپنے آقا حضرت امام حسین کی نصرت میں اپنی جان فدا کردیں اور جب وہ اپنی جان فدا کردیں گے تو ان کی بیوی رانڈ ہوگئی اور وہ ابھی نوعروس تھی لہٰذا نئی دولھن کے بیوہ ہونے کی مصیبت میں وہب تمام شہداء پر سبقت وفضیلت لے جاتے جس میں حضرت امام حسینؑ بھی شریک تھے لہٰذا ہوسکتا ہے کہ امام حسینؑ نے اپنی بیٹی فاطمہ کبریٰ کا عقد کرکے وہب کی بیوی کے لیے راہ صبر نکال دی ہو اور دوسری دلیل عقلی یہ بھی ہوسکتی ہے کہ واقعہ



کربلا جہاں ہم کو بہت سے سبق سکھاتا ہے وہاں ہمارے مرنے والوں کے لیے وجہ صبر وسکون پیدا کرتا ہے۔ اگر دنیا میں کسی کا باپ مرجاتا ہے تو وہ حسینؑ مظلوم کے مصائب یاد کر کے صبر کرتا ہے اگر کسی کا بھائی اُٹھ جاتا ہے تو وہ حضرت ابوالفضل العباسؑ کو یاد کر کے صبر کر لیتا ہے اگر کسی کا جوان بیٹا داغ مفارقت دے جاتا ہے تو وہ علیؑ اکبر کی جوانی یاد کر کے صبر کر لیتا ہے اگر کسی کی بہن جدا ہو جاتی ہے تو وہ زینبؑ واُم کلثومؑ کے مصائب سے اپنی مصیبت کو کم کر لیتا ہے اگر کسی کا کمسن بچہ مرجاتا ہے تو وہ علیؑ اصغر کی تشنگی و بے زبانی میں شہید ہو جانے کو یاد کر کے صبر کر لیتا ہے یہ سب نظیریں تو امام حسینؑ کربلا میں مہیا کر چکے تھے اور اپنے نانا کی اُمت کے لیے صبر وسکون کی راہیں معین کر چکے تھے لیکن جن لوگوں کی بیٹیاں کمسنی میں بیوہ ہو جاتی ہیں اُن کے لیے صبر و سکون کی راہ نہ ہوتی اگر حسینؑ اپنی بیٹی فاطمہ کبریٰ کا عقد جناب قاسمؑ کی شہادت سے کچھ پہلے نہ کر دیتے لہٰذا حسینؑ نے اپنی بیٹی کی بیوگی کی عظیم مصیبت بھی برداشت کر کے امت گناہگار کے لیے صبر وسکون کا ذریعہ مہیا کر دیا۔ اور اسی واقعہ کی یاد میں ہندوستان بھر میں ۷ رمحرم کو مہندی کے جلوس نکالے جاتے ہیں، اگر چہ یہ رسم عراقی رواسم کے خلاف معلوم ہوتی ہے اس لیے کہ میں پہلے بھی لکھ چکا ہوں کہ عربوں میں مانجھا۔ سانچق۔ بری وغیرہ کی رسمیں نہیں ہیں لیکن ہاتھوں میں مہندی لگانے کی رسم ضرور ہے۔ میں خود جب نجف اشرف میں بسلسلہ تعلیم مقیم تھا تو بعض عرب دوستوں کی شادیوں میں بھی شرکت کی تو میں نے دیکھا کہ نوشاہ بہت گہری مہندی دونوں ہاتھوں میں لگائے تھے اس سے معلوم ہوا کہ عربوں میں بھی شادی کے موقع پر مہندی ضرور لگائی جاتی ہے لیکن قاسم ابن حسنؑ کو (حنا) مہندی لگانا بھی ممکن نہ ہوا اس لیے کہ اُن کے ہاتھوں میں تو خون کی مہندی لگی تھی لہٰذا اہل ہندوستان نے اپنے ملک کی رسم کے مطابق

اس ناشاد دولھا کے عقد کی یاد میں مہندی اُٹھانے کی یادگار قائم کی اور ہے بھی یہی کہ ...... ہر ملک کی رسمیں الگ الگ ہوتی ہیں لیکن میں نے کربلائے معلّٰی عراق میں یہ خود دیکھا کہ، محرم سے عاشور تک روزانہ مہندی کے جلوس نکلتے ہیں جس طرح ہندوستان میں مختلف ناموں کی انجمنیں علم تابوت اُٹھاتی ہیں اسی طرح عراق میں ماتمی دستے جن کو عربی میں ''مرکب'' کہتے ہیں ماتم پڑھتے ہوئے نکلتے ہیں اور جس طرح ہندوستان میں کاغذ کی مہندیاں بنائی جاتی ہیں بالکل اسی طرح عراق میں جستہ وغیرہ کی مہندیاں بنی ہوتی ہیں جو طول وعرض میں یہاں کی مہندیوں سے پنج گنی زیادہ ہوتی ہیں جن میں بڑے بڑے بجلی کے بلب آویزاں ہوتے ہیں یوں تو سب ہی ماتمی دستے ۷/محرم سے کربلا میں مہندیاں اُٹھانا شروع کردیتے ہیں اور شب عاشور رات بھر یہ سلسلہ جاری رہتا ہے لیکن دستہ عباسیہ عراق کی مہندی کا جلوس بڑے تزک واحتشام سے اُٹھتا تھا میں بھی اس دستے کے ماتم میں بڑی دیر تک شریک رہا تھا اس کے علاوہ عقد جناب قاسمؑ پر حجلہ عروسی جو خیمہ گاہ سے متصل بنا ہوا ہے گواہ ہے اور میں نے کربلائے معلّٰی میں بعض اہل علم کی زبان سے سنا ہے کہ جس شخص کے یہاں اولاد نہ ہوتی ہو اور وہ حجلہ قاسمؑ میں دو۲ شمعیں روشن کرکے دعا کرے تو خداوند عالم اس کو اولاد عطا کرتا ہے۔

(چودہ ستارے صفحہ نمبر ۳۴۳ تا ۳۴۷)

لکھنؤ میں مہندی کا جلوس

(اسٹاف رپورٹر ''قومی آواز'' لکھنؤ (۱۹۷۶ء)

لکھنؤ ۳۰/اپریل۔ ایام عزا کی ولولہ انگیز سرگرمیوں کے آخری چار دنوں کے پہلے دن کل، مہندی کے تین قدیم جلوسوں نے عزاداروں کی ساری توجہ اپنی طرف کھینچ لی۔ شان وشوکت کی قدیم روایات کے برعکس اس دفعہ ہاتھیوں کی شرکت سے مہندی کے جلوس یکساں خالی رہے جب کہ لکھنؤ میں شاہی کے خاتمے کے بعد بھی حسب

علمائے عظام کے گھروں سے مہندی اور سیج برآمد ہوتی ہے

عشرۂ محرم میں ایک دن اس تقریب کے لئے مخصوص ہوتا ہے، حجلۂ عروسی (سیج) بنائی جاتی ہے یا مہندی کی شبیہ برآمد ہوتی ہے، اس میں ایران، عراق، شام، مصر، لبنان، پاکستان، ہندوستان، بنگلہ دیش، کشمیر بلکہ یورپ تک جہاں بھی شیعہ ہیں وہ کسی نہ کسی طرح سے شادی کا ذکر کرتے ہیں اور امام مسمومؑ کے لخت جگر کی حسرت آمیز شادی پر گریہ و بکا کرتے ہوئے یہ ثابت کر کے دکھاتے ہیں کہ خود کو عرب کہنے والے کس قدر گرے ہوئے لوگ تھے کہ انہوں نے ساری اسلامی اور عربی روایتوں کو توڑا ہے، محرم الحرام میں جنگ کر کے اُنہوں نے روایت عرب کو توڑا ہے کہ جسے اسلام نے بھی باقی رکھا تھا کہ امیر کائناتؑ کی جب صفین کے مقام پر جنگ ہوئی تو وہاں عین جنگ کے دن محرم کا چاند نظر آ گیا تھا تو دونوں لشکروں نے ہتھیار اتار کر رکھ لئے تھے اور پورا مہینہ وہاں قیام رکھا اور جنگ نہیں کی اور جب صفر کا چاند نظر آیا تو پھر جنگ ہوئی مگر کربلا میں یہ قانون بھی توڑا گیا۔

اور یہ رسم حجلۂ عروسی ان تمام علاقوں میں صدیوں سے رائج ہے کہ جہاں جہاں عرب سے تعلق رکھنے والے قبائل پہنچے ہیں...... آج ہم جو سیج پاک برآمد کرتے ہیں یہ اس حجلۂ عروسی (خیمۂ عروسی) کی شبیہ ہے کہ جو خیمۂ عروسی کے نام سے آج بھی کربلا میں موجود ہے۔

میرے ایک دوست اپنے ہی حوالے سے فرما رہے تھے کہ ہم نے آیت اللہ محمد شیرازی سے حجلۂ عروسی کے بارے میں سوال کیا تو اُنہوں نے فرمایا کہ وہ تو ہمارے گھر سے بھی برآمد ہوتا ہے "از خانہ ما بیرون می آید......" اسی طرح ایران میں تو بڑے بڑے علمائے عظام کے گھروں سے سیج (حجلۂ عروسی) کی شبیہ برآمد ہوتی ہے۔

خود کربلا معلیٰ (عراق) میں تو خیمۂ عروسی آج بھی موجود ہے اور اسی کی ساری منتیں

امام زمانہ نے عالم خواب میں واقعہ عروسی کو بیان کرنے کا حکم دیا

467

مطلب و مقصد پر ان چیزوں سے دلائل لاتے ہیں، یعنی ذاکرین کا اس واقعہ کو علمائے اعلام کی مجالس میں بر سر منبر پڑھنا اور ان کا انہیں نہ روکنا...... اس کو اس امر کی صداقت کی دلیل بناتے ہیں دوسری بات یہ ہے کہ شعرا نے اس روایت کو قصائد اور مرثیوں میں منظوم کیا ہے اور عوام شہزادہ پاک علیہ الصلوات والسلام کی تعزیتی مجالس کو عروسی کی تفصیل کے ساتھ قائم کرتے ہیں (یہ بھی ایک دلیل صداقت ہے)

کثیر علماء عظام نے دیکھا ہے کہ وہ عالم خواب میں امام مظلوم علیہ الصلوات والسلام کی بارگاہ قدس میں مشرف بہ زیارت ہوئے اور اس واقعہ کی تصدیق چاہی اور سرکار علیہ الصلوات والسلام نے اس کی خبر دی

(تو یہ بھی اس واقعہ کی صداقت پر ایک نا قابل تردید دلیل ہے)

صاحب اسرار الشہادہ علامہ دربندی نے ایسے رویائے صادقہ کا ذکر کیا ہے کہ جن میں واقعہ مذکور کی معصومین علیہم الصلوات والسلام کی طرف سے تصدیق و تائید ہوئی ہے

پاک و ہند کے بعض علمائے عظام کو بھی اسی طرح عالم خواب میں خود معصومین علیہ الصلوات والسلام نے اس واقعۂ عروسی کو بیان کرنے کی تاکید فرمائی جیسا کہ جناب مولوی ہدایت حسینؒ نجفی اور سید الواعظین سید آغا حسینؒ شاہ صاحب کے نام قابل ذکر ہیں

ایسی لاتعداد تائیدات و احکامات خ ... وصول ہوئی ہیں

کچھ لوگوں نے یہ کہا ہے کہ یہ خیمہ ع ... ت کی دلیل نہیں ہے

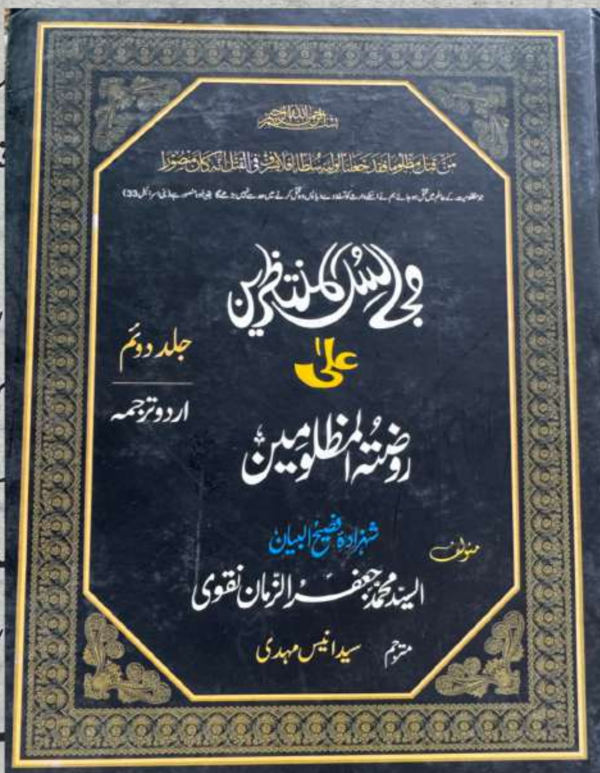
میں انہیں عرض کروں گا کہ شاہانِ ص ... رہ سے کئے ہیں

اور شاہانِ صفوی بھی عرب کی روایت ... م عرب روایات

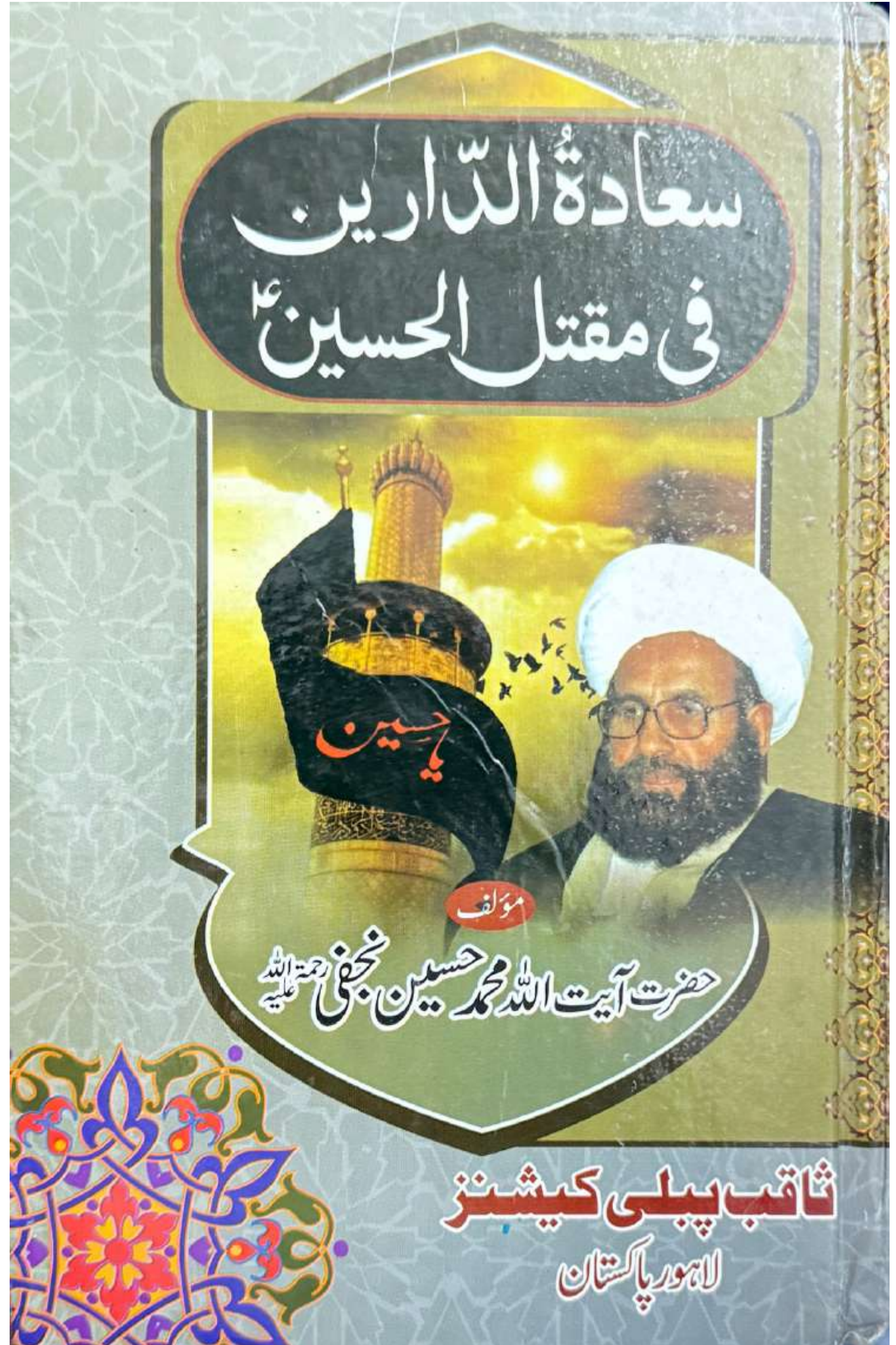
سے کماحقہٗ واقف تھے اس لئے انہو ... وایا تھا

کیونکہ ہمارے یہاں کے عربی دان ... دیکھتے ہیں اور

عرب روایات کو بالکل جانتے تک نہی ... ح کے اعتراض



کیا کربلاء میں مہندی موجود تھی؟



مقام ہے۔ جہاں شریکۃ الحسین نے اپنی جان کو خطرے میں ڈال کر اپنے بیمار بھتیجے زین العابدینؑ کو بچانے کی کامیاب کوشش فرمائی ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ ابھی ان ظالموں کے ترکش ظلم و جور میں کچھ تیر باقی تھے۔ چنانچہ سب کچھ لوٹنے کے بعد خیام کو آگ لگادی: ﴿فخرجن حواسرات مسلّبات. حافیات. باکیات یسبین فی اسر الذلة﴾ بی بیاں اس حال میں باہر نکلیں کہ سر ننگے، لوٹی ہوئی، پاؤں ننگے، روتی ہوئی اور ذلت وخواری کی قید میں گرفتار تھیں۔[1] اور اس طرح ان لوگوں نے اپنی اسلام بلکہ انسان دشمنی کے جذبہ کو عریاں کردیا۔ لعنة اللّٰه علیهم اجمعین۔

امام حسینؑ کے پس ماندگان میں صرف ایک بیمار علی بن الحسینؑ، پردہ نشین خواتین اور کچھ چھوٹے بچے رہ گئے تھے۔ جو رات بھر خیموں کے جلنے کے بعد اسی کھلے ہوئے صحراء میں مقیم رہے۔[2]

ظالم جو کچھ مال و اسباب لوٹ کر لے گئے تھے اس میں کچھ زعفران، کچھ مہندی اور چند اونٹ بھی شامل تھے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ جس نے بھی زعفران استعمال کیا اس کا بدن جل گیا، مہندی راکھ کی مانند ہوگئی اور اونٹ جس نے بھی نحر کئے دیکھا ان کا گوشت حنظل سے بھی زیادہ کڑوا ہے۔[3]

امر ششم:۔ دفن شہداء کربلاء کی تحقیق

اس بات پر قریباً سب مؤرخین کا اتفاق ہے کہ عمر بن سعد نے عصر عاشوراء کو جناب سید الشہداء کا سر مبارک خولی بن یزید اصبحی اور حمید بن مسلم کی تحویل میں، اور دوسرے شہداء کربلا کے سر ہائے مبارکہ شمر بن ذی الجوشن، قیس بن اشعث اور عمرو بن الحجاج زبیدی کی سرکردگی میں ابن زیاد کی طرف کوفہ روانہ کردیئے۔ اور خود پسر سعد گیارہ محرم کے زوال تک کربلا میں رہا۔ اس اثنا میں اپنے مقتولین کی نجس لاشوں کو اکٹھا کیا، ان پر نماز جنازہ پڑھی اور ان کی تجہیز و تکفین کا انتظام کیا۔ اور اس کام سے فارغ ہوکر جناب سید الشہداء اور ان کے اصحاب واعزہ کی مقدس لاشوں کو بلا سر اور بلا کفن و دفن کربلا کے لق ودق صحراء میں چھوڑ کر زوال آفتاب کے بعد اپنے لاؤ ولشکر اور اسارائے آل محمدؐ کے ساتھ کوفہ روانہ ہوگیا۔

اس کے روانہ ہو جانے کے بعد بنی اسد نے جو کربلا کے قریب ''غاضریہ'' نامی بستی میں فروکش تھے آئے

---

[1] عاشر بحار، ص ۲۰۶۔ نفس المہموم، ص ۱۹۹۔ تاریخ طبری، ج ۶، ص ۲۶۰۔

[2] شہید انسانیت، ص ۵۴۳۔

[3] خصائص کبریٰ، ج ۲، ص ۱۹۲۔ تاریخ ابن عساکر، ج ۴، ص ۳۳۹۔ مقتل الحسین خوارزمی، ج ۲، ص ۹۰ وغیرہ۔

مہندی پر اصل کا اطلاق ہوتا ہے

باب ہشتم:

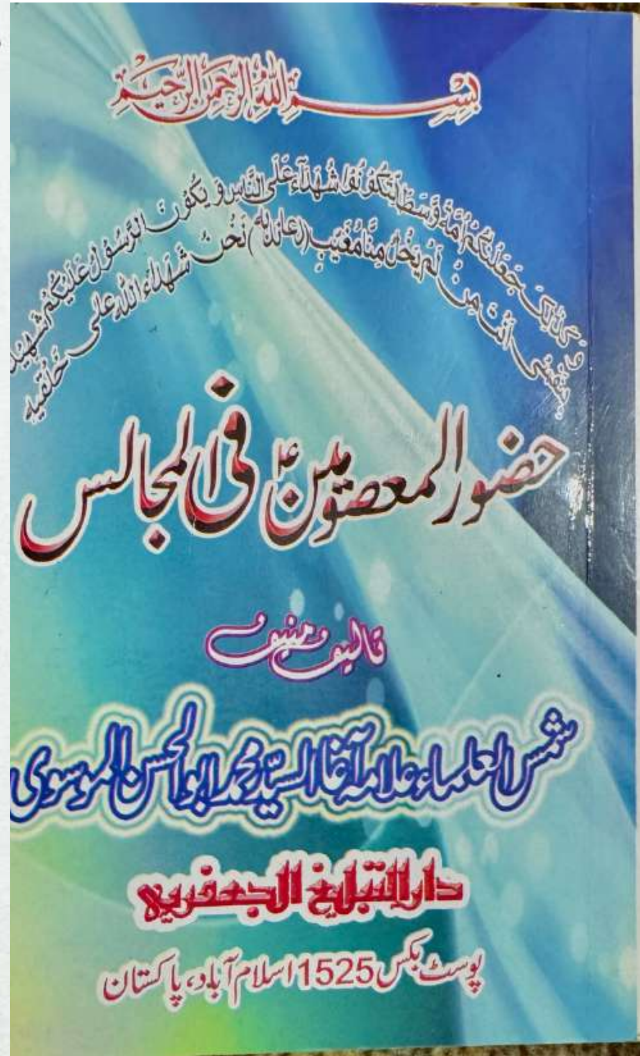
شبیہات کا احترام

شبیہات مقدسہ، ذوالجناح، علم، تعزیہ گہوارہ، مہندی، تابوت یہ تمام شبیہات مقدسہ، شدت گریہ اور مصائب شہداء کی یادگار اور اسباب ماتم ہیں، ہر ایک پر یہ حقیقت واضح ہونی چاہیے کہ نقل پر اصل کے احکامات صادر ہوتے ہیں۔

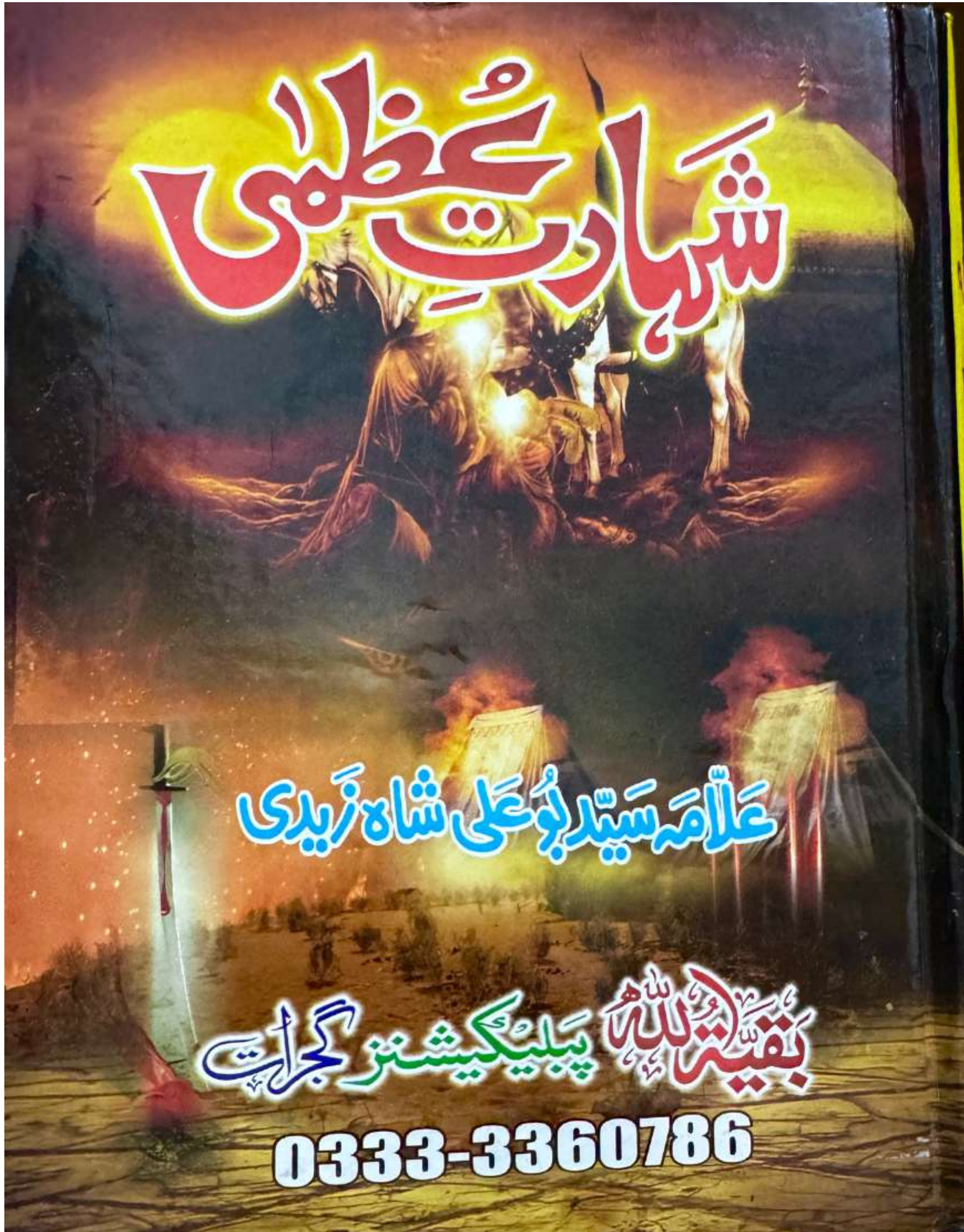
☆...... بیت المعمور کی شبیہہ کعبہ ہے اور کعبہ کی شبیہہ مساجد ہیں جس طرح کعبہ میں نجس حالت میں داخلہ حرام ہے اسی طرح مساجد میں نجس کا داخلہ حرام ہے۔ پس امام بارگاہ حرم ائمہؑ کی شبیہہ ہے لہٰذا حرم کے احکامات جاری ہوں گے۔

☆......حجاج کرام مکہ میں رمی الجمرات کرتے ہیں کہ وہاں شیطان ہیں۔ وہاں تین ستون بنائے گئے ہیں ان کو پتھر کنکریاں مارنا گویا شیطان کو ہی پتھر و کنکریاں مارنا ہے لہٰذا تابوت تعزیہ، ذوالجناح گہوارہ، علم، مہندی تبرکات مقدسہ ہیں ان پر اصل کا اطلاق ہوتا ہے۔ صاحب ایمان کا وظیفہ ایمانی یہ ہے کہ وہ یقین رکھے کہ ذوالجناح میرے سردار مظلوم کربلا کی سواری ہے یہ وہی رہوار ہے جس سے مخدرات عصمت نے لپٹ کر ماتم کیا ہے۔

یہ علمُ تاجدار وفاء کا علم ہے اس پر لگا ہوا عکس دست مقدس ہم پر حضرت ابوالفضل العباس علیہ السلام کا دست شفقت ہے۔ لہٰذا پورے احترام اخلاص سے ان تبرکات مقدسہ سے فیض یاب ہوں اور پرسہ دیں۔ اپنی جائز حاجات طلب کریں کسی مومن پر ظلم کی درخواست نہ کریں۔ اپنی حاجات طلب کریں انشاء اللہ لا متناھی صوری ومعنوی فیض حاصل ہوں گے۔



قاسم کی مہندی شعائر اللہ ہے



میں منسلک کر دینا حکمت کا عین تقاضہ تھا جو اُس وقت اضطرار میں ممکن ہو سکتا تھا۔

7 محرم کی شب اور جناب قاسم بن حسنؑ کی یادگار یا رسم مہندی

یادگار ماتم کرنے اور یاد منانے کے کچھ لوازمات ہوتے ہیں مثلاً ذوالجناح جو عاشورہ کے دن بنایا جاتا ہے وہ امام حسین علیہ السلام کا گھوڑا مرتجز یا دلدل تو نہیں ہوتا اس کی شبیہہ بنائی جاتی ہے اور اس کا احترام حسین علیہ السلام کی نسبت سے ہوتا ہے اور راہِ خُدا میں قربانی اور پیاس کی یادگار کے لوازمات مثل صفا و مروہ کے اور مثل ھدی و قلادہ کے من شعائر اللہ ہوتے ہیں جن کی تعظیم کا حکم ہے اور شعائر اللہ کی تعظیم دلوں کے لئے تقویٰ کا باعث ہے۔

وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ۔ (پارہ 17، سورہ الحج، آیت ۳۲)

اور جو اللہ کی (راہ میں قربانیوں کی) یادگار و نشانیوں کی تعظیم کرے گا تو بہ تحقیق یہ فعل دلوں کی پرہیزگاری کا باعث ہوگا۔

یہی حال تابوت، ضریح و روضہ اور علم اور حضرت علی اصغر علیہ السلام کے جھولے کا ہے کہ یہ سب لوازمات یادگار قائم کرنے کا ذریعہ ہیں اور ذبیح راہِ خُدا کی نسبت سے قابلِ تعظیم ہیں۔

عرب میں مہندی کا رواج تھا یا نہیں اور محرم کی ساتویں شب کو اس کا اہتمام کیا گیا تھا یا نہیں ان سب باتوں سے قطع نظر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس کالوازمہ کا اہتمام اَب جو کیا جاتا ہے اس کی نسبت کس سے ہے؟

اگر اللہ کی راہ میں ذبح ہونے والے سے ہے تو اس کی یادگار کے لوازمات من شعائر اللہ اور لائق تعظیم ہیں اور مستحسن ہیں معیوب نہیں ہو سکتے۔ مقصرین کے اذہان کی غلاظت شعائر اللہ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی مقصرین کی منافقت اور بغض کی نشانی ظاہر کر سکتی ہے۔

جناب قاسمؑ کربلا کے دُولہا کے متعلق کئی تعبیرات بیان ہوتی ہیں

1۔ یہ کہ امام حسن علیہ السلام نے امام حُسین علیہ السلام سے اِس خواہش کا اظہار فرمایا تھا کہ جناب قاسمؑ کو اپنی دامادی کا شرف بخشیں جس کا موقع آنے سے پہلے سانحہ کربلا آ گیا اور امام حسین علیہ السلام نے ساتویں شب محرم اس پر عملدرآمد فرمایا۔

2۔ ساتویں شب کو خیام میں پانی موجود تھا۔ غسل وغیرہ کے لئے پانی کی قطعی بندش سات تاریخ یعنی سات محرم کے دن

داماد اور دولہا کا غم اور بیٹی کے بیوہ ہونے کا غم

ہوئی ہے اور آٹھویں شب میں جناب علمدارِ حسینؑ حضرت عباسؑ معہ تین اشخاص کے فرات سے پانی لیکر آئے اور آٹھویں کی صبح سے قحط آب اور پیاس کا دور شروع ہوا، اور آٹھ ونو دس محرم کے تین دن پیاس کے مشہور ہیں۔

3۔ یہ ساتویں شب محرم میں جناب قاسمؑ بن حسن علیہ السلام کی شادی دخترِ حسین فاطمہؑ کبریٰ سے بحالت اضطرار اور حکمتِ امام کی آئینہ دار ہے جو سنت نہیں کہ شہادت حسین علیہ السلام کے بعد پھر کسی محرم میں یا ساتویں شب میں اس کی نقل کرنے کا جواز حاصل ہو سکے۔ جیسا کہ کراچی کے 2 بلتستانی مقصرین ملاؤں نے اس پر عمل کر کے یعنی ایک نے اپنے بیٹے اور دوسرے نے اپنی بیٹی کا نکاح سات محرم کو کر کے اور محرم میں خوشی کا اظہار کر کے یزیدیت کا اظہار وارتکاب کیا ہے جب کہ امام باڑوں (امام کے گھروں) میں امام حسینؑ کا ماتم و مجلس اور رونے و نوحہ کرنے کے ایام و انتظامات تھے اور اللہ ظالموں کی نسل قطع کرنے والا ہے۔

یہ مقصرین وہی ہیں جو اپنی خرد ماغی کی وجہ سے اس امام حسینؑ کی حکمتِ عظیم کے منکر ہیں۔

4۔ 1970ء کے محرم میں میں نے خیامِ حسین علیہ السلام کی زیارت کی تو ایک خیمہ سب خیام سے کچھ مزین سا پا کر پوچھا کہ یہ خیمہ کس کا ہے ؟ ایک شخص نے کہا کربلا کے دولہا جناب قاسمؑ کا حجرہ عروسی ہے یہ میرا راقم الحروف کا چشم دید واقعہ 1970ء کا ہے جب مجتہد اعلم محسن الحکیم زندہ تھے اور علیل تھے۔

داماد اور دولہا کا غم اور بیٹی کے بیوہ ہونے کا غم

5۔ امام حسین علیہ السلام کے واقعات میں غم و آلام کا ایک ایسا سمندر موجود ہے کہ جس میں ہر قسم کے مغموم انسان کے لئے صبر و شکر کی مثال موجود ہے اگر جناب قاسمؑ کی شادی ان واقعات میں نہ ہوتو (1)۔ داماد کے اور (2)۔ نوعروس کے اور (3)۔ بیٹی کے بیوہ ہونے کے غم کے لئے اور کوئی مثال و نمونہ عمل برائے صبر و شکر موجود نہیں۔

مقصود بیان

مقصود بیان یہ ہے کہ منافقین اور مقصرین کی بکواسوں کی پرواہ کیے بغیر مومنین جس جس عنوانِ مستحسن سے امام حسین علیہ السلام اور اُن کے جاں نثاروں کی یادگار مناتے ہیں ضرور مناتے رہیں انشاء اللہ وہ ماجور ہوں گے انما

الاعمال بالنیات اعمال کا انحصار نیتوں پر ہوتا ہے۔

اگر مقصرین کی بکواسوں اور تفسیر بالرائے پر عمل کیا جائے تو مجلس ونوحہ و ماتم وعلم و ذوالجناح و تابوت و شبیہات و امام باڑے سب ختم ہو جائیں گے یہ وہ لوگ ہیں جن لوگوں کے دلوں نے امام حسین علیہ السلام کی محبت وعظمت کو قبول ہی نہیں کیا اور بعض ان کے لباس سے متاثر ہو کر ان کے ہمنوا ہو گئے ہیں اور اگر وہ علماء کے لباس میں نظر آئیں تو انھیں علمائے یہود کی طرح کالحمار سمجھنا چاہیے دراصل وہ عزاداری امام مظلوم کے دشمن ہیں اور ان کے دلوں کی مشابہت منافقین کے دلوں سے ہے اس لئے ان کے ہم قول ہیں۔

كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّثْلَ قَوْلِهِمْ ؕ تَشَابَهَتْ قُلُوْبُهُمْ ؕ

(پارہ 1، سورہ البقرہ، آیت ۱۱۸)

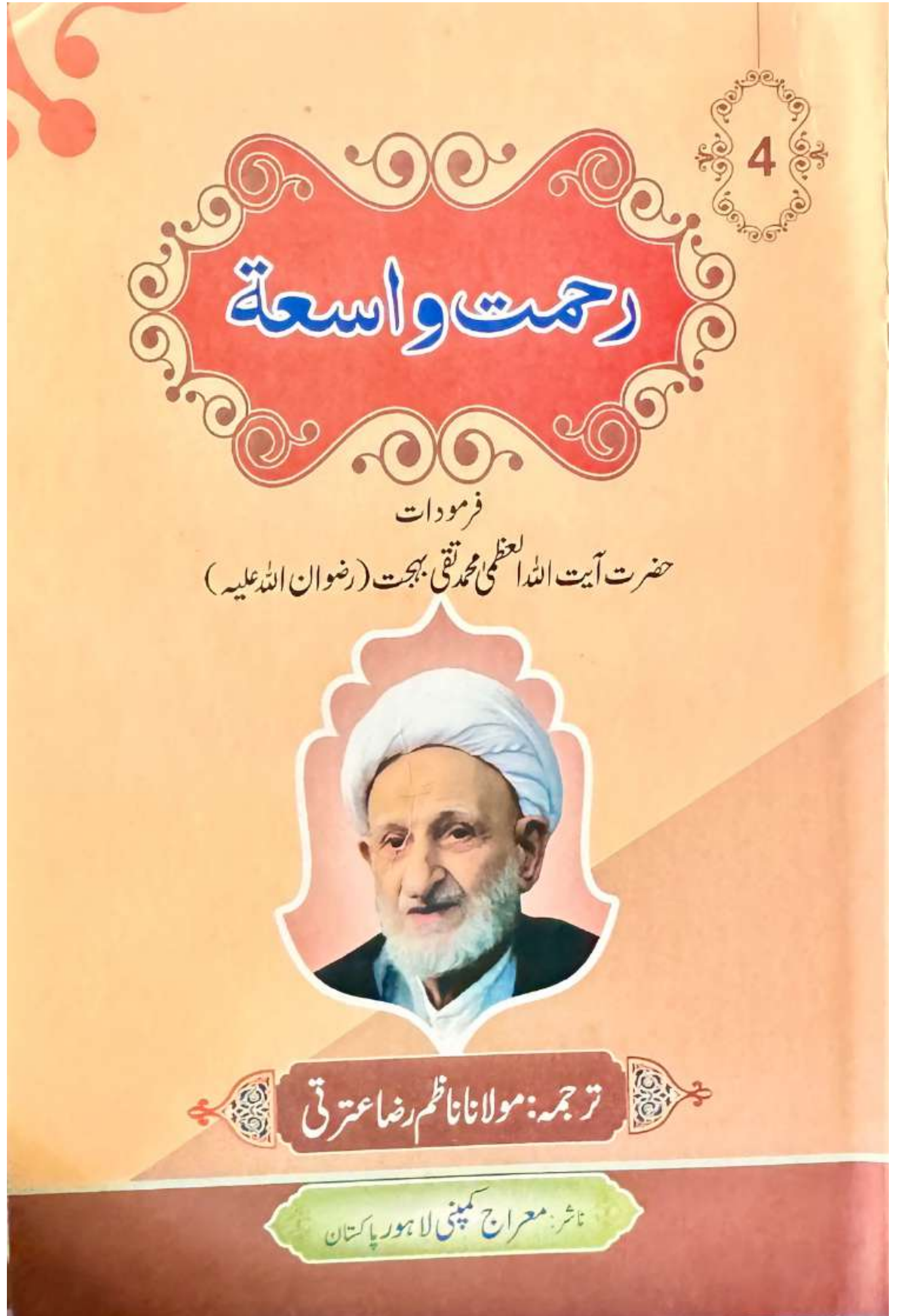
اسی طرح کی باتیں وہ (بنی اُمیہ) کر چکے ہیں جو ان سے پہلے (ہو گزرے) ہیں ان سب کے دل ایک دوسرے سے مشابہت (یکسانگی) رکھتے ہیں۔

بق۔

مقصرین بنی اُمیہ کی طرح حسین علیہ السلام کے ذکر اور یادگار کے دشمن ہیں اور منافقین بھی بنی اُمیہ کی طرح دھوکہ دیتے ہیں اپنے لباس اور ظاہری عمل سے۔

9 محرم کی شب اور امام حُسین علیہ السلام کی تین شرائط بغرض دفع جنگ دین اسلام امن وسلامتی کا دین ہے جنگ و ... کا دین نہیں ہے اس میں ہر ممکن کوشش کی جاتی ہے کہ جنگ واقع نہ ہو اور امن وسلامتی قائم رہ کر اگر اللہ کے احکام پر عمل ... ہے تو جنگ نہ کی جائے البتہ اگر کوئی راستہ ماسوا جنگ کے باقی نہ رہے تو جنگ بغرض دفعِ شر کی جاتی ہے اور پھر مقابلہ ... سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح ثابت قدم رہنا ضروری ہے اور پیٹھ پھیر کر بھاگنا حرام ہے اور جہنم کی اس پر وعید ہے ... اسلام بدنام اور رسوا نہ ہو شجاعت صفتِ احسن ہے اور بزدلی صفتِ رذیلہ ہے اور انجام قتل یا زندگی دونوں صورتوں میں ... ہو سکتا ہے جس کی حکمت کو سمجھنا آسان نہیں ہے۔

آیت اللہ تقی بہجت کے نزدیک شہزادہ قاسم کی شادی



جو لوگ شہزادہ قاسم کی مہندی کے خلاف زبان درازی کرتے ہیں کہ یہ کربلاء میں نہیں تھی، اگر کربلاء میں نہ بھی ہو تب بھی قاسم کی مہندی کے جلوس نکالنا جائز ہے صرف جائز ہی نہیں بلکہ قاسم کی مہندی شعائر اللہ ہے ، کیونکہ مہندی دیکھ کر مولا حسین کے مصائب یاد آتے ہیں شہزادہ قاسم کے مصائب یاد آتے ہیں ، اور مزید اسی کتاب میں اسی امر کے متعلق آغا محمد تقی بہجت سے سوال کیا گیا ----

ملاحظہ فرمائیں ---!

امام حسینؑ کی خاک کا حکم ہے۔

جواب: گمان یہ ہے کہ رسول اکرمؐ اور دیگر آئمہؑ کی قبروں کی خاک کا بھی یہی حکم ہے جو مولا حسین ع کی قبر کی خاک کا حکم ہے۔ اگرچہ زیادہ احتیاط اس میں ہے کہ پانی میں ملا کر پی جائے تا کہ خاک پانی میں حل کر ختم ہو جائے۔

سوال: کیا خواتین حیض کی حالت میں زیارت عاشورہ پڑھ سکتی ہیں؟

جواب: ہاں پڑھ سکتی ہیں مگر نماز زیارت نہیں پڑھ سکتیں۔

سوال: امام حسینؑ کی عزاداری کے مراسم جنہیں شعائر حسینی کہا جاتا ہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ شعائر آئمہؑ کے زمانے میں نہیں تھے۔ اس لیے یہ جائز نہیں ہیں آپ کی نظر میں کیا حکم ہے؟

جواب: جو چیز بھی مولا حسینؑ کے مصائب کو یاد کرنے کا سبب بنتی ہے۔ وہ شعائر الٰہی میں سے ہے اور جب تک ان شعائر کے ساتھ بذات خود حرام فعل انجام نہ پائے تو خدا تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کے نزدیک پسندیدہ فعل ہے اور یہ چیز روایات اور اہل حق کی سیرت کے ساتھ ثابت ہے اور اگر جاہلوں اور دشمنوں کے نزدیک ثابت نہیں تو فرق نہیں پڑتا۔

یہی دلیل باقی معصومینؑ کے مصائب اور مراسم عزاداری کے لیے بھی جاری ہو گی۔ جس طرح ان حضرات کے ایام ولادت پر جشن کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ ایام شہادت میں مصائب کو ذکر کرنا اور عزاداری برپا کرنا بھی اسی طرح ہے۔ ان دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔

سوال: اگر مراسم عزاداری اور مصائب امام حسینؑ میں سینہ زنی اور زیادہ گریہ کرنے کی وجہ سے ضرر کا باعث بنے تو آپ کی نظر میں کیا حکم ہے؟

جواب: اگر سینہ زنی اور گریہ بیماری کا باعث نہ بنے تو جائز ہے۔ اسی طرح دشمنوں سے بچنے کے لیے واجب تقیہ کی مخالفت نہ ہو تو بھی جائز ہے۔ بلکہ یہ عمل مستحب ہے۔ کیونکہ ان مراسم عزاداری میں سینہ زنی اور گریہ درحقیقت ان لوگوں کے عمل

جواب: ایسے کام کہ جن کہ انجام دینے سے مسجد کی بے حرمتی ہو حرام ہے بلکہ گناہ بھی ہو گا۔

سوال: اہل بیتؑ کے لیے مجلس عزا برپا کرنا زیادہ بہتر ہے یا شہادت کے واقعہ کی شبیہ بنانا؟

جواب: ممکن ہے مجلس عزا برپا کرنا معین ہے یعنی یہی بہتر ہے۔

سوال: ایسے واقعات کی شبیہ بنانا اور تفریبہ بنیاد کرنا جن کی سند معتبر نہیں ہے۔ جیسے کہ حضرت قاسم کی شادی کا واقعہ کا کیا حکم ہے؟

جواب: اگر معلوم ہو کہ بعض تاریخوں اور روایات میں واقعہ نقل ہے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

سوال: تلوار اور چھری، چاقو وغیرہ سے ماتم کرنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: اگر خود کو یا دوسروں کو نقصان نہ ہو تو کوئی حرج نہیں۔

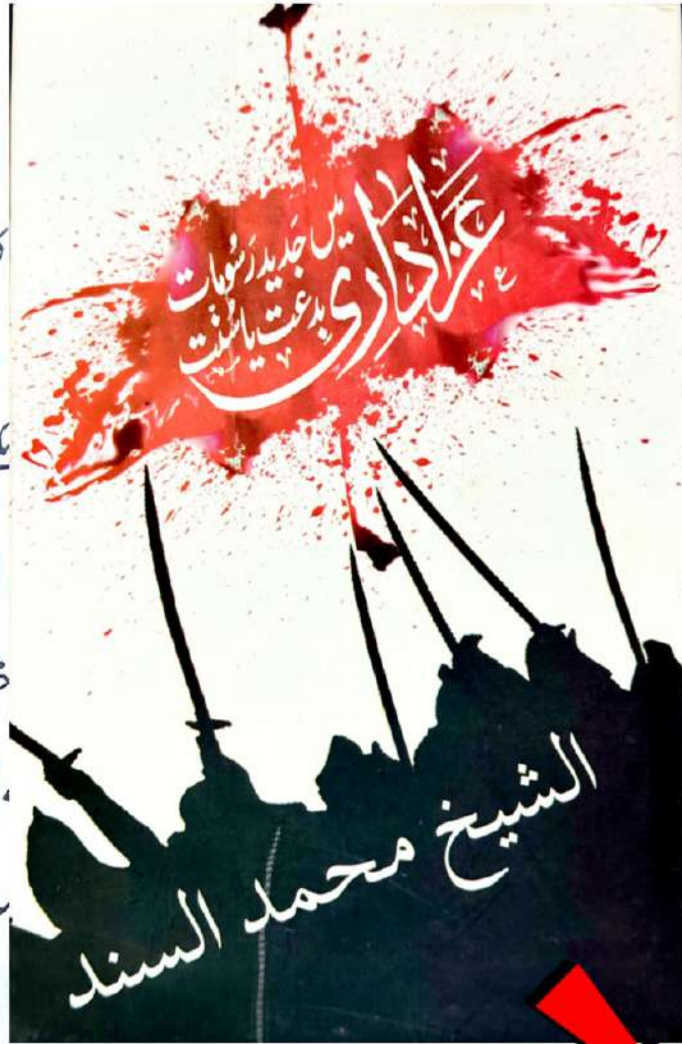
سوال: تلوار اور چاقو، چھری وغیرہ سے عاشور کے دن یا اس کے علاوہ دنوں میں امام حسین علیہ السلام اور آپ کی اولاد و اصحاب کے ساتھ محبت کا اظہار کرتے ہوئے ماتم کرنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: بسمہ تعالیٰ۔ اگر ضرر و نقصان کا باعث نہ بنے تو کربلا کے مظلوموں کی مصیبت کے اظہار میں ہمدردی کرتے ہوئے ایسا ماتم جائز ہے۔ ہاں یہ شرط ہے کہ ایسے ماتم اور عزاداری کے لیے کوئی قبیح یا حرام عنوان پیدا نہ ہو ورنہ جائز نہ ہو گا۔

سوال: کچھ شیعہ حضرات اہل بیتؑ کی عزاداری میں اور خاص طور پر سید الشہداؑ کی عزاداری میں سینہ زنی کرتے ہیں اور منہ کو نوچ لیتے ہیں۔ جس سے جسم پر نیل پڑ جاتے ہیں اور خون جاری ہو جاتا ہے۔ اس کا شرعی حکم کیا ہے؟

جواب: ایسا کرنا اگر عزاداری کے ساتھ مناسب ہو اور انسان بیمار بھی نہ ہو تو کوئی حرج نہیں ہے؟

سوال: ایسے اجتماع میں شرکت کرنا جس کے بارے میں گمان ہو کہ وہ ریاکاری کر رہے



(آیۃ

اگر ... کاسبب نہ بنے پھر بھی یہ

عمل

... کتے ہیں؟

(آیۃ

عزا ... خیال رکھا جائے کہ اس طرح

نہ ہو ... میں مشکل میں گرفتار

ہو جا ... استعمال ہوتی ہیں ان کو

مسجد

- ان چیزوں کی تعزیہ اور شبیہ خوانی (جیسے ٦ محرم کو قاصد آتا ہے) کہ جن کی کوئی معتبر سند نہیں ملتی جیسے جناب قاسم ابن حسن علیہما السلام کی شادی تو اس کا کیا حکم ہے؟

(آیۃ اللہ تقی بہجت قدس سرہ):

اگر اس چیز کا علم ہو کہ بعض تاریخوں میں اور روایات میں یہ بات نقل ہوئی ہے تو کوئی اشکال نہیں۔

عقدِ قاسم کا ذکر معتبر

کتب میں موجود ہے

کئے ۔۔ آپ ۔۔۔ ۔۔ ربلاکی عظیم قربانیوں کی عظمت سے انکار نہیں ہے لیکن بنی ہاشم کی قربانی کے مقابل میں کوئی قر۔۔۔ نہیں آسکتی۔

ایک دولھا ہے جو یتیم نہیں، ایک یتیم ہے جو دولھا نہیں، مگر قاسمؑ یتیم بھی ہے اور دولھا بھی ہے دونوں پہلو جمع ہوگئے۔ جب امام حسنؑ کا انتقال ہوا ہے، شہید ہوئے ہیں تو قاسمؑ کی عمر تین سال کی تھی، بچّہ رو رہا تھا، بلایا اپنے پاس، کہا بیٹا نہ رو۔ نہ رو۔ کہا بابا میں یتیم ہو رہا ہوں کیسے نہ روؤں۔ کہا نہیں، آج سے حسینؑ کو اپنا باپ سمجھنا، آؤ بیٹا گھبراؤ نہیں میرے پاس آؤ۔ دیکھو تم کو یہ ڈر لگ رہا ہوگا کہ کوئی سخت وقت تم پر پڑے گا تو کیا ہوگا؟ دیکھو میں ایک تعویذ تمھارے بازو پر باندھے دیتا ہوں تم پر جب کوئی سخت وقت پڑے تو اسے کھول کر دیکھ لینا مشکل تمھاری حل ہو جائے گی۔ بچّے کے بازو پر تعویذ بندھ گیا۔ حسنؑ دُنیا سے رخصت ہوگئے۔ حسینؑ کربلا کے میدان میں آگئے اور کربلا میں عاشور کا دن آگیا اور ایک کے بعد ایک شہید کی لاش آتی رہی اور گنجِ شہیداں تعمیر ہوتا رہا۔ اُدھر روایت بتاتی ہے کہ

حقیقت دین

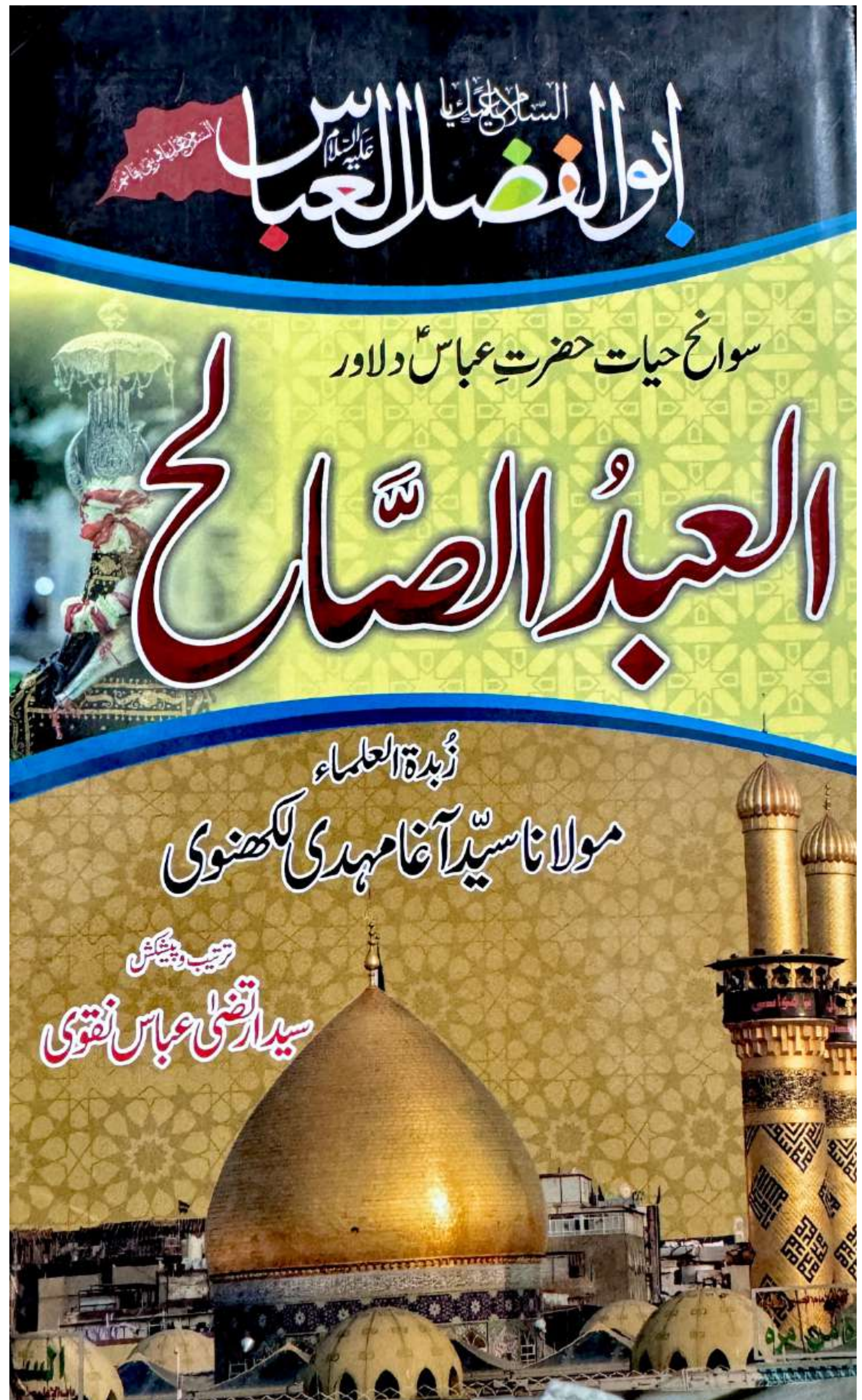
(سائنس اورغلبہ اسلام)

از

مولانا سید کلب صادق صاحب قبلہ

چچا، باباکی تحریر۔ حسینؑ نے وہ تحریر لی، آنکھوں سے لگائی وہ تحریر، سر پر رکھی اس کے بعد پڑھا تو

2



ابوالفضل العباس علیہ السلام
سوانح حیات حضرتِ عباسؑ دلاور
العبدُ الصالح
زُبدۃ العلماء
مولانا سیّد آغا مہدی لکھنوی
ترتیب وپیشکش
سید ارتضیٰ عباس نقوی

علامہ سید مہدی لکھنوی جو کہ علمائے لکھنؤ میں سے مشہور ترین عالم دین گزرے ہیں واضح طور پر اپنی کتاب العبد الصالح میں شہزادہ قاسم کے عقد کا ذکر کرتے ہیں، اور صرف اتنا ہی نہیں بلکہ مہدی لکھنوی صاحب نے شہزادہ قاسم کی شادی (عقد) کو ثابت کرنے کے لیے الگ سے کتاب تحریر کی ہے جس کا نام عبائر الانوار رکھا ہے، ہم یہاں اس کتاب کا مختصر حصہ آپ کے سامنے پیش کر رہے ہیں ملاحظہ فرمائیں

امام کا عباسؑ کی شجاعت وقوت پر کہ اُن بہادروں کی امداد کے لئے جو دشمن میں گھرے ہوئے تھے، اپنے ایک اکیلے عباسؑ کو بھیج دیا، پھر عباسؑ کی شجاعت وجرات اور فنِ جنگ میں مہارت دیکھیے کہ فتح مند لشکر کے ہاتھوں سے حلقہ میں گھرے ہوئے زخمی بہادروں کو نکالتے ہیں اور اُنہیں محفوظ طریقے سے اپنے ساتھ لے کر روانہ ہوتے ہیں لیکن کسی طرح یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اس حملہ میں آپ کو کوئی زخم لگا ہو اور کسی طرح کا بھی گزند پہنچا ہو۔

عقدِ قاسمؑ میں شرکت

صبحِ عاشور سے وقتِ شہادت تک جن مقامات پر آپ کا ذکر آتا ہے اُن میں رخصت شہزادہ قاسم میں روات تزویجِ قاسمؑ کا یہ جز بڑا نمایاں ہے۔ پھر عونؑ و عباسؑ کو طلب کیا۔ دو ممتاز بھائیوں کی معیت جس کا ذکر کئی کئی حوالوں سے سوانح عون میں ہو چکا ہے، مشعر ہے کہ فرزندِ رسولؐ الثقلین نے شاید ایجاب وقبول کا عہدہ دیا ہو اور دونوں بھائیوں نے ہی عقد پڑھ کر نکاح خوانی کا فرض ادا کیا ہو اور وصیتِ امام حسنؑ یوں پوری ہوئی، رجال میں حضرت عباسؑ کے لئے از جملہ فقہاء ہونا اور زیارتوں میں ''ربانی'' کی لفظ اس انتخاب میں صحیح انتخاب کا پتہ دیتا ہے، خاندان میں یہ سنت قرار پا چکی ہے کہ چچا عقد پڑھتا ہے، حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خطبہ نکاح ابو طالبؑ نے پڑھا، پیغمبرؐ کی یہ سیرت وہاں دلیلِ ایمان تھی اور یہاں دلیل فضل وشرف ہے، خدمات شرعیہ میں تقدیم اورع واعلم ہر محل پر عقلی ہے، سرکار حسینی سے بھائیوں کی عزت افزائی اور منصب میں اُن کے اہل ہونے کی اطلاع وہ پیغام ہے جس کو شریعت کے دلدادہ کبھی فراموش نہ کریں گے۔

آخری نصیحت میں کوششِ بلیغ

میدانِ جنگ اور ریگزارِ عرب کی تپتی ہوئی زمین پر ہندوستان کی یاد

عام انسان ایک دشمن کے مقابلہ میں گھبرا جاتے ہیں، کمزور دل کے اصحاب خون کی

قُلْ ما انتم امثلکم الّذی کانوا صادقین

جمعیت خدام عزا لکھنؤ کا بارھواں قلمی جہاد

بسلسلۂ سوانح حیات شہدائے کربلا رضوان اللہ علیہم اجمعین

عبائر الانوار

اثبات عروسی حضرت قاسم بن حسن سلام اللہ علیہ آناء اللیل و اطراف النہار

مؤلفہ

لسان الملۃ والدین زبدۃ العلماء مولانا السید آغا مہدی صاحب قبلہ لکھنوی

مؤلف "شاہزادہ علی اصغر"، "تذکرۃ الحیوان" وغیرہ

در مطبع سرفراز قومی پریس لکھنؤ طبع شد

ملنے کا پتہ مولوی سید ہادی سکریٹری جمعیت خدام عزا چوک مسجد تحسین علیخاں لکھنؤ

محصول ڈاک ۲/

فہرست مضامین کتاب ہذا

اجال نیست و کتاب الاربعین بالجملہ شیخ مذکور از فاضل عالم شیخ محمد بن جابر نجفی روایت دارد واو بواسطہ شیخ محمود ابن حسام الدین جزائری از شیخ بہاؤالدین عاملی علیہ الرحمہ روایت داشتہ و علامہ سید ہاشم بحرانی مولف غایۃ المرام از شیخ فخر الدین مذکور روایت دارد و ایضاً در رسالہ مزبورہ آوردہ کہ شیخ فخر الدین مذکور از سید جلیل القدر میر شرف الدین کہ شاگرد مرزا محمد استرآبادی بود روایت دارد و شیخ فخر الدین را پسرے بود صفی الدین کہ فاضل و عالم و صاحب تالیف و تصانیف و از مشائخ اجازہ است وے از پدر خود شیخ فخر الدین روایت دارد و مولف گوید کہ کتاب المراثی والخطب کہ در ذیل تصانیف شیخ مزبور مذکور شد بغایت اشتہار دارد و کتاب مذکور مشتمل بر مجالس تذکرہ مصائب حضرات اہل البیت علیہم الصلوٰۃ والسلام و قصائد و مراثی حضرت امام حسینؑ از منظومات شعرائے عرب است و معروف و مشہور بہ بیاض فخری است لکن نسخہائے آن در ترتیب زیادت و نقصان و امثال آن با یکدیگر مطابقت ندارد و صاحب تذکرۃ العلماء آوردہ کہ بر پشت بعض نسخ مجمع البحرین مکتوب یافتہ شد کہ وفاتش در سنہ یکہزار و ہشتاد و ہفت ہجری واقع شد و تاریخ آن درین آیہ کریمہ یافتہ اند و یطوف علیہم ولدان مخلدون و تاریخ دیگر و بخلفہ بعدہ صفی الدین است و ایضاً آوردہ کہ تاریخ تصنیف کتاب مجمع البحرین کہ در آخرش مکتوب ست سنہ یکہزار و ہفتاد و نہ ہجری است **اقول** علامہ طریحی کی اثبات جلالت قدر میں جو جو عبارتیں ہمنے علماء کی پیش کی ہیں اُن میں یہ وہ عبارت ہے جو پہلی عبارتوں کے مطالب کو لیے ہوے مثل اور ارباب رجال کے ان کی شان میں وہی فقرات پیش کرچکی ہے جو ان کی جلالت قدر و علو مرتبت کے اثبات میں کافی و وافی ہیں اور انکے نزدیک بھی یہ جناب مشاہیر علماے محدثین و متبحرین و کملاء دہر میں تھے اور انکی کتاب اس قابل تھی کہ خصوصیت کے ساتھ اُسکے ذکر پر مجبور ہوے اور فرمایا کہ کتاب المراثی والخطب کہ در ذیل تصانیف شیخ مزبور مذکور شد بغایت اشتہار دارد" اور یہ ایک طے شدہ بات ہے کہ منتخب اپنے رنگ کی پہلی کتاب ہے اور کتب مقاتل میں سب سے زیادہ مشہور و معتبر سمجھی جاتی ہے آٹھوین بزرگوار جنھوں نے علامہ طریحی کی مدح کی ہے وہ جناب مولانا السید حسن صدر دام بقاؤہ ہیں اپنی کتاب عیون الرجال مطبوعہ تصویر عالم لکھنؤ صفحہ ۱۳۴ مین تحریر فرماتے ہین الشیخ الزاھد العابد الفاضل المتبحر الجلیل الشیخ فخر الدین الطریحی صاحب مجمع البحرین ۱ **قول** اس عبارت میں بھی صاحب عیون الرجال نے طریحی رحمہ اللہ کو ایک متبحر اور جلیل عالم فرمایا ہے اور ان تمام عبارتوں سے جو یہاں تک ناظرین کے سامنے پیش کی گئیں یہ کہنا چاہیے کہ ہر ہر فقرہ سے صاحب منتخب کی جلالت ٹپکتی ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ

جنکے قلم سے ہمنے بحمد اللہ روایت عقد قاسم کو ثابت کردیا اب تیسرے بزرگوار ملا حسین واعظ کی دو عبارتیں پیش کیجاتی ہین جسکے ہر ہر فقرہ کو بغور پڑھنے کے بعد یہ فیصلہ کیا جاسکتا ہے کہ ان کی شان مین مغفل اور عامی کہنا کہانتک درست ہے یہ مانی ہوئی بات ہے کہ کوئی دعوی بغیر دلیل کے عند العقلا قبول نہین ہوسکتا کوئی وجہ نہین کہ ہم صاحب روضۃ الشہدا کی اُن تحریرون کو جو عقد ثابت کرنے والے ہین داستان یا بے سر و پا حکایت کہین اور اصلیت پر پردہ ڈال دین یہ اصحاب بصیرت کا شیوہ نہین ہے من کان فی ھذہ اعمی فھو فی الاخرۃ اعمی واضل سبیلا پہلی عبارت صاحب روضۃ الشہدا کی ملاحظہ ہو کتاب مذکور مطبوعہ نولکشور احوال امام حسنؑ صفحہ ۱۰۷ مین پس امام حسینؑ را آواز داد و ہمہ فرزندان و برادران را طلبید و بتقوی و طاعت وصیت فرمود و نقلے ہست کہ ام کلثوم را گفت اے خواہر ناموس ما رسن یادگار ما در بزرگوار من فرزندم قاسم را حاضر گردان ام کلثوم بفرمود تا قاسم را آوردند امام حسنؑ اورا در بر گرفت و روبروے وے نہادہ بہاے ہاے بگریست بعد ازان دست قاسم بگرفت و بدست امام حسینؑ داد و گفت اے برادر فلانہ دختر ترا نامزد پسر خود قاسم کردم چون وقت آید بوے سپاری واز وے نظر پدری و شفقت باز نداری دوسری عبارت صفحہ ۳۰۵ مین ملاحظہ ہو راوی گوید کہ چون قاسم بن الحسنؑ چہرہ برادر خود را کہ گل بوستان ناز بود بخار آن حادثہ جان گداز خراشیدہ دید آہ از نہاد او برآمدہ پیش عم بزرگوار خود آمد گریبان و دل بر آتش حسرت بریان و گفت اے شاہزادۂ دو جہان مراد یگر قوت مفارقت اقارب نماندہ و زمانہ ادسر یر عمر در و بجسم بر خاک اندوہ و مصیبت نشاندہ دستوری دہ تاکینہ برادر باز جویم و سوال اہل ضلال را بہ تیغ زبان و زبان تیغ و سنان جواب گویم امام حسینؑ گفت ای جان عم تو مرا از برادر یادگارے و درین صحرا انیس دل افگارے من ترا چگونہ اجازت دہم و داغ فراق تو بر سینۂ پر غم نہم مادر قاسم نیز از خیمہ بیرون دوید و دامن قاسم بر دست پیچیدہ فریاد برکشید

بیت اے بدلم گرفتہ جا لطف کن از نظر مرو ۔ مرہم سینہ چون توئی مرہم دیدہ ہم تو شو القصہ قاسم اجازت حرب نیافت و برادران امام حسینؑ تہیہ محاربہ می کردند قاسم بخیمہ در آمد سر بزانوے اندوہ نہادہ ناگاہ یادش آمد کہ پدر تعویذے بر بازوے وے بستہ بود فرمودہ کہ در مجلسیکہ اندوہ بسیار و ملال بیشمار بر تو غلبہ کند این تعویذ را باز کن و برخوان و بدانچہ در انجا نوشتہ است کار کن قاسم با خود گفت کہ تا من بودہ ام مرا حالتے چنین نیفتادہ و بدینسان ملالتے دست ندادہ بیا تا تعویذ را از بازو باز کردہ بکشادہ دید کہ امام حسنؑ بخط مبارک خود نوشتہ است اے قاسم وصیت می کنم ترا کہ چون برادرم و عمت حسینؑ را بینی در کربلا بدست شامیان بردغا و کوفیان بے وفا گرفتار شدہ زینہار کہ سر خود در قدم وے اندازی و جان خود را براے وے روان دربازی

روضۃ الشہداء کی اغلاط عقد قاسم بن حسن بجل تحریر

داز جملہ مناظرات شہید ثالث آنکہ در دار السلطنۃ قزوین شخصے صاحب ثروت وفات یافت و
دولت وافر بگذاشت و وارث او منحصر بدختر کبیرہ بود شخصے دیگر برائے طمع در آن مال آن دختر را برائے
پسر صغیر خود بعقد انقطاع در آورد وچون مدتے درگذشت دختر بجہۃ کبر وصغر صبر نتوانست
نمود مبلغے جزیل بذل می نمود کہ مدت انقطاع او را بذل نمایند واو از دیگرے ازدواج کند شہید
ثالث گفت کہ بذل ولی مدت انقطاع را جائز نیست بلکہ لازم است کہ صبر نماید تا زوج او بلوغ
برسد آن دختر مبلغ چہار صد تومان برائے بذل ہمی نمود کہ فتوی دہد بر جواز بذل ولی اجل متعہ را
مرحوم حاجی ملا عبد الوہاب فتوی بر جواز داد وعلمائے قزوین او را متابعت نمودند مگر حاجی
ملا صالح کہ متابعت برادرش ہمی نمود بدفعات مجالس مناظرہ آراستند وعلما را خواستند وبا شہید
در مقام مکالمہ ومجادلہ ومقاولہ ومناظرہ ومشاجرہ ومباحثہ آمدند وعلماء آن دیار قوت مقاومہ
ومغالبہ بر شہید نداشتند کار بطول انجامید تا اینکہ بعلمائے امصار استفسار نمودند ہمہ با حاجی
ملا عبد الوہاب موافقت کردند واز مرحوم حجۃ الاسلام حاجی سید محمد باقر رضی اللہ عنہ در اصفہان
استفتا نمود آنجناب نیز بر جواز فتوے دادند ومعترض دلائل آن شد ازانجملہ ادلہ ایشان آن بود
کہ نظر بقانون استقراء ولی در امور مولی علیہ تصرف وولایت دارد ودر مشکوک کہ جواز بذل مدت
باشد حمل بر غالب می نمائیم پس باید کہ ولی را بذل ہم ولایت داشتہ باشد واما مضمون صدق
مشحون خبر شریف الطلاق بید من اخذ بالساق پس مخصوص بطلاق است واستقراء در بذل
سلیم از معارض خواہد بود ومرحوم حجۃ الاسلام رسالہ مفردہ درین مسئلہ تالیف فرمودند باہمہ این
احوال نتوانستند کہ بر شہید غلبہ نمایند پس چون مسلم کل دران اعصار مرحوم آقا سید محمد صاحب
مناہل ومفاتیح نجل آقا سید علی بود از او استفسار واز ان پس درخواست کردند کہ ایشان ملائے
از کربلا بقزوین بفرستند کہ اجرائے این حکم نمودہ ومدت انقطاع را بوکالت از ولی زوج بذل نماید
پس آقا سید محمد فتوی بر جواز دادہ وملائے فرستادہ وآن امر را انجام وآن حکم را باتمام رسانیدند وشہید
ثالث رسالہ مفردہ درین مسئلہ نوشتہ واستقصاء ادلہ بر منع دران نمودہ ودر کتاب طلاق منہج
خویش نیز معترض این مسئلہ شدہ واز مفتیین وقائلین بمنع آقا سید مہدی بحر العلوم وآقا سید
محمد قصیر خراسانی را شمردہ وآقا سید محمد فقیہ ماہر واز تلامذہ عالم علیم بلا ثانی آقا محمد باقر اصفہانی
بہبہانی رحمۃ اللہ علیہ بودہ (الی ان قال) **در اجازات شہید ثالث از مشائخ اجازہ**
وجناب شہید ثالث اجازہ دارد وانا استادش آقا سید علی اعلی اللہ مقامہ وعالم اوحد شیخ جعفر نجفی
صاحب کشف الغطاء وسید سند معتمد امجد مجید مستند آقا سید محمد خلف آقا سید علی وچون آقا
سید محمد در سفر جہاد بقزوین وارد شد از وسوال کردند کہ حاجی محمد صالح برغانی مجتہد است یانہ

میگوید کہ من دران وقت آن طفل را دیدم کہ نور از رخسارۂ وے می تابید وپیراہن وازاری پوشیدہ بود
ونعلین در پا کشیدہ بود وکمر بندے بر میان بستہ وبند نعلین پائے چپ وے گسیختہ بود وبآن گروہ
انبوہ مجادلہ میکرد در این حال عمر سعد ازدے گفت کہ بخدا سوگند تا کار این جوان ہاشمی را بسازم
کشندہ او من باشم گفتم سبحان اللہ گروہے کہ درمیان گرفتہ اند اورا کافیست چگونہ دل تو تاب آرد
کہ باوجود گرفتاری این طفل در دست این ہمہ اشرار ضربت بہلو زنی گفت قسم کہ اگر تیغ حوالہ من کند
دست بدفع او نگشایم پس ان لعین بدگہر اسپ تاخت وضربتی بر فرق مبارک آن امام زادہ مظلوم
زد وزخمہائے بسیار برآوردہ بودند ونقل کردہ اند کہ بیست وہفت زخم خوردہ بود وخون بسیارے
از وے رفتہ واز بسکہ تیر بر اسپ او زدہ بودند دیگر طاقت حرکت نداشت پس قاسم از اسپ
درگشت وفریاد کرد کہ یا عماہ ادرکنی اے عم مرا دریاب ناگاہ امام حسین علیہ السلام مانند عقاب
بران آمد وصفہا را شگافت وچون شیر خشمناک بران روبہ صفتان بیباک حملہ کرد وتیغی حوالہ عمر قاتل قاسم
نمود آن ملعون دست خود را سپر ساختہ تیغ بدست او آمد ودست پلیدش جدا شد آن لعین فریاد کرد
سپاہ مخالف جمع شدند کہ او را از دست امام حسین ع رہا کنند حرب درپیوست ونائرہ جدال اشتعال یافت
بنحویکہ قاسم مظلوم پامال سم ستوران شد وقاتل او نیز کشتہ شد حضرت چون آن کافران را دور کرد
بسر فرزند برادر خود آمد ودید کہ پائے بر زمین مے ساید وآہنگ بیدار علیین دارد وہنوز رمقی در وی باقی
ماندہ بود چشم باز کرد در عم خود نگریست وتبسمی نمودہ جان بجان آفرین تسلیم کرد ستیزہ گر فلکا از
جور تو داد + نفاق پیشہ سپہرا ز کینہ ات فریاد + ستیزہ گر فلکا این جفا چرا کردی + چرا عداوت دشمن
خدا کردی + بسان مردمک دیدہ کعبہ را تا حشر + سیاہ پوش زمانہ این عزا کردی + جواب فاطمہ روز جزا
چہ خواہی داد + سر پیمبرزاد اش از تیغ کین جدا کردی + بجوش خنجر بیداد خوش دم آبے + بحلق تشنہ سلطان
کربلا کردی + علم نگون شدہ واہل بیت گشتہ اسیر + امید ہست شوی سرنگون جفا کردی + ز آن
سوخت از فغان العطش گویان + فغان ز سینۂ سوزان العطش گویان + امام حسین چون قاسم را
باین حالت دید سیلاب اشک از دیدہ جاری کرد وگفت واللہ یعز علی عمک ان تدعوہ فلا
یجیبک او یجیبک فلا یعینک او یعینک فلا یغنی عنک اے نور دیدہ بخدا قسم کہ گران است
بر عم تو کہ تو او را بیاری بخوانی واو اجابت نتواند کرد یا اجابت کند ویاری نتواند کرد یا یاری کند
وسودے بتو نبخشد خدا دور گرداند از رحمت خود جماعتے را کہ ترا کشتند وائے بر گروہے کہ پدر وجدت
خصم ایشان باشند پس حضرت آن شہید را برداشت وسینہ او را بر سینہ خود نہاد وپاہائے او بر زمین
می کشید واو را برد ودر میان سائر کشتگان نہاد ونالہ وفغان از اہل بیت برآمد مادر قاسم
وعروس آواز [illegible] بنہادہ باو می نگریستند وزار زار میگریستند حضرت امام حسین خطاب

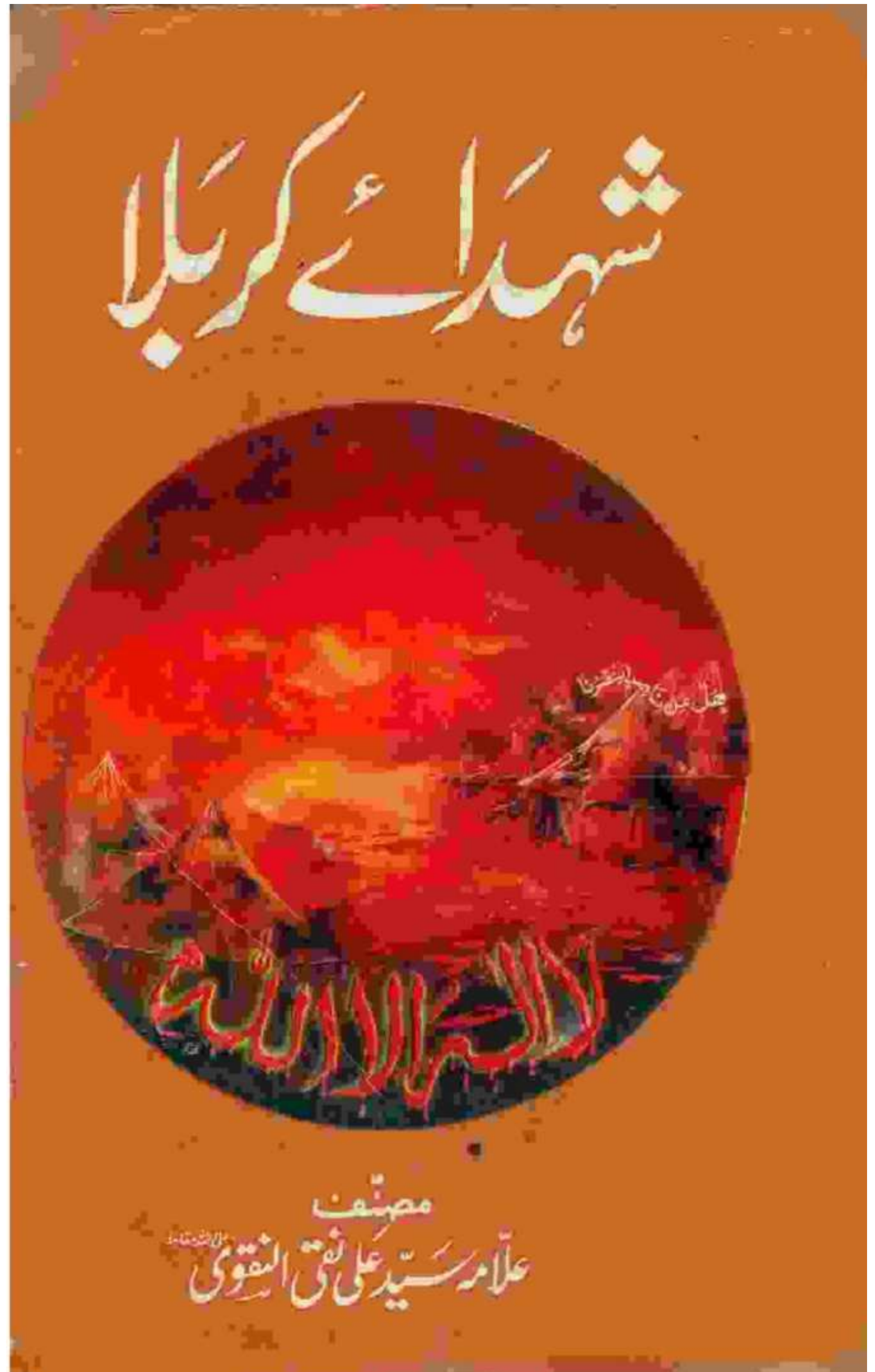
خشکیدہ یا ختم بر بنی امیہ بگو کہ من تازہ داماد م توقع قطرہ آبے از شما دارم و شاید بر تو رحم کنند و آں سزا
بکام عروس برسانم پس دفعہ دیگر مادر قاسم وداع نمودند با گریہ و نالہ از ہم جدا شدند پس قاسم آمد
بخدمت امام مظلوم وعرض کرد کہ اے عم والا مقام مرا اجازہ حرب مخالفان بدہ کہ دیگر نمی توانم
ترا غریب و بیکس مشاہدہ کنم پس حضرت فرمود یا ولدی اتمشی برجلک الی الموت ابا اے فرزند
میروی بپائے خود بسوئے مرگ قاسم عرض کرد وکیف یا عم وانت تکون بین الاعداء وحیدا فریدا
ولم تجد محامیا ولا صدیقا اے عم بزرگوار چگونہ نہ روم وحالانکہ ترا می بینم تنہا و بیکس درمیان
دشمنان گرفتار نہ دوستے نہ یاورے روحی لروحک الفداء ونفسی لنفسک الوقاء جانم فدائے جان
تو و بدنم قربان بدن تو باد پس اصرار بسیار و الحاح بیشمار نمود تا امام را راضی کرد پس حضرت گریست
وشق ازیاق القاسم وقطع عمامۃ نصفین نصفا ادلاها علی وجہہ بصورۃ الکفن وشد نصفہا
الاخر علی راسہ پس حضرت جامہ قاسم را چاک زد و عمامہ او را دو حصہ نمود و حصہ بسر او بست و حصہ
دیگر را بصورت کفن بر قاسم پوشانید و شمشیرے حمائل او کرد روانہ قتالش نمود مولف فقیر گوید کہ در اخبار کتب مقاتل ندیدم
کہ امام مظلوم بر احدے از شہدا کفن پوشاند بغیر از قاسم گویا ہمین لباس عروسی او بودہ است
کہ امام بر او پوشانید تا درمیان شہدا ممتاز باشد بعروسی پس وائے بر بنی امیہ کہ لباس عروسی
او را غارت کردند و بدنش را برہنہ درمیان خاک وخون انداختند پس قاسم ہمینکہ وارد میدان
شد نظر مبارکش بعمر ابن سعد افتاد و او را صدا زد کہ یا عمر اما تخاف اللہ یا اعمی القلب اما تراعی
رسول اللہ تعالیٰ الا سلام و آل رسول اللہ عطاشا ظما نانتی اسودت الدنیا باعینہم اے عمر آیا از خدا
نمی ترسی اے باطن کور آیا رعایت حق رسول خدا را نمی کنی چگونہ ادعائے اسلام مینمائی و حالانکہ آب
فرات را بر روے او و اہلبیت بغیر بستہ و صدائے العطش ایشان بلند است و از شدت تشنگی
دنیا در نظر ایشان سیاہ و تاریک شدہ است آن ملعون گفت دست از تکبر بردارید و اطاعت بکنید
یزید را تا شما را آب دہم پس قاسم گفت لا جزاک اللہ خیرا خدا ہرگز بتو جزائے خیر ندہد در رحمت
خود را از تو قطع کند پس ساعتے ایستاد و دیگر کسی بمبارزت او نیامد مراجعت بخیمہ نمود ہمینکہ رسید
بدر خیمہ صدائے گریہ عروس و مادرش را شنید کہ از غریبی او گریہ میکنند پس ایشان را صدا زد و دفعہ
دیگر وداع نمود و رکاب امام را بوسیدہ و روانہ جہاد گردید رجز را می خواند کہ ان تنکرونی فانا ابن الحسن
سبط النبی المصطفی والمؤتمن ہذا حسین کالاسیر المرتہن بین اناس لا سقوا صوب المزن
اگر مرا نمی شناسید پس منم پسر امام حسن از نسل اطہر محمد مصطفےٰ وعلی مرتضیٰ و این بزرگوار عم من حسین است
کہ در دست مردمانے کہ از رحمت خدا دور اند مثل اسیر و محبوس وگرفتار است فقاتل قتالا شدیدا
حتی قتل علی صغرہ خمسۃ وثلثون رجلا پس جہاد نمود جہاد شدیدے و با آن کودکی سی و پنج نفر را

ہمکلام ہون ناگاہ آواز لشکر مخالف سے سُنی کہ کوئی چلاتا ہے اور کہتا ہو کہ ہے کوئی لشکر امام حسین علیہ السلام سے [illegible]
جو مردان کارزار مین آنکے ہم سے مقابل ہو فنزلہ القاسم کعفا ما دادان یخرج فاخذت ذیلہ وقالت این ترید
قال ارید ان احقق ثارا اخی من المشرکین وہذا الفراق بینی وبینک الی یوم القیمۃ پس سنتی ہی آواز اُن اشقیا
کے قاسم نے ہاتھ دولھن ناشاد کا چھوڑ دیا اور چاہا کہ خیمہ سے باہر آئین کہ اُسیوقت دولھن نے شرم سے دامن قاسم کا
پکڑ لیا اور اتنا کہا کہ کہان جاتے ہو شاہزادہ قاسم نے فرمایا کہ مین چاہتا ہون اُسوقت عوض خون ناحق اپنے بابا
کا ان مشرکون سے لون اور ہمنے تمھین خداوند کریم کے سپرد کیا اب ملاقات ہماری اور تمھاری قیامت پر ہے اب
کبھی دنیا مین ہم سے اور تم سے ملاقات نہوگی قالت بای علامۃ اعرفک یوم القیمۃ قال من ہذا القمیص
المشقوق فسار الی الحسین علیہ السلام پس دولھن نے کلمہ فراق سنکر کہا کہ پھر عرصہ محشر مین کس نشانی سے مین
تمکو پہچانونگی قاسم نے کہا کہ اس پیراہن گریبان چاک سے مجھے پہچان لینا پس دولھن نامراد کو روتا چھوڑ کر خدمت
باسعادت امام حسین علیہ السلام مین حاضر ہوے فقال الحسین علیہ السلام یا ولدی رأیتک ترید القتال
فضمہ الی صدرہ وشق جیب قمیصہ والبسہ مثل الکفن وتوشح عامتہ بعمامۃ الموتی فقال استودعک
اللہ پس امام حسینؑ نے قاسم کو دیکھکر فرمایا کہ معلوم ہوا کہ تم آمادہ شہادت ہو یہ فرماکر قاسم کو گلے سے لگایا اور عمامہ
اطہر از عمامہ سیت سر اطہر قاسم پر باندھا اور فرمایا کہ اے پارہ جگر اے نور نظر تمھین ہمنے خداے عزوجل کے سپرد کیا
فسار القاسم الی المیدان ونادی یا عمر بن سعد اتجوز لک ان تشرب من ماء الفرات وسقیت فرسک
ومنعت اولاد الرسول منہا ان یشربوا راوی کہتا ہو جبکہ شاہزادہ قاسم امام حسینؑ سے رخصت ہو چکے
مسلح بسلاح کارزار اسپ عقاب پر سوار مقابل لشکر کفار ستم شعار ہوے اور آواز دی کہ اے عمر سعد بدنہاد
تجھے گوارا ہو کہ خود اس نہر فرات سے پانی پیے اور اپنے گھوڑے تک کو اس پانی سے سیراب کرے اور اولاد رسول خدا
صلے اللہ علیہ وآلہ شدت تشنگی سے جان بلب ہون اور اُنھین ایک جرعہ تک اس پانی سے پینے نہ دے فما نقول
لجدنا محمد ن المصطفے صلے اللہ علیہ وآلہ اذا سألک ایہا الکلب المیشوم لم ظلمتنی فی عترتی فلم
یجب الملعون جوابا اور اے بے حیا کیا جواب دیگا تو میرے جد بزرگوار جناب احمد مختار صلی اللہ علیہ وآلہ کو جبکہ
وہ حضرت تجھسے پوچھین گے کہ اے سگ ناپاک کس سبب سے تونے میری اولاد پر ظلم کیا پس عمر سعد ملعون یہ سنکر
چپ ہورہا اور کچھ جواب نہ دیا ثم قال لاصحابہ اتعلمون من ہذا الغلام قالوا لا قال ہذا قاسم بن الحسن
ولہ شجاعۃ کشجاعۃ جدہ محمد ن المصطفی صلی اللہ علیہ والہ وعلی بن المرتضی پس عمر سعد نے افسران لشکر سے
کہا کہ آیا تم اس طفل صغیر سے واقف ہو کہ یہ کس قوم وقبیلہ سے ہے اور نام اسکا کیا ہے سبھون نے جواب دیا کہ ہم ہرگز
اس دلیر کے نام ونسب سے واقف نہین ہین عمر سعد نے کہا کہ خبردار ہو ہوشیار ہو کہ یہ قاسم فرزند حسن بن علی بن
ابی طالب علیہما السلام ہے اور شجاعت مین مثل جد امجد اپنے جناب محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وجناب علی
مرتضےٰ علیہ السلام کے بہادر وشجاع ہے فلا تبارزوا واحدا واحدا بل احملوا علیہ دفعۃ واحدۃ فلما حملوا

انتہا اس شعر پر ہے ؎ علم بر دارم از آہ شرربار ٭ نشان دارم ز عباس علمدار ٭ وہ تاریخیں جو خاتمہ
مثنوی کے ساتھ طبع ہوئی ہیں یا دیباچہ کتاب بھی او سکے ثبوت میں اظہر من الشمس ہے اب رہا یہ امر کہ جناب
مفتی صاحب کی شان میں علماء کے خیالات کیا ہیں اس مقصد میں کامیاب ہونے کے لیے چند
عبارتیں پیش کرنے کے قابل ہیں (۱) حجۃ الاسلام مولا السید غنی نقی طاب ثراہ اپنی ایک تحریر میں جو ظل ممدود
ذیل ظلِ منضود مطبوعہ ۱۲۸۷ ہجری صفحہ ۱۰۹ میں موجود ہے فرماتے ہیں بسم اللہ وبہ بدائنا ٭ فان عبدنا
عنیہ شقنا ٭ کتاب من محبین مسکین کلیل الفکر مہموم حزین ٭ کتابہ کل حب وود ٭ الی العلامۃ
الحبر الفطین ٭ نسیم الصبح بلغ سلاما ٭ بھیا حب کالدر الثمین ٭ سلام طیبہ سما عبیر ٭ بھا کی
نفحۃ عن یاسمین ٭ سلام لیس فیہ کمالا ٭ ولوج الروح فی جسم الجنین ٭ سلام عبقری باذخنا
یزیح الکرب من قلب الطعین ٭ سلام صن البیف السقم طرا ٭ الی اتباع سیدنا الوضین ٭ سلام حف
بالاخلاص کلا ٭ علی من علمہ علم الیقین ٭ سلام مستنیر لا یضاھیہ ٭ شمس فی الاضاءۃ بالیقین ٭ کلون
الورد لا بل عین قبر ٭ علی محجوبۃ ذات المجون ٭ علی من لو تخدی جوہر یا ٭ لا یقع حسن جوہرہ الوزین
علی انس انیس ذی انتخاب ٭ صدیق صادق خدن خدین ٭ علی خلص ادیب معمعی ٭ حلیف
الفضل والجاہ الرکین ٭ علی قطب الجزالۃ والمعالی ٭ سماء المجد والعز المتین ٭ علی من دارہ اھوے
الیھا ٭ بالات الضراعۃ والحنین ٭ علی من اذ اتاہ ابو ذویب ٭ یحو النراب علی الجبین ٭ علی من
لہ لطائف معان ٭ تفوق الورد بل خد الحسین ٭ ہو الغطریف ناموس المعالی ٭ السیف الجود مسحاۃ
الشجون ٭ حسیب ذو کمالات وعلم ٭ ظہیر شریعۃ ومعین دین ٭ بہ باب محیط للمزایا ٭ محاطا بالمشیخ
من الیمین ٭ وھو دری سماء السماء والسمو محمود اثرۃ الذکاء والعلو رحب الصدر ونادرۃ الاعصار الجوھر الفرد الذی
لہ یات بمثلہ الفلک الدوار البلیغ المقوال ٭ الیلمع الجلیس الکمال المختلف یذ المصحوح السرمھور الحلاحل
الماھر فی الامور صاحب البرھان الوافی ملیک الذھن الصافی ذو الطبیعۃ المستقیمۃ التی تعلو شانھم
الزبید حید والجان یباع عندھا عقود الدراری بالمجان المستق فی قسطا وافرا من المعقول والمنقول
الفائز بالقدح المعلی من الفروع والاصول الخلیل الجلیل الفائق علی ایاس الصدیق الصدیق
الالمعی مولانا السید محمد عباس لازال مجیدا وما برح مجیدا وبعد فقد ھبطت الی مھرقۃ کریمۃ و
مخاطبۃ باھرۃ عظیمۃ منطویۃ علی دلائل الاعجاز تحوی طرائف الحقیقۃ والمجاز کانھا جوھرۃ بھیۃ ومزیانۃ
سنیۃ تحتوی علی افادات رائقۃ تنشط الاذھان وتتضمن علی بدائع شائقۃ تسابق سماعہا الاذان
لم ترھا عیون البصائر ومزینۃ بقلائد لم یخطر مثلھا فی الضمائر وھا اسنی من ادارۃ الکؤس
وخطھا اجلی من اضاءۃ الشموس لطافتھا السحبانیۃ تغنی عن لطف معانقۃ الشائق بالمشوق
الحسنات الحسلیۃ اشھی من الحیوۃ لدی الدنف المدقوق مثل سطورھا کمثل جنات تجری من تحتھا الانہار

مرزا محمد علی نجفی رشتی طاب ثراہ ہیں آپ اپنی کتاب اثنا عشریہ صفحہ ۱۸ تحریر فرماتے ہیں نعم قد استفاض
بعض الروایات انہ عقد بنتہ فاطمہ لقاسم فقط وھلہ لاجل اتمامہ علیہ السلام العمل بوصیۃ اخیہ
الحسن فی الدنیا لکن ھذا العقد خالیا من سائر اللوازم المتعارفۃ الا ان فیہ مثل اللوازم قد حصل
ومن لوازم العقد اعلام المومنین لان بھتوا الزوج ویتبار کوہ واختیار ساعۃ میمونۃ لاجرائہ
وخضب شعر العروس وکفی الزوج وتھیۃ الحجلۃ وادخال العروس علی الزوج راکبۃ وعلی راسھا
الخمار فقد فاطمہ وقع ظھر یوم العاشورا فکان ھذا الوقت وقت اشد حالات الامام واما
اعلام الناس لاجل التھنیۃ فقد حضرت جنود ابن سعد علی جسد لقاسم فاوطئت الخیول علی
جسد الشریف واما خضاب العروس فجر بان الدم علی وجھہا بعد ان اخذ قرطاھا وخضاب الزوج
دم راسہ واما حجلۃ الزفاف فمقتلہ الشریف قد خل العروس علیہ فی حالۃ کونھا راکبۃ علی بعیرھا
مکشفۃ الوجہ والراس وھی تنادی یا عماہ ھل لک خرقۃ لاستر بھا راسی ووجھی لکن الانسب
ان العروس لا تجل علی زوجہا لاجل حالتھا لانھا وان کانت مکشفۃ الراس الا ان زوجہا کان
مقطوع الراس **اقول** اس مختصر مگر معنی خیز عبارت کا ہر ہر فقرہ اپنے مقام پر اثبات عروسی قاسم میں
کافی ہے اور انصاف یہ ہے کہ علامہ رشتی علیہ الرحمہ بھی اس واقعہ کے زور دار لفظوں میں لکھنے والوں میں
ہیں اور نہایت تصریح کے ساتھ فاطمہ کے ساتھ عقد قاسم کا ثبوت دے رہے ہیں حق یہ ہے کہ اگر کوئی عبارت
کسی عالم و مصنف کی نہ بھی ہوتی تو ایک یہی عبارت اثبات مطلوب میں آب زر سے لکھنے کے قابل تھی اور
جلالت قدر و علو رتبت علامہ موصوف الصدر مستغنی عن البیان ہے اور جناب کی ذات والا صفات اسکی
محتاج نہیں ہے کہ مقام تعارف میں کچھ کہا جائے مگر چند کلمات فاضل قمی کے جو انھوں نے اپنی کتاب نقد
و تحریرات الجواہر میں جناب کی تقریظ لکھنے سے قبل لکھے ہیں پیش کرنے کے قابل ہیں ملاحظہ ہو صفحہ ۴۰ ھذا ھو
التقریظ من منبع الفضل والافضال والعالم الذی یضرب بہ الامثال ومربی الفضلاء
المشتغلین افتخار الفقہاء والمجتہدین ظہیر الملۃ والدین المولی الوفی الصفی آقا محمد علی
الرشتی النجفی متع اللہ اسلامہ بطول بقائہ **اقول** ان گرانقدر لفظوں میں جو کچھ بھی جناب کی مدح
کی گئی ہے وہ نہایت قابل توجہ ہے دین وملت کے معین و مددگار اور فضل و علم کے منبع اور افتخار فقہا یہی جناب ہیں
اور ان کے علم و فضل کا شہرہ حدود عراق عرب طے کرتا ہوا ہند تک منتشر تھا چہلیسویں بزرگوار سرکار شریعتمدار
آقا شیخ عبد اللہ مازندرانی علیہ الرحمہ ہیں آپنے بھی اس روایت کے پڑھنے کی اجازت دیتے ہوے اس کے منکر
کو کافر کہا ہے اور یہ ہماری کتاب میں جیش بہا اضافہ ہے ملاحظہ ہو اس سوال کے جواب میں ما قولکم دام ظلکم
ذکر عروسی حضرت قاسم در مجلس عزا چہ طور است جائز است یا ناجائز و باحتمال اینکہ شاید روایت عروسی قاسم علیہ السلام
نداشتہ باشد تحسین نمودن ذکر عروسی قاسم را و آن قصۂ جانگداز را از حکایات باطلہ شمردن و اسم روایت عقد قاسم





شہدائے کربلا
لا الٰہ الا اللہ
مصنف
علامہ سید علی نقی النقوی

پر تشریف لانے کے بعد تسلیم کیا جائے جس سے پتہ چلتا ہے کہ عبداللہ سب میں کم سن تھے اور قاسم کا سن اُن سے یقیناً زیادہ تھا تو قاسم کی عمر کم از کم بارہ برس کی ضرور ہوگی۔ بہر حال موقع جنگ کے لحاظ سے یہ عمر بھی کم ہے اور اس عمر پر تمام اُن روایات کا انطباق ہو سکتا ہے جو قاسم کی کمسنی کے متعلق بیان کی جاتی ہیں۔

امام حسنؑ کی وصیت

شرع میں وصیت کرنا مستحب ہے لیکن وصیت کے قبول کے بعد اُس پر عمل کرنا دوسرے شخص پر واجب ہے

امام حسنؑ اور امام حسینؑ ان دونوں بھائیوں میں آپس میں وہ محبت تھی جو تمام دنیا کے بھائیوں کے لئے ایک کامل نمونہ ہے۔ والدین کی محبت کا بہت بڑا نتیجہ اولاد کی باہمی شادی کا ہونا ہے۔ اور جیسا کہ میں نے "محاربۂ کربلا" صفحہ ۶۷ میں لکھا ہے بہر حال شادی کے لئے جس طرح کی بھی اخلاقی و روحانی خصوصیتوں کی ضرورت ہے وہ ایک امام کے فرزند کے واسطے ایک امام کی دختر سے زیادہ نہیں جمع ہو سکتے

اسی لحاظ سے امام حسنؑ نے آخری وقت اپنے چھوٹے بھائی امام حسینؑ سے یہ وصیت کی تھی کہ اُن کے بڑے فرزند حسن مثنیٰ کا عقد امام حسینؑ کی بڑی بیٹی کے ساتھ اور اُن کے چھوٹے فرزند قاسمؑ کا عقد اُن کی چھوٹی بیٹی کے ساتھ کیا جائے۔

امام حسینؑ نے بھی اپنے بھائی کی اس آخری وصیت کو منظور کر لیا تھا اور اس طرح یہ وصیت اُن کے لئے نافذ اور واجب العمل ہو گئی تھی۔

اس وصیت کا پہلا جزو بالکل متفق علیہ ہے۔ صاحب ناسخ بھی

لکھتے ہیں کہ حسن مثنیٰ کی شادی حضرت امام حسینؑ نے اپنی صاحبزادی کے ساتھ حسن مجتبیٰ کی وصیت کے مطابق مدینہ میں کر دی تھی مگر دوسرے جزو کے متعلق اختلاف کیا جاتا ہے حالانکہ درایتہً وہ اُسی طرح قابل قبول ہے جس طرح پہلا جزو تسلیم کیا جاتا ہے۔

اس وصیت کے متعلق جو کچھ بھی عقلی شکوک ہو سکتے ہیں اُنکا دفعیہ میں نے "محاربۂ کربلا" میں تفصیل کے ساتھ کر دیا ہے۔

حضرت امام حسنؑ نے ایک وصیت قاسم کو بھی کی تھی اور چونکہ قاسم اُس وقت بہت کمسن تھے اس لئے زبانی کہنے کے بجائے آپ نے تعویذ باندھ کر قاسم کے بازو پر باندھ دیا تھا تاکہ قاسم کی والدہ اس کے بعد قاسم کو بتلائیں کہ اس تعویذ کا منشا کیا ہے۔ اس تعویذ میں یہ تھا کہ جب واقعۂ کربلا درپیش ہو اور تمھارے چچا پر مصیبت کا وقت پیش آئے تو اپنی جان حسینؑ پر نثار کرنا

میرے دوست نیاز فتحپوری نے جو ملک کے موقر رسالہ "نگار" کے مدیر ہیں۔ میرے رسالہ "محاربۂ کربلا" پر تبصرہ کرتے ہوئے اس جزو پر خاص توجہ کی ہے۔ اور انھوں نے تعریضاً لکھا ہے کہ اس رسالہ میں معجزات و کرامات کا بھی تذکرہ ہے۔

مجھے اس کے تسلیم کرنے میں عذر نہیں ہے کہ محترم مدیر نگار کے مسلک پر جو وہ الٰہیات و نبوت کے سلسلہ میں اختیار کئے ہوئے ہیں اور جن کی بنا پر معجزات و اخبار غیبیہ کے لئے کوئی جگہ باقی نہیں رہتی یہ روایت یقیناً قابل قبول نہیں ہے۔ مگر میں کہ جو اپنے محترم دوست کے ساتھ اُس مسلک میں متفق نہیں ہوں کیسے مجبور کیا جا سکتا ہوں کہ یہ واقعات

کر اُن ہی کے زاویہ نگاہ کی عینک لگا کر دیکھوں ۔

میں سمجھتا ہوں کہ پیغمبر اسلام کی زبانی بہت سے واقعات اور بالخصوص واقعۂ کربلا کی پیشین گوئی کا ہونا ایک ایسی مسلم روایت ہے جو اعتقادیات سے گذر کر تاریخی حقائق کے حدود میں آگئی ہے ۔ اور اس لئے واقعۂ کربلا کے متعلق کوئی اس طرح کی پیش بندی ہرگز واقعہ کے خلاف نہیں سمجھی جا سکتی ۔

طلبِ رخصت

روزِ عاشور جب اعزائے امام کی باری آچکی تھی اور اولاد عقیل و جعفر قتل ہو چکی ۔ اب امام حسن کی اولاد کی باری آئی ۔ ابن شہر آشوب کی روایت کی بنا پر قاسم کے بڑے بھائی عبداللہ بھی شہید ہو چکے تو قاسم خدمت امام میں حاضر ہوئے اور اجازت جہاد طلب کی ۔ تاریخ گواہ ہے کہ علی اکبر کو میدان جنگ بھیجنے میں امام کی جانب سے ذرا بھی توقف نہیں ہوا لیکن قاسم کی اجازت پر امام نے اس درجہ تأمل فرمایا کہ ظاہری اسباب سے قاسم کو مایوسی ہو گئی اور وہ محزون و مغموم ہو کر خیمہ کے ایک گوشہ میں بیٹھ گئے مگر امام حسن کے ہاتھ کا ایک تعویذ جو بازو پر بطور وصیت نامہ کے بندھا تھا اُسے کھول کر پڑھنے کا خیال آگیا ۔ دل کو ڈھارس ہوئی اُس میں آج ہی کے دن کی پیشینگوئی تھی اور قاسم کو اپنی جان نثار کرنے کی ہدایت تھی ۔

قاسم کو اس سے بڑی تقویت حاصل ہوئی اور اُنھوں نے اسی کو اپنے چچا کی خدمت میں بطور سفارش اجازت پیش کیا جس کے بعد امام کو یقین ہو گیا کہ اب قاسم رک نہیں سکتے ۔

عقد

آپ سن چکے ہیں کہ امام حسن نے اپنے بھائی امام حسین کو کچھ وصیت کی تھی ۔ اب تک قاسم کی کمسنی کی وجہ سے ظاہری اسباب کی بنا پر اُس وصیت کے نفاذ کی کوئی خاص ضرورت نہ تھی لیکن اب اس وقت جبکہ قاسم دنیا سے رخصت ہونے کے لئے آمادہ ہیں تو ظاہری اسباب کے لحاظ سے اُس وصیت کے نفاذ کا وقت مضیق ہو گیا ہے جو امام حسن نے اپنے بھائی کو کی تھی ۔

اگر امام اس وقت اس کی تکمیل نہ کریں تو ایک بہت بڑا اسلامی فرض تشنۂ عمل رہ جائے ۔ اس لئے امام نے اُس تعویذ کو دیکھنے کے بعد اب قاسم کو روکنے کا تو خیال نہ کیا لیکن آبدیدہ ہو کر یہ فرمایا کہ "اچھا تم اپنے والد بزرگوار کی وصیت پر عمل کرو مگر مجھے بھی تو بھائی کی ایک وصیت ہے اُس کو مجھے پورا کرنا چاہیئے" ۔

یہ فرما کر قاسم کا ہاتھ پکڑا اور خیمہ کے اندر لائے ۔ تبرکات کے صندوق میں سے بزرگوں کا لباس نکالا اور وہ قاسم کو پہنا کر اپنی اُس صاحبزادی کا جو قاسم کو منسوب تھیں عقد قاسم کے ساتھ پڑھ دیا ۔

اس واقعہ کو اتنے کثیر التعداد علماء نے لکھا ہے جن کے متعلق شبہہ بھی نہیں ہو سکتا کہ وہ ایک غلط اور بے اصل واقعہ کو اپنی کتابوں میں درج کریں گے ۔

اس سلسلہ میں عام طور پر جو شکوک پیش کئے جاتے ہیں اُن میں سے ایک یہ ہے کہ جناب امام حسین ؑ کے صرف دو صاحبزادیاں تھیں جب ایک کی شادی حسن مثنیٰ کے ساتھ ہو چکی تھی اور ایک کمسن تھیں ۔ اب

وہ کون صاحبزادی تھیں جن کے ساتھ قاسم کا عقد ہو سکے۔

مگر معلوم ہونا چاہیے کہ اکثر محققین کے قول کے مطابق امام کی چار صاحبزادیاں تھیں جن میں سے ایک مدینہ میں چھوڑ دی گئی تھیں اور تین آپ کے ساتھ موجود تھیں۔

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ اس واقعہ کی ابتدا ملا حسین واعظ کاشفی سے ہوئی ہے جنھوں نے روضۃ الشہداء میں اس واقعہ کو درج کیا ہے اور ان کے علاوہ کسی مصنف نے نہیں لکھا ہے۔ مگر جب علامہ فخرالدین طریحی اور علامہ سید ہاشم بحرینی کی مندرجہ روایت کا روضۃ الشہداء کی روایت سے مقابلہ کیا جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس روایت کے بہت سے جزو روضۃ الشہداء سے مختلف ہیں جس کی بنا پر یقین ہو جاتا ہے کہ اُن کا ماخذ روضۃ الشہداء نہیں ہے۔

اس بحث کو ہمارے بھائی مولانا آغا مہدی صاحب نے اپنی کتاب "عبائر الانوار" میں جو مستقل اسی موضوع پر کئی سو صفحے میں لکھی ہے تفصیل کے ساتھ درج کیا ہے

کہا جاتا ہے کہ عاشور کا قیامت خیز دن شادی کا نہ تھا۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں کے ذہن میں شادی کا تصور "ہندوستانی" ہے۔ اسلام میں عقد نکاح کوئی رسمی تقریب نہیں ہے جس میں کسی جشن کی ضرورت ہو اور عیش و عشرت کے ہنگامہ کا انتظار ہو۔ شادی ایک آئینی رشتہ ہے جو شرعی قانون کے تحت میں قائم ہوتا ہے اور امام حسینؑ کے لئے وہ اُس وقت ایک فرض کی حیثیت رکھتا تھا جسے ادا کرنا ضروری تھا۔

یہ عقد کوئی تقریب خوشی کی حیثیت نہیں رکھتا تھا۔ اس نے حقیقتاً مصیبت کی عظمت اور اُس کی ندرت میں اضافہ کر دیا تھا۔

میں نے جیسا کہ "محاربۂ کربلا" میں لکھا ہے یہ عوام کی غلطی اور لفظوں کی کوتاہی ہے کہ وہ قاسم کو ایک شب کا داماد اور فاطمہ کبریٰ کو ایک شب کی دولھن کہیں اور اُسے تکیۂ کلام بنا لیں حالانکہ حقیقتہً وہ چند لمحوں کا رشتہ تھا جو دنیا میں موت کے ہاتھوں قطع ہو گیا۔

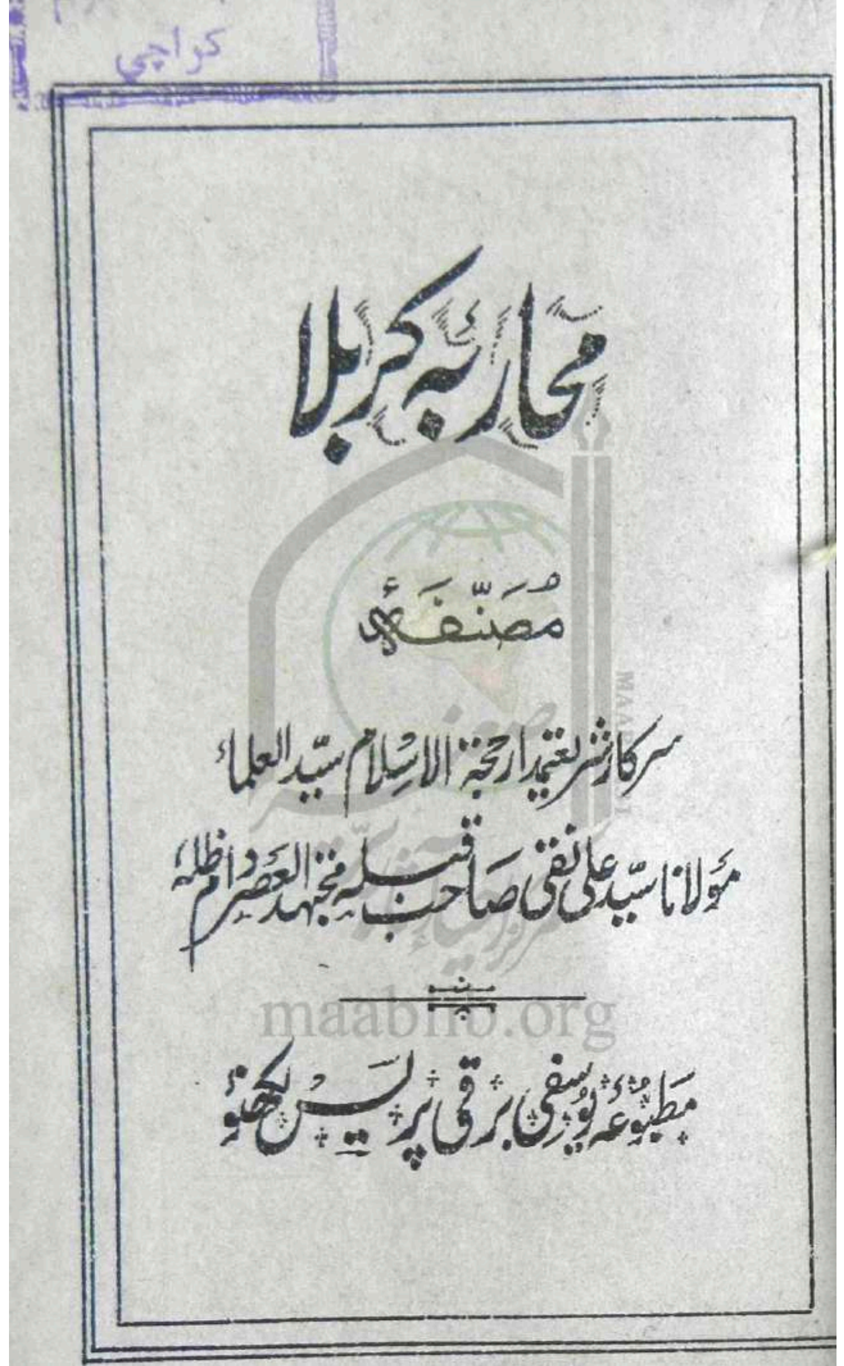
قاسم کو شہادت کا شوق تھا۔ اس لئے وہ دیر تک ٹھہر نہیں سکتے تھے۔ سب سے رخصت ہوئے اور عروس سے بھی رخصت ہوئے میں نے اس موقعہ پر قاسم کے دلی احساسات کی ترجمانی "محاربۂ کربلا" میں تفصیل کے ساتھ کی ہے۔ اگر اس موقع کی اہمیت کا احساس کرنا ہو تو اُس کتاب کا مطالعہ فرمایئے۔ قاسم سب سے رخصت ہو کر خیمہ کے باہر چچا کی خدمت میں گئے کہ اب تو کوئی انتظار نہیں رہا۔ اب تو مجھکو اجازت جہاد دیجئے۔ امام نے اُس وقت (شاید بھائی کو یاد کر کے) بہت گریہ فرمایا۔ قاسم کے عمامہ کو اپنے ہاتھ سے باندھا اور اس کے دونوں گوشے سینہ پر لٹکا دیئے۔ اُن کے پیراہن کو بصورت کفن چاک کر دیا۔

جنگ
قاسم میدان جنگ میں آئے اور یہ رجز پڑھا:-

ان تنکرونی فانا ابن الحسن — سبط النبی المصطفیٰ والمؤتمن

هذا حسین کالاسیر المرتهن — بین اناس لا سقوا صوب المزن

ابھی آپ نے جو کتاب ''شہداء کربلا'' ملاحظہ فرمائی یہ لکھنؤ کے مشہور عالم علی نقی النقوی المعروف نقن صاحب کی ہے، انہوں نے واضح طور پر عقد قاسم کا ذکر کیا ہے اور حسن مثنیٰ کے عقد کا ذکر الگ سے کیا ہے، اور بیان کیا ہے کہ جس طرح حسن مثنیٰ کا عقد درایۃً ثابت ہے اسی طرح شہزادہ قاسم کا عقد بھی قابلِ قبول ہے، اور نقن صاحب فرماتے ہیں کہ عقد قاسم والے واقعہ کو کثیر علماء نے لکھا ہے جن کے متعلق شبہ بھی نہیں ہو سکتا کہ وہ ایک غلط اور بے اصل واقعہ کو اپنی کتابوں میں درج کریں گے، اس کے علاوہ نقن صاحب نے کتاب عبائر الانوار کا ذکر کیا ہے جو آپ پہلے ہی ملاحظہ فرما چکے ہیں، نقن صاحب نے کتاب شہدائے کربلا میں تفصیل سے عقد قاسم پر بات کی ہے اور مزید اس کی تفصیل اپنی کتاب محاربہ کربلا میں پیش کی ہے جو آپ اب ملاحظہ فرما رہے ہیں ---



عبادت کا خیال نہ آسکتا تھا۔ اُنھوں نے اُس قلیل تعداد میں نماز خوف کے اصول پر عمل کر کے دکھلایا جب کوئی اور اس اصول پر عمل کر نہیں سکتا تھا۔ اُنھوں نے اُس اُس طرح اتمام حجت کے منازل طے کیے جس طرح کوئی طے کر نہ سکتا تھا اُنھوں نے ایسے سخت مواقع پر اپنے اصحاب اعزّا اور اہل حرم کے ساتھ حقوق ان اس کے اصول کو ملحوظ رکھا جب کوئی ملحوظ نہ رکھ سکتا تھا۔

یہی صورت ہے ایک اہم اسلامی فرض یعنی وصیت پر عمل کرنے کی اہمیت کے آپ نے اس طرح دنیا کے سامنے پیش کیا جس طرح کسی دوسرے سے ممکن نہ تھا۔

میں اکثر لکھ چکا ہوں اور پورے طور سے واضح کر چکا ہوں کہ ائمہ معصومین اپنی روزمرّہ کی زندگی اور طرز عمل میں اسباب ظاہری کے پابند تھے اور جبتک کوئی خاص سبب اظہار معجزہ و کرامات کی صورت کا نہو وہ علم باطن کی طرف متوجہ نہیں ہوتے تھے اور نہ اُس پر عمل کرتے تھے۔

امام حسنؑ اور امام حسینؑ ان دونوں بھائیوں کی محبت آپس میں ویسی ہی تھی جو دنیا کے بھائیوں کیلیے کامل نمونہ بن سکتی ہے۔ محبت کے رشتوں میں قربت اولاد کی باہمی شادی سے ہوتی ہے اور بہرحال شادی کیلیے جس طرح کی بھی اخلاقی و دینی خصوصیتوں کی ضرورت ہے وہ ایک امام کے تربیت یافتہ فرزند کے واسطے ایک امام کی تربیت یافتہ دختر سے زیادہ نہیں مجتمع ہو سکتے۔

ایک لڑکے کا باپ اور لڑکی کا چچا اُسے ہر طرح سے آرزو اور تمنا بھی ہوتی ہے کہ

وہ لڑکی جو بھتیجی ہونے کے لحاظ سے مثل اسکے اولاد کے ہی تھی دوسری حیثیت سے بھی اُس کی لڑکی کے مثل بنجائے۔

یہ اسباب تھے جنکے لحاظ سے امام حسنؑ نے آخری وقت اپنے چھوٹے بھائی امام حسینؑ سے یہ وصیت کی تھی کہ اُن کے بڑے فرزند حسن مثنیٰ کا عقد اُنکی بڑی بھتیجی کے ساتھ اور چھوٹے فرزند قاسم کا عقد اُن کی چھوٹی بھتیجی کے ساتھ کیا جائے۔

امام حسینؑ نے بھی اپنے بھائی کی اس آخری وصیت کو منظور کر لیا تھا اور اسطرح یہ وصیت اُن کے لیے نافذ اور واجب العمل ہو گئی تھی۔

فطرت اور طبیعت کے لحاظ سے جبتک غیر معمولی اسباب پیدا نہو شادی کا زمانہ وہی ہے جب پسر و دختر دونوں سن تمیز کو پہونچ جائیں اور بالغ ہو جائیں۔

امام حسنؑ کی وفات کے موقع پر قاسمؑ بہت کمسن تھے۔ اسکے بعد دس برس امام حسینؑ نے مدینہ میں خاموش زندگی بسر کی اور قاسمؑ آپ کی تربیت میں مثل اولاد کے رہے۔ حسن مثنیٰ کی عمر اسوقت جوانی کے حدود میں تھی اسلیے اُنکی شادی کر دی گئی مگر قاسمؑ کی عمر اسوقت تک تیرہ چودہ سال سے زیادہ نہیں ہوئی تھی اِن اوقات میں ظاہری اسباب کے لحاظ سے شادی کا کوئی سوال پیدا ہی نہیں ہونا چاہیے اور وصیت کے نفاذ میں تعجیل کی کوئی ضرورت نہیں اسلیے کہ نہ اسکا موقع آیا اور نہ وقت تنگ ہوا ہے۔

اب وہ موقع آیا کہ جب امامؑ نے سفر عراق کیا۔ تمام مخصوص اعزا آپ کے ساتھ تھے۔ متعلقین بھی ہمراہ تھے۔ آپکی صاحبزادیاں جو اکثر مورخین کی تحقیق کی بنا پر چار ہیں۔ ان میں سے ایک بیماری کے سبب سے مدینہ میں چھوڑ دی گئی تھیں لیکن تین آپکے ساتھ موجود تھیں قاسم بھی آپکے ہمراہ تھے۔ اولاد کے بعد اگر درجہ ہے تو بھتیجوں ہی کا ہے اور قاسم کا حضرت کم سن اور یتیم ہونے کی بنا پر اس درجہ خیال کرتے تھے کہ اُتنا خیال اولاد کا بھی شائد نہ فرماتے ہوں۔

سلسلہ شہدا میں میدان جنگ جانے والوں میں طبری وغیرہ کے بیان کے مطابق علی اکبرؑ کے بعد قاسم بن الحسن ہی ہیں۔

قاسم نے امام سے اجازت مانگی اور انتہائی اصرار سے ضد کے ساتھ مانگی علی اکبرؑ کو میدان جنگ بھیجنے میں امام کی جانب سے ذرا بھی توقف نہوا لیکن قاسم کی اجازت پر امامؑ نے اس درجہ تامل فرمایا کہ ظاہری اسباب سے قاسم کو مایوسی ہو گئی اور وہ محزون و مغموم ہو کر خیمہ کے ایک گوشہ میں بیٹھ گئے۔

مگر امام حسنؑ کے ہاتھ کا ایک تعویذ جو بازو پر بطور وصیّت نامہ کے بندھا تھا اُسے کھول کر پڑھنے کا خیال آیا دل کو ڈھارس ہوئی۔ اس میں آج ہی کے دن کی پیشینگوئی تھی اور قاسمؑ کو اپنی جان نثار کرنے کی ہدایت تھی۔

قاسم کو اس سے بڑی تقویت حاصل ہوئی اور اُنھوں نے اسی کو اپنے چچا کی خدمت میں بطور سفارش اجازت پیش کیا جس کے بعد امامؑ کو یقین ہو گیا کہ اب قاسم رک

نہیں سکتے۔ بیشک اب ظاہری اسباب کی بنا پر اُس وصیّت کے نفاذ کا وقت متعین ہو گیا تھا جو حضرت امام حسنؑ نے اپنے بھائی کو کی تھی۔

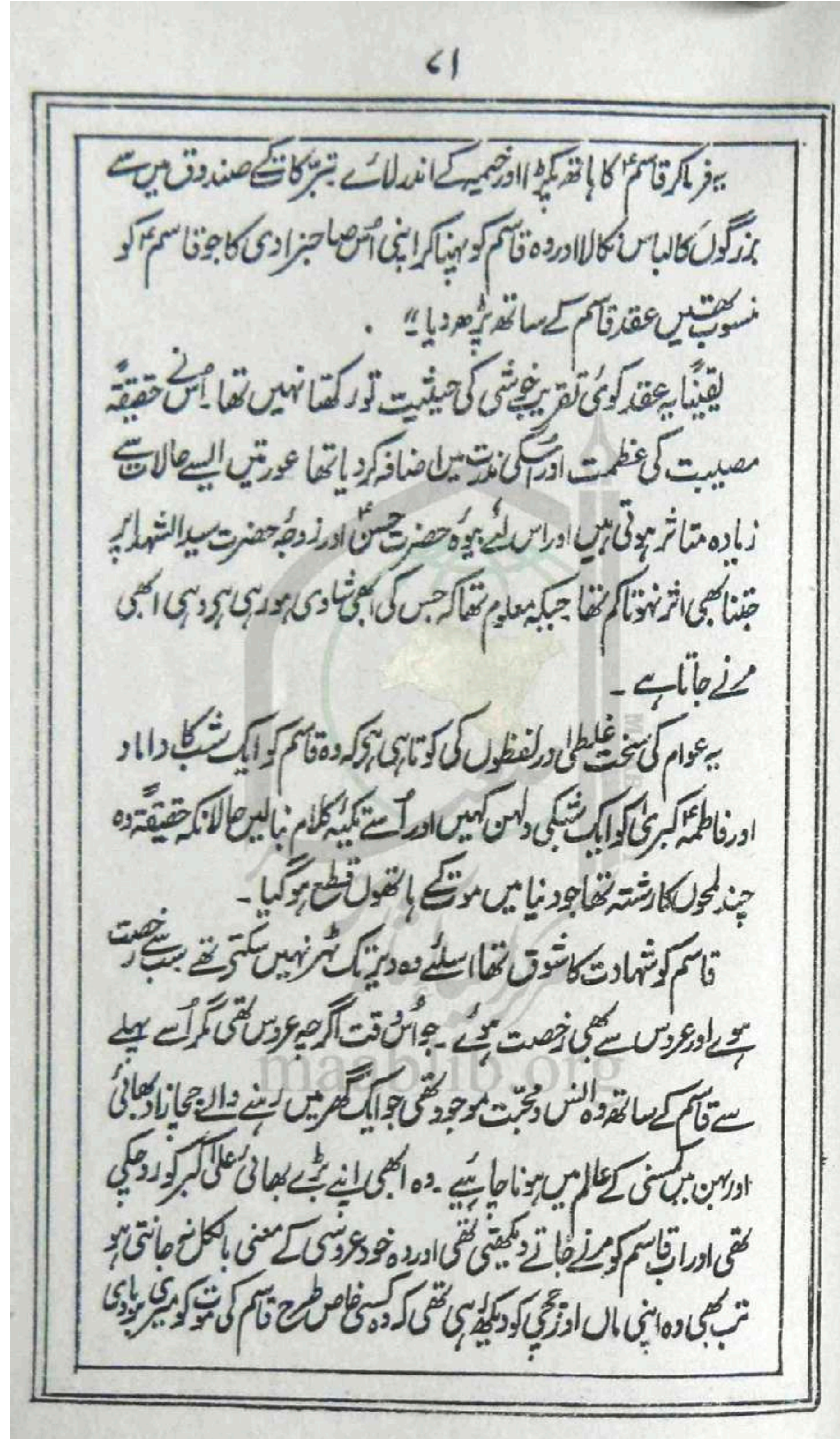
حسینؑ اسلامی شریعت کے محافظ تھے اور اسلام میں عقد نکاح کوئی رسمی تقریب نہیں ہے جسمیں کسی جشن کی ضرورت ہو اور عیش و عشرت کے ہنگام کا انتظار ہو۔ شادی ایک آئینی رشتہ ہے جو شرعی قانون کے تحت میں قائم ہوتا ہے اور حسینؑ کے لیئے وہ اسوقت ایک فرض کی حیثیت رکھتا تھا جسے ادا کرنا ضروری تھا۔

شادی بیشک عقلی حیثیت سے اُنھی مقاصد کیلیئے ہے جن کیلئے طرفین کی زندگی کی اُمید بہت ضروری ہے لیکن ان عقلی مصالح کا لحاظ تو اسوقت سے تعلق رکھتا ہے جب وصیّت ہو رہی تھی اور اُس وقت ہم نے بتایا کہ اسباب ظاہری کی بنا پر وہ کسی طرح عقل کے خلاف نہیں تھی۔

مگر وصیّت ہو چکنے اور اُسکے قبول ہو نیکے بعد اب اُسمیں صرف وصیّت کے پورا کرنے اور اُس فرض کو ادا کرنے کا پہلو رہ جاتا ہے جس کے ساتھ کسی اور عقلی مصلحت کی ضرورت نہیں ہے۔

امام اگر ایسا نہ کرتے تو ایک بہت بڑا اسلامی فریضہ تشنۂ عمل رہ جاتا۔ اسلئے امام نے اس تعویذ کو دیکھنے کے بعد اب قاسم کو روکنے کا محل تو نہ پایا لیکن آبدیدہ ہو کر یہ فرمایا کہ اچھا تم اپنے والد بزرگوار کی وصیّت پر عمل کرو۔ مگر مجھے تو بھائی کی ایک وصیّت ہے۔ اسکو مجھے پورا کرنا چاہیئے۔

نقن صاحب نے شہزادہ قاسم کے عقد کی جو تفصیل بیان کی ہے آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں، کہ شہزادہ قاسم کا عقد امام حسن کی وصیت کے تحت کیا گیا، اوراس واقعہ پر اعتراض بنتا ہی نہیں کیونکہ عقدِ قاسم درایۃً ثابت ہے اور کثیر علماء نے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے جو کہ اس واقعہ کے درست ہونے کا ثبوت ہے ---



۷۱

یہ فرما کر قاسمؑ کا ہاتھ پکڑا اور خیمہ کے اندر لائے۔ تبرکات کے صندوق میں سے بزرگوں کا لباس نکالا اور وہ قاسم کو پہنا کر اپنی اُس صاحبزادی کا جو قاسمؑ کو منسوب تھیں عقد قاسم کے ساتھ پڑھ دیا"۔

یقیناً یہ عقد کوئی تقریبِ خوشی کی حیثیت تو رکھتا نہیں تھا۔ اُس نے حقیقۃً مصیبت کی عظمت اور اُس کی مدت میں اضافہ کر دیا تھا۔ عورتیں ایسے حالات سے زیادہ متاثر ہوتی ہیں اور اس لئے بیوۂ حضرت حسنؑ اور زوجۂ حضرت سید الشہداء پر جتنا بھی اثر ہوتا کم تھا جبکہ معلوم تھا کہ جس کی ابھی شادی ہو رہی ہے وہی ابھی مرنے جاتا ہے۔

یہ عوام کی سخت غلطی اور لفظوں کی کوتاہی ہے کہ وہ قاسم کو ایک شب کا داماد اور فاطمۂ کبریٰؑ کو ایک شب کی دلہن کہیں اور اُسے تکیہ کلام بنا لیں حالانکہ حقیقۃً وہ چند لمحوں کا رشتہ تھا جو دنیا میں موت کے ہاتھوں قطع ہو گیا۔

قاسم کو شہادت کا شوق تھا اسلئے وہ دیر تک ٹھہر نہیں سکتے تھے سب سے رخصت ہوئے اور عروس سے بھی رخصت ہوئے۔ جو اُس وقت اگرچہ عروس تھی مگر اُسے پہلے سے قاسم کے ساتھ وہ اُنس و محبت موجود تھی جو ایک گھر میں رہنے والے چچازاد بھائی اور بہن میں کمسنی کے عالم میں ہونا چاہیئے۔ وہ ابھی اپنے بڑے بھائی علی اکبر کو رو چکی تھی اور اب قاسم کو مرنے جاتے دیکھتی تھی اور وہ خود عروسی کے معنی بالکل نہ جانتی ہو تب بھی وہ اپنی ماں اور چچی کو دیکھ رہی تھی کہ وہ کسی خاص طرح قاسم کی موت کو میری بربادی

4

(۵) ت... ...ہ تمام

فرزند ال...

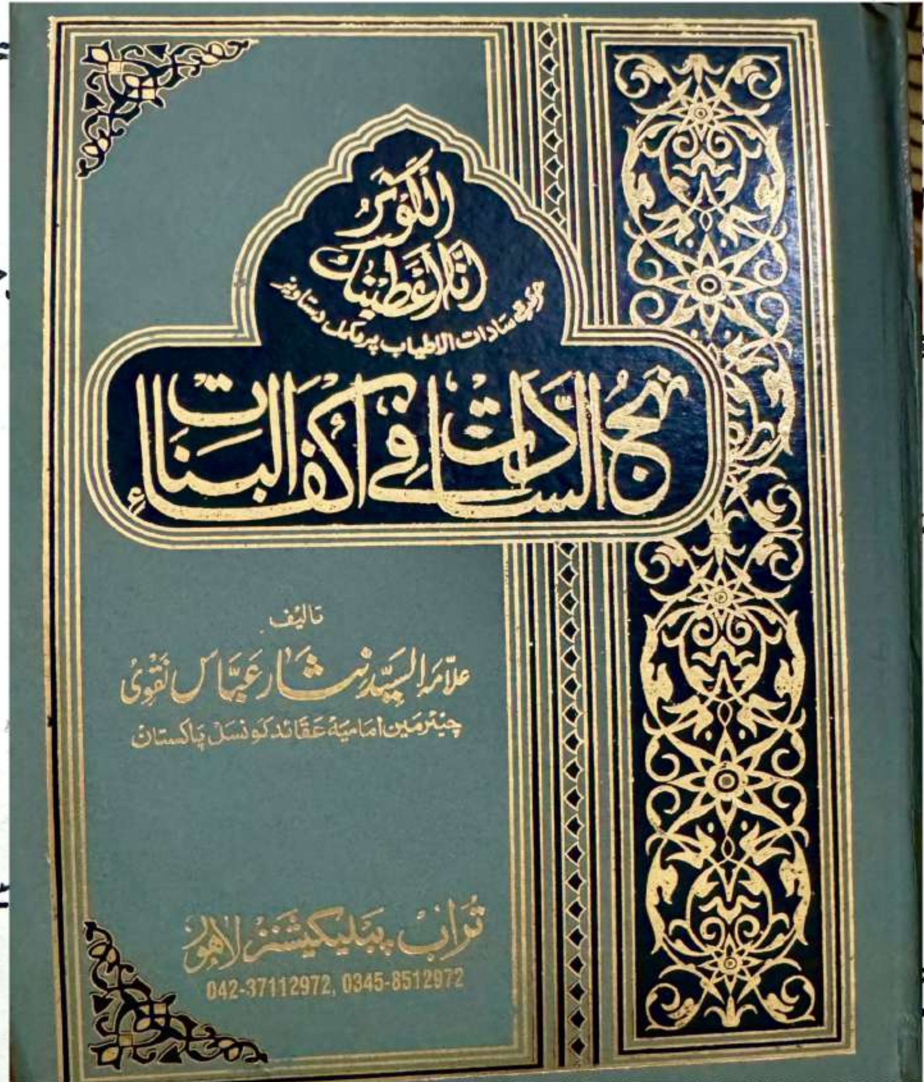
دختر ا...

... حسنؑ

(المعروف...

حضر...

...سین



ازواج...

(۲) جناب اُم لیلیٰ بنت ابومرہ ابن عروہ ابن مسعود ثقفی

(۳) ...اب ربابؑ بنت امراء القیس

(۴) ...اسحاق بنت طلحہ

دختران جناب سید الشہداء علیہ السلام

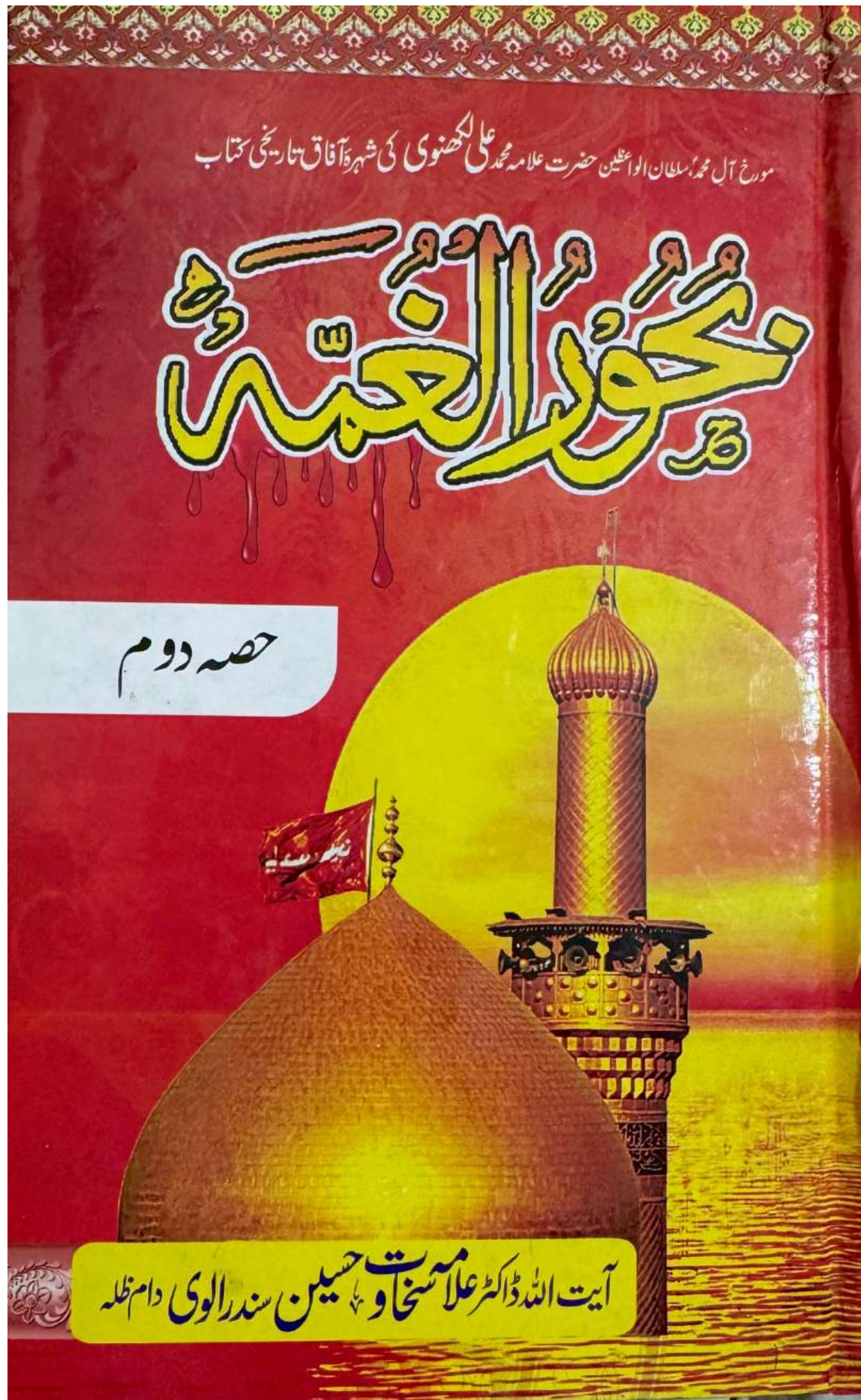
(۱) جناب فاطمہ کبریٰ سلام اللہ علیہا زوجہ سرکار حسن مثنیٰؑ

(۲) فاطمہ صغریٰ سلام اللہ علیہا مدفن قبرستان دمشق
(۳) فاطمہ بنت الحسین عقد پاک جناب قاسم ابن الحسنؑ سے ہوا
(۴) جناب سکینہ بنت الحسینؑ سلام اللہ علیہا مدفون بارض شام
(۵) جناب رقیہ بنت الحسین سلام اللہ علیہا مدفون بارض شام
حضرت امام حسین علیہ السلام کے فرزند اکبر سرکار امام علی ابن الحسین زین العابدین علیہ السلام۔

ملاحظہ فرمائیں !

چیئر مین امامیہ عقائد کونسل پاکستان علامہ نثار عباس نقوی صاحب نے امام حسین کی دونوں شہزادیوں کا ذکر کیا ہے، ایک شہزادی جن کا نام فاطمہ کبری ص ہے کا عقد جناب حسن مثنی سے ہوا ، اور دوسری شہزادی کا عقد شہزادہ قاسم سے ہوا، اور امام حسین کی ۵ بیٹیوں کا ذکر کیا ہے ---

5



مورخ آلِ محمدؐ، سلطان الواعظین حضرت علامہ محمد علی لکھنوی کی شہرۂ آفاق تاریخی کتاب
بحور الغمّہ
حصہ دوم
آیت اللہ ڈاکٹر علامہ سخاوت حسین سندرالوی دام ظلہ

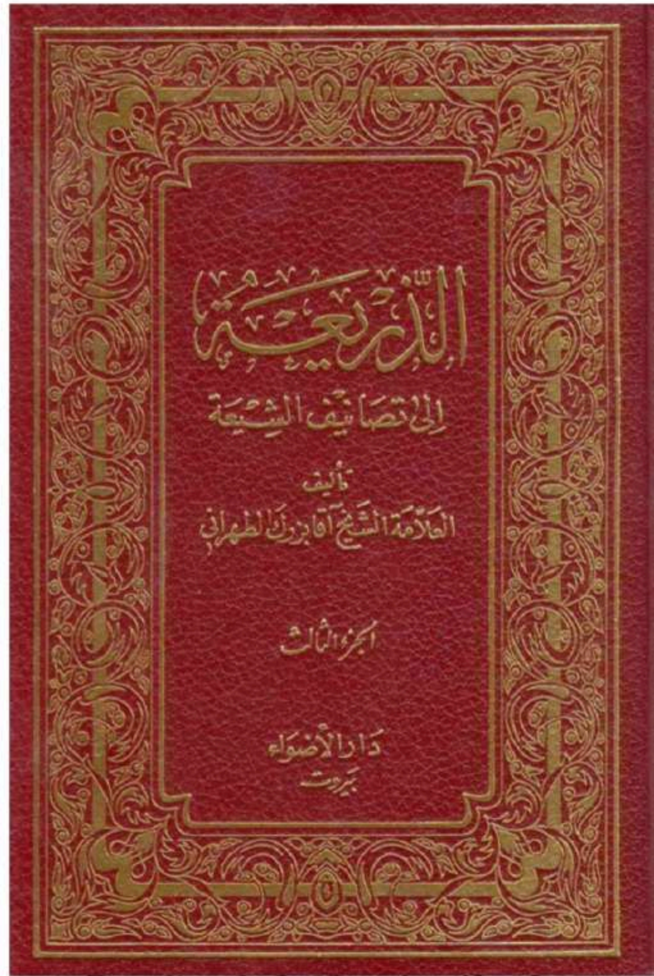
تمہید شہادت جناب قاسم علیہ السلام :-

حضرات! ایک عقد تو یہ تھا کہ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے بغداد میں پڑھا گیا اور دو آرزومند اپنی دلی مراد کو پہنچے اور ایک عقد وہ تھا کہ حسب وصیت جناب امام حسن علیہ السلام معرکہ کربلا میں واقع ہوا اور شادی وغم یعنی جناب قاسم علیہ السلام اور فاطمہ علیہا السلام کی تھی جس شادی میں خوشی کے بدلے رنج کا سامنا تھا' آبادی کے عوض میں بربادی پیش نظر تھی۔ آہ آہ داماد وعروس کا مراد دلی کو پہنچنا کیسا ایک جگہ آرام سے باتیں بھی کرنے نہ پائے تھے کہ فوج شام سے هَلْ مِنْ مُّبَارِزٍ

کی آواز آئی جناب قاسم علیہ السلام فوراً اُٹھ کھڑے ہوئے اور سب اہلبیت علیہم السلام کو روتا چھوڑ کر جناب امام حسین علیہ السلام کے پاس حاضر ہوئے اور اذن جہاد پا کر سلام آخری کو جھکے۔ حضرت نے گلے سے لگا لیا اور اس قدر روئے کہ ریش مبارک آنسوؤں سے تر ہو گئی اس کے بعد اپنے ہاتھوں سے پیراہن قاسم علیہ السلام کے گریبان کو کفن کی طرح چاک کیا اور عمامہ بطور میّت باندھ کر دونوں گوشے سینہ پر لٹکا دیے اور نیچہ کمر میں لگا دیا اور بازو تھام کر خود گھوڑے پر بٹھا دیا۔ اُس صاحبزادے کی کم سنی تین دن کی بھوک پیاس' پہلی مرتبہ لاکھوں آدمیوں سے لڑائی کا سامنا' چند ساعت کی دامادی' بیٹی کی بیوگی تصوّر کر کے حسرت سے دیکھا اور بآواز بلند رونے لگے۔ منقول ہے جب وہ شہزادہ مسلح فوج کفر کے سامنے کھڑا ہوا سارا لشکر متحیر ہو گیا۔ جناب قاسم علیہ السلام نے عمر سعد کی طرف خطاب کر کے فرمایا او بے حیا آیا تجھے سزاوار ہے کہ تو اس نہر سے پانی پیئے اور اپنے گھوڑوں کو سیراب کرے اور اولاد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشنگی سے جان بلب ہوں۔ روزِ قیامت جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کیا جواب دے گا یہ کلام سُن کر اُس دشمن خدا نے آپ کو تو کچھ جواب نہ دیا افسران فوج سے کہنے لگا تم جانتے ہو یہ لڑکا کس خاندان عالی سے ہے۔ سب نے کہا پہچانتے تو نہیں لیکن تعجب ہے کہ اتنی کم سنی کے باوجود کیا کلام کرتا ہے کہ فصحائے عرب سے یہ تقریر آج تک نہیں سُنی۔ وہ ملعون بولا یہ قاسم علیہ السلام بن الحسن علیہ السلام ہے اس لڑکے نے فصاحت اور شجاعت اپنے آباؤ اجداد سے

بحور الغمہ اردو زبان میں تین جلدوں پر مقتل کی بڑی کتاب ہے ----

جس کتاب کو مقتلِ کبیر کہا گیا ہے اس میں شہزادہ قاسم کی شادی کا ذکر موجود ہے، بحور الغمہ شیعہ کی معتبر کتاب ہے اور مؤلف تک ثابت ہے ----



في باب البحران سن

في طهران سن

كما يأتي في الشرو

﴿ ١٢٢ : بحور الحان

ميرزا محمد نصير الم

بـ « بهجت » الم

١٣١٤ والمتوفى س

﴿ ١٢٣ : البحور ال

لتهذيب الحديث تأ

سنة ١١١٢ كما عبر

هو شرح وتعليق

(أقول) ا

(أحدهما) الشر

مجلداته انه سماه

(والثاني) الشر

وا المرام

بعض مجلد

الحواشي ال فية اسم ثان لشرحه القديم .

﴿ ١٢٤ : بحور الغمة ﴾ مقتل كبير في ثلاث مجلدات بلغة اردو ، مطبوع رأيت منه المجلد الاول .

﴿ ١٢٥ : البحيرة ﴾ ـ مصغر البحر ـ فارسي في الحكايات التاريخية وأحوال طبقات الوزراء وغرائب الحيوانات والجبال والعيون والأنهار والأبنية وغيرها يقرب من خمسين الف بيت ؛ للمولى فزوني



مدینہ سے مدینہ تک

قافلۂ حسینی کی مدینہ سے لے کر واپس مدینہ تک لمحہ بہ لمحہ روداد

تالیف
آیت اللہ سید محمد جواد ذہنی تہرانی استاد حوزہ علمیہ قم المقدسہ ایران

ج... م سلام اللہ علیہ نے بابا کی وصیت پڑھی تو خوشی سے آرام نہ کرسکے بلکہ فوراً چچا کے پاس آئے اور بابا کی لکھی تحریر دکھائی ... حضرت امامؑ کی نظر بھائی کی تحریر پر پڑی اور مضمون نظروں سے گزرا بَکَی بُکَاءً ا شَدِیدًا تو اُونچی آواز سے رو... ے۔

عقدِ قاسم سلام اللہ علیہ

(نوٹ از مترجم: بعض کتب میں عقد کی روایات موجود ہیں اور امامؑ کے فعل میں کئی مصالح ہوتی ہیں لیکن ذاکرین نے جنابِ قاسمؑ کی شادی کی جو بنا رکھی اس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے)

جب شہزادہ نے بابا کی تحریر چچا کو دی تو امام متاثر ہوئے اور رو کر فرمایا کہ یہ وصیت تھی جو آپؑ کو بابا نے کی تھی اور ایک وصیت میرے بھائی نے بھی مجھے کی تھی لہٰذا اس پر بھی عمل ہونا چاہیے۔

منتخب التواریخ میں ہے کہ فَاَخَذَ بِيَدِ القَاسِم وَاَدخلَ الخيمه وَطَلَب عونًا وَعباسًا "امامؑ نے جنابِ قاسمؑ کا ہاتھ پکڑا، خیمہ میں تشریف لائے، جنابِ عباسؑ علمدار اور جنابِ عون وغیرہ کو بلایا"۔ جنابِ قاسمؑ کی ماں کو بلایا اور فرمایا: يَا اُمَّ وَلَد أَلَيسَ لِلقَاسِمِ ثِيابٌ جُدَدٌ قَالَتَ لَا "اے جوان کی ماں! کیا قاسم کے لیے نئے کپڑے موجود ہیں"۔ بی بی نے عرض کیا: نہیں۔ امامؑ نے بہن جنابِ زینبؑ سے فرمایا: اے بہن بھائی حسن کی امانتوں والا صندوق لے آئیں۔ بی بی وہ صندوق لائیں، کھولا اور امام حسنؑ کا عمامہ اور قبا نکال کر جنابِ قاسمؑ کو پہنائے۔ پھر فرمایا: میری بیٹی فاطمہ جو جنابِ قاسمؑ سے منسوب ہیں کو بلائیں۔ مخدراتِ عصمت روتی آنکھوں اور دکھی دلوں سے جنابِ فاطمہؑ کو لائیں۔ جنابِ فاطمہؑ کے پیچھے پیچھے تمام مخدراتِ عصمت تشریف لائیں۔ حضرت امامؑ نے ایک ہاتھ جنابِ فاطمہؑ کا پکڑا اور دوسرے ہاتھ میں جنابِ قاسمؑ کا ہاتھ پکڑا اور جنابِ عباسؑ وعونؑ کو گواہ بناتے ہوئے تمام مخدراتِ عصمت میں عقد کا خطبہ پڑھا اور روتے ہوئے جنابِ فاطمہؑ کے ہاتھ کو جنابِ قاسمؑ کے ہاتھ میں دیا اور فرمایا: یہ میرے پاس تمہاری امانت تھی۔ پھر حضرتؑ نیز آپؑ کے بیٹوں اور مخدراتِ عصمت نے اس خیمہ کو خالی کردیا۔

صاحب روضۃ الشہداء میں ہے کہ جنابِ قاسمؑ نے جنابِ فاطمہؑ کا ہاتھ پکڑا اور دیکھ رہے تھے اور سر جھکایا ہوا تھا کہ لشکر ابن سعد کی آواز جنابِ قاسمؑ کے کانوں میں پہنچی کہ وہ کہہ رہے تھے: اے حسینؑ! تمہارا کوئی مبارز بچ گیا ہے یا سب ہلاک ہوگئے ہیں؟

کتاب حدائق الانس میں ہے کہ جب قاسمؑ (و فاطمہؑ) نے هل من مبارز کی آواز سنی تو دونوں امامؑ کی غربت پر

رونے لگے۔ جناب قاسمؑ کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو چکا تھا، پس اُٹھے اور جناب فاطمہؑ کا ہاتھ چھوڑ دیا۔
جناب فاطمہؑ نے عرض کیا: یابن العم ابن ترید؟ "اے چچازاد! کہاں جاتے ہو؟"
جناب قاسمؑ نے فرمایا: میں اپنے سر کو چچا کے قدموں پر قربان کرنا چاہتا ہوں۔
بی بی نے جناب قاسمؑ کے دامن کو پکڑا اور زاروقطار رو کر عرض کیا: اے قاسم! مجھے کس کے سپرد کر کے جا رہے ہو؟
جناب قاسمؑ نے رو کر فرمایا: تجھے خدا کے سپرد کر کے جا رہا ہوں، اب ہم شادی کی خوشیاں آخرت میں منائیں گے اور وہاں ملاقات ہوگی، گھبرانا نہیں ہر مصیبت پر صبر کرنا۔
جناب فاطمہؑ نے رو کر عرض کیا کہ قیامت کو کہاں ملاقات ہوگی اور کیسے پہچانوں گی کوئی نشانی تو بتاؤ۔
جناب قاسمؑ نے فرمایا: مجھے اپنے بابا اور دادا کے پاس پاؤ گی اور اپنی آستین سے کچھ کپڑا پھاڑا اور فرمایا: یہ میری نشانی ہے کہ جس کی آستین پھٹی ہوئی ہوں وہ قاسمؑ ہوگا۔

مومنین کرام ابھی آپ نے جو کتاب ملاحظہ فرمائی نہایت ہی معتبر کتاب تصور کی جاتی ہے یہ کتاب " مدنیہ سے مدنیہ تک " حوزہ علمیہ قم مقدسہ ایران کے استاذ "آیت اللہ سید محمد جواد ذھبی تہرانی " کی تالیف ہے ، (ہمارے آیات اللہ صرف معصومین ہیں یہاں صرف الزامِ خصم کے طور پر کہا گیا ہے) خیر! اس کتاب میں آپ دیکھ سکتے ہیں کہ شہزادہ قاسم ص کے عقد کا ذکر موجود ہے ، اور یہ عقد امام حسن ص کی وصیت کے تحت کیا گیا ۔۔۔



معالی السبطین

فی احوال الحسنؑ والحسینؑ

حصّہ اوّل

ناشر:
ولی العصر ٹرسٹ رتّہ متّہ جھنگ

کو پورا کروں۔

پھر آپ نے شہزادے کا ہاتھ پکڑا۔ خیمہ میں لائے جناب عون اور جناب عباس کو بلایا۔ جناب ام فروہ کو بلا کر پوچھا کیا قاسم کے نئے کپڑے نہیں ہیں؟ بی بی نے عرض کیا۔ نہیں قبلہ۔ پھر آپ نے جناب زینب خاتون سے فرمایا۔ مجھے صندوق تبرکات لا کر دو۔

بی بی وہ صندوق لائیں آپ نے سامنے رکھے اسے کھولا۔ اس سے امام حسنؑ کی قبا اور عمامہ نکالے۔ قبا پہنائی۔ عمامہ سر پر رکھا۔ پھر جناب فاطمہ کبریٰ کو بلایا اس شہزادی کے ہاتھ سے پکڑا۔ اسی خیمہ میں دونوں کا عقد کیا۔ پھر بیٹی کا ہاتھ پکڑ کر شہزادہ قاسم کے ہاتھ میں دے کر فرمایا۔

لو بیٹا اب میں نے اپنے بھائی کی وصیت پر عمل کر دیا۔

شہزادہ نے جناب فاطمہ کا ہاتھ لیا۔ امام حسینؑ۔ جناب عباس اور جناب تینوں باہر چلے گئے۔ جناب قاسم نے شہزادی کے دونوں ہاتھ پکڑ لیے پھر ایک ہاتھ جناب زینب کے ہاتھ میں اور دوسرا ہاتھ اپنی ماں کے ہاتھ پر رکھ کر عرض کیا۔

پھوپھی جان! اماں جان! میرے چچا نے اپنے بھائی کی وصیت پوری کر دی ہے اب مجھے اپنے بابا کی وصیت پوری کرنا ہے میری اس امانت کو احتیاط سے سنبھال لو قیامت میں ملاقات ہو گی۔ خدا حافظ

اس وقت شہزادی نے عرض کیا۔

قاسم آپ کو معلوم ہے کہ جنگ کے عین شباب میں آپ سے میری شادی ہوئی جو تاریخ عالم کا انوکھا واقعہ ہے۔ آپ تشریف لے جا رہے ہیں۔ جب ہم یہاں

سے جائیں گے تو آپ کی لاش سے الوداع کرنے کی خاطر میرے پاس بھی کوئی علامت ہونا چاہیے۔

شہزادہ نے اپنی پھوپھی اور ماں کی موجودگی میں اپنی قمیص کا دامن لے کر اسے چاک کیا اور فرمایا۔ اگر میرا لاشہ بچ گیا تو مجھے اس چاک دامن سے پہچان لینا۔ اور اگر سالم نہ بچا تو پھر میں تمام شہداء سے ممتاز ہوں گا۔ میرا پہچاننا اس لیے آسان ہوگا کہ ہر رونے والے کو لاشہ ملے گا لیکن قاسم کا لاشہ تلاش کرتے سے بھی نہ مل سکے گا۔

پھر شہزادہ مظلوم کربلا کے پاس آیا اور عرض کی چچا اب اجازت۔ آپ نے فرمایا۔ نہیں بیٹے ایسے نہیں۔ پہلے تو میں نے تجھے لباس عروسی پہنایا تھا۔ اب تجھے لباس موت پہنانا ہے۔

امام حسینؑ نے شہزادے کی قمیص کے دونوں طرف چاک کفن کی مانند چاک کیے بغل تک کھلے کر دیے۔ عمامہ کے دو ٹکڑے کیے ایک ٹکڑا سر پر باندھا دوسرا ٹکڑا چہرے پر ڈال دیا تاکہ رنگ رت دھوپ سے محفوظ رہے۔ تلوار کمر سے خود باندھی۔ پھر گھوڑے پر سوار کیا۔ اور فرمایا۔ بسم اللہ۔ میرے بیٹے۔ شہزادہ عمر ابن سعد کے پاس آیا اور فرمایا۔

کیا تجھے خوف خدا نہیں ہے۔ اولاد رسولؐ پیاس سے جاں بلب ہے اور تو نے پانی روک رکھا ہے۔

عمر ابن سعد نے کہا۔

اولاد رسول ہمیں بھی عزیز ضرور ہے لیکن بیعت یزید اولاد رسولؐ سے زیادہ ضروری ہے۔

ترجمہ، معالی السبطین (فی احوال السیدین الامامین الحسن والحسین علیہما السلام)

یہ شیخ محمد مہدی بن عبدالہادی المازندرانی الحائری (معاصر) کی تصنیف ہے، جو تقریباً 1300ھ میں پیدا ہوئے، یہ کتاب 1356ھ میں نجف میں طبع ہوئی، اس سے پہلے اور بعد میں ان کی کتاب الکواکب الدری، نبی، بتول اور وصی کے احوال میں طبع ہوئی، اور اس کے بعد نور الابصار، نو ائمہ ابرار کے احوال میں 1361ھ میں شائع ہوئی ---

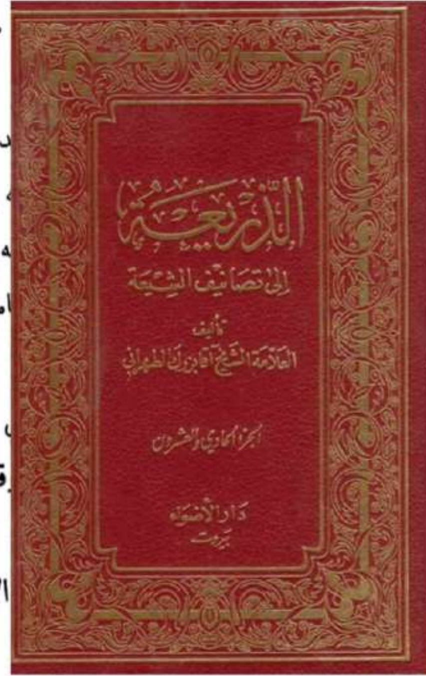
(معالی السبطین شیعہ کی معتبر کتاب ہے اور مؤلف تک ثابت ہے، اس میں جناب قاسم اور ان کی دلہن کا واقعہ تفصیل سے موجود ہے -

٢٠٢ (م ع ١) الذريعة : ٢١

(٤٦١٠ : **معالم المهد** ... طبع كتابه
« الهمة » . راجع فهرس ايوانف ...

(٤٦١١ : **معالم الهدى** ... د : [فهذه
معالم الهدى في تحقيق البداء امل ... بذكر كلام
العلاّمة الكراجكي في «كنز الفو ... ه وادباره ،
وفي آخرها قال : لما انتهى إلى ... اه في «اعلام
الهدى » في تحقيق البداء ، فوزع ...

أقول: و فصوله أربعة مب ... مجموعة
موسومة بسفينة من جمع المولى ... قف الحاج
عماد ... الخزانة الرضويّة .



(٤٦ ... : **معالم اليقين** ... الأعرجي،
المتوفّى ... ١٣١ . ذكره في كتابه

(٤٦١٣ : **معالى السبطين**) في أحوال السيّدين الامامين الحسن والحسين (ع) .
للشيخ محمّد مهدي بن عبدالهادي المازندراني الحائري ، المعاصر ، المولود حدود ١٣٠٠
طبع في النجف ١٣٥٦ ، و طبع مرّتان قبله و بعده « الكواكب الدري » في أحوال
النبيّ و البتول والوصي ، وطبع بعده التاريخ « نور الأبصار » في الأئمة التسعة الأبرار
في ١٣٦١ .

(٤٦١٤ : **المعالي في الدرجات**) في الابانة في اُصول الديانات ، للعلاّمة
المسعودي أبي الحسن عليّ بن الحسين من ولد عبدالله بن مسعود الصحابي ، و صاحب
« مروج الذهب » ، المتوفّى بمصر سنة ست وأربعين وثلاثمائة (٣٤٦) . ذكره النجاشي،
وهو غير « اثبات الوصية » له المعبر عنه في النجاشي بـ « اثبات الامامة لعلي » .
(**معالي ومظاهر**) لرزمي ، مرّ في (١٩ : ٣٠١) .

(٤٦١٥ : **المعاملات**) او المتاجر كمامرّ ، فارسي ، فتوائي ، للوحيد البهبهاني
المدعو بمحمّد باقر ، المتوفّى ١٢٠٥ . عربها تلميذه الشيخ أبوعلي محمّد ، كما يأتي



38

کہتے ہیں کہ وہ امام حسین ؑ کی عزاداری
جاتے تھے کہ منبر پر رو رو کر غش کھاجاتے
زمین پر بیٹھ کر اپنے گریبان کو پھاڑ دیتے تھے۔

کہتے ہیں کہ وہ عاشورا کے دن عام لباس اتار
خاک ڈال کر منبر پر مجلس پڑھنے جاتے تھے۔

۳۔ علامہ عباس چاوش امام حسین ؑ کے حرم میں:

خطیب بے بدیل حجۃ الاسلام مرحوم شیخ احمد کافی خراسانی ؒ نقل کرتے ہیں کہ : آیۃ اللہ مرحوم الحاج شیخ مہدی مازندرانی ؒ کربلا میں ۵۰ سال تک حرم امام حسین ؑ کے خطیب تھے انہوں نے کافی کتابیں لکھی ہیں جن میں سے معالی السبطین ، شجرۃ الطوبیٰ ، آثار الحسین و غیرہ کافی مشہور ہیں۔

وہ اپنی کتاب آثار الحسین میں لکھتے ہیں کہ : مازندران میں ایک عالم دین ملا عباس چاوش کے نام سے رہتے تھے وہ ہر سال ایک عَلم اٹھا کر قافلہ لے کر کربلا کی طرف پیدل سفر کرتے تھے۔ ایک سال کچھ مشکلات کی وجہ سے انھوں نے ارادہ کیا کہ اس سال وہ کربلا نہیں جائیں گے ، گاوں کے ۳۲ جوان ان کے پاس آتے ہیں اور کہتے ہیں علامہ صاحب چلیں کربلا چلیں ، وہ کہتے ہیں : میں ایک مشکل کی وجہ سے اس سال نہیں جا سکتا آپ چلے جائیں ، وہ جوان سب مل کر ان کی

معالی السبطین ایسے عالم کی کتاب ہے جو ۵۰ سال تک کربلا میں حرم امام حسین کے خطیب رہے، انہوں نے شہزادہ قاسم کے عقد کا ذکر کیا ہے جو کہ آپ ملاحظہ کر چکے ہیں ---



مدينة معاجز

الأئمة الاثني عشر ودلائل الحجج على البشر

تأليف

البحاثة العلامة السيد هاشم البحراني

«قدس سره»

الجزء الثالث

مؤسسة المعارف الإسلامية

65

الثالث والثمانون معرفته - عليه السلام - مكنون العلم

٩٣٠ / ٩٢ - روي ان الحسن - عليه السلام - واخوته وعبد الله بن العبّاس كانوا على مائدة فجاءت جرادة فوقعت على المائدة فقال عبد الله للحسن - عليه السلام -: ايّ شيء مكتوب على جناح الجرادة؟

فقال - عليه السلام -: مكتوب: أنا الله لا إله إلاّ انا ربما أبعث الجراد رزقاً لقوم جياع ليأكلوه، وربما أبعثها نقمة على قوم فتأكل أطعمتهم.

فقام عبد الله وقبّل رأس الحسن وقال: هذا من مكنون العلم.(1)

الرابع والثمانون العوذة الّتي ربطها - عليه السلام - في كتف ابنه القاسم وأمره أن يعمل بما فيها

٩٣١ / ٩٣ - الفخري: قال: روي(2) انه لما آل أمر الحسين - عليه السلام - إلى القتال بكربلاء وقتل جميع أصحابه ووقعت النوبة على اولاد(3) أخيه الحسن - عليه السلام - جاء القاسم بن الحسن - عليهما السلام - وقال: يا عمّ الاجازة لأمضي إلى هؤلاء الكفار(4).

فقال له الحسين - عليه السلام -: يا بن أخي(5) أنت من أخي علامة واريد

---

(١) صحيفة الرضا - عليه السلام -: ٢٥٩ ح ١٩٤، دعوات الراوندي: ١٤٥ ح ٣٧٦، وعنهما البحار: ٦٥ / ٢٠٦ ح ٣٤ وفي ص ١٩٣ ح ٩، عن الدر المنثور: ٣ / ١١٠ وحياة الحيوان للدميري: ١ / ١٨٨ وأخرجه في مستدرك الوسائل: ١٦ / ١٥٥ ح ٥ عن صحيفة الرضا - عليه السلام -.

(٢) في المصدر: نقل.

(٣) كذا في المصدر، وفي الأصل: لاولاد.

(٤) في المصدر: الكفرة.

(٥) في المصدر: يا ابن الأخ.

[أن](1) تبقى (لي)(2) لأتسلى بك ولم يعطه إجازةً للبراز.

فجلس مهموماً مغموماً باكي العين حزين القلب وأجاز الحسين - عليه السلام - إخوته للبراز ولم يجزه، فجلس القاسم متألماً ووضع رأسه على رجليه وذكر أنّ أباه قد ربط له عوذة في كتفه الأيمن وقال له إذا أصابك ألم وهمّ فعليك بحل العوذة وقراءتها فافهم(3) معناها واعمل بكل ما تراه مكتوباً فيها، فقال القاسم لنفسه: مضى سنون عليّ ولم يصبني مثل هذا الألم فحلّ العوذة وفضها ونظر إلى كتابتها وإذا فيها:

يا ولدي (يا)(4) قاسم أُوصيك إنّك إذا رأيت عمّك الحسين - عليه السلام - في كربلاء وقد أحاطت به الأعداء فلا تترك البراز والجهاد لأعداء (الله واعداء)(5) رسوله ولا تبخل عليه بروحك وكلما نهاك عن البراز عاوده ليأذن لك في البراز لتحظى في السعادة الأبديّة.

فقام [القاسم](6) من ساعته وأتى الى الحسين - عليه السلام - وعرض ما كتب (أبوه)(7) الحسن - عليه السلام - على عمّه الحسين - عليهما السلام - فلمّا قرأ الحسين - عليه السلام - العوذة، بكى بكاء شديداً ونادى بالويل والثبور وتنفّس الصعداء، وقال: يا ابن الاخ هذه الوصية لك من أبيك، وعندي

---

(١) من المصدر.

(٢) ليس في المصدر.

(٣) في المصدر: وفهم.

(٤) ليس في المصدر.

(٥) ليس في المصدر، وفيه رسول الله - صلى الله عليه وآله -.

(٦) من المصدر.

(٧) ليس في المصدر.

وصيّة أخرى[١] منه لك ولا بدّ من انفاذها.

فمسك الحسين - عليه السلام - على يد القاسم وأدخله الخيمة وطلب عوناً وعبّاساً، وقال لأُم القاسم - عليه السلام -: ليس للقاسم ثياب جُدَد؟

قالت: لا.

فقال لاخته زينب: ائتيني بالصندوق فأتت به إليه، ووضع بين يديه، ففتحه وأخرج منه قباء الحسن - عليه السلام -، والبسه القاسم، ولفّ على رأسه عمامة الحسن - عليه السلام -، ومسك بيده ابنته التي كانت مسمّاة للقاسم - عليه السلام - فعقد له عليها وأفرد له خيمة وأخذ بيد البنت ووضعها بيد القاسم وخرج عنهما.

فعاد القاسم ينظر إلى ابنة عمّه، ويبكي إلى أن سمع الأعداء يقولون: هل من مبارز؟

فرمى بيد زوجته واراد الخروج (من الخيمة فجذبت ذيل القاسم ومانعته من الخروج)[٢] وهي تقول [له][٣]: ما يخطر ببالك؟ وما الذي تريد [أن][٤] تفعله؟

قال لها: أريد ملاقاة الأعداء فأنّهم يطلبون البراز واني (إلى الميدان عازم وإلى دفع الاعداء جازم)[٥]، فلزمته الزوجة[٦]، فقال لها: خلي ذيلي فإنّ عرسنا أخّرناه إلى الآخرة، فصاحت وناحت وأنّت من قلب حزين، ودموعها جارية على خدّيها، وهي تقول: يا قاسم أنت تقول

---

(١) كذا في المصدر، وفي الأصل: وصينه.

(٢) ليس في المصدر.

(٣ و ٤) من المصدر.

(٥) بدل ما بين القوسين في المصدر هكذا: أريد ملاقاة الأعداء.

(٦) في المصدر: ابنة عمّه.

صلى الله عليه وآله -[١] عطاشى ظماء قد اسودت الدنيا بأعينهم، فوقف هنيئة فما راى أحداً يقدم إليه فرجع إلى الخيمة[٢] فسمع صوت ابنة عمه تبكي، فقال لها: [ها][٣] انا جئتك، فنهضت قائمة على قدميها، وقالت: مرحباً بالعزيز، الحمد لله الذي اراني وجهك قبل الموت.

فنزل القاسم في[٤] الخيمة وقال: يا ابنة العمّ مالي اصطبار أن أجلس معك، و(عسكر)[٥] الكفار يطلبون البراز، فودّعها وخرج، وركب جواده، وحماه في حومة الميدان، ثم طلب المبارزة، فجاء إليه رجل يُعدّ بألف فارس فقتله القاسم وكان [له][٦] أربعة أولاد مقتولين، فضرب القاسم فرسه بسوطه[٧] وعاد يقتل الفرسان (ويجدل الشجعان)[٨] إلى أن ضعفت قوته فهمّ القاسم ان يرجع[٩] إلى الخيمة وإذا بالازرق الشامي - لعنه الله - قد قطع عليه الطريق وعارضه فضربه القاسم على امّ رأسه فقتله.

وصار القاسم إلى الحسين - عليه السلام -، وقال: يا عمّاه [العطش، العطش][١٠] ادركني بشربة من الماء، فصبّره الحسين - عليه السلام - وأعطاه

---

(١) كذا في المصدر، وفي الأصل: الرسول.

(٢) كذا في المصدر، وفي الأصل: فرد إلى خيمة العروس.

(٣) من المصدر.

(٤) كذا في المصدر، وفي الأصل: إلى.

(٥) ليس في المصدر.

(٦) من المصدر.

(٧) في المصدر: بسوط.

(٨) ليس في المصدر، وفيه: بالفرسان.

(٩) في المصدر: فهمّ بالرجوع.

(١٠) من المصدر.

مُعجزاتِ آلِ مُحمَّدؑ

جلد دوئم

"مَدِینَۃُ المَعَاجِز" کا اُردو ترجمہ

محقق وحید ثقۃ الاسلام حضرت علامہ محمد حسن جعفری مدظلہ العالی

خاتمه وقال له: حُطّه في فمك فمصّه.

قال القاسم: فلمّا وضعته في فمي، كأنّه عين ماء، فارتويت وانقلبت إلى الميدان، ثم جعل همته على حامل اللواء وأراد قتله فاحاطوا به[١] بالنبل، فوقع القاسم على الأرض [فضربه شيبة بن سعد الشامي بالرمح على ظهره فاخرجه من صدره، فوقع القاسم][٢] يخور بدمه، ونادى: يا عمّ أدركني، فجاءه[٣] الحسين ـ عليه السلام ـ وقتل قاتله، وحمل القاسم إلى الخيمة فوضعه فيها ففتح القاسم عينه فرأى الحسين ـ عليه السلام ـ قد احتضنه، وهو يبكي ويقول: يا ولدي لعن اللّه قاتليك يعزّ واللّه على عمّك ان تدعوه وانت مقتول يا بني قتلوك الكفار كأنهم ما عرفوك ولا عرفوا من جدك وأبوك.

ثم ان الحسين ـ عليه السلام ـ بكى بكاء شديداً وجعلت ابنة عمّه تبكي وجميع من كان منهم، ولطموا الخدود وشقّوا الجيوب، ونادوا بالويل والثبور وعظائم الأمور.[٤]

مرکز تحقیقات کامپیوتری علوم اسلامی

---

(١) في المصدر: فاحتاطوا به.

(٢) من المصدر.

(٣) كذا في المصدر، وفي الأصل: جاء.

(٤) هذا وقد لاحظت أن الحديث ليس مستنداً وخبر العرس في كربلاء لم يثبت وليس له دليل من الآثار والأخبار الصحيحة ويبعد عقلاً أيضاً، على أن القاسم ـ عليه السلام ـ كان في كربلاء حذاء إثنى عشر سنة ولم يبلغ الحلم حتى يتزوج، ولم يكن للامام الحسين صلوات الله عليه غير ثلاث بنات أما فاطمة ـ سلام الله عليها ـ كانت تحت حبالة الحسن المثنّى أخ القاسم الكبير الذى أسر فى الطف ومات بعد هذا واما الرقيّة كانت لها ثلاث سنوات واما السكينة أيضاً كانت صغيرة لم يبلغ حدّ الزواج، فالقضيّة للاسطورة أشبه منها إلى الواقعية والله اعلم. وهو في منتخب الطريحي: ٣٧٢ ـ ٣٧٥.

اپنے فرزند قاسم کے لیے تعویذ لکھنا اور اسے جہادِ کربلا میں شامل ہونے کی تلقین کرنا

فخری لکھتے ہیں جب روز عاشور کربلا میں حق و باطل کی جنگ شروع ہوئی اور بہت سے اصحاب شہید ہو گئے تو حضرت قاسم بن الحسنؑ اپنے چچا مظلومِ کربلاؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے اذنِ جہاد طلب کیا۔

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا:

بھتیجے! تم میرے بھائی کی نشانی ہو اور میں چاہتا ہوں کہ تم زندہ رہو تا کہ مجھے تسلی رہے۔

چچا کا یہ فرمان سن کر قاسم رونے لگے۔ امام حسین علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کو جہاد میں روانہ کیا۔ قاسم سر جھکا کر حیران ہو کر یہ منظر دیکھنے لگے۔ پھر اچانک انہیں یاد آیا کہ ان کے والد امام حسنؑ نے ان کے بازو پر ایک تعویذ باندھا تھا اور فرمایا تھا کہ جس دن تجھ پر سخت مصیبت آئے تو تم اس تعویذ کو کھول کر پڑھنا اور میرے حکم پر عمل کرنا۔

قاسم علیہ السلام نے اپنے دل میں کہا کہ آج کے دن کی مصیبت سے بڑھ کر اور کون سی مصیبت نازل ہو گی۔ یہ سوچ کر انہوں نے اپنے بازو کے تعویذ کو کھولا اور اس کو پڑھنے لگے۔ تعویذ میں یہ عبارت تحریر تھی:

میرے فرزند قاسم! جب تم اپنے چچا حسینؑ کو کربلا میں دشمنوں کے نرغہ میں دیکھو تو میری وصیت یہ ہے کہ تم اپنے چچا پر اپنی جان قربان کر دینا اور خدا و رسولؐ کے دشمنوں سے جنگ کرنا۔ اگر حسینؑ تمہیں میدان میں جانے سے منع کریں تو بار بار ان سے اجازت طلب کرنا تا کہ تمہیں ہمیشہ کی سعادت حاصل ہو۔

حضرت قاسمؑ نے جیسے ہی اپنے والد کی تحریر کو پڑھا تو خوش ہو کر امام حسینؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنے والد کا حکم ان کے سامنے رکھا۔ امام حسینؑ اپنے بھائی کی

تحریر پڑھ کر کافی دیر تک آہیں بھر بھر کر روتے رہے اور فرمایا:

بھتیجے! تیرے والد نے تجھے یہ وصیت کی ہے اور انہوں نے تیرے لیے مجھے بھی ایک وصیت کی تھی جسے پورا کرنا ضروری ہے۔

پھر امام حسین علیہ السلام نے حضرت قاسمؑ کو بازو سے پکڑا اور انہیں خیمہ میں لے آئے اور آپؑ نے عون اور عباسؑ کو بلایا اور قاسمؑ کی والدہ سے کہا: کیا قاسمؑ کے کوئی نئے کپڑے نہیں ہیں؟

بی بی نے کہا: نہیں ہیں۔

پھر آپؑ نے اپنی بہن حضرت زینبؑ سے فرمایا: میرے پاس صندوق لے آؤ۔

بی بی زینبؑ صندوق لے آئیں۔ امام حسینؑ نے اس صندوق کو کھولا اور اس سے امام حسنؑ کی قبا باہر نکال کر قاسم کو پہنائی اور قاسمؑ کو امام حسنؑ کی دستار بندھائی۔ پھر آپؑ نے اپنی اس دختر کا ہاتھ تھاما جو کہ قاسم سے منسوب تھی اور آپؑ نے ان کا عقد پڑھا اور انہیں ایک علیحدہ خیمہ میں بٹھایا اور خود خیمہ سے باہر آگئے۔

حضرت قاسمؑ اپنی چچازاد کو دیکھ کر رونے لگے اتنے میں دشمنوں کی مبارزہ طلبی کی صدا سنی تو انہوں نے اپنی دلہن کا ہاتھ چھوڑ دیا اور خیمہ سے باہر جانے کا ارادہ کیا۔ دلہن نے اپنے دولہا کا دامن پکڑ کر کہا: آپ کا کیا ارادہ ہے؟

حضرت قاسمؑ نے کہا: میں دشمنوں سے مقابلہ کرنا چاہتا ہوں کیونکہ وہ مبارزہ طلبی کر رہے ہیں۔ دلہن ان کے دامن سے چمٹ گئی۔ حضرت قاسمؑ نے ان سے کہا: میرا دامن چھوڑ دو ہم نے اپنی شادی کو آخرت تک کے لیے مؤخر کر دیا ہے۔

دلہن نے آنسو بہاتے ہوئے کہا: قاسم! آپؑ کہہ رہے ہیں کہ آپؑ نے اپنی شادی کو قیامت کے دن تک کے لیے مؤخر کر دیا ہے۔ قیامت کے دن میں آپ کو کیسے پہچانوں گی اور آپ سے کہاں ملاقات ہوگی۔

حضرت قاسمؑ نے ان کا ہاتھ پکڑا اور اپنی قمیص کے دامن کو پھاڑ دیا اور فرمایا:

قیامت کے دن مجھے اس پھٹے ہوئے دامن کے ذریعہ سے پہچان لینا۔ یہ کہہ کر قاسم خیمہ سے برآمد ہوئے۔ دولہا کو موت کی طرف جاتے دیکھ کر تمام مخدرات عصمت رونے لگ گئیں۔

راوی کا بیان ہے کہ جب امام حسین علیہ السلام نے قاسم کو روانگی پر آمادہ دیکھا تو فرمایا:

بیٹا! کیا تم اپنے قدموں سے موت کی طرف جانا چاہتے ہو؟

حضرت قاسمؑ نے کہا: چچا جان! میں میدان میں کیونکر نہ جاؤں جب کہ میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ آپؑ دشمنوں کے نرغہ میں تن تنہا کھڑے ہیں اور آپؑ کا کوئی مددگار نہیں ہے۔ میں اپنی روح کو آپؑ کی روح پر اور اپنے جسم کو آپؑ کے جسم پر قربان کروں گا۔

امام حسین علیہ السلام نے قاسمؑ کے لباس کو پھاڑا اور ان کے عمامہ کو دو حصوں میں قطع کیا۔ پھر وہی عمامہ ان کے سر پر باندھا اور انہیں کفن جیسا لباس پہنایا اور قاسم کی کمر سے تلوار حمائل کر کے انہیں میدان کارزار کی طرف روانہ کیا۔

حضرت قاسمؑ میدانِ جنگ میں آئے اور عمر بن سعد کو مخاطب کر کے فرمایا:

عمر! کیا تجھے خدا کا خوف نہیں آتا اور اے دل کے اندھے! کیا تجھے رسولؐ خدا سے شرم محسوس نہیں ہوتی۔

عمر بن سعد نے کہا: تم لوگ یزید کی بیعت کیوں نہیں کر لیتے؟

حضرت قاسمؑ نے فرمایا: خدا تجھے کبھی اچھی جزا نہ دے تو اسلام کا دعویدار ہے اور رسولؐ اسلام کا خاندان سخت پیاسا ہے۔ پیاس کی شدت سے ان کی نظر میں دنیا تاریک ہو چکی ہے۔

کچھ دیر تک قاسم کھڑے رہے۔ کوئی بھی ان کے مقابلہ پر نہ آیا۔ پھر قاسم خیمہ کی طرف واپس آئے۔ انہوں نے اپنی دلہن کو روتے ہوئے دیکھا تو ان سے فرمایا: میں تیرے پاس آ گیا ہوں۔ جب دلہن نے اپنے خاوند کو دیکھا تو کھڑی ہو گئی اور کہا: خدا کا

شکر ہے جس نے موت سے قبل مجھے آپؑ کا چہرہ دکھایا ہے۔

قاسم خیمہ میں آئے اور فرمایا: دخترِ عم! میں آپؑ کے پاس بیٹھ نہیں سکتا کیونکر لشکرِ کفار مبارزہ طلبی کر رہا ہے۔ پھر انہوں نے دلہن کو الوداع کہا اور خیمہ سے باہر آئے اور گھوڑے پر سوار ہوئے اور اپنے گھوڑے کو میدان میں جولان دیا اور مبارز طلبی کی۔

حضرت قاسمؑ کے مقابلہ پر ایک پہلوان آیا جو کہ اکیلا ایک ہزار کے مقابلہ میں لڑا کرتا تھا۔ آپؑ نے اسے قتل کیا۔ اسی میدان میں حضرت قاسمؑ نے اس کے چار بیٹوں کو بھی قتل کیا۔ اس کے بعد لشکر والوں نے آپؑ پر حملہ کر دیا۔ حضرت قاسمؑ نے ان سے سخت جنگ کی یہاں تک کہ آپؑ کی طاقت جواب دے گئی۔ آپؑ نے خیمہ جانے کا ارادہ کیا۔ ازرق شامی نے آپؑ کا راستہ روکا۔ حضرت قاسمؑ نے اس کے سر پر وار کیا اور اسے جہنم پہنچا دیا۔

حضرت قاسمؑ اپنے مظلوم چچا کے پاس آئے اور عرض کیا: چچا جان! مجھے سخت پیاس لگی ہوئی ہے۔ آپؑ مجھے پانی کا ایک گھونٹ پلائیں۔

امام حسینؑ نے انہیں صبر کی تلقین کی اور اپنی ایک انگشتری ان کو دے کر فرمایا کہ اسے منہ میں رکھ کر چوسو۔

حضرت قاسمؑ نے کہا کہ چچا کی دی ہوئی انگوٹھی جب میں نے منہ میں رکھی تو مجھے یوں محسوس ہوا کہ میں پانی کے چشمہ پر پہنچ چکا ہوں۔ اس سے میری پیاس بجھ گئی اور میں سیراب ہوگیا۔ پھر میں میدان کی طرف پلٹا۔

اس کے بعد حضرت قاسمؑ نے چاہا کہ یزیدی فوج کے پرچم دار پر حملہ کر کے اسے قتل کر دیں۔ آپؑ نے جیسے ہی علمدار کی طرف پیش قدمی شروع کی تو چاروں طرف سے آپؑ پر تیروں کی بارش شروع ہوگئی۔ جناب قاسم زیادہ دیر تک گھوڑے کی پشت پر سنبھل نہ سکے اور آپؑ زین سے گرے اور زمین پر آئے۔ شیبہ بن سعد شامی نے انہیں پشت پر

نیزہ مارا جو کہ سینہ تک جا پہنچا۔ حضرت قاسمؑ خون میں لت پت ہو گئے اور انہوں نے آواز دی۔ چچا جان! میری مدد کو پہنچیں۔

امام حسینؑ بھتیجے کے سرہانے پہنچے اور آپؑ نے اس کے قاتل کو قتل کیا اور آپ نے زخمی قاسمؑ کو اٹھایا اور انہیں خیمہ میں لے آئے۔ خیمہ میں قاسم نے آنکھیں کھولیں تو دیکھا کہ امام حسینؑ نے اسے اپنی آغوش میں لے رکھا ہے اور رو رو کر کہہ رہے ہیں۔ پیارے فرزند! اللہ تیرے قاتلوں پر لعنت کرے۔ تیرے چچا پر یہ بات انتہائی شاق ہے کہ تم اسے بلاؤ اور وہ نہ آئے۔ ہائے میرے بیٹے! ان کافروں نے تجھے قتل کیا ہے گویا وہ تجھے نہیں جانتے تھے اور انہیں یہ بھی علم نہ تھا کہ تمہارا والد کون ہے اور تمہارا دادا کون ہے؟

حضرت امام حسینؑ جناب قاسمؑ کی لاش پر بے تحاشا روئے اور آپؑ کی دلہن بھی آپؑ پر روتی رہی اور تمام مخدرات عصمت نے آپؑ پر گریہ کیا۔ (منتخب طریحی ص ۳۷۴-۳۷۵)۔

زہر آلود طعام کی پہچان

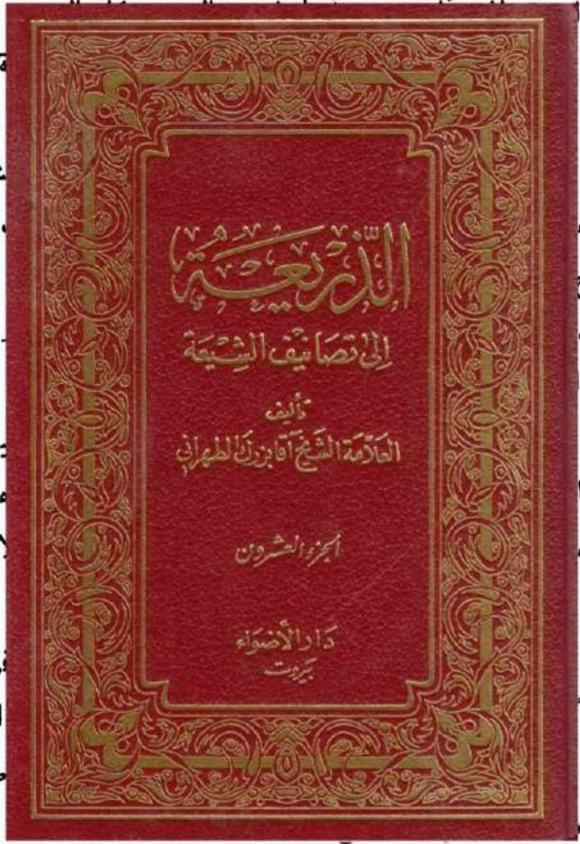
سید مرتضٰی عیون المعجزات میں لکھتے ہیں کہ امام حسن علیہ السلام کی شہادت کے متعلق مستند روایات میں مذکور ہے کہ معاویہ نے آپؑ کی بیوی جعدہ بنت اشعث سے ساز باز کی اور اسے دس ہزار دینار اور کوفہ کی جاگیریں دیں اور اس کے پاس زہر روانہ کیا تاکہ اس سے اپنے شوہر کی زندگی کا چراغ گل کر سکے۔

معاویہ کی اس ترغیب میں آ کر جعدہ ملعونہ نے ایک دن آپؑ کے کھانے میں زہر ملائی اور وہ زہر آلود کھانا آپؑ کے سامنے رکھا۔ آپؑ نے جیسے ہی اس کھانے کو دیکھا تو آپؑ نے اناللہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور پھر فرمایا:

اس ذات کی حمد ہے جس نے مجھے سید المرسلین نانا اور سید الوصیین والد اور سیدۃ نساء العالمین والدہ اور جنت میں پرواز کرنے والے چچا جعفر اور سید الشہداء حمزہ کی

مدینۃ المعاجز شیعہ کی معتبر کتاب ہے اور صاحب کتاب تک ثابت ہے، محدث ہاشم بحرانی (صاحب تفسیر البرہان) کی تالیف ہے، ہاشم بحرانی کوئی چھوٹا نام نہیں، اور اتنے بڑے عالم نے شہزادہ قاسم کی شادی کو معجزاتِ آل محمد میں شمار کیا ہے، اور عقد قاسم والی روایت امام حسن کے علم غائب پر دلیل ہے، پس جو لوگ عقد قاسم کا انکار کرتے ہیں وہ آل محمد کے معجزات کے منکر ہیں اور معجزات کا منکر سب کچھ ہو سکتا ہے لیکن شیعہ نہیں ہو سکتا۔

فهرس وسائل ا ... عند السيّد
الشبر ، و كان ... ة في النجف
والله العالم .
(٢٨٣١ ... شكاة وحلّ
بعض العبائر الغ ... الحاج محمّد
مؤمن بن الحاج ... والشيرازي
مولداً ومسكناً ... فهرستها
في كتابه « طيف
(٢٨٣٢ : ... وم الموسوي
الشيرازي الطهرا ... ر أنه فرغ
منه سنة ١٢٧٥ ... لاستر آبادي
المتوفّى ١٢٦٣
(٢٨٣٣ ... ر المعروف
بالسيد آقا بزر ... الحائري ،
طبع في ١٣٤٨ ، ... ضلة قبلها
وتوفّى أواخر ...



(٢٨٣٤ : **مدينة المعجزات في النص على الائمة الهداة**) أو « مدينة معاجز الأئمة الاثنىعشر و دلائل الحجج على البشر » للعلاّمة البحراني السيّد هاشم بن سليمان بن إسماعيل الكتكتاني (الكتكاني - خ ل) المتوفّى سنة سابعة بعدالمائة والألف ، مرتّب على اثنىعشر باباً كلّ باب في معجزات واحد من الأئمة الاثنىعشر ، وذكر في أوّله الكتب المؤلّفة في الامامة في ازيد من مائة كتاب . أوله: [الحمدلله الّذى دل بعجز الخلائق] وفرغ منه يوم السلخ من جمادى الأولى سنة تسعين والف ، طبعه أولاً قبل الثلاثمائة الشاهزاده بهرام ميرزا بن عبّاس ميرزا بن الفتحعليشاه ، وثانياً سنة ١٣٠٠ و كتب في معجزات النبي (ص) « مصابيح الأنوار»



ریاض القدس (دوئم)

ولی العصر ٹرسٹ

عروسی اور شہادت

حضرت قاسم ابن امام حسین علیہ السلام

جب اولادِ جعفر و عقیل شہید ہو چکے اور امام حسینؑ ان پر آنسو بہا چکے۔ ان کی لاشوں پر اہلحرم نوحہ و ماتم کر چکے اس وقت امام حسینؑ فرما رہے تھے (اما من معینا یعیننا اما من مجیر یجیرنا اما من ناصر ینصرنا) آیا ہے کوئی جو اس عالم بے کسی میں فرزند نبویؐ کی مدد کے لئے ہمیں پناہ دے ہماری نصرت و یاوری کرے۔ مقتل ابی مخنف میں ہے کہ اس وقت (فخرج الیہ من الخیمۃ غلامان کانھما قمران احدھما اسمہ احمد و لا خر اسمہ قاسم) یعنی خیمہ سے دو چاند برآمد ہوئے ایک کا نام احمد اور دوسرے کا نام قاسم تھا اور وہ دونوں فرزندان امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام تھے۔ لبیک لبیک یا سیدنا (نحن بین یدیک مرنا بامرک صلوات اللہ علیک) یعنی اے عم نامدار ہم حاضر ہیں۔ جو حکم فرمائیں ہم اطاعت کریں گے اور بجا لائیں گے ہماری ایک جان پر کیا منحصر ہے ہزار جانیں ہوں تو آپ پر فدا ہیں ان دونوں کو دیکھ کر امام حسن علیہ السلام کی تصویر نگاہ کے سامنے آ گئی۔ امام حسنؑ کی یاد تازہ ہو گئی۔ آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور اس قدر آنسو جاری ہوئے کہ آپ کی ریش مبارک تر ہو گئی۔ اور ایسی حالت ہو گئی تھی کہ قریب تھا کہ آپ غش کر جائیں۔

کتاب منتخب میں ہے کہ (وجاء القاسم و قال یا عم الاجازة لامضی الی قتال ھولاء الکفر) اے عم نامدار میں دیکھ رہا ہوں کہ اصحاب و انصار عزیز و پیارے سب شہید ہو گئے۔ اب زندگی بے کیف ہو رہی ہے۔ مجھے بھی اِذن جہاد عطا ہو۔ امام حسینؑ نے قاسمؑ کے چہرہ پر نظر کی حسنؑ کی یاد تازہ ہو گئی۔ روضۃ الشہداء میں ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ اے قاسمؑ میں تمہیں کیونکر میدان کارزار میں جانے کی اجازت دوں تم میرے بھائی کی نشانی ہو (فعند ذلک خرجت امۃ من الفسطاط وبکت وانت واخذت بذیلہ و معنۃ

مماضمه) اس اثنا میں قاسم بالحاج وزاری اذن جہاد طلب کر رہے تھے کہ آپ کی مادر گرامی خیمہ سے سراسیمہ حالت میں نکلیں اور فرزند کا دامن تھام لیا اور منع کیا۔ اس وقت آپ کی مادر گرامی آپ کے دامن پکڑے ہوئے تھیں اور قاسمؑ دامن امام حسینؑ پکڑے ہوئے اور ان سب کی آنکھوں میں آنسو بھرے ہوئے تھے۔ جب حضرت قاسمؑ کو اجازت نہ ملی تو آپ ایک خیمہ میں جا کر بیٹھ گئے۔ کبھی عالم تصور میں اپنے پدر عالیقدر امام حسنؑ کو یاد کرتے کبھی بیکس امام حسینؑ کا خیال آتا بیٹھے ہوئے روتے رہے کتاب منتخب میں ہے کہ (فلجس مغموما حیزین القلب متالما ووقع راسه علی اکبتیه) شیخ طریحی فرماتے ہیں کہ قام بحالت محزون اپنا سر زانو پر رکھے ہوئے رو رہے تھے کہ یکا یک آپ کو اپنے بابا امام حسن علیہ السلام کا ایک خط جو بطور تعویذ بازو پر بندھا ہوا تھا یاد آیا۔ اس خط میں حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام نے اپنے آخری وقت یہ وصیت کی تھی کہ اے قاسمؑ کہ جب تجھ پر غم واندوہ بہت زیادہ ہو تو اس تعویذ کو پڑھنا اور اس پر عمل کرنا۔ حضرت قاسم گلگوں قبا نے حسنؑ سبز قبا کا تعویذ کھولا اور پڑھا۔ اس کی عبارت یہ تھی (یاولدی یا قاسم اذا رایت عمک الحسین بکر بلا وقد احاط الاعداء فلاتترک البراز والجهاد لاعداء الله واعداء رسول الله ولا یبخل علیه بروحک وکلما نهاک عن البراز عاوده لیاذن لک) یعنی اے نور دیدۂ من اے قاسمؑ میں یہ وصیت کرتا ہوں کہ جب تمہارے عمو جان حسینؑ سے دشمنانِ دین کربلا میں مقابلہ کریں تو تم اعداء دین سے نصرت امام حسینؑ میں جہاد کرنا اور اس تعویذ وصیت کے ذریعہ اذن جہاد حاصل کرنا۔ جناب قاسمؑ نے اس تعویذ کو پڑھا اور شوق شہادت میں چہرہ پر مسرت کے آثار ظاہر ہوئے نوشتۂ امام حسنؑ لے کر امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں آئے اور وہ نوشتہ امام حسینؑ کو پیش کیا امام حسینؑ نے وہ نوشتہ پڑھا اور شدید گریہ و بکا کیا۔ تقریباً گیارہ سال کے بعد امام حسینؑ نے خط برادر دیکھا تھا۔ حاصل کلام یہ ہے کہ امام حسینؑ نے فرمایا کہ میں بھائی کی وصیت پر عمل کروں گا۔

کتاب منتخب میں مرقوم ہے (فاخذ بید القاسم وادخل الخیمة وطلب عونا وعباسا) یعنی امام حسینؑ نے قاسمؑ کا ہاتھ پکڑا اور خیمہ تشریف لائے عون اور جناب عباس

علمدار کو بلایا اور محضر امام حسنؑ دکھایا اور قاسمؑ کو بھی بلایا اور بعدہ حضرت زینب خاتون سے فرمایا کہ اے بہن ابن حسن مجتبےٰ کے پیراہن والا صندوق لاؤ۔ جناب زینبؑ نے وہ صندوق حاضر کیا اور امام حسینؑ نے قبا اور عمامہ امام حسنؑ نکالا اور دونوں چیزیں قاسم کو پہنائیں۔ اور فرمایا کہ میری بیٹی فاطمہ کو لاؤ کہ وہ قاسمؑ کے نامزد ہے۔ اہلحرم باچشم گریاں فاطمہؑ کو اس خیمہ میں لائے اور امام حسینؑ نے عون و عباس کی موجودگی میں خطبہ عقد پڑھا۔ **فعقد علیهما** یعنی کہ فاطمہؑ کا عقد قاسمؑ ابن حسن کے ساتھ کیا اور فرمایا اے نور دیدہٗ اے قاسمؑ یہ تمہاری امانت ہے۔

اس غم انگیز ماحول میں عقد کی رسم ادائیگی فرض سمجھ کر ادا کی گئی اور امام حسینؑ اپنے بھائیوں کے ہمراہ خیمہ سے باہر آ گئے۔ ابھی رسم عقد ختم ہوئی تھی کہ لشکر عمر ابن سعد میں طبل جنگ بجنے لگا اور خیموں میں گریہ وزاری کی صدائیں بلند ہونے لگیں۔ طبل جنگ کی صدا آسمان تک جا رہی تھی اور اہل حرم کے گریہ وشیوں اور نالوں کی صدا فلک ہفتم جا رہی تھی واحسرتا قاسم ناشاد اس لیے دولہا بنے تھے کہ عروس شہادت سے ہمکنار ہوں۔



بہرحال آنحضر … عم۔ ثعبان یعنی

اژدھا تم پر حملہ کرنا چاہتا … بر خدا سنی اور ہم

خوش ہوئے حضرت امیر ا … دھا آپ پر حملہ

کرنے والا تھا یہ ثعبان پچ … ؑ نے ذوالفقار

بلند کی اور ثعبان کے دو ٹکڑ … فتح عطا کی۔

دل چاہتا ہے کہ … اس وقت آپ

کہاں تھے کہ جب حضرت … مولیٰ آپ اس

وقت کہاں تھے کہ جب ح … ں تھے کہ جب

امام حسینؑ گھوڑے سے ز … ہی۔ مولا اس

وقت آپ کہاں تھے کہ ج … ک لگ رہی تھی

سیدانیوں کی چادریں چھینی …

ریاض القدس (دوئم)

ولی العصر ٹرسٹ



تحقیقات ضروری برائے رفع بعض شادت

اور حکایت داؤد علیہ السّلام

محققین اور علماء انساب نے اس امر پر اتفاق کیا ہے کہ جناب قاسم ابن حسنؑ کی ماں کا نام ام ولد تھا۔ بعض یہ بھی کہتے ہیں کہ نجمہ خاتون نام تھا اور جناب قاسم کا سنِ مبارک واقعہ کربلا میں دس اور پندرہ سال کے اندر اندر تھا۔ طبری میں ہے کہ آپ کا سن دس سال کا تھا جب مجلسیؒ فرماتے ہیں کہ آپ کا سن مبارک نو سال کا تھا۔ لیکن ایسا نہیں ہے کیونکہ حضرت امام حسن علیہ السّلام کی شہادت 28 صفر 50ھ کو ہوئی ہے۔ پس روز عاشوراء محرم 61ھ تک

79

گیارہ سال ہوتے ہیں لہٰذا حضرت قاسمؑ کو عمر نو سال نہیں ہو سکتی۔ یقینی امر یہی ہے کہ آپ کی عمر دس اور پندرہ سال کے درمیان تھی اور واقعہ عروسی قاسم علیہ السّلام کا بھی علامہ مجلسیؒ نے روایات معتبرہ کی روشنی میں تجزیہ نہیں کیا ہے لہٰذا اس سے گریز کی ہے۔ مؤلف کہتے ہیں کہ واقعہ عروسی حضرت قاسمؑ منتخب المراثی میں مرقوم ہے جو علاّمہ نجفی الشیخ فخر الدین طریحی کی تالیف ہے۔ منتخب المراثی تالیفات میں بہترین و معتبر تالیف ہے جو کہ عرب میں تالیف ہوئی ہے۔ علاوہ ازیں کتاب روضۃ الشہداء میں بھی ہے کہ جو فارسی زبان میں ہے اور یہ کتاب ملا حسین کاشفی صاحب انوار سہیلی کی تالیفات سے ہے۔ اور یہ کتاب واقعات مقتل کربلا پر پہلی کتاب ہے جو عجم میں بزبان فارسی لکھی گئی ہے اور تمام روضہ خوان و ذاکرین واقعہ عروسی قاسم ابن حسنؑ کو انہی دونوں کتابوں سے ماخوذ سمجھ کر پڑھتے ہیں اور میں نے بھی انہی دونوں کتابوں کو ماخذ قرار دیا ہے۔ عقد قاسمؑ کے بعد جو حکایات بیان کرنے والے بیان کرتے ہیں وہ سب بے بنیاد ہیں کیونکہ روز عاشوراء محرّم عقد واقع ہونے کے بعد بعجلت تمام جناب قاسمؑ میدان کارزار روانہ ہو گئے ہیں۔

ہم اس مقام پر ایک حدیث بطور تمثیل ذکر کرتے ہیں۔ منقول ہے کہ حضرت داوُدؑ نے ایک طفل کو دیکھا کہ وہ اپنے بچے کو شروع ہی سے اٹھا رہا تھا اور اس کی ہمت و تربیت سے نشو و نمائے جسمانی میں اضافہ ہو رہا تھا اور اس وقت میں اُس کی عمر تیرہ چودہ برس کی تھی جب آپ مسند خلافت پر متمکن ہوئے جیسا کہ خداوند عالم نے ارشاد فرمایا ہے کہ (انا جعلناک فی الارض خیفه) کہ میں تمہیں زمین پر خلیفہ بناؤں گا یا بناتا ہوں۔ آپ تخت خلافت پر تھے کہ حضرت عزرائیل (ملک الموت) زیارت داوُد کے لیے حاضر ہوئے اور اسی ضمن میں عرض کیا کہ اے نبی اللہ اس جوان یتیم نے اس قدر اپنے آپ کو روکا، اور خون دل پیا اب اُس کی زیادہ زندگی نہیں ہے اس کی عمر تمام ہو گئی ہے۔ یہ کہہ کر ملک الموت چلے گئے جناب داوُد نے اس جوان کو بلایا اور فرمایا کہ فلاں تاجر کے پاس جاؤ اور اس سے کہو کہ مجھے داوُدؑ نے بھیجا ہے اپنی دختر کا عقد اپنے مال سے میرے ساتھ کر دو۔ جب وہ تاجر کے پاس گیا اور تاجر نے کہا سمعاً و طاعۃً یعنی بسر و چشم قبول ہے۔ اُس نے اپنی دختر کا عقد اس کے ساتھ کر دیا لیکن

حضرت داؤدؑ نے اس لڑکے سے فرمایا کہ اپنی زوجہ کے پاس نہ جائے جب تک کہ مجھے وحی الٰہی ہو۔ وہ روزانہ جناب داؤدؑ کے پاس حاضری دیتا یہاں تک کہ جس دن ملک الموت نے آنے کا وعدہ کیا تھا وہ دن آیا مگر ملک الموت حاضر خدمت داؤدؑ نہ ہوئے ایک ماہ گزر گیا مگر پھر بھی حاضر نہ ہوئے۔ بعدازاں کسی روز حاضر ہوئے تو حضرت داؤدؑ نے ان سے دریافت کیا کہ تم نے اس جوان کی روح کیوں قبض نہیں کی۔ ملک الموت نے عرض کیا کہ اے نبی اللہ جب تم انبیاء اللہ کسی پر رحم وکرم کرتے ہو تو خداوند عالم بھی اس بندہ پر رحم وکرم کرتا ہے۔ اس وقت کہ جب میں نے تم سے اس جوان کی روح قبض کرنے کی بابت کہا تھا تو اُس وقت مقررہ پر اس کی عمر ختم ہو گئی تھی لیکن تم نے اس جوان پر رحم کیا تو خداوند عالم نے اس کی عمر بڑھادی اور تم نے اس کا عقد کیا اور چونکہ وہ وصل نہ کر سکا تھا خداوند نے اس کی عمر از راہ رحم وکرم چالیس سال بڑھادی۔

مؤلف کہتے ہیں کہ اسی طرح امام حسینؑ نے قاسمؑ ابن حسنؑ کے ساتھ کیا۔ کہ اولاً قاسمؑ کی اپنے سایۂ عاطفت میں تربیت کی۔ اور روز عاشوراء محرم اپنی دختر کا اس سے عقد کیا اور بعدہ کفن گردن قاسمؑ میں پہنا کر میدان قتال بھیجا۔ اور فرمایا کہ لشکر عمر بن سعد کے سامنے کہو کہ میں یتیم امام حسنؑ ہوں اور داماد امام حسینؑ ہوں۔ تشنہ بھی ہوں۔ قابل رحم بھی ہوں۔ قاسم گلعذار میدان کارزار میں پہنچے راوی کہتا ہے کہ میں نے دیکھا کہ چاند سی صورت ہے عمامہ سر پر ہے اور پیراہن عربی میں ہے پائے مبارک میں نعلین ہیں اور تلوار بدست ہے۔ اس کو دیکھ کر میرے دل پر صدمہ ہوا کہ یہ ظالم لوگ اس کو قتل کر دیں گے۔ جناب قاسمؑ نے اپنا تعارف کرایا کہ میں یتیم حسنؑ ہوں داماد حسینؑ ہوں، نواسۂ پیغمبر کا فرزند ہوں۔ میرے چچا حسینؑ ہیں کہ جو اس وقت تمہارے درمیان اسیر ہیں۔ تشنگی سے ہلاکت کے قریب ہیں۔ روضۃ الشہداء میں ہے کہ یہ سن کر بعض لشکری رونے لگے اور عمر بن سعد کو ملامت کرنے لگے۔ یہیں سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت امام حسینؑ نے قاسم بن حسنؑ کو دامادی کا شرف اس لیے دیا تھا کہ شاید اہل کوفہ رحم سے کام لیں لیکن عمر بن سعد ملعون نے حکم دیا کہ اس کو سنگسار کرو چنانچہ یتیم حسنؑ پر پتھر برسنے لگے یہاں تک کہ آپ گھوڑے پر نہ سنبھل سکے اور زمین پر گرے اور زبان حال سے فرمایا ؎

کتاب ریاض القدس آپ نے ملاحظہ فرمائی یہ شیعوں کی معتبر کتاب ہے اس میں قزوینی صاحب نے تفصیل سے شہزادہ قاسم ص کی شادی کا ذکر کیا ہے اور چند اعتراضات کے جواب بھی دیئے ہیں، واقعہ عروسِ قاسم نقل کرنے کے بعد علامہ مجلسی والے اعتراض کا جواب دیتے ہیں کہ علامہ مجلسی نے روایات معتبرہ کی روشنی میں تجزیہ نہیں کیا، اور ان دو بنیادی کتب کو جن سے یہ واقعہ نقل کیا جاتا ہے معتبر قرار دیا ہے، پھر عقدِ قاسم کی تاویل پیش کرتے ہوئے حضرت داؤد کے اس عمل کا ذکر کیا ہے جو امام حسین ص کے عمل (عقد قاسم) سے مماثلت رکھتا ہے، اور آخر پر بیان کیا ہے کہ قاسم کو اتمام حجت کے لیے دولہا بنایا گیا---

کتاب ریاض القدس سے ڈھکو صاحب نے بھی اپنی کتاب میں روایت نقل کی ہے، ملاحظہ فرمائیں---!

٣٣٤ (ر ى ا)

(١٩٨٦ : رياض الفكر) للأديب عبدالرسول الشريفي النجفي الكتبي. طبع في النجف في (١٣٦٩).

(١٩٨٧ : رياض القد...

بعض نسخه. وهو شرح و...

للسيد احمد بن زين الع...

على بنته و ابن خالته لا...

« روضة المتقين » كما...

وأحال في « رياض القد...

« بمفتاح الشفا » كما ي...

المطابق لسنة ١٠١١ و...

ورأيت منه نسخة أخرى...

المؤلف. فرغ من كتا...

الصفوى وانه سماه « مص...

القدس » حيث أنه بمن...

القديمة التي في الخفا ب...

الذريعة

إلى تصانيف الشيعة

تأليف

العلامة الشيخ آقا بزرك الطهراني

الجزء الحادي عشر

دار الأضواء

بيروت

مى از كان كت... القدس ، و ذكرنا وجوده في مكتبة المشكاة بكتابة (١٠٥٤)

ثم رأينا ... الحاضرة في موقوفة (مدرسة البروجردى) في النجف صرح

في اوله انه ... ذى الحجة ١٠٣٧ و اهداه الى السلطان قطب شاه و كتب

اسم السلطان ب... وجلده تجليدا ملوكيا مزيناً بالنقوش ، وعلى ظهر النسخة

تملك الميرزا محمد ... على الطبيب في ١١٣٦ .

(١٩٨٨ : رياض القدس) نظم ونثر فارسي في المناقب والمصائب والمراثي. وهو للفاضل القزويني و هو اكبر من « انيس المهد » له. وهو مرتب على أربعة اجزاء في مجلدين. وطبع في مجلد واحد كبير بطبع ردي الخط و كل صفحة على قائمتين في

٣٣٥ (ر ى ا)

١٣٣٤ و هو للفاضل الميرزا صدر الدين محمد ابن المولى محمد حسن الشعبان كردى القزويني نزيل طهران . و اعيد طبعها ١٣٥١ في مجلدين و ١٣٦٩ في ٣٦٤ ص .

زندان شام میں وفات پانے کا نام ونشان تک نہیں ملتا۔ زیادہ سے زیادہ بعض کتب[۲] میں سید الشہداءؑ کی ایک تین سالہ بچی کی وفات کا تذکرہ موجود ہے۔ مگر اس روایت میں بھی چونکہ اس صاحبزادی کے نام کی قطعاً کوئی تصریح موجود نہیں ہے۔ اس لئے بعض ارباب مقاتل کا خیال ہے کہ اس بچی کا نام رقیہ تھا، اور بعض نے زینب لکھا ہے اور بعض نے فاطمہ[۱]۔ اگرچہ ہمارے نزدیک یہ روایت بھی چنداں قابل اعتبار نہیں ہے۔ کیونکہ ہم سابقہ اوراق میں کتب فریقین سے ثابت کر آئے ہیں کہ جناب سید الشہداء کی کل دو صاحبزادیاں تھیں ایک جناب فاطمہ دوسری جنا

سکینہ۔ لہٰذا جب کسی اور دختر کا وجود ہی ثا

صاحبزادی کوئی اور ہیں پر زیادہ بحث وتمحیص

بڑی اہمیت دے رکھی ہے۔ اس لئے یہاں ا

کر دینا مناسب اور کافی ہے۔ یہ بزرگوار ایک

''جناب سکینہ کا زندان شام میں ا

سید الشہداء علیہ السلام ایک مدت تک زندہ ر

جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ امام حسین علیہ السلا

فرمایا۔ اور چونکہ اس روایت میں صاحبزادی ک

لیکن ممکن ہے کہ نام ان کا زینب ہو۔ اس لئے

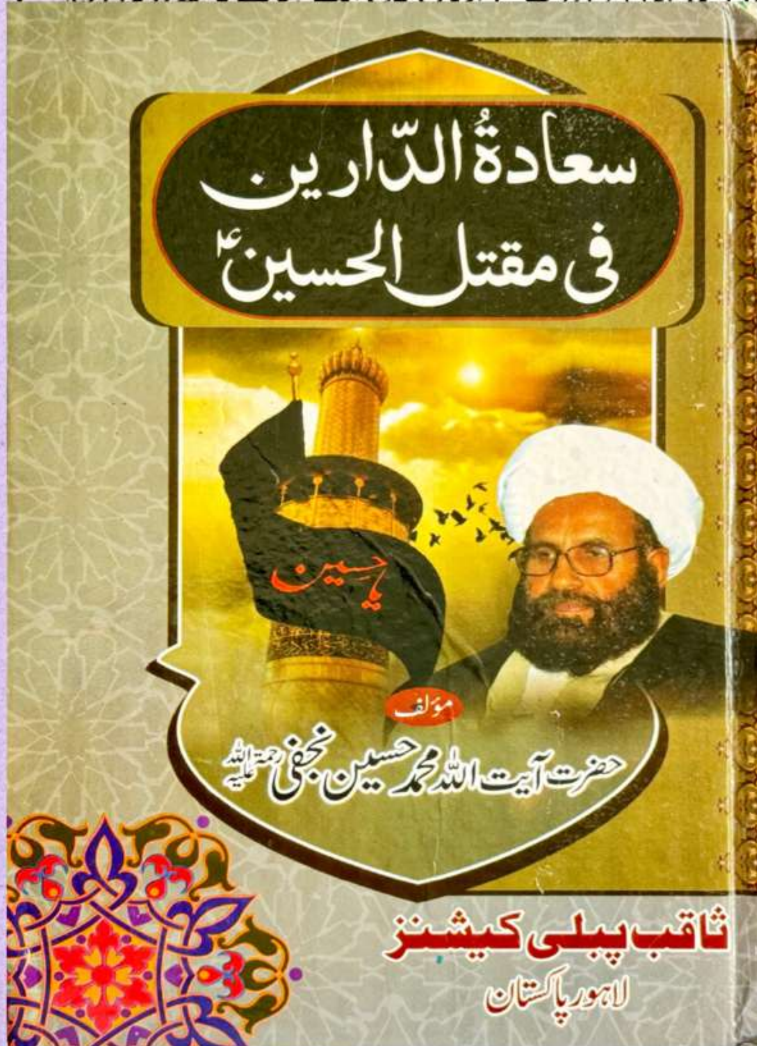
ایک فاطمہ دوسری سکینہ تیسری زینب اور چونک

ہے۔ اور ان کے بعض حالات موثق طریق پ

قیاس معلوم ہوتا ہے کہ جن صاحبزادی نے زند

اسی طرح مجاہد اعظم کے فاضل مص

دلائل سے اس واقعہ کا بے سروپا اور کذب محض



اسیران اہل بیتؑ کتنا عرصہ زندان شام میں رہے؟

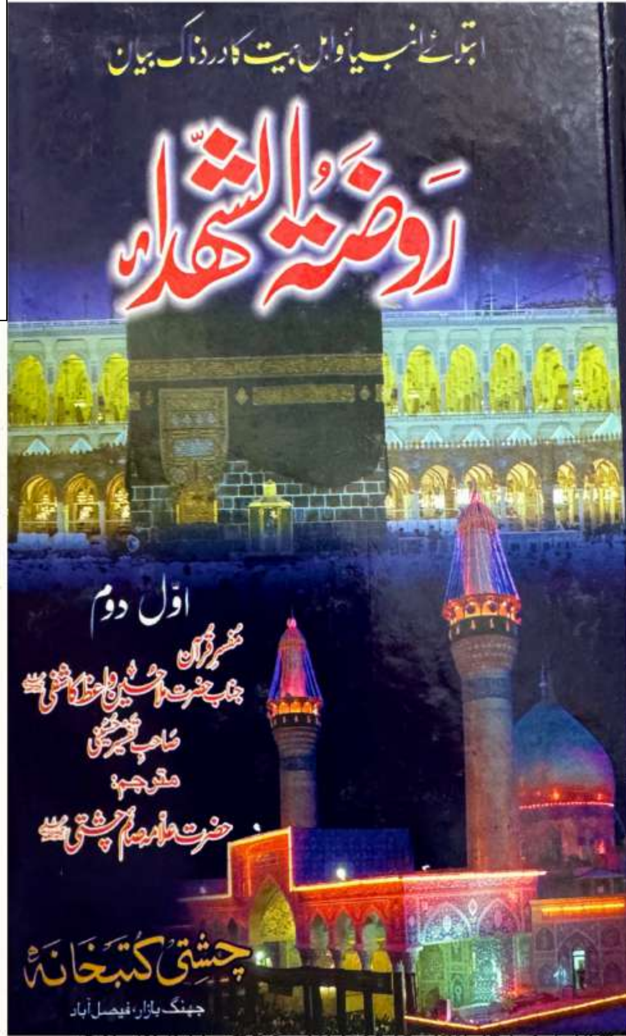
اسیران اہل بیتؑ کب تک دار السلطنت شام میں رہے؟ کب رہا ہو کر مدینہ روانہ ہوئے؟ یہ تلخ حقیقت بہت ہی افسوس ناک ہے کہ تمام کتب سیر وتواریخ اور مقاتل اس سلسلہ میں خاموش نظر آتی ہیں اور کوئی ایسی قابل

---

۱ ریاض القدس، ج ۲، ص ۳۲۴، طبع ایران۔

۲ ہدایات ناصریہ، ص ۵۔

10



امام حسن کا قاتل سے خطا

تاہم روایات میں آتا ہے کہ آپ
دوست اور میری ناسازگار بیوی میں نے تجھ
نہیں کیا اور نہ ہی تیرے چہرے سے تیرے
ہے، کیا تجھے خدا سے کچھ شرم نہ آئی اور میرا کو
کرتے ہیں؟ اور مجھ سے وفادار دوست کے

اے یار
وانگاہ چو
تو دوست
کس دشمن

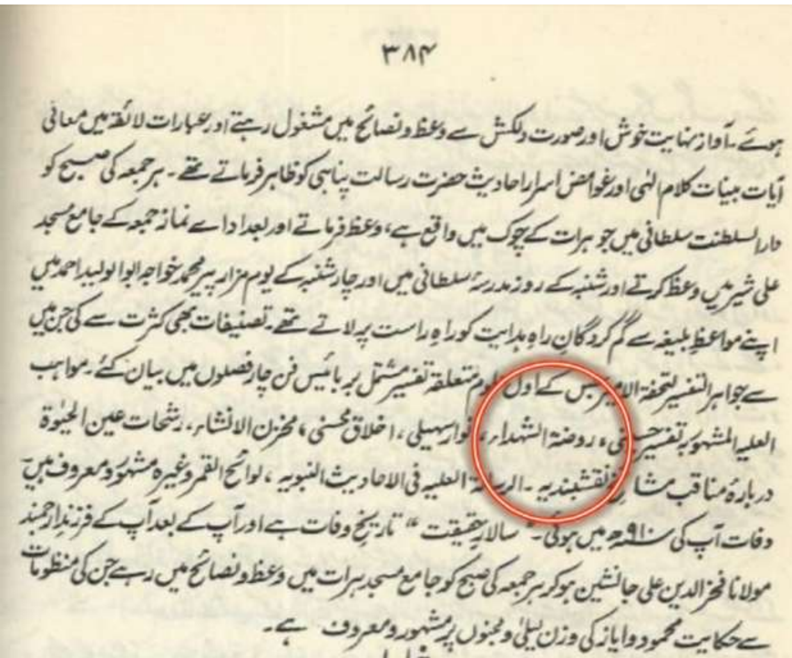
بعد ازاں آپ نے جعدہ کی طرف
ہوں تیری مُراد پوری نہیں ہوگی اور تیرا مقصود
پھر آپ نے امام حسین علیہ السلام
وصیت فرمائی،

امام حسن کا وصال مبارک

منقول ہے کہ آپ نے اپنی ہمشیرہ سیدہ ... فرمایا: اے خواہرِ نامدار اور یادگارِ مادرِ بزرگوار میرے بیٹے قاسم کو حاضر کر، سیدہ اُم کلثوم نے جناب قاسم کو بلایا تو امام حسن علیہ السلام نے اُنہیں سینے سے لپٹا کر اُن کے چہرے پر چہرہ رکھ کر زار و قطار رونا شروع کر دیا۔

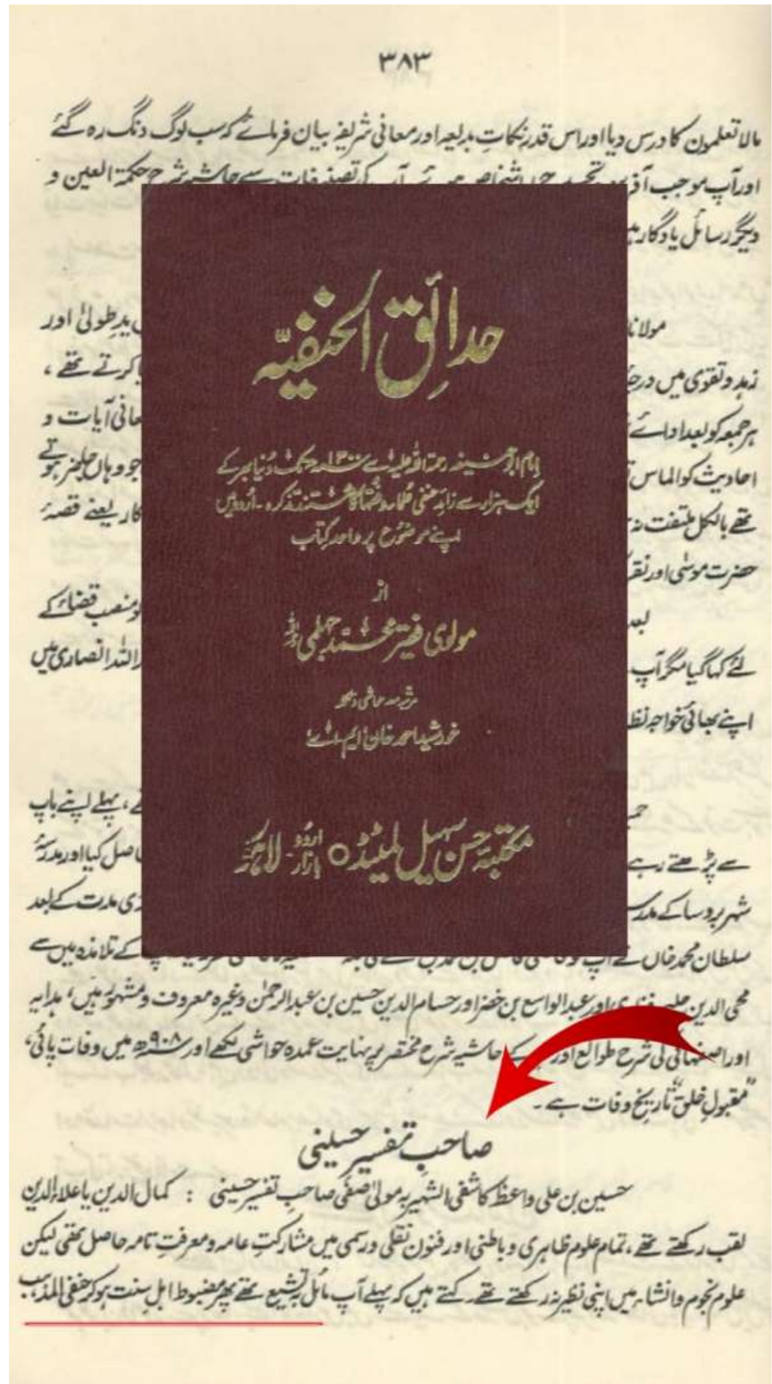
بعد ازاں جناب قاسم کا ہاتھ امام حسین علیہ السلام کے ہاتھ میں دے کر فرمایا میں آپ کی فلاں صاحبزادی کو قاسم کے لئے نامزد کرتا ہوں وقت آنے پر اُسے اِس کے سپرد کر دینا اور اِس پر ہمیشہ باپ کی مشفقانہ نگاہیں رکھنا،

انتیس صفر المظفر ہفتے کی رات کو آپ کی طبیعت زیادہ خراب ہوگئی اور آنکھیں بند ہو گئیں، آپ کی اولادِ پاک بہنیں اور بھائی آپ کے پاس جمع تھے جب رات کے دو پہر گذر گئے تو آپ نے چشمانِ مبارک کھول کر امام حسین علیہ السلام کو فرمایا! میں اپنے برادران اور اولاد کے لئے آپ سے سفارش کرتا ہوں اور



۳۸۴

ہوئے۔آواز نہایت خوش اور صورت دلکش سے وعظ و نصائح میں مشغول رہتے اور عبارات لائقہ میں معانی آیات بینات کلام الٰہی اور غوامض اسرار احادیث حضرت رسالت پناہی کو ظاہر فرماتے تھے۔ ہر جمعہ کی صبح کو دار السلطنت سلطانی میں جو ہرات کے چوک میں واقع ہے، وعظ فرماتے اور بعد ادائے نماز جمعہ کے جامع مسجد علی شیر میں وعظ کرتے اور شنبہ کے روز مدرسہ سلطانی میں اور چار شنبہ کے یوم مزار پیر محمد خواجہ ابوالولید احمد میں اپنے مواعظ بلیغہ سے گم کردگان راہِ ہدایت کو راہِ راست پہ لاتے تھے۔ تصنیفات بھی کثرت سے کی جن میں سے جواہر التفسیر لتحفۃ الامیر جس کے اول [illegible] علوم متعلقہ تفسیر مشتمل بر بائیس فن چار فصلوں میں بیان کئے۔ مواہب العلیہ المشہور بہ تفسیر حسینی، روضۃ الشہداء، انوار سہیلی، اخلاق محسنی، مخزن الانشاء، رشحات عین الحیٰوۃ در بارۂ مناقب مشائخ نقشبندیہ۔ الرسالۃ العلیہ فی الاحادیث النبویہ، لوائح القمر وغیرہ مشہور و معروف ہیں۔ وفات آپ کی ۹۱۰ھ میں ہوئی۔ "سالارِ حقیقت" تاریخ وفات ہے اور آپ کے بعد آپ کے فرزند ارجمند مولانا فخر الدین علی جانشین ہو کر ہر جمعہ کی صبح کو جامع مسجد ہرات میں وعظ و نصائح میں رہے جن کی منظومات سے حکایت محمود و ایاز کی وزن لیلیٰ و مجنوں پر مشہور و معروف ہے۔



۳۸۳

ملا تعلمون کا درس دیا اور اس قدر نکات بدلیعہ اور معانی شریفہ بیان فرمائے کہ سب لوگ دنگ رہ گئے اور آپ موجب آفریں ... حکمۃ العین و دیگر رسائل یادگار ...

سلطان محمد خاں ... کے تلامذہ میں سے محی الدین ... اور عبدالواسع بن خضر اور حسام الدین حسین بن عبدالرحمٰن وغیرہ معروف و مشہور ہیں، ہدایہ اور اصفہانی کی شرح طوالع اور ... حاشیہ شرح مختصر پر نہایت عمدہ حواشی لکھے اور ۹۰۸ھ میں وفات پائی، "مقبولِ خلق" تاریخ وفات ہے۔

صاحب تفسیر حسینی

حسین بن علی واعظ کاشفی الشہیر بہ مولیٰ صفی صاحب تفسیر حسینی : کمال الدین یا علاء الدین لقب رکھتے تھے، تمام علوم ظاہری و باطنی اور فنون نقلی و رسمی میں مشارکتِ عامہ و معرفتِ تامہ حاصل تھی لیکن علوم نجوم و انشاء میں اپنی نظیر نہ رکھتے تھے۔ کہتے ہیں کہ پہلے آپ مائل بہ تشیع تھے پھر مضبوط اہل سنت ہو کر حنفی المذہب

حسین واعظ کاشفی صاحبِ روضۃ الشہدا اہل سنت عالم تھے جبکہ بزرگ شیعہ علماء نے ان کی روایات پر اعتماد کیا ہے اور اپنی قیمتی کتب میں اس کا ذکر کیا ہے، جیسے علامہ میر حامد حسین ہندی نے اپنی مشہور کتاب "عبقات الانوار بجواب تحفہ اثنا عشریہ" میں اور سید الواعظین آیت اللہ سید محمود امامی اصفہانی نے اپنی مشہور کتاب "ثمراۃ الحیاۃ" میں، اور قاضی نور اللہ شوستری (شہید ثالث) نے اپنی کتاب "مجالس المومنین" میں اور ان کے علاوہ شیعہ بزرگ علماء کی بڑی تعداد ہے جو روضۃ الشہدا کی روایات پر اعتماد کرتی ہے اور اس سے استدلال کرتی ہے، لہذا اس کتاب کو یا اس کے مصنف کو مجہول یا ضعیف قرار دینا صرف جہالت ہے، روضۃ الشہدا میں بیان کیا گیا ہے کہ شہزادہ قاسم کا عقد امام حسن کی وصیت کے تحت کیا گیا، اس حقیقت کا انکار نا ممکن ہے ----

"السلام

علیك یا

السلام ع

اعداء الله

رسول الله

جبکہ نفس المہم ... مرتضیٰ

نے تحریر کیا ہے۔ البتہ ... ن کا ورد

شرعی حیثیت کی نیت ... صادر

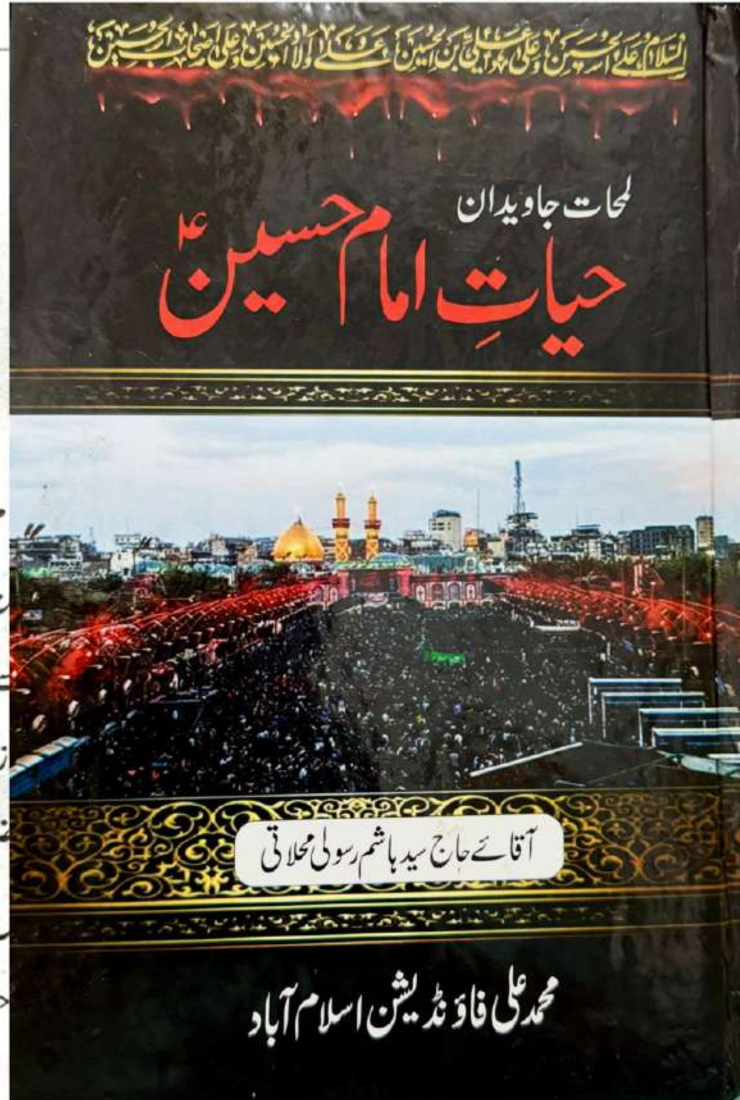
نہیں ہوئی اور اسی نیت ... زہرا کی

زیارت نقل کرتے ہو ... ضروری

ہے ک ... عا یا زیار ... کام کو

تدلیس شمار ... گا ... حت کر

دی تو پھر اضلال ... ار نہیں



حسن بن حسنؑ اور قاسم بن حسنؑ کے عقد کا ماجرا

استاد شعرانی نفس المہموم کے ترجمے میں شہادت قاسم کے بعد لکھتے ہیں: (قارئین) یہ جاننا ضروری ہے کہ حسن بن حسن (المعروف حسن مثنیٰ) بھی کربلا میں موجود تھے۔ چنانچہ شیخ مفیدؒ اپنی کتاب ارشاد میں لکھتے ہیں: حسن بن حسن اپنے چچا حسینؑ کے ساتھ طف میں تھے اور امام کی شہادت کے بعد دیگر اہل بیتؑ کی طرح اسیر بنائے گئے۔ مگر اسماء بن خارجہ فزاری کے ہم قبیلہ تھے اور شاید اسی وجہ سے بعض اہل قلم نے اسماء بن خارجہ کو حسن مثنیٰ کا ماموں لکھا ہے (جبکہ وہ حقیقی ماموں نہ تھا)۔

عمر بن سعد نے کہا ابی حسان کے بھانجے کو اسی کے سپرد کر دیا جائے۔ جبکہ بعض کہتے ہیں کہ حسن مثنیٰ شدید زخمی تھے۔

اور روایت کا بیان ہے کہ حسن مثنیٰ نے اپنے چچا امام حسینؑ سے ان کی دو دختروں سکینہ و فاطمہ کی خواستگاری کی تو امام نے فرمایا: جسے چاہو انتخاب کر لو۔ اس پر حسن مثنیٰ نے شرم کرتے ہوئے جواب دینے سے پرہیز کیا۔ تو امام نے فرمایا: فاطمہ کو تمہارے لئے انتخاب کرتا ہوں جو میری ماں فاطمہ زہراؑ سے زیادہ شباہت رکھتی ہے۔

مرحوم شعرانی اس روایت کے بعد لکھتے ہیں: حسن مثنیٰ اور فاطمہ بنت حسینؑ کا عقد کربلا سے پہلے لیکن مدینہ سے ہجرت کے بعد انجام پایا اور اس طرح کہا جا سکتا ہے کہ فاطمہ بنت حسینؑ کربلا میں نو عروس تھیں اور فاطمہ بنت حسینؑ کی اس وقت نو سال کی عمر تھی کیونکہ مادر فاطمہ بنت حسینؑ ام اسحاق بن طلحہ زوجہ امام حسن مجتبیٰؑ تھیں جو امام حسنؑ کی شہادت کے بعد عدت گزار کر امام حسینؑ کے عقد میں آئیں۔ لہذا فاطمہ بنت حسینؑ کی عمر جو ان کے بطن سے ہوئیں، امام حسینؑ کی دختر تھیں۔ اس طرح جانی جا سکتی ہیں کہ ان کی ولادت ماہ ربیع الثانی 51ھ سے پہلے نہیں ہو سکتی۔ پس اگر فاطمہ بنت حسینؑ کا کربلا میں نو عروس کی حیثیت میں ہونا سمجھ میں آتا ہے۔ اب چاہے وہ حسن مثنیٰ کی زوجہ تھیں یا قاسم بن حسنؑ کی اور اگر بنا بر مشہور تسلیم کیا جائے کہ وہ جناب قاسم بن حسن کی زوجہ تھیں تو مندرجہ ذیل دیئے گئے دو احتمالوں میں سے کسی ایک کو قبول کرنا ہو گا۔

پہلا احتمال: امام حسینؑ کی فاطمہؑ، زوجہ حسنؑ کے علاوہ ایک اور دختر تھیں جو قاسم بن حسنؑ کے عقد میں آئی کیونکہ حضرتؑ کی دختران فاطمہؑ و سکینہؑ میں منحصر نہیں بلکہ کشف الغمہ میں امام حسینؑ کی چار بیٹیاں سکینہ، زینب، فاطمہ اور چوتھی دختر کا نام نہیں لکھا۔ جبکہ ابن شہر آشوب امام حسینؑ کی تین دختر لکھتے ہیں۔

دوسرا احتمال: جناب قاسم بن حسنؑ کے عقد میں آنے والی دختر کا نام فاطمہ نہیں تھا اور جن راویوں نے فاطمہ لکھا ہے ان سے غلطی ہوئی ہے اور اگر حضرت قاسم کا ازدواج ہونا صحیح قرار نہ دیں تو ہمیں یہ کہنا پڑے گا حسن مثنیٰ اور قاسم کے ازدواج میں اشتباہ ہوا ہے۔ مثلاً کسی راوی نے کسی کتاب میں فاطمہ بنت حسینؑ کا عقد امام حسنؑ کے فرزند سے ہونا پڑھا مگر اپنے ذہن میں خیال کیا کہ امام حسنؑ کے بیٹے سے مراد قاسم ہیں اور اسی طرح نقل کیا ہے۔

بہر حال ہماری نگاہ میں عقد قاسم کا انکار کوئی علت نہیں رکھتا کیونکہ ملا حسین کاشفی نے روضۃ الشہداء میں عقد جناب قاسم کو نقل کیا ہے اور وہ ہمہ گیر شخصیت کے مالک، عالم اور متبحر فرد تھے۔ صاحب روضۃ الشہداء کے ہم عصر امیر علی شیر وزیر تھے جو خود علم دوست انسان تھے اور ملا حسین کاشفی شہر ہرات کے باشندے تھے جہاں کتب ادب تاریخ اور دیگر علمی وسائل اتنے فراواں تھے کہ کبھی کسی کو کمی لاحق نہ ہوئی۔ چنانچہ ملا حسین کاشفی نے وزیر علی شیر کی علم دوستی اور تاریخ سے شغف کی وجہ سے روضۃ الصفاء تحریر کی اور یہ کہنا کہ اس موقع پر ازدواج بعید نظر آتا ہے صحیح نہیں کیونکہ ہم پر عیاں نہیں کہ ائمہ کے نزدیک کسی فعل کی کیا مصلحت تھی اور اگر یہ کہا جائے یہ ہمارے تمام علماء کرام اہل سنت سے روایات نقل کرتے ہیں اسی طرح ابن شہر آشوب نے مناقب میں اکثر روایات اہل سنت سے نقل کی ہیں اور اسی طرح ابو مخنف اور ہشام بن محمد کلبی جو ائمہ کے ہم عصر تھے۔ سنی العقیدہ تھے حتیٰ انہوں نے لشکر عبید اللہ کے شریک لوگوں سے روایات نقل کی ہیں۔ چنانچہ اگر اہل سنت سے روایات لینا درست نہ ہوتا تو احتجاج کے علاوہ ہمارے اتنے علماء دین کا فعل کیسے توجیہ کیا جائے گا۔

یہ تھی استاد شعرانی کی تحریر لیکن بہر حال اکثر اہل تاریخ اور ارباب مقاتل جناب قاسم کی عروسی کو مجہول جانتے ہوئے اس کا انکار کرتے ہیں۔ واللہ اعلم

اس کتاب اور اس کے مولف کے متعلق ملاحظہ فرمائیں ----

کتاب کے تعارف میں اگر اتنا کہہ دیا جائے کہ یہ امام حسین علیہ السلام کے موضوع پر درس خارج کی حیثیت رکھتی ہے تو اس لئے بہتر ہوگا کہ اس میں امام حسین علیہ السلام سے متعلق بہت سی اختلافی موضوعات پر موجود اقوال و نظریات کو پیش کرنے کے بعد ان پر تائید یا تنقید پیش کی ہے کہ جس طرح درس خارج میں مجتہد اعظم اپنے شاگردوں کے سامنے تقریر کرتا ہے۔ چنانچہ ممکن ہے کچھ پڑھنے والوں کے نزدیک کوئی موضوع مناسب نہ ہو لیکن اگر وسعت ذہنی کے ساتھ اس کے فوائد کی جانب توجہ دی جائے تو شاید یہ مشکل بھی حل ہو جائے کیونکہ جیسا کہ میں نے اس کو درس خارج سے تشبیہ دی ہے، معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ کتاب محقق و مدقق افراد کے لئے زیادہ مفید ہے اس میں بہت سے شبہات جو دشمن کی جانب سے اس موضوع پر پیش کئے جاسکتے ہیں، حل شدہ موجود ہیں۔ بہر حال انتہائی مفید اور جامع کتاب ترجمہ کرنے کی سعادت حاصل ہوئی ہے اگرچہ یہ ترجمہ میرا پہلا کام نہیں لیکن پھر بھی ضخامت کی وجہ سے اگر کہیں ادبی کوتاہی محسوس ہو تو معاف فرمائیں گے۔ بارگاہ پروردگار میں امام حسین علیہ السلام کو وسیلہ قرار دے کر دعا کرتا ہوں کہ ہمیں امام حسینؑ اور آپ کے مقدس قیام کے بارے میں زیادہ سے زیادہ بصیرت عطا فرما اور اس کوشش کو فلاح و سعادت کا سبب قرار دے آمین اور خصوصی دعا کرتا ہوں مولانا باقر شرف الدین موسوی کے لئے کہ جنہوں نے اس خدمت کا موقع فراہم کیا۔

سید شہنشاہ حسین نقوی

مؤلف کے مختصر حالاتِ زندگی

حجۃ الاسلام والمسلمین استاد مولانا سید ہاشم رسولی محلاتی سن 1348ھ ق میں ماہ رمضان کی شب 28 کو شہر محلات میں متولد ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اسی شہر میں حاصل کی، بعد میں اپنے والد بزرگوار کے ہمراہ جو خود بھی محلات کے بزرگ علمائے کرام میں سے تھے قم المقدسہ تشریف لے آئے اور باقریہ اسکول قم میں تعلیم کو جاری رکھا جو کہ مرحوم برقعی کے زیر انتظام مصروف تعلیم و تربیت تھا۔ پھر والد کی حوصلہ افزائی پر دینی علوم کی تحصیل میں مشغول ہوئے۔ اس زمانہ میں حکومت شاہ کی جانب سے علماء پر اتنی سختی تھی کہ جس کے نتیجہ میں دینی مدارس میں طالب علموں کی تعداد بہت کم ہو چکی تھی۔ البتہ جب استاد محلاتی تعلیم حاصل کرنے مدرسہ میں آئے تو ایران سے شاہ کا فرار ہونا محسوس کیا جا رہا تھا۔ لیکن ملک کے سیاسی حالات نامساعد ہونے کی وجہ سے مدرس اور ہم کلاس کا تلاش کرنا مشکل ہو گیا تھا۔ مگر خوش قسمتی سے پڑھائی میں ساتھ دینے کے لئے مرحوم آیت اللہ سید مصطفیٰ خمینیؒ (جو کہ اپنے والد گرامی حضرت امام خمینیؒ کی تشویق اور حوصلہ افزائی سے پڑھنے آئے تھے) جیسے دوست کی رفاقت نصیب ہوئی۔ اسی طرح استاد ہاشم رسولی محلاتی کے ساتھیوں میں حضرت آیت اللہ شیخ محمد فاضل لنکرانیؒ کا نام لیا جا سکتا ہے جن کا شمار آج حوزہ علمیہ قم کے جید علمائے عظام اور مراجع تقلید میں کیا جاتا ہے۔

استاد محلاتی نے شرح لمعہ، معالم الاصول، معانی البیان، بدیع، مطول، قوانین اور کفایۃ الاصول کے لئے حضرت آیت اللہ شہید صدوقیؒ، حجۃ الاسلام والمسلمین شیخ اسد اللہ نور الٰہی اصفہانی، آیت اللہ شہید مطہریؒ، آیت اللہ شیخ عبد الجواد اصفہانی، آیت اللہ مجاہدی تبریزی اور آیت اللہ سید محمد باقری طباطبائی جیسے بزرگ اساتیذ کے آگے تلمذ کیا۔ آپ نے اصول و فقہ کا درس خارج حضرت آیت

اللہ العظمیٰ امام خمینیؒ سے پڑھا اور ج
شرکت کرتے رہے۔ البتہ جلا وطنی
تہران ہجرت فرمائی اور وہاں نو تعم
کے نوجوانوں کی تربیت جیسے امور
یہ بہترین مصروفیت چھوڑنا پڑی۔ ا
پایا اور وہاں بھی مختصر مدت ہی سہی
دیگر اساتیذ سے درس خارج وغیرہ
استاد کو شروع ہی سے حا
فقہ و اصول وغیرہ سے فراغت پا
کتابیں جمع کرتے تھے۔ آپ مالی
مسائل سے دوچار ہونے کے باوجو
کی مدد سے کامیاب ہوتے چلے گئے
جب آقائے طباطبائی کے
من جملہ مرحوم حجۃ الاسلام آقا
سہرابی خمینی دام توفیقہ کو دعوت د
چھاپی جا سکیں۔ چنانچہ پیشکش قبول
لغات کی توضیح کے بعد چھاپی جائے
مرحوم آقائے دانش آشتیانی کے
منظر عام پر آیا جبکہ اس کے بعد
"کشف الغمہ" چھاپی گئی۔

کتاب "حیاتِ امام حسین " کے مؤلف کے متعلق آپ نے ملاحظہ کیا کہ، سید ہاشم رسولی محلاتی آغا خمینی کے شاگرد تھے ---

کتاب حیاتِ امام حسین کے متعلق شہنشاہ نقوی صاحب تحریر کرتے ہیں کہ اس کتاب کے تعارف میں اگر اتنا کہہ دیا جائے کہ یہ کتاب امام حسین ص کے موضوع پر درس خارج کی حثیت رکھتی ہے تو بہتر ہو گا ---

اور لکھا کہ اس کتاب میں بہت سے شبہات جو دشمن کی جانب سے اس موضوع پر پیش کئے جاسکتے ہیں حل شدہ موجود ہیں ---

مومنین اگر غور فرمائیں تو معلوم ہو گا کہ مولف نے عقد قاسم پر اٹھائے گے اعتراض کا جواب دیا ہے اور تحریر کیا ہے کہ عقدِ قاسم کے انکار کی کوئی وجہ نہیں ہے، یعنی لوگ بغیر کسی وجہ کے شہزادہ قاسم کے عقد کا انکار کرتے، اور ساتھ ہی ملا حسین کاشفی صاحب روضۃ الشھداء کی تعریف میں جملے تحریر کئے ہیں ، اور آپ نے اس کتاب کے تعارف میں ملاحظہ کیا کہ شہنشاہ نقوی نے اعتراف کیا ہے کہ اس کتاب میں ان اعتراض اور شبہات کا جواب دیا گیا ہے جو دشمن کی جانب سے پیش کیے جاتے ہیں، جبکہ اس کتاب میں عقد قاسم کو ثابت کیا گیا ہے تو معلوم ہوا کہ عقد قاسم کے متعلق شبہات پیش کرنے والا دوست نہیں دشمن ہے، اس کے باوجود جناب شہنشاہ نقوی نے جہالت دکھاتے ہوئے ایسے بزرگ عالم کی تحریر کے نیچے اپنی جہالت تحریر کی کہ عقد قاسم مجہول ہے، خیر ایسے بزرگ عالم دین کے سامنے شہنشاہ نقوی کی کوئی حثیت نہیں ---



مدینہ سے شام تک

مشہور فارسی کتاب رمز المصیبہ کا اردو ترجمہ

حصہ دوم

یا لثارات الحسین

آیت اللہ محمود بن السید مہدی موسوی دہ سرخی



ان کا نام نفیلہ تھا جب کہ کچھ دیگر مؤرخین بیان کرتے ہیں کہ ان کا نام رملہ تھا۔(ابصار العین، ص ۳۶)

مرحوم نراقی ... نے اپنی کتاب محرق القلوب میں حضرت قاسمؑ کے متعلق مفصل گفتگو کی ہے، جس کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

واضح رہے کہ شہادت حضرت قاسمؑ کا واقعہ انتہائی درد بھرا واقعہ ہے اور ہمارے علماء رضوان اللہ علیہم نے اس کی کیفیت کو مختلف طریقوں سے نقل کیا ہے۔ کچھ علماء نے ان کی دامادی کا تذکرہ کیا ہے اور کچھ علماء نے اس کا ذکر نہیں کیا اور انھیں دامادی کی صحت میں تامل ہے۔ فقیر نے اس واقعہ کو کچھ کتابوں میں پڑھا ہے اور میری نظر میں یہ واقعہ معتبر اور مستند ہے۔ اسی لیے میں قاسمؑ کے قصہ کو واضح اور ظاہر شکل میں بیان کر رہا ہوں۔

حضرت قاسمؑ ابھی کمسن تھے اور سنِ بلوغت کو نہیں پہنچے تھے۔ ان کا چہرہ سورج کی طرح سے چمکتا تھا اور انھوں نے شجاعت اپنے بزرگوں سے میراث میں پائی تھی۔
جب اس نورِ چشم نے دیکھا کہ ان کے دوست اور ان کے بھائی جامِ شہادت نوش کر چکے ہیں تو ان کے دل میں درد کی لہر اُٹھی اور انھوں نے سرد آہ کھینچی اور اپنے چچا حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انھوں نے عرض کیا:

چچا جان! میں اپنے بھائیوں اور دوستوں کی جدائی کو مزید برداشت نہیں کرسکتا۔ آپؑ اجازت دیں میں میدان میں جانا چاہتا ہوں۔

سید الشہداءؑ نے جب یہ حالت دیکھی تو حضرت قاسمؑ کو گلے لگایا اور رونے لگے۔ قاسم بھی چچا سے لپٹ کر رونے لگے اور دونوں نے ایک دوسرے کے گلے میں بانہیں حمائل کر دیں اور ابر بہار کی طرح سے اتنا گریہ کیا کہ دونوں بے ہوش ہو گئے۔
جب افاقہ ہوا تو امام حسینؑ نے فرمایا: چچا کی جان! میں آپؑ کو جنگ میں کیسے

المواعظ

في مجالس الوعظ والبكاء

في

أيام عاشوراء

للواعظ الشهير العلامة الشيخ جعفر التستري (قدس سره)

المتوفى سنة ١٣٠٣ هـ

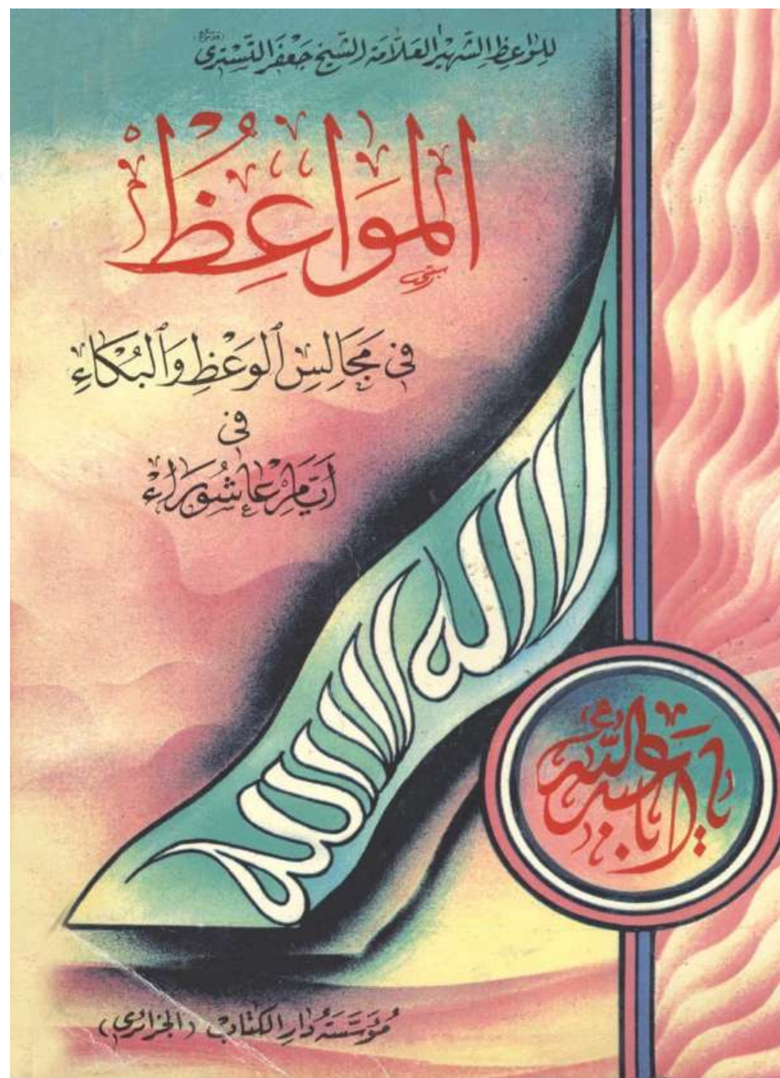
ترجمة وتحقيق

الشيخ هاشم الصالحي

مؤسسة دار الكتاب (الجزائري)

قم - إيران - تلفن وفاكس ٧٤٤٥٦٨

جميع حقوق الطبع محفوظة





الامام الحسين(عليه السلام) يلبّي امنية اخيه الحسن(عليه السلام)

ومن أعظم مصائب القاسم ماذكره بعضهم ـ وإن لم يُصَدِّقهُ الأخَرُونْ ـ ومن الناس من يطلق عليه اسم (العريس) مع انَّ هذا الأمر كان من أعظم مصائب ذلك المظلوم لأن بناء الناس على الضّد دائماً فوضعوا له (اسم العريس).

وخلاصة ماذكره هو أنّه عندما لم يأذن الأمام(عليه السلام) له بالقتال جلس في جانب من الخيمة فذكر الدعاء الذي كان على ساعده بمثابة التعويذ وكان الأمام الحسن (عليه السلام) قد وصاه اذا اشتدَّ به الأمر فعليه أن يفتحها ويقرأ ما فيها فأذا مكتوبٌ فيها.

«ياولدي ياقاسم: اذا رأيتَ عَمَّكَ الحسين في كربلاء وقد احاطت به الاعداء فلا تترك البراز والجهاد لاعداء رسول الله ولاتبخل عليه برد منك وكلما ثناك عن البراز عاوده ليأذن لك في البراز لتحظى في السعادة الابدية»[1].

فجاء بها الى عَمِّه، فقال الأمام الحسين(عليه السلام) ولأخي وصيةٌ أُخرى وصّى (أن أُزوجَّك ابنتي فاطمة. ولأجل أن أُحقق وصية أخي وليكن في المصيبة كلُّ شيء حتى عقدك أيضاً)[2] فأنشأ الأمام صيغة العقد واقفاً.

فعلى فرض تَحَقُّقه فهو لايشبه عقد زواج جدته الكبرى فاطمة الزهراء(عليها السلام) ولاسائر أهل البيت وليس مثل الأعراس الأُخرى وهذه مسألة في عرسه على خلاف جميع الاعراس والأفراح، ويقع على النقيض من سائر أعراس أهل البيت(عليهم السلام) فلنأخذ مثلاً زواج جدته فاطمة الزهراء(عليها السلام) ونقارن بينه وبين زواجها.

ففي زواج الصديقة الكبرى(عليها السلام) تزينّت الجنّة، وأخذت الحور العين ينشدْنَ

١ ـ منتخب الطريحي: ص ٣٦٥.

٢ ـ منتخب الطريحي: قريب منه ص ٣٦٥.

اناشيد الأفراح، وهن يقرأن طه، وطواسين. ونثرت أشجار الجنّه ثمارها، ونثرت شجرة طُوبى ثمارها، وطربت الحور العين فرحاً.

أما في زواج فاطمة بنت الحسين(عليه السلام) لطمت الحور العين على رأسها وصدرها حُزناً وبكت الجنّة عليها ونثرت السماء دماً.

وأما بالنسبة لاعراس الناس، فإنّ لها مجلس عقد، ومجلس المرطبات والحلويات، وغرفة تزيين العروس وخضاب وهلهلة، وملابس جديدة للعريس. فزواج القاسم لم يشابه اعراس الآخرين بل كان على العكس منها.

وكان مجلس عَقْدهُ في الخيمة.

والذي شربه بعد العقد هو من كأس المَنِيَّة في ساحة القتال والسرير الذي ينام عليه العرّيس هو أجساد الشهداء حيث وضعه سيّد الشهداء(عليه السلام) على أجسادهم بعد مصرعه.

وكان خضاب العريس في الميدان من دمه وخضاب العروس في الخيمة. وعندما هجم الأعداء على الُخيمَ وسلبوا النساء سلبوها قِرطها من أذنيها.

أخذ العم في هذا الزواج العريس وضمَّه الى صدره وحمله الى سريره على أجساد الشهداء معتذراً منه قائلاً:

«يا ابن أخي عزّ والله على عمك أن تدعوه فلا يجيبك أو يجيبك فلا ينفعك صوته هذا يوم والله كثر واتره وقل ناصره»[1].

هنا كان العريس على صدر عَمِّه، وفي الخيام كانت العروس على صدر عمتها.

اعتذر العم من العريس واعتذرت العمَّة من العروس عندما أرادت خماراً لستر

١ ـ اللهوف في قتلى الطفوف: ص ٥٠.

رأسها قالت لها «عَمَّتكِ مِثْلكِ»[١]

فما وجه الشبة بين هذين العروسين.

فقد وقع العرّيس علىٰ وجهه بضربةِ سيفٍ

ووقعت العروس بطعنةَ رمح علىٰ الارض في اطراف المُخَيَّمْ أما زواجه فليس كما يقول الناس من الحكايات السخيفة ! وكان العقد يوم العاشر، والزفاف يوم الحادي عشر عندما مرّوا بهِنَّ علىٰ مصارع القتلىٰ.

في اللّيلة التي زُفّتْ فيها فاطمة الكبرىٰ سلام الله عليها عندما كانوا يأخذونها الىٰ مَنْزل أمير المؤمنين (عليه السلام) «كان النبي(صلى الله عليه وآله) قدامها، وجبرائيل عن يمينها، وميكائيل عن يسارها، وسبعون الف ملك من ورائها يسبحون الله ويقدسونه حتىٰ طلع الفجر»[٢]. ونساء النبي يقرأن الأناشيد أما فاطمة الصغرىٰ فكان لها زِفاف أيضاً.

عندما أخذ رسول الله (صلى الله عليه وآله) الزهراء الىٰ بيتها كان معها وأمامها؟ وإن كان جهازها شيء يسير أما فاطمة فلا جهاز لها. وكانت أناشيد نساء النبي (صلى الله عليه وآله) أناشيد فرح.

وأما أناشيد زفاف فاطمة الصغرىٰ هي بكاء وعويل، وويلات واصواتهن تُرَدِدُ «يامحمداه، هذا حسين بالعراء»[٣]. وليس المصيبة تقف عند هذا الحد، بل هناك مصائب أُخرىٰ عندما خرجت النساء مع العروس الىٰ مصرعه وهن يُهلهلن ـ كما رأيتم نساء العرب يهلهلن لقتلاهُنْ ـ فكانت هَلْهَلَتَهُنْ البكاء والعويل.

والمعروف عند الناس أن العرّيس يلبس ملابس جديدة، وتجلس العروس علىٰ السرير، ويُغطىٰ رأس العروس بِبُرقع أبيض خماراً لها، وتقف حولها من النساء بستار اضافي غير الخمار ولا أدري أن هذهِ العروس فاطمة الصغرىٰ كان علىٰ رأسها خمار أم لا.

هذهِ الليلة ليلة الزفاف عندما أخذوها الىٰ العريس رَأوهُ مسلوب العمامة والردىٰ مُلَطَخاً بالدماء.

نعم، ليس هذا كلُّ مافي المصيبة.

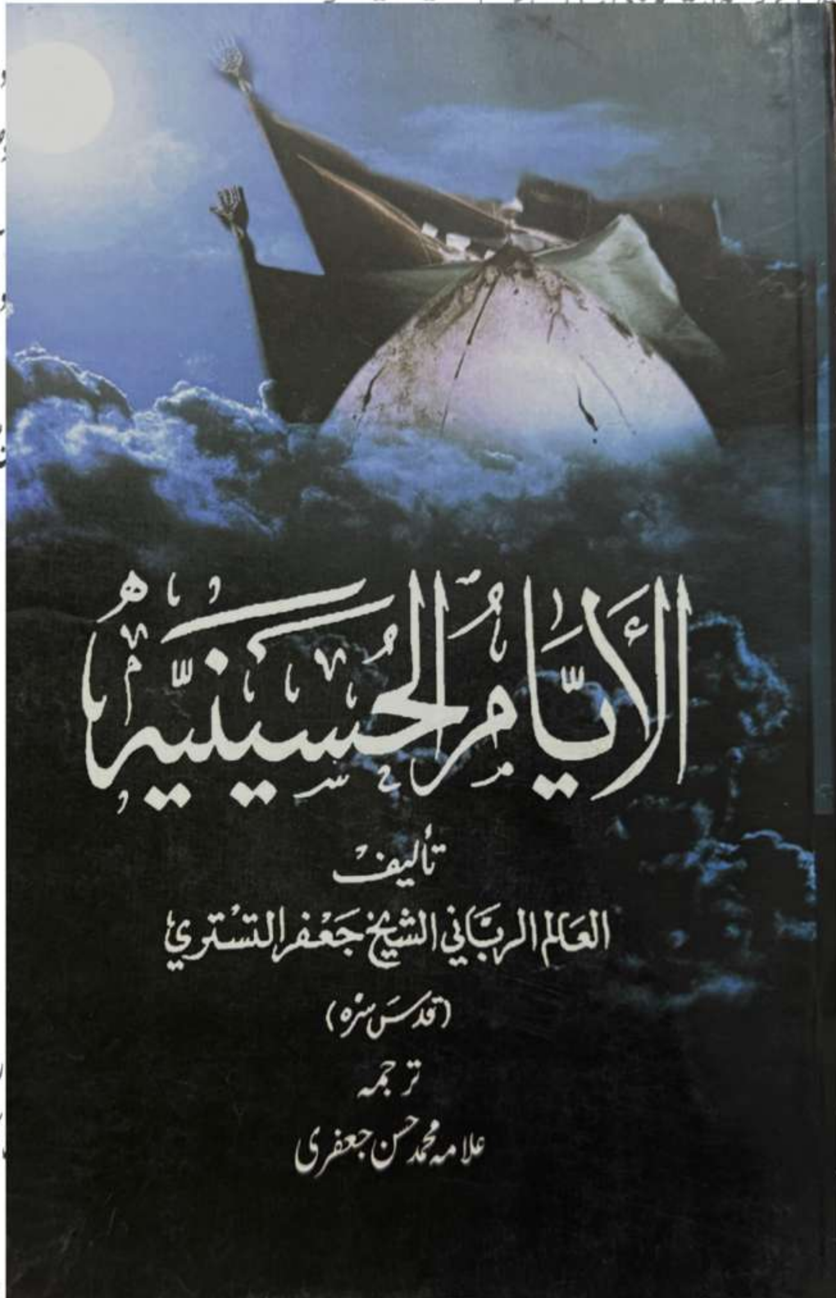
عندما وصلت النساء مع العروس الىٰ مصرع العريس حيث كان وَضَعَهُ سيّدالشهداء(عليه السلام) علىٰ أجساد الشهداء رأت العروس أنهم أنزلوا العريس من سَريره، لايدري أحدٌ،يقول:أنزلوه لاستقبال عروسه أم أنزلوه لقطع رأسه الشريف عن بدنه.

نعم فقد كانت هذه كيفية عرسه ولم أذكر بعد مصيبته.

«إنا لله وإنا اليه راجعون»

١ ـ بحار الانوار: ج ٤٥ ص ٦١.
٢ ـ بحار الأنوار: ج ٤٣ ص ١٢٤ عن كشف الغمة: ج ١ ص ٣٥٢.
٣ ـ بحار الأنوار: ج ٤٥ ص ٦٠.

ترجمه ملاحظه فرمائيں ـــــ!



اجازت نہ دی۔ شہیدانِ حق کی فہرست میں یہ واحد شہید ہے جسے امامؑ نے منع کیا تھا۔
جوان نے امامؑ کے ہاتھ پاؤں چومنے شروع کیے تھے۔

اب ہم حضرت قاسمؑ کی اس مصیبت کو بیان کرتے ہیں جسے لوگ بیان کرتے ہیں اور کچھ لوگ اس کی تصدیق نہیں کرتے۔

اس مصیبت کو ''عروسی قاسم'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ یہ حضرت قاسمؑ کی سب سے بڑی مصیبت ہے۔

اس موضوع کا اجمال یہ ہے کہ جب حضرت قاسمؑ کو ان کے چچا نے میدانِ جنگ میں جانے کی اجازت نہ دی تو وہ خیمہ کے ایک کونے میں بیٹھ کر سوچنے لگے۔ انھیں یاد آیا کہ ان کے عظیم والد نے ایک تعویذ کو ان کے بازو پر باندھا تھا اور یہ وصیت کی تھی کہ بیٹا! جب معاملات انتہائی مشکل ہو جائیں تو اس تعویز کو کھول کر اس کے مطابق عمل کرنا۔

عزادارانِ امامؑ مظلوم!

حضرت قاسمؑ نے اپنے والدؑ کا رقعہ اٹھایا اس میں یہ الفاظ بھی لکھے تھے:

''اگر تمھارا چچا تمہیں میدان میں جانے سے منع کرے تو پھر اصرار کرنا''۔

امامؑ نے بھائی کے اس رقعہ کو پڑھا اور فرمایا کہ میرے بھائی نے تمھارے لیے ایک اور وصیت بھی کی تھی، انھوں نے مجھے یہ وصیت کی تھی کہ میں تیری تزویج اپنی دختر فاطمہؑ سے کروں۔ میرے بھائیؑ کی وصیت پر عمل ہونا چاہیے۔

پہلے مصائب میں ایک اور مصیبت کا اضافہ کریں۔ حتیٰ کہ تمھارا عقد زواج بھی مصیبت ہے! پھر امامؑ نے نکاح کا صیغہ جاری کیا۔

فاطمہ بنت الحسینؑ کی شادی کے حالات اہل بیت کی دوسری شادیوں کے مانند نہیں تھے۔ اس مظلوم بی بیؑ کا نکاح ان کی دادی حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے نکاح کے مانند نہیں تھا۔

عزادارو!

کیا حضرت علیؑ کی شادی اور حضرت قاسمؑ کی شادی کے درمیان کوئی مشابہت بھی پائی جاتی ہے؟۔

جب حضرت فاطمہؑ زہرا کی شادی ہوئی تھی تو جنت کو سجایا گیا تھا اور خوبصورت آنکھوں والی حوروں نے شادی کے رجز پڑھے تھے اور ''طٰہٰ'' اور ''طواسین'' کی تلاوت کی تھی۔

شجرہ طوبیٰ نے خلعتیں نچھاور کی تھیں۔ حوروں نے جنت میں جشن منایا تھا۔

لیکن! جب فاطمہؑ بنت الحسینؑ کا نکاح ہوا تو جنت کی تمام حوریں سر پیٹ رہی تھیں اور سینوں پر ماتم کر رہی تھیں۔ پوری جنت پر افسردگی کا راج تھا اور آسمان اس شادی میں اپنی طرف سے ایک چیز نچھاور کر رہا تھا اور اس کی نچھاور کردہ چیز خون تھا۔

یہ شادی دنیا کی شادیوں سے مختلف تھی کیونکہ رواج یہ ہے کہ شادی کے لیے خیمے وغیرہ لگائے جاتے ہیں جہاں باراتی آ کر جمع ہوتے ہیں، پھر مشروبات سے ان کی تواضع کی جاتی ہے اور مٹھائیاں تقسیم کی جاتی ہیں۔

دولہا دلہن کے لیے حجلہ عروسی سجایا جاتا ہے۔ شادی میں مہندی، زیور دیئے جاتے ہیں اور آنے والے لوگوں کو ولیمہ دیا جاتا ہے۔ دولہا دلہن نئے لباس زیب تن کرتے ہیں۔ آیئے دیکھیں کہ اس شادی کے انتظامات کی کیا کیفیت تھی۔

عقد کی مجلس...... خیمہ گاہ تھی۔

مشروبات کی مجلس...... مقتل تھی۔

اس شادی کا حجلہ عروسی بھی تھا۔ دولہا کی سیج کیسی تھی۔

اس کی سیج شہداء کی لاشیں تھیں جن پر قاسمؑ کی لاش رکھی گئی تھی۔ سیّد الشہداءؑ نے قاسم علیہ السلام کی لاش کو باقی شہداء کی لاشوں پر رکھا تھا۔

اس شادی کی مہندی کی رسم دوسری مہندیوں سے جدا تھی۔

شوہر کو مقتل میں خون کی مہندی لگائی گئی۔

دلہن کی مہندی کی رسم تو ادا نہ ہوسکی تھی البتہ اس مظلومہ دلہن کو اپنے دولہے کے

خون سے مہندی لگانی پڑی۔ مہندی کے رسومات کی تکمیل اس وقت ہوئی جب دلہن کے کانوں سے گوشوارے اتارے گئے۔

ماتم دارو!

سسر نے اپنے داماد بھتیجے کو ''سیج'' پر لٹانے کے لیے اٹھایا اور اسے ''سیج'' پر آ کر لٹا دیا۔ وہ سیج شہداء کے جنازے تھے جن پر قاسمؑ کو لٹایا گیا تھا۔

پھر چچا نے اپنے داماد سے معذرت کرتے ہوئے یہ کہا:

عَزَّ وَاللهِ عَلٰى عَمِّكَ اَنْ تَدْعُوْهُ فَلَا يُجِيْبُكَ اَوْ يُجِيْبُكَ فَلَا يَنْفَعُكَ

''اللہ کی قسم! تیرے چچا کے لیے یہ بات گراں ہے کہ تُو اسے آواز دے اور وہ تجھے جواب نہ دے اور اگر جواب بھی دے تو اس کا جواب دینا تمہیں کوئی فائدہ نہ دے سکے''۔

دولہا یہاں اپنے چچا کے سینہ پر تھا اور دلہن اپنی پھوپھی کے سینے سے لگی ہوئی تھی۔ چچا نے بھتیجے سے معذرت کی اور جب دلہن کے سر سے شامِ غریباں چادر اُتر گئی تو بی بیؑ منہ کے بل زمین پر گری۔

اتنے میں پھوپھی آئی اور کہا: بیٹی! اٹھو۔ دلہن نے جواب دیا کہ پھوپھی کیسے اٹھوں میرے والد کا قاتل میری چادر اتار کر لے گیا ہے۔ اب اٹھوں تو کیسے؟

اس وقت پھوپھی نے بھتیجی سے معذرت کرتے ہوئے کہا بیٹی! اٹھو عمتك مثلك ''تیری پھوپھی بھی تیری طرح سے ہے۔ یعنی میری بھی چادر ظالموں نے لوٹ لی ہے۔

سامعین!

دیکھیے! دولہا اور دلہن میں کسی قدر مشابہت تھی؟ دولہا کو میدان میں تلوار لگی اور

وہ منہ کے بل زمین پر گرا اور دلہن کو شامِ غریباں ایک ظالم نے نیزہ مارا تو دلہن بھی زمین پر گر گئی۔

دولہا اور دلہن میں ''زفاف'' بھی ہوا تھا لیکن اس کی وہ نوعیت نہ تھی جو کہ باقی لوگوں کے زفاف کی ہوتی ہے۔

''عقد'' عاشور کے دن ہوا اور ''زفاف'' گیارہ محرم کے دن اس وقت ہوا جب مظلومہ دلہن اپنے دولہا کی لاش پر آئی۔

جب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی ڈولی امیرالمومنینؑ کے گھر لائی گئی تو آگے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے۔ بی بیؑ کے داہنے طرف جبریلؑ تھے اور بائیں طرف میکائیلؑ تھے اور دونوں فرشتوں کے ساتھ ستر ہزار فرشتے تھے۔

رسولِ خدا کی ازواج نے بھی شادی کے جلوس میں شامل ہو کر رجز پڑھے تھے۔ ادھر حضرت قاسم کی دلہن کی شادی کا جلوس بھی نکلا تھا۔ جب آپؑ کو زفاف کے لیے لایا گیا تو اس وقت بی بیؑ کے والد شہید ہو کر زمین پر لیٹے ہوئے تھے۔

حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی شادی ہوئی تو رسولؐ اللہ نے انتہائی مختصر جہیز دے کر روانہ کیا تھا جبکہ امام مظلومؑ کی شہزادی کے جہیز میں کچھ بھی نہ تھا۔

جب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی ڈولی روانہ ہوئی تو خواتین نے خوبصورت ترانے پڑھے تھے لیکن اس زفاف پر جو ترانہ پڑھا گیا وہ وہی تھا جسے حضرت زینب کبریٰؑ نے لاشِ حسینؑ پر پڑھا تھا اور اس میں سیّدہؑ نے کہا تھا:

یَا مُحَمَّدَاهُ! هٰذَا حُسَيْنٌ بِالْعَرَآءِ......

''نانا جانؐ! یہ آپ کا فرزند حسینؑ ہے جو صحرا میں پڑا ہوا ہے''۔

عزادارو!

عرب میں رواج ہے کہ شادی کے دوسرے دن خواتین شادی والے گھر آتی

ہیں اور سہرے پڑھتی ہیں۔ یہاں بھی یہ رسم پوری ہوئی تھی۔ لیکن کہاں پوری ہوئی؟ یہ رسم مقتل میں نوحہ خوانی اور مرثیہ خوانی کے ساتھ ادا کی گئی تھی۔

شادیوں کا دستور ہے کہ دولہا نئے اور خوبصورت کپڑے پہنتا ہے اور رشتہ دار خواتین دولہا کی چادر پر ایک اور چادر ڈال کر اس کے چاروں اطراف سے پکڑ کر مبارک باد دیتی ہیں۔ مجھے اس شادی کے دولہا کا علم نہیں ہے البتہ اتنا جانتا ہوں کہ جب مقتل میں مظلومہ دلہن پہنچی تو دیکھا کہ اس کے دولہے کا لباس اور عمامہ لٹ چکا تھا۔ حسینؑ دولہا جسے مظلوم نے شہداء کے لاشوں پر لٹایا تو جب دلہن وہاں پہنچی تو وہ اپنی سیج سے اتر کر زمین پر لیٹا ہوا تھا۔

شاید اسے اس "سیج" سے اتار کر زمین پر لٹایا گیا اور اس کا سرتن سے جدا کیا گیا۔

سامعین!

یہ شادی کی کیفیت تھی۔ مَیں نے زندگی میں پہلی مرتبہ ان کی یہ مصیبت پڑھی ہے۔

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ

جعفر التستری کسی تعارف کے محتاج نہیں علماء شیعہ میں بزرگ ترین نام ہے اور آپ نے ملاحظہ کیا کہ شیخ جعفر تستری نے عقد قاسم کو جناب قاسم ص کی سب سے بڑی مصیبت کہا ہے، اور پھر ان کے عقد کا اور ان کی مہندی کا ذکر کیا ہے ---

مومنین کرام اگر شہزادہ قاسم کا عقد اور مہندی ہی ان کا بڑا مصائب ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ جو لوگ عقد قاسم کی مخالفت کرتے ہیں وہ شہزادہ قاسم کے مصائب اور ان پر کیے گے ظلم پر پردہ ڈالتے ہیں اسے ضعیف کہہ کر باطل قرار دیتے ہیں ایسے لوگ امام حسن ص اور امام حسین ص کے مجرم ہیں یہ لوگ امام زمانہ کے سامنے جواب دہ ہیں

علاوہ ازیر … ں کو زور سے زمین
سے دے ما … زمین سے دھواں
نکلنے لگا۔ ز … ں زمین کا رنگ
دیکھ کر پہچان …
بعض …
… ت میں ستر پارہ ہائے
جگر شمار کئے … ندو صیتیں سن لے۔
۱۔ مج … ود پڑھنا۔
۲۔ مج … ازت دفن نہ دے
تو نانا کو میر …
۳۔ ج … ں کرنا۔

۱۷۵

انوارِ خمسہ

المعروف

کلیاتِ مفتاح الجنّہ

مصنف

الحاج محمد بن محمد الشہیر المقدس نجانی

ترتیب و نظرثانی

سید محمد شبر عباس

پیشکش
ولی العصر ٹرسٹ رتہ متہ ضلع جھنگ

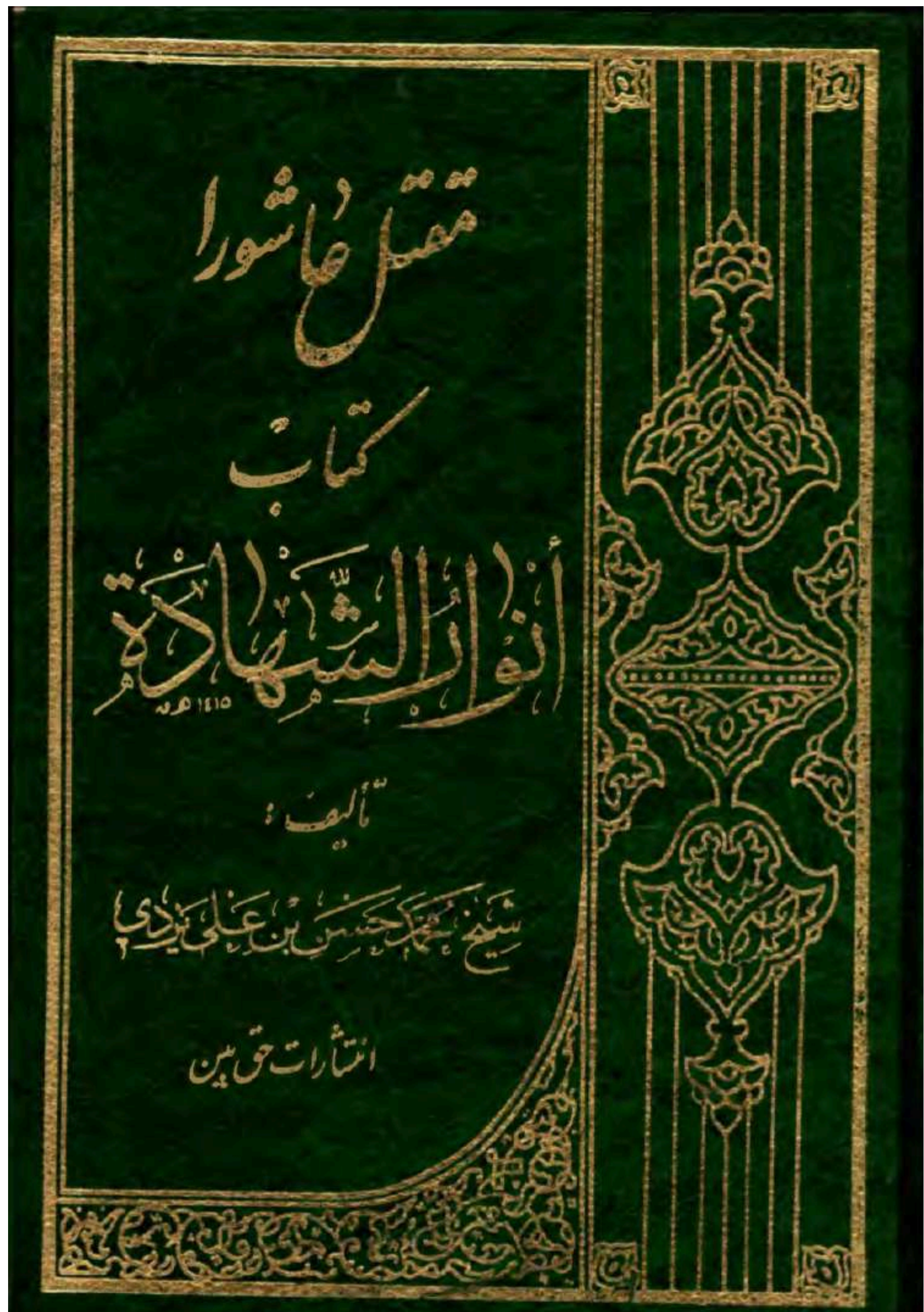
اس کے بعد آپ نے تمام اہلِ حرم کو جمع کیا۔ قاسم کا ہاتھ پکڑ کے امام حسین کے ہاتھ پہ رکھ کے فرمایا۔ حسین بھائی کربلا میں میں خود تو نہ ہوں گا میری طرف سے قاسم کو اپنے قدموں میں قربان کر دینا۔ کربلا تک قاسم کو میری امانت سمجھ کے رکھنا۔

بھائی میں چاہتا ہوں کہ اپنی فاطمہ بیٹی کا عقد میرے قاسم سے کر دینا۔ پھر آپ نے تمام اہلِ حرم اولاد اور امام حسین سے مخاطب ہو کر فرمایا۔

استودعکم اللہ واقراء علیکم السلام میرا آخری سلام ہو۔ میں تمہیں اللہ کی امان میں دے کے جا رہا ہوں۔

امام حسین نے امام حسن پر جو مرثیہ پڑھا اس کے دو اشعار

15


مقتل عاشورا
كتاب
أنوار الشهادة
١٤١٥ هـ
تأليف :
شيخ محمد حسن بن علي يزدي
انتشارات حق بين

104

فصل یازدهم

شهادت حضرت قاسم علیه السلام

بدان که از جمله وقایعی که موجب حزن و اندوه قلوب می‌باشد، شهادت قاسم و عروسی او است در کربلا. اگر چه در عروسی او خلاف است و بعضی انکار نموده‌اند ولکن حق، وقوع آن است؛ که جمعی ذکر نموده‌اند از محدّثین و مورّخین. از آن جمله، شیخ فخرالدّین طریحی که از افاضل علماء شیعه است و در کتاب منتخب ذکر کرده‌است و مستند بر روایت نموده‌است. و در کتاب مقتل ابن عربی و کتاب حرزالایمان نیز، نسبت به حدیث داده‌است. و ملاحسین کاشفی در روضة‌الشهداء ایراد کرده‌است از مقتل‌ها و تواریخ. و کلام مورخین در امثال این امور، خالی از اعتبار نیست. به علاوه از شیخ جلیل مبرور، نقل شده‌است که در تورات حضرت موسی ـ علی نبیّنا واله وعلیه الصلوة والسلام ـ اشاره به آن شده‌است.

مؤلّف فقیر گوید: دیدم در ترجمهٔ وحی، که از جمله وحی‌های معتبرهٔ خدایی است و در نزد بنی‌اسرائیل صحیح و معتبر است و دالّ است بر صحت نبوت پیغمبر ما صلی الله علیه و آله و مشتمل است بر خبرهای غیب الهی و آن نیز قرینه بر صحت آن، در آنجا نیز، ذکر کرده‌است عروسی قاسم را و حنا بستن عروس او به خون او را به طریق اشاره. و مجمل این حکایت جان‌سوز آن است که بعد از شهادت جمیع اصحاب آن بزرگوار و برخی از سلسلهٔ اطهار نوبت جانبازی به حضرت قاسم رسید.

«وَهُوَ غُلامٌ صَغیرٌ لَم تَبلُغِ الحُلُمَ.»

و او پسر کوچکی بود که به حد بلوغ نرسیده‌بود.

آمد به خدمت امام مظلوم به قصد شهادت.

«وَکانَ وَجهُهُ کَفِلقَةِ القَمر.» و صورت منورش مثل پاره ماه می‌درخشید.

همین که نظر مبارک آن حضرت به او افتاد که عازم جهاد گردیده‌است،:

«اِعتَنَقَه وَجَعَلا یَبکِیانِ حَتّی غُشِیَ عَلَیهِما.»

حضرت دست‌ها را به گردن قاسم درآورد و آن قدر هر دو گریستند که بی‌هوش شدند. پس همین که به هوش آمدند، قاسم عرض کرد:

«یا عَمّ، الإجازَةَ.»

ای عمّ بزرگوار مرا رخصت حرب مخالفان فرما تا بروم و جان ناقابل خود را فدای مقدم شریفت گردانم. فرمودند: «أنتَ مِن أخي علامة.»

ای نور دیده، تو یادگار برادرم حسنی و چگونه راضی شوم که بنی‌امیّه بدن تو را پاره‌پاره نمایند؟ هر چند اصرار نمود، حضرت از او امتناع فرمود. پس قاسم محزون، در گوشه‌ای نشست و اشک از دیده‌اش جاری بود و سر خود را در دامن تفکّر فرو برده‌بود؛ که ناگاه به خاطرش آمد که امام حسن علیه السلام تعویذی نوشته بر بازویش بسته‌بود و فرموده که:

«أذا أصابَكَ ألم فَعَلیك بِحلِّ العَوذةِ وَقِراءَتِها وَالعَمَلِ بِما فیها.»

ای قاسم هروقت برسد بر تو مصیبتی، بر تو باد که بگشایی بازوبند خود را و آنچه در او نوشته‌است بخوانی و به مقتضای آن عمل نمایی.

پس قاسم گفت هرگز تا حال چنین مصیبتی و غمی روی نیاورده‌است پس گشود بازوبند خود را و نگاه کرد و دید که نوشته‌است:

«یا قاسِم أُوصیکَ إذا رَأیتَ عَمَّكَ الحُسَینَ في کَربلاءَ غَریباً وَقَد أحاطَت به الأعداءُ فَلاتَترُك البرازَ وَلاتَبخل عَلَیهِ بِروحِکَ.»

ای قاسم، وصیت می‌کنم تو را هرگاه ببینی عمّ بزرگوار خود، حسین را که در صحرای

کربلا غریب و تنها مانده و دشمنان، دور او را احاطه کرده‌باشند، پس دست از جهاد برمدار و جان خود را بی‌دریغ فدای او نما؛ هر چند تو را منع نماید از جهاد، التماس نما تا اذن گرفته در رکاب او شهید شوی و به سعادت ابدی فائض گردی.

پس قاسم خط مبارک پدر خود را برداشته آمد به خدمت عمّ مظلوم خود و نشان داد. همین که نظر مبارک آن حضرت بر خط شریف برادر خود افتاد:

«فَبَکی بُکاءً شدیداً وَنادی بِالوَیلِ والثُّبورِ.»

گریست گریهٔ شدیدی و صدای ناله و فریاد آن حضرت بلند شد.

و فرمود: ای نور دیده اگر پدر تو وصیتی به تو نموده بـه مـن هـم وصـیتی کرده‌است و واجب است انعقاد آن و آن این است که فاطمه نام، دختر خود را به عقد تو درآورم. پس دست قاسم را گرفته داخل خیمه نمود و حاضر نمود برادرهای خود عباس و عون و جعفر را، پس صدا زد مادر قاسم را و فرمود:

«ألَیس لِلقاسمِ ثِیابٌ جُددٌ؟ قالَت: لاوَاللّه.»

آیا از برای قاسم لباس نویی هست که بر او بپوشانم؟ گفت: نه به خدا قسم.

پس حضرت به زینب فرمود: ای خواهر، حـاضر کـن فـلان صـندوق را که جامه‌های برادرم امام حسن در آن می‌باشد؛ پس زینب آن صندوق را حاضر نـمود. حضرت آن را گشود و بیرون آورد قبای امام حسن را و بر او پوشانید و عمّامهٔ امام حسن علیه‌السلام را بر سر قاسم بست و دست دختر خود را که نامزد قاسم بود گرفت و او را به عقد قاسم درآورد. و آنگاه اجازهٔ میدان داد و فرمود:

«یا وَلَدي أتَمشي بِرِجلك ألَی المَوت؟»

ای فرزند، آیا به پای خود به سوی مرگ می‌روی؟ قاسم عرض کرد:

«کَیف یا عَمِّ وَأنت تَکونُ وحیداً بَینَ الأعداءِ وَحیداً فَریداً وَلَم تَجد محامیاً وَلاصَدیقاً.» ای عمّ بزرگوار، چگونه نروم و حال آن که تو را می‌بینم تنها و بی‌کس در میان دشمنان گرفتار، نه دوستی و نه یاوری.

«روحي لِروحك الفِداءُ وَنفسي لِنفسِك الوِقاءُ.»

جانم فدای تو و بدنم فدای بدن تو باد. پس اصرار بسیار و الحاح بی‌شمار نمود تا امام را راضی کرد. پس حضرت گریست.

«وَشَقَّ أزیاقَ القاسِمُ وَقَطع عِمامَتهُ بِنصفینِ نِصفاً أدلاها عَلی وَجهِه بِصورةِ الکَفنِ وَشدَّ نِصفَها الآخِرِ عَلی رَأسِه.»

و جامهٔ قاسم را چاک زد و عمامهٔ او را دو حصه نمود و حصه‌ای به سر او بست و حصهٔ دیگر را به صورت کفن بر قـامتش پـوشانید و شـمشیری حـمایل او کـرد و روانـه قتالش نمود. مؤلف فقیر گوید: در اخبار و کتب مقاتل ندیدم که امام مظلوم بر احدی از شهداء کفن بپوشاند به غیر از قاسم؛ گویا همین لباس عروسی او بوده که امام، بر او پوشانید تا در میان شهداء ممتاز باشد به عروسی. وای بر بنی‌امیّه که لباس عروسی او را غارت کردند و بدنش را برهنه در میان خاک و خون انداختند. پس قاسم، همین که وارد میدان شد، نظر مبارکش به عمر بن‌سعد افتاد، صدا زد:

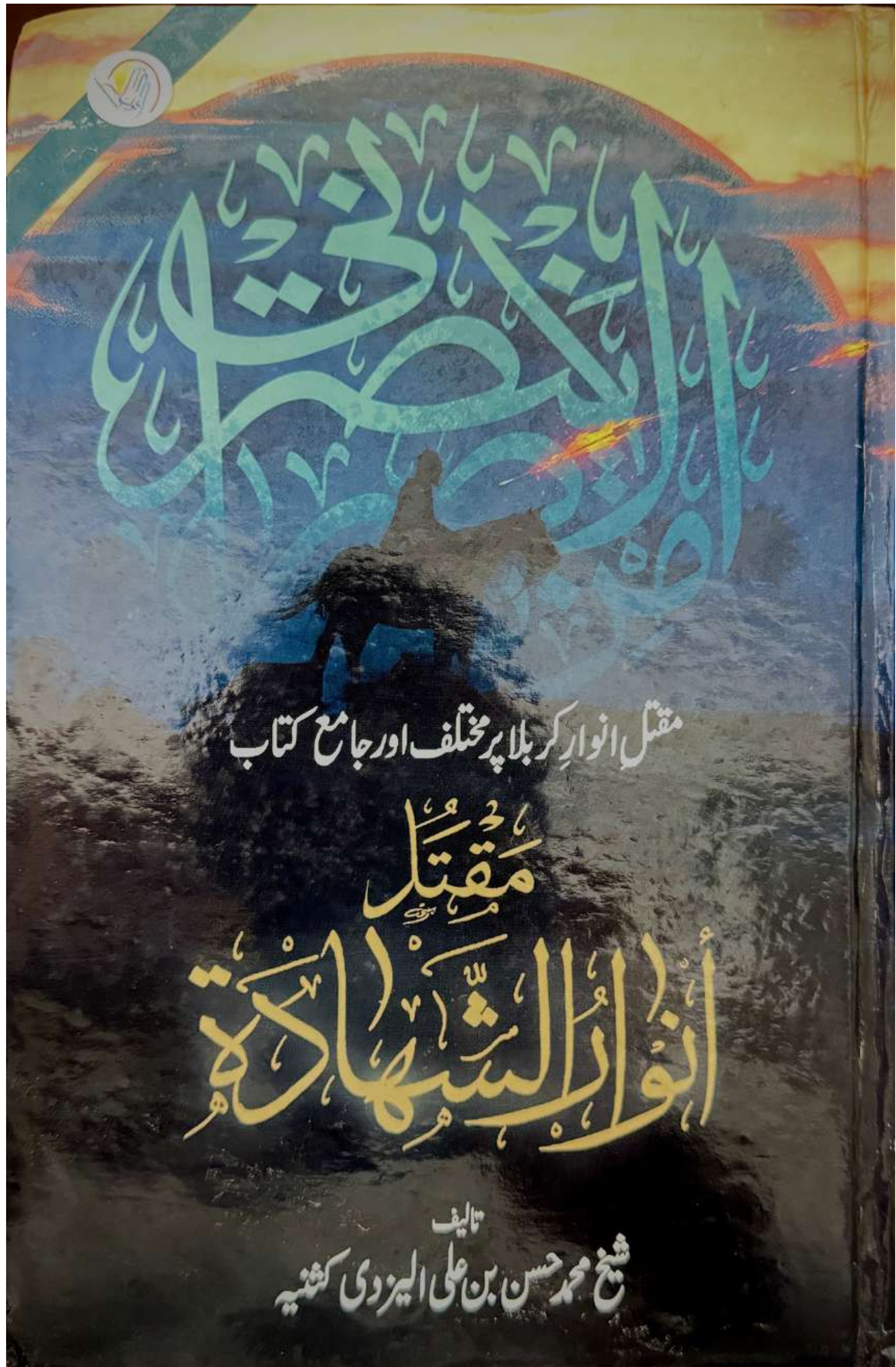
«یا عُمر، أما تَخافُ‌الله یا أعمی القَلب أما تُراعي رَسولَ‌الله تَدَّعي الإسلامَ وَآل رَسولِ اللّهِ عِطاشاً ظِماءاً قَد اسوَدّت الدنیا بِأعیُنهم.»

ای عمر، آیا از خدا نمی‌ترسی؟ ای باطن کـور، آیـا رعـایت حـقّ رسـول خـدا را نمی‌کنی؟ چگونه ادعای اسلام می‌نمایی و حال آن که آب فرات را بر روی او و اهل‌بیت پیغمبر بسته و صدای العطش ایشان بلند است و از شدّت تشنگی دنیا در نظر ایشان تاریک و سیاه شده‌است. آن ملعون گفت: دست از تکبّر بردارید و اطاعت کنید یزید را تا شما را آب دهم. پس قاسم گفت:

«لاجَزاك اللّهُ خَیراً.» خدا جزای خیر به تو ندهد و رحمت خود را از تو قطع کند.

پس ساعتی ایستاد و دید کسی به مبارزت او نیامد، مراجعت به خیمه نمود و همین که رسید به در خیمه، صدای گریهٔ مادرش را شنید که در غریبی او گریه می‌کند. پس ایشان را صدا زد و دفعهٔ دیگر وداع نمود و رکاب امام را بوسید و روانه جهاد گردید و این رجز را می‌خواند:

إن تُـنکروني فَـأنَا ابـنُ الحَسـن   سِـبطِ النَّـبيِّ المُـصطَفی المُـؤتَمن



مقتلِ انوارِ کربلا پر مختلف اور جامع کتاب
مقتل
انوار الشہادۃ
تالیف
شیخ محمد حسن بن علی الیزدی کشنیہ

شہادت حضرت قاسم علیہ السلام

جان لو کہ من جملہ واقعات میں سے جو دلوں کے حزن واندوہ کا سبب ہے کربلا میں شہادت قاسم علیہ السلام وشادی قاسم علیہ السلام ہے۔ اگرچہ انؑ کی شادی میں اختلاف ہے۔ بعض نے اس کا انکار کیا ہے لیکن اس کا واقع ہونا حق ہے۔ محدثین اور مؤرخین کی جماعت کہ جنہوں نے ذکر کیا ہے من جملہ:

شیخ فخر الدین طریحی جو شیعہ کے افاضل علماء میں سے ہیں جنہوں نے اپنی کتاب "منتخب" میں اسے ذکر کیا ہے اور اس روایت پر اعتبار کیا ہے۔

اور "مقتل ابن عربی" میں اور کتاب "حرز الایمان" میں بھی اس حدیث کی طرف نسبت دی گئی ہے۔

ملا حسین کاشفی "روضۃ الشہداءؒ" میں بیان کرتے ہیں کہ مقاتل وتواریخ اور کلام مورخین سے ان امثال میں یہ واقعہ اعتبار سے خالی نہیں ہوسکتا۔ اس کے علاوہ شیخ جلیل مبرور سے نقل ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تورات میں اس کا ذکر ہوا ہے۔[1]

---

[1] ۔ بحارالأنوار، ج ۴۵ ص ۳۴۳ باب ۳۷، اسرارالشہادہ، ج ۲ ص ۳۰۴، منتخب طریحی، ج ۲ ص ۳۷۳۔

جن کے نام مصنف نے لئے ہیں ان کے علاوہ علامہ خبیر ودانشمند بزرگوار مرحوم شیخ جعفر شوستری بھی اس کی تائید فرماتے ہیں (کتاب مواعظ فصل ہفتم) ضمناً اس قضیے کی طرف بھی توجہ ہونی چاہیے کہ اصل قصہ خطبہ نکاح ہے جو امام حسین علیہ السلام نے جناب قاسم علیہ السلام اور اپنی بیٹی سلام اللہ علیہا کے درمیان پڑھا لیکن اس طرح شادی جو آج کی اصطلاح میں ہے ویسے انجام نہیں پائی اور خطبہ کے اتمام کے بعد شہزادے قاسم علیہ السلام نے بلا تاخیر اذنِ جہاد مانگا اور میدان کی طرف روانہ ہوئے، اسی طرح جو مقاتل میں بھی آیا ہے کہ جناب قاسم علیہ السلام نے فرمایا: (اِنَّ عِرْسَنَا اَخَّرْنَاهُ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ)۔ "بیشک ہماری شادی نے قیامت تک تاخیر پائی"۔

مؤلف فقیر کہتا ہے:

میں نے وحی کے ترجمہ میں دیکھا ہے کہ من جملہ وہ وحی جو خدا کی طرف سے معتبر اور بنی اسرائیل کے نزدیک بھی صحیح و معتبر ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت پر دلالت کرتی ہیں اور جو غیب کی خبروں پر مشتمل ہے، اس میں بھی اس قرینہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

اشارے کے طور پر بیان کیا گیا ہے کہ شہزادہ قاسم علیہ السلام کو اُن کے خون سے مہندی لگائی گئی اور اس دلخراش کہانی کا مکمل خلاصہ یہ ہے کہ جب تمام اصحاب کی شہادت کے بعد جناب قاسم علیہ السلام کی شہادت کی نوبت پہنچی۔

وَهُوَ غُلَامٌ صَغِيرٌ لَمْ تَبْلُغِ الْحُلُمَ۔

"وہ چھوٹا بچہ تھا جو سن بلوغ تک نہ پہنچا تھا"۔

اور قصد شہادت سے امام مظلوم علیہ السلام کے پاس آئے:

وَ كَانَ وَجْهُهُ كَفَلْقَةِ الْقَمَرِ۔

"اور اس کی صورت روشن چاند کی طرح چمک رہی تھی"۔

جیسے ہی امام علیہ السلام کی نظر شہزادےؑ پر پڑی کہ جہاد کی طرف جا رہے ہیں:

اِعْتَنَقَهُ وَ جَعَلَا يَبْكِيَانِ حَتّٰى غُشِيَ عَلَيْهِمَا۔

"مولاؑ نے اپنی بانہیں قاسم علیہ السلام کے گلے میں ڈالیں اس قدر دونوں نے گریہ کیا کہ غش کھا گئے"۔

جیسے افاقہ ہوا قاسم علیہ السلام نے عرض کیا:

يَا عَمِّ، اَلْاِجَازَةُ۔

"اے چچاؑ بزرگوار! مجھے اجازت دیں کہ آپؑ کے مخالفین سے جنگ کروں اور آپؑ پر اپنی جان کو فدا کروں"۔

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا:

اَنْتَ مِنْ اَخِی عَلامَةٌ

"اے میری آنکھوں کے نور تو میرے بھائی کی نشانی ہے"۔

کس طرح راضی ہوسکتا ہوں کہ بنی اُمیہ تیرے بدن کو پارہ پارہ کریں؟

جتنا بھی وہ اصرار کرتے امام علیہ السلام منع فرماتے۔

پس قاسم علیہ السلام محزون آنکھوں سے آنسو بہاتے ایک گوشہ میں بیٹھ گئے اور اپنے سر مبارک کو نیچے جھکا کر سوچ میں گم تھے، اچانک ان کو یاد آیا کہ ایک تعویذ جو امام حسن علیہ السلام نے انؑ کے بازو پر باندھ کر فرمایا تھا کہ:

اِذا اَصابَكَ اَلَمٌ فَعَلَيْكَ بِحَلِّ الْعَوْذَةِ وَ قِراءَتِها وَالْعَمَلِ بِما فيها۔

"اے قاسم علیہ السلام! جب بھی تجھ پر کوئی مصیبت آئے تو تم پر لازم ہے کہ اس کو کھول کر لکھے ہوئے کو پڑھنا اور اس کے مطابق عمل کرنا"۔

پس قاسم علیہ السلام نے کہا: ابھی تک مجھ پر ایسی مصیبت نہیں آئی، پس انہوں نے اپنے بازو کے تعویذ کو کھولا تو اس پر لکھا تھا:

يا قاسِمُ اُوصيكَ اِذا رَأَيْتَ عَمَّكَ الْحُسَيْنَ فى كَرْبَلاءَ غَريبا وَ قَدْ اَحاطَتْ بِهِ الاعْداءُ فَلا تَتْرُكِ الْبِرازَ وَ لا تَبْخَلْ عَلَيْهِ بِرُوحِكَ۔

"اے قاسم علیہ السلام! تجھے وصیت کرتا ہوں کہ جب بھی اپنے چچا حسین علیہ السلام کو دیکھو صحرائے کربلا میں غریب و تنہا رہ گیا اور دشمنوں نے انؑ کا احاطہ کیا ہوا ہے پس جہاد سے ہاتھ نہ اٹھانا اور اپنی جان کو بے دریغ انؑ پر فدا کرنا جتنا بھی تمہیں جہاد سے منع کریں تم التماس کرتے رہنا جب تک تمہیں اجازت نہ ملے اور انؑ کی رکاب میں شہید ہونا اور سعادت ابدی

پر فائز ہونا"۔

پس جناب قاسم علیہ السلام نے اپنے بابا کا خط اٹھایا اور اپنے مظلوم چچا کی خدمت میں وہ خط پیش کیا، جیسے ہی امام علیہ السلام کی اس خط پر نظر پڑی:

فَبَکٰی بُکَاءً شَدِیْدًا وَنَادٰی بِالْوَیْلِ وَالثُّبُوْرِ۔

"گریہ کیا اور شدید گریہ کہ امام علیہ السلام کی صدائے نالہ بلند ہوئی اور فرمایا:

اے میری آنکھوں کے نورؑ!

اگر آپؑ کے باباؑ نے آپؑ کو کوئی وصیت کی ہے تو مجھے بھی ایک وصیت کی ہے جس کا انعقاد مجھ پر واجب ہے وہ یہ ہے کہ میں اپنی بیٹی فاطمہ سلام اللہ علیہا کا تمہارے ساتھ عقد کروں۔

پس شہزادہ قاسم علیہ السلام کا ہاتھ پکڑا اور خیمہ میں داخل ہوئے اپنے بھائیوں کو حاضر کیا اور اس کے بعد مادر قاسم علیہ السلام کو صدا دی اور فرمایا:

اَلَیْسَ لِلْقَاسِمِ ثِیَابٌ جُدَدٌ؟ قَالَتْ: لَا وَاللّٰہِ۔

"آیا قاسم علیہ السلام کے لئے کوئی نیا لباس ہے کہ اسے پہناؤں؟

انہوں نے فرمایا: خدا کی قسم! نہیں ہے"۔

پس امام علیہ السلام نے بی بی عالیہ سلام اللہ علیہا سے فرمایا:

اے بہنؑ! فلاں صندوق لاؤ کہ اس میں بھائی حسن علیہ السلام کا لباس ہے۔

بی بی عالیہ سلام اللہ علیہا نے وہ صندوق حاضر کیا اور اس کو کھول کر امام حسن علیہ السلام کی قباء باہر نکالی اور وہ قاسم علیہ السلام کو پہنائی اور امام حسن علیہ السلام کے عمامے کو شہزادے قاسم علیہ السلام کے سر پر باندھا اپنی بیٹی کا ہاتھ جو قاسم علیہ السلام کے نام تھی پکڑا اور اس کو شہزادہ قاسم علیہ السلام کے عقد میں دیا۔

اس کے بعد میدان میں جانے کی اجازت دے کر فرمایا:

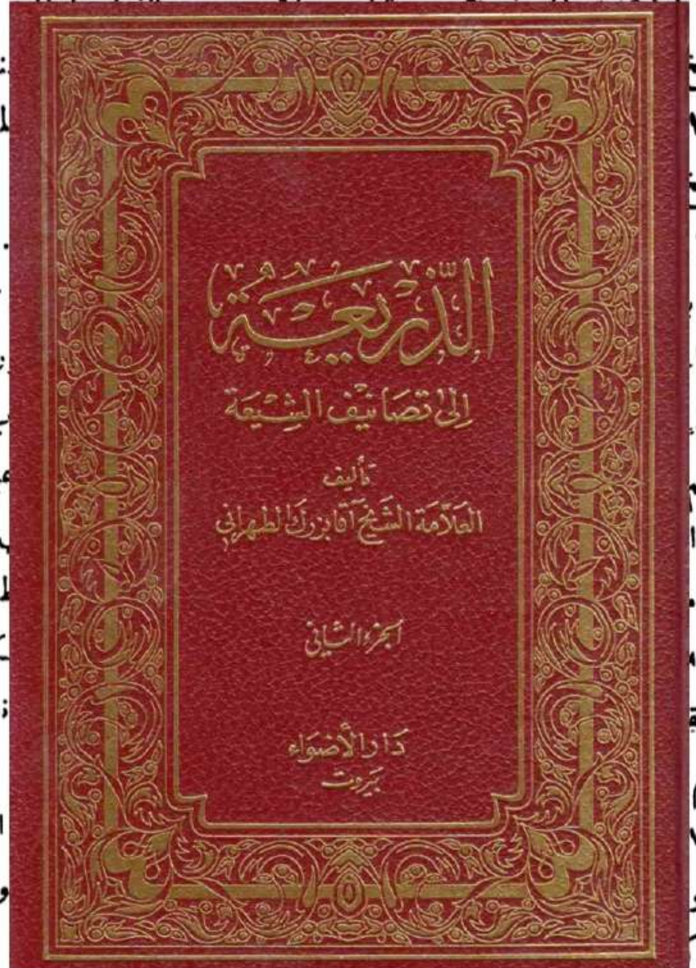
یَا وَلَدِیْ اَتَمْشِیْ بِرِجْلِكَ اِلَی الْمَوْتِ؟۔

انوار الشهادۃ فارسی زبان میں ایک مقتل کی کتاب ہے، جسے مولی حسن بن علی الیزدی الکاحنوی الحائری نے تصنیف کیا، جن کا انتقال سنہ 1297 ہجری میں ہوا، ان کی ایک اور کتاب " أنوار الہدایۃ والموائد" بھی ہے ---

یہ مصنف المولیٰ حسن بن محمد علی الیزدی الحائری سے بہت بعد کے دور کے ہیں، جو کہ مہیج الأحزان کے مصنف اور السید محمد المجاہد (وفات سنہ 1242 ہجری) کے شاگرد ہیں --

یہ کتاب (انوارِ شہادت) ایک مرتبہ " نور العین " کے حاشیے پر شائع ہوئی، دوسری مرتبہ مراثی وصال کے حاشیے پر، اور تیسری مرتبہ سنہ 1303 ہجری میں بیدل کے حاشیے پر شائع ہوئی ---

یہ کتاب صاحبِ کتاب تک ثابت ہے اور شیعہ کی معتبر کتاب ہے ---



١٦٩٤ : أنوار الشهادة) مقتل فارسي للمولى حسن بن علي اليزدي الـككنوي الحائري المتوفى سنة ١٢٩٧ ، وله « أنوار الهداية والموائد » كما يأتي ، وهو مؤخر بكثير عن المولى حسن بن محمد علي اليزدي الحائري مؤلف « مهيج الأحزان » وتلميذ السيد محمد المجاهد الذي توفي سنة ١٢٤٢ ، طبع مرة على هامش « نور العين » في مختصر رياض الشهادة ، وأخرى على هامش « مرائي وصال » وثالثة على هامش « بيدل » ١٣٠٣



برِّ صغیر میں فضائل و مصائب پر اُردو میں
پہلی بار چھپنے والی بے مثال کتاب

عینُ البُکا فی مجلس سیّد الشہداءؑ

مؤلف

جناب محترم نواب عطااللہ خان صاحب مرحوم رحمۃ اللہ علیہ
(آف انڈیا)

پیشکش

الحاج مولانا محمد ایوب بشوی ایم اے
بانی کاروانِ حج مکّہ لاہور

ناشر

فور فائیو پبلشر لاہور پاکستان

اٹھویں مجلس: شہادتِ نوشاہِ حضرت قاسم ابن الحسن علیہ السلام

روایانِ اخبارِ جگر سوز و ناقلانِ آثارِ حکایتِ غم اندوز یوں روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت قاسمؑ بن الحسن علیہ السلام نے دیکھا کہ سب اصحاب حضرت امام حسینؑ کے شہید ہوئے اس وقت اپنے عم بزرگوار سے رخصت جہاد کی مانگی حضرت نے گلے لگایا اور یہاں تک روئے کہ نزدیک تھا بیہوش ہو جائیں ہر چند حضرت قاسمؑ رخصت مانگتے تھے

حضرت منع کرتے تھے آخر حضرت قاسمؑ خیمہ میں اپنے آئے اور یاد آیا کہ حضرت امام حسنؑ نے ایک تعویز ان کے بازو پر باندھا تھا اور کہا تھا کہ جس وقت تجھ پر کوئی مشکل وقت آ جائے اس وقت اسے کھول کر تو پڑھو۔ جس وقت حضرت قاسمؑ نے پڑھا تو دیکھا کہ حضرت امام حسنؑ نے اپنے دستخط سے لکھا ہے کہ اے قاسم جس وقت بھائی میرا حسینؑ کربلا میں جائے اور اگر گرفتارِ ظلم شامیان ہوئے تو پہلے تو اپنی جان فدا کریں اس وصیت نامہ کو حضرت قاسمؑ حضرت امام حسینؑ کی خدمت میں لے گئے حضرت نے جب پڑھا تو ایک آہ کھینچی اور فرمایا کہ اے قاسمؑ چاہتا ہے تو کہ اس وصیت پر عمل کرے مجھے بھی ایک وصیت فرمائی ہے بھائی نے میں بھی اس پر عمل کروں گا اور ہاتھ حضرت قاسمؑ کا پکڑ کر خیمہ میں تشریف لائے اور حضرت عباس علیؑ کو بلایا اور مادرِ قاسمؑ سے فرمایا کہ ساز عروسانہ تیار کرا اور حضرت زینبؑ سے کہا کہ میرے بھائی کی پوشاک قاسمؑ کو پہناؤ اور فاطمہ کبرا کو دلہن بناؤ اور آپ اور حضرت عباس علیؑ نے صیغہ پڑھا اور حضرت فاطمہ کبرا کا ہاتھ پکڑ کر حضرت قاسمؑ نے ہاتھ دلہن کا چھوڑ دیا اور چاہا کہ باہر جائیں دلہن نے دامن پکڑ لیا اور کہا کہ اے قاسمؑ کیا خیال ہے حضرت قاسمؑ روئے اور کہا کہ عروسی اور دامادی ہماری قیامت پر رہی دلہن نے کہا کہ قیامت میں کس نشان سے پہچانوں میں اور کہاں ڈھونڈوں حضرت قاسمؑ نے کہا کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس میں ہوں گا اور آستین اپنی چاک کی اور کہا کہ اس نشان سے پہچانو قیامت میں۔ تمام اہلبیتؑ میں ایک قیامت برپا ہوگئی جس وقت حضرت امام حسینؑ نے دیکھا کہ قاسمؑ میدان میں جانے کو تیار ہے فرمایا کہ اے قاسمؑ اسی طرح سے نہ جا پس دست مبارک بڑھایا اور گریبان حضرت قاسمؑ کا چاک کیا کفن بنایا اور اپنی تلوار حضرت قاسمؑ کے ہاتھ میں دی حضرت قاسمؑ جس وقت میدان میں گئے تو کسی کی جرأت نہ پڑی کہ حضرت قاسمؑ سے لڑنے کو آئے حضرت قاسمؑ یکہ وتنہا فوجِ اعداء میں گھس گئے اور بہت سے مخالفوں کو مارا لیکن جب پیاس سے چور چور ہوئے تب حضرت امام حسینؑ کی خدمت میں آئے اور عرض کی **یا عماہ العطش العطش** کہ اگر ایک قطرہ پانی کا میرے حلق میں پہنچے تو میں پھر ان سے لڑوں حضرت امام حسینؑ نے فرمایا کہ اے قاسمؑ نزدیک ہے کہ تو اپنے جد کے ہاتھ

سے آب کوثر پئے گا اے قاسمؑ تیری ماں تیرے فراق میں روتی ہے اس سے مل آ پس حضرت قاسمؑ جس وقت در خیمہ پر آئے تو فاطمہ کبریٰؑ اور ماں حضرت قاسمؑ کی بے اختیار باہر نکل آئیں اور حضرت قاسمؑ کی پاؤں پر گر پڑیں اور گریہ کرتی تھیں اس وقت حضرت قاسمؑ نے ان کی کو تسلی دی اور وداع کیا اور میدان میں تشریف لے گئے ناگاہ حضرت قاسمؑ کی نگاہ عمر سعد کی فوج کے سربراہ پر پڑی اس طرف کو چلے اور چاہا کہ اس کو قتل کریں کہ ناگاہ سوار اور پیادے حضرت قاسمؑ پر ٹوٹ پڑے نیزے اور تیر اور تلواریں مارتے تھے یہاں تک کہ کافی زخم جسم مبارک پر لگے اس وقت گھوڑے سے گرے اور پکارا کہ **یا عماہ ادر کنی** جس وقت حضرت امام حسینؑ میدان میں پہنچے تو دیکھا کہ حضرت قاسمؑ خاک وخون میں لوٹتے ہیں حضرت گھوڑے سے کودے اور گود میں لیا اور خیمہ میں لے آئے اور کہا کہ اے قاسمؑ مجھے اکیلا چھوڑا حضرت قاسمؑ نے آنکھیں کھول دیں اور دیکھا کہ سر حضرت امام حسینؑ کی گود میں ہے کلمہ طیبہ پڑھا اور بہشت کو تشریف لے گئے اس وقت مادر قاسمؑ قاسمؑ کی لاش کو گلے سے لگاتی تھیں اور گویا کہ یہ نوحۂ سانسوز پڑھتی تھیں اور ماتم کرتی تھیں۔ یاد رہے کہ حضرت قاسمؑ کی لاش نہیں بلکہ لاش کے ٹکڑوں کو امام حسینؑ ایک چٹائی میں جمع کر کے خیمے میں لائے تھے۔ (بشوی)

نوحہ

قاسمؑ کی ماں کہتی ہے کہ قاسمؑ کدھر گیا   پیٹتے ہے سر کھڑی کہ میرا لال مر گیا
کربل میں میں نے اسلئے شادی رچائی تھی   جو سر کٹا کے اپنا وہ جی سے گذر گیا
افسوس آج بیاہ کے دن مر گیا وہ شاہ   ہائے ہائے نئی بنی پہ نیا داغ دھر گیا
پیٹتی دلہن بھی رو رو کے باچشم خونچکاں   کہتی ہے رانڈ میں ہوئی دولہا جو مر گیا
سر پر تھا سہرا ہاتھ میں کنگنا بندھا ہوا   اس طرح اپنے بابا کے کہنے پردے کے سر گیا
شادی رچا کے رن میں گیا دیر ہو گئی   قاسمؑ پھر ادھر کو نہ جی سے گذر گیا
قاسمؑ کا آج پڑ گیا ماتم جہان میں   خاموش اے عطا کہ وہ نو شاہ مر گیا

﴿نویں مجلس کی روایت﴾

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مَنْ بَكٰى عَلَى الْحُسَيْنِ

کتاب عینُ البکا مولف تک ثابت ہے اور شیعہ کی معتبر کتاب ہے، الذریعہ میں مولف کا نام عطا اللہ کی جگہ عبد اللہ لکھا ہے میرے خیال میں یہ پرنٹنگ کی وجہ سے ہے یا صاحب الذریعہ سے بھول ہوئی ہے ۔

اس کتاب میں بھی شہزادہ قاسم کے عقد کا ذکر کیا گیا ہے جو آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں

(عين الاحسان) راجع عهدنامهٔ حضرت رسول.

(٢٣١٦ : عين الاصول) ... ى
الكاشاني المتوفى بالوبا... ى
في النجف اوله : [الحمـ... لى
مقاصد ذات ابواب وفصـ... ى
الثانية ١٢٠٨ ونسخة ... لله
الشبر في النجف.

(٢٣١٧ : عين الاصول) ... لى
محمدتقي بن محمدحسي...

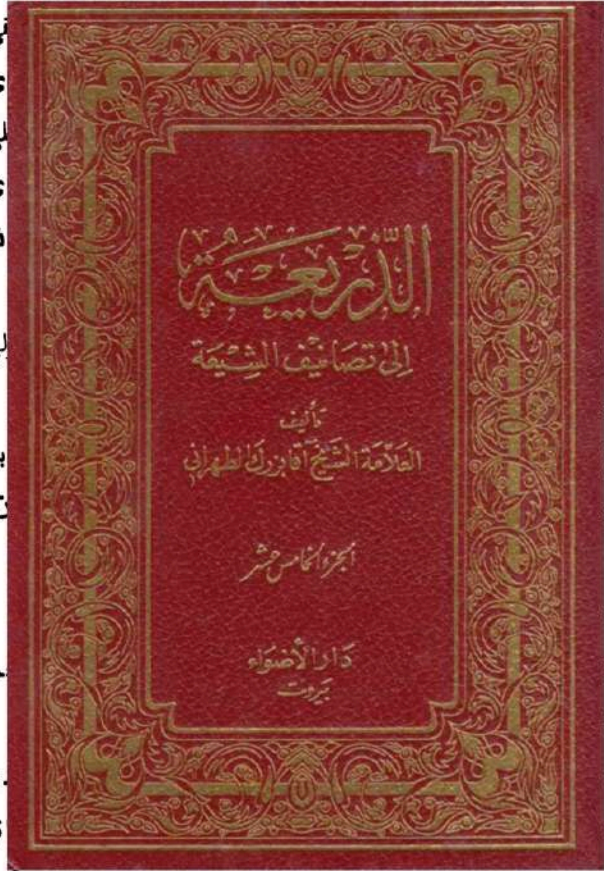
(٢٣١٨ : عين الاصول) ... بن
ابي سليمان ظفر الحمدان... ن»
المذكور في٨ : ٢٥٢

(عين الافاضل) هو مؤيد...

(٢٣١٩ : العين الباصرة) ... حمد
حسن القائني البيرجند...

(٢٣٢٠ : عين البكاء) ... ى
نزيل كاشان من تلامي... نى
في١١٠٢ . روى فيها عن محمدباقر المجلسي. يوجد عند (السيد شهاب الدين) وقد ألفه بهافي١٠٩٩ كما في نسخة القمشهي. مرتب على اثنين وعشرين باباً اوله: [الحمد لله الذي جعل عين البكاء للباكين عطشان يوم الدين ...] وتاريخ كتابة النسخة الموجودة عند (العل... الكاظمية) ١٢٤٥ . ونسخة اخرى من «عين البكاء» في كتب ميرزا آقا فاضل الهاشمي... سبزوار. وفيه: انه الفه في كاشان في١٠٩٩ ويأتي له «لب عين البكاء» وطبع عين البكـ... بلكهنو١٢٨٤.

(٢٣٢١ : عين البكاء) مقتل مطبوع بلسان الاردو. للمولوي السيد عبدالله خان صاحب وهو نظم ونثر. مطبوع.





بسم الله الرحمن الرحیم
اللهم یا ذالجلال والاکرام
تقبل هذه الکتاب من مصنفه
بجاه محمد وآله الطاهرین

الحدیث عن رسول الله اذا ظهرت البدع فللعالم ان یظهر علمه
وان کتمه فعلیه لعنة الله والملائکة والناس اجمعین
وفی روایة اخری الجمه الله بلجام من النار

بسم الله الرحمن الرحیم
الحمد لله الذی خلق الانسان
ثم علمه البیان
وکرمه بالنطق علی سائر الحیوان
بطفیل محمد خاتم الانبیاء وآله
الطاهرین الهداة للعالمین الی جنات الخلود
والرضوان

مجالس شاہکار

لمولوی نبی بخش

من سنہ ۱۳۵۴ ہجری

در مشہد مقدس

که برای مومنین اول خود بسبقت میکردید در سلام گفتن وحالا جواب سلام من نمیدهی البته عذر دارید که سر مبارک بر بدن ندارید که جواب مرا بدهید ای حسین فرزند رسول الثقلین البته جهاد نمودی در اقامه دین اسلام و برای اقامه صلوة که جان عزیز خود را قربان فرمودید همینطور میگفت پس حضرت امام زین العابدین کسی را فرستادند که برو بجابر بگو که ناموس حسینی وارد شده اند ومیخواهند که زیارت قبر الشهداء را بنمایند چون جابر پیغام امام زین العابدین را شنید گریبان خود را بیک سمت کشید!

ومخدرات عصمت وطهارت نزدیک رفتند چون حضرت زینب گودی قتلگاه را مشاهده نمود بی اختیار بهای های گریه شروع کرد گویا در نظر آن مخدره منظر وقت عصر عاشورا هویدا گردید که حضرت سید الشهداء را از چهار طرف احاطه کرده اند واز نیزه وتیر وخنجر وشمشیر بر آن مظلوم تشنه وگرسنه حمله میکنند وشمر لعین بر سینه مبارک که خزینه اسرار الهیه است قدم نحس گذاشته وزمین کربلا متزلزل شده وصدای منادی از آسمان می آید الا الا قد قتل الحسین بکربلا الا الا قد ذبح الحسین بکربلا وحضرت ام لیلی مادر گرامی شاهزاده علی اکبر بر قبر فرزند نوجوان خود [illegible] ار گریه شروع کرد وحضرت سکینه قبر کوچک شاهزاده شیرخوار علی اصغر را پیدا کرده خود را انداخت همه مخدرات عصمت وطهارت بر قبرهای عزیزان خود خود را انداخته گریان بودند که حضرت فاطمه کبری آهسته دامن عمه خود را کشید وشرم وحیا مانع شد که مطلب خود را بر زبان بیاورد اما حضرت زینب خاتون فهمید که میخواهد قبر نو داماد حضرت قاسم ابن الحسن را پیدا کند

معلوم است که روز چهلم چون عزیز واقربای میت بر قبر میروند چیزی از قسم غذا ومیوه که مرغوب ومطلوب میت بوده است همراه خود میبرند اما اسیران ظلم وجفای بنی امیه چیزی نداشتند که

یہاں ترجمہ میں صرف شہزادہ قاسم کاذکر کیا جا رہا ---! قید کے بعد جب آل محمد کا قافلہ سر زمینِ کربلا داخل ہوا تو---

سب مخدراتِ عصمت و طہارت اپنے پیاروں کی قبروں پر گر کر گریہ کناں تھیں، سیدہ فاطمہ کبریٰ آہستہ آہستہ اپنی پھوپھی جان کے دامن کو کھینچ رہی تھیں اور شرم و حیا مانع تھی کہ وہ مطلبِ دل کو زبان پر لائیں، لیکن شریکۃ الحسین سمجھ گئیں کہ وہ اپنے دولہا قاسم ابن الحسن کی قبرِ مبارک کو تلاش کرنا چاہتی ہیں ----



مَخزنُ البُکاء

في مُصیبة سیّدُ الشُهداء

عالم جلیل القدر، فاضل والا مقام، فقیه، محدث، مفسر، متکلم

مرحوم ملامحمد صالح برغانی قزوینی

متوفای ۱۲۸۳ قمری

تحقیق: مجتبی خورشیدی

اجازتم فرما تا بروم به حرب این کافران. حضرت فرمود: ای فرزند برادرم! **تو یادگار برادر منی و می‌خواهم از برای من زنده بمانی تا منشأ تسلی من گردی!**

و هرچند آن طفل مغموم مبالغه نمود آن امام مظلوم اجازه نفرمود، پس قاسم بن الحسن با کمال همّ و غم در گوشه‌ای نشست و بر حال خود و حال عمّ بزرگوارش می‌گریست که در آن حال ملاحظه نمود که عمّ بزرگوارش نسبت به برادر عالی‌مقدار خود اذن مبارزت فرمود و این معنی بر غم و اندوهش افزود و از شدّت تحسّر و الم سر خود را بر زانوی غم نهاد که ناگاه به خاطرش افتاد که پدر بزرگوارش تعویذی بر بازوی راست آن عالی‌مقدار بست و فرمود: **اگر تو را الم و همّی رو دهد این تعویذ را بگشا و بخوان و هرچه در آن نوشته شده است عمل نما.**

قاسم با خود گفت: سال‌های چندی از عمر من گذشته است به مثل این الم گرفتار نشده‌ام همانا که وقت گشودن این تعویذ است!

پس آن مظلوم آن تعویذ را گشود ملاحظه نمود که پدر بزرگوارش نوشته است:

یا ولدي، یا قاسم! أوصیك إنّك إذا رأیت عمّك الحسین ﷺ في کربلاء وقد أحاطت به الأعداء فلاتترك البراز والجهاد لأعداء الله وأعداء رسوله ولاتبخل علیه بروحك وکلّما نهاك عن البراز عاوده لیأذن لك في البراز لتحظی في السعادة الأبدیّة!

یعنی: ای فرزند من ای قاسم! وصیّت می‌کنم تو را چون دیدی عمّ خود حسین را در صحرای کربلاء که دشمنان دور او را احاطه نموده باشند، پس ترک مکن مبارزت و جهادکردن با دشمنان خدا و رسول او را و جان خود را بر او دریغ مدار و هر چند تو را عمّ بزرگوارت نهی نماید از مبارزت اصرار نما تا تو را اذن دهد در جهاد تا این‌که به سعادت ابدیه فایز گردی!

چون قاسم ملاحظه نمود آن تعویذ را فی الفور از جا برخاست و به خدمت عمّ بزرگوارش شتافت و کیفیّت تعویذ را به عرض آن جناب رسانید و تعویذ را به دست آن حضرت داد، چون آن مظلوم آن تعویذ را ملاحظه نمود اشک از دیده‌های مبارکش فرو ریخت و گریهٔ شدیدی کرد و ندای **وا ویلاه! وا ثبوراه!** برآورد و آه جگرسوز از دل پردرد برآورد و به قاسم فرمود: **یابن الأخ! هذه الوصیة لك من أبیك وعندي وصیة أخری منه لك ولابدّ من إنفاذها**؛ یعنی: ای فرزند برادر! این وصیّتی است پدر بزرگوارت به تو کرده است و به من نیز وصیت دیگری از برای تو نموده است که لامحاله باید آن را به عمل آورم.

پس آن حضرت دست آن مغموم را گرفته وارد خیمه گردانید و عون و عباس را طلبید و به مادر قاسم فرمود: جامهٔ نو داری؟ عرض کرد: ندارم.

پس آن جناب روی به زینب خاتون نمود و از آن مظلومه صندوقی طلبید و زینب خاتون

صندوق را آورد و در پیش روی آن حضرت بر زمین گذاشت و آن مظلوم درِ آن صندوق را گشود و **قبای حضرت امام حسن** علیه‌السلام را برآورد و بر قاسم پوشانید و **عمامهٔ آن حضرت** را برآورد و بر سر قاسم بست و دختر خود که نامزد قاسم بود به جهت او عقد نمود و به جهت ایشان خیمهٔ علی‌حدّه مهیّا نمود و دست دختر را گرفت و به دست قاسم گذاشت و از خیمه بیرون آمد، پس قاسم نظر نمود به دختر عمّ خود و شروع به گریه و زاری نمود که ناگاه از لشکر اعداء صدای «هل من مبارز» بلند شد، پس آن مظلوم دست آن مظلومه را رها کرد و خواست که از خیمه بیرون آید که دختر عمّ دامن او را گرفت و گفت: چه در نظر داری؟ قاسم در جواب فرمود: **می‌خواهم به حرب دشمنان روم که طلب مبارز می‌نمایند و عروسی ما به قیامت افتاد!**

پس عروس صدا را به نوحه و گریه بلند کرد و اشک حسرت از دیده‌هایش فرو ریخت و عرض کرد: ای قاسم! تو را در قیامت به چه نشان شناسم و در چه مکان تو را یابم؟ پس آن مظلوم سر آستین خود را قطع نمود و فرمود: ای دختر عمّ! به این سر آستین مرا بشناس.

چون اهل بیت این حالت را مشاهده نمودند به گریه درآمدند و گریهٔ شدیدی کردند و ندای **وا ویلاه! و وا ثبوراه!** برآوردند، چون امام مظلوم ملاحظه نمود که قاسم ارادهٔ میدان دارد فرمود:

یا ولدي! أتمشي برجلك إلى الموت؟!

یعنی: ای فرزند من! آیا به پای خود به سوی مرگ می‌روی؟!

قاسم عرض کرد: **وکیف یا عمّ! وأنت بین الأعداء وحیداً غریباً فریداً لم تجد مُحامیاً ولا صدیقاً؟! روحي لروحك الفداء ونفسي لنفسك الوقاء!** یعنی: چگونه نروم و حال این‌که تویی عمّ من در میان دشمنان تنها و غریبی و نمی‌یابی حمایت‌کننده‌ای و نه دوستی برای خود؟! جان من فدای جان تو باد و نفس من بلاگردان نفس تو باد!

پس آن امام مظلوم دامن‌های قبای آن مغموم را پاره نمود و عمامهٔ آن مظلوم را نصف نمود و انداخت بر روی آن محروم و جامه‌های او را به صورت کفن بر او پوشانید و شمشیر خود را بر کمر وی بست و با صد آه و افسوس آن مظلوم مأیوس را به میدان حرب فرستاد

چون آن شاه‌زادهٔ عالی‌تبار قدم به میدان محاربه نهاد روی نمود به عمر بن سعد و فرمود: **ای عمر! آیا از خدا نمی‌ترسی آیا خدا را به نظر در نمی‌آوری؟! ای کوردل! آیا مراعات نمی‌نمایی رسول خدا را؟!**

پس ابن‌سعد ملعون گفت: آیا شما از تجبر دست نمی‌کشید چرا اطاعت نمی‌کنید یزید را؟! حضرت قاسم فرمود:

خدا تو را جزای خیر ندهد! تو دعوای اسلام می‌نمایی و این از کجا روا است که آل رسول‌الله به نحوی تشنه باشند که دنیا در نظر ایشان تیره و تار بوده باشد؟!

پس ساعتی توقف نمود و احدی در مقابل او نیامد پس بر طرف خیمه مراجعت فرمود، چون صدای گریهٔ عروس را استماع نمود که از غم مفارقت او می‌گرید فرمود: ها أنا قد جئتك؛ یعنی: آگاه باش که من به نزد تو آمدم!

چون آواز قاسم به گوش عروس مأیوس رسید از جا برخاست و گفت: مرحباً بالعزیز! حمد خداوندی را سزد که قبل از مرگ روی تو را به من نمود!

پس قاسم داخل خیمه شد و فرمود: ای دختر عمّ! مرا فرصت نشستن نیست و کفار مبارز می‌طلبند! پس عروس را وداع نمود و بر اسب خود سوار شد و پا به میدان حرب نهاد و اسب خود را به جولان درآورد و مبارز طلب نمود پس مردی که او را با هزار سوار برابر بود در مقابل آن جناب آمد، حضرت قاسم آن ملعون را به قتل آورد و چهار پسر او نیز به قتل آمده بود.

پس قاسم تازیانه‌ای بر اسب خود زد و خود را در دریای لشکر غوطه‌ور ساخت و مشغول قتل سواران گردید تا این‌که ضعف بر او مستولی گردید، خواست که به خیمه برگردد ازرق شامی سر راه بر آن مظلوم گرفت، چون قاسم حال را به این منوال دید ضربتی بر فرق آن ملعون زد تا به جهنم واصل شد.

پس آن شاهزادهٔ بی‌پناه به خدمت حضرت امام حسین ﷺ رسید و عرض کرد: یا عمّاه! العطش العطش! أدركني بشربة من الماء! یعنی: ای عموجان! تشنه‌ام تشنه! شربت آبی به من رسان!

پس آن جناب آن مظلوم را تسلی داد و به صبر امر فرمود و انگشتر خود را برآورد فرمود: این انگشتر را به دهان خود بگیر. قاسم فرمود: چون انگشتر را به دهان خود گذاشتم گویا چشمهٔ آبی بود که سیراب شدم و مراجعت نمودم.[۱]

پس به روایت بحار رو به میدان حرب نمود و آب دیده‌هایش بر خدّش روان بود، چون به میدان قتال رسید شروع نمود به خواندن رجز و فرمود:

إن تنكروني فأنا ابن الحسن / سبط النبيّ المصطفى والمؤتمن
هذا حسين كالأسير المرتهن / بين أناس لاسقوا صوب المزن

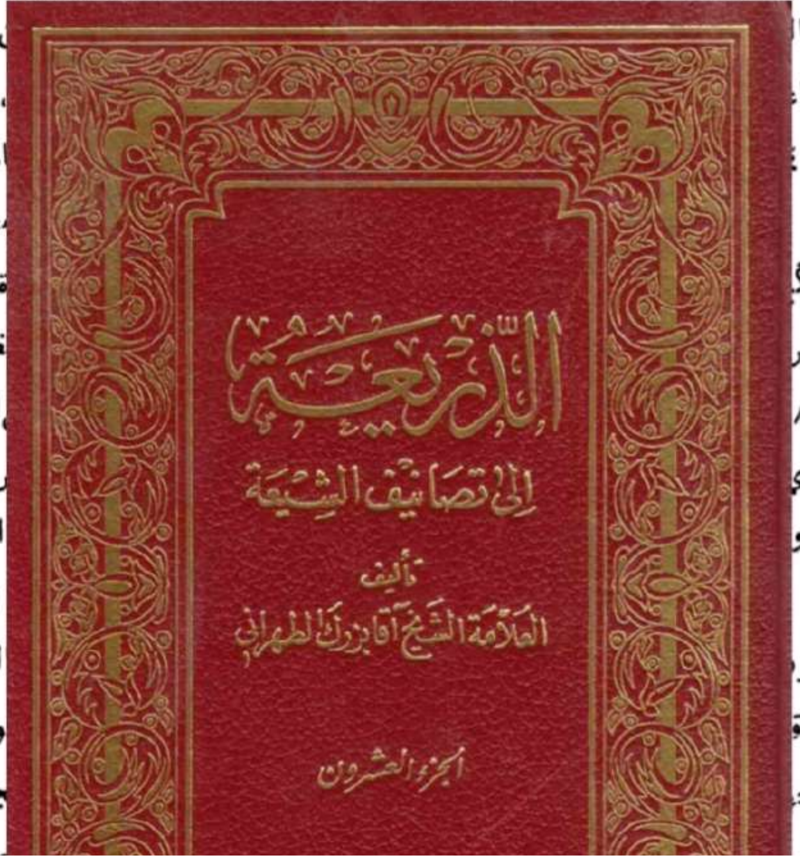
یعنی: اگر مرا نمی‌شناسید منم فرزند امام حسن ﷺ و منم سبط محمد مصطفی که امین است، این بزرگوار حسین است که مانند اسیران محبوس است در میان مردمانی که خدا نچشاند ایشان را از باران رحمت![۲]

---

۱. المنتخب: ۳۶۵ مجلس هفتم باب یکم؛ روضة الشهداء: ۳۲۰.
۲. بحار الانوار: ۳۴/۴۵.

کتاب مخزن البکاء میں وہی روایت درج جس کا ذکر پہلے گزر چکا ہے، شہزادہ قاسم امام حسین ص سے میدان جانے کی اجازت طلب فرماتے ہیں امام اجازت نہیں د یتے تو قاسم امام حسن ص کی وصیت امام حسین کے سامنے پیش کرتے ہیں پھر امام حسین امام حسن کی وصیت پر عمل کرتے ہوئے جو انہوں نے امام حسین سے کی تھی شہزادہ قاسم کا عقد اپنی بیٹی سے کرتے ہیں ، یہاں عقد قاسم کا ذکر تفصیل سے موجود ہے اور کتاب مخزن البکا معتبر شیعہ کتاب ہے اور مولف تک ثابت ہے ---

بخط أبي ا بنت
الشاه إسما ، فرغ
منه أربعاء اهرة ،
دارالكتب محمود
بن محمد الك ة [محمد
خداوند سر فاً .
(٨٢ القاسم
الخوانساري رسلين
والكتّاب و الدولة
الاصفهاني و منها
منشآت مير لميرزا
أبي القاسم وسومة
بأحكام الج جموعة



ہم آگے چل کر مزید مخزن البکاء
کے مولف کا ذکر کریں گے ---

كتبه بكربلاء ، ورأيت نسخة منه بخط محمد يوسف بن محمد باقر ، فرغ من كتابته ١٢٦١ وهوفارسي مطبوع في ايران ١٢٨٥ بقطع كبير ، وبعدها ، مرتب على مقدّمة وأربعة عشر فصلاً ثمّ أربعة عشر مجلساً وخاتمة .

آخر د جام له .

(٢٦٨ البركات) في فضيلة الصلوات ، للآقا عبدالله بن الآقا محمد تقي الكرمانشاها المتوفى ١٣٠٨ ، يوجد عند أخيه الحاج آقا محمد مهدي .

(٢٦٨٥ : **مخزن البكاء**) في المقتل ، للحاج مولى محمد صالح البرغاني أخي الشهيد الثالث المولى محمد تقي ابن الآقا محمد البرغاني القزويني ، موجود في خزانة



إكسير العبادات
في
أسرار الشهادات

المقتل الملم بمأساة الحسين (ع)

المجلد الثاني

للمولى العلامة الفقيه

الشيخ آغا بن عابد الشيرواني الحائري المعروف بالفاضل الدربندي

أعلى الله مقامه المتوفى عام ١٢٨٥هـ

تحقيق

الشيخ محمد جمعه بادي

والأستاذ عباس ملا عطية الجمري

شركة المصطفى

للخدمات الثقافية

العبدي أحمد بنبلة[1] .

ولا يخفى عليك أنّه قد نقل كيفيّة شهادة القاسم على نهج آخر ، وذلك أنّه قد ذكر في جملة من كُتب المقاتل ، ومنها المنتخب :

أنّ القاسم قال للإمام (ع) : يا عمّ الإجازة لأمضي إلى هؤلاء الكفرة ، فقال له الحسين (ع) : " يا ابن الأخ أنت من أخي علامة ، وأريد تبقى لي لأتسلى بك " ، ولم يعطه الإجازة للبراز ، فجلس مهموما مغموما باكي العينين حزين القلب ، وأجاز الحسين (ع) أخوته للبراز ولم يجزه ، فجلس القاسم متألما ووضع رأسه على رجليه ، وذكر أنّ أباه قد ربط له عوذة في كتفه الأيمن ، وقال له : " إذا أصابك ألم وهمّ فعليك بحلّ العوذة وقراءتها ، وفهم معناها ، واعمل بكل ما تراه مكتوبا فيها " .

فقال القاسم لنفسه : مضى سنين عليّ ولم يصبني مثل هذا الألم ، فحلّ العوذة وفضّها ونظر إلى كتابتها ، وإذا فيها :

" يا ولدي قاسم ، أوصيك أنّك إذا رأيت عمّك الحسين في كربلاء وقد أحاطت به الأعداء ، فلا تترك البراز والجهاد لأعداء رسول الله (ص) ، ولا تبخل عليه بروحك ، وكلّما نهاك عن البراز عاوده ليأذن لك في البراز ، لتحضى في السّعادة الأبديّة " .

فقام القاسم من ساعته وأتى إلى الحسين (ع) ، وعرض ما كتب الحسن على عمّه الحسين (ع) ، فلما قرأ الحسين (ع) العوذة بكى بكاءً شديدا ونادى بالويل والثّبور ، وتنفّس الصّعداء ، وقال : يا ابن أخي هذه الوصيّة لك من أبيك وعندي وصيّة أخرى منه لك ، ولا بد من إنفاذها ، فمسك الحسين (ع) على يد القاسم وأدخله الخيمة ، وطلب عونا وعبّاسا ، وقال لأم القاسم : أليس للقاسم ثياب جدد ؟ قالت : لا ، فقال لأخته زينب : ائتني بالصندوق ، فأتته به ووضع بين يديه ، ففتحه وأخرج منه قباء الحسن (ع) ، وألبسه القاسم ، ولفّ على رأسه عمامة الحسن ، ومسك بيد ابنته الّتي كانت مسمّاة للقاسم ، فعقد له عليها ، وأفرد له خيمة وأخذ بيد البنت ووضعها بيد

(١) لم نعثر على الأخبار في المصادر ولا في مضانّها .

القاسم[1] ، فخرج عنها ، فعاد القاسم ينظر ابنة عمّه ويبكي .

إلى أن سمع الأعداء يقولون : هل من مبارز ؟ فرمى بيد زوجته وأراد الخروج من الخيمة ، فجذبت ذيله ومانعته عن الخروج ، وهي تقول له : ما يخطر ببالك ، وما الذي تريد أن تفعله ؟ . قال لها : أريد ملاقاة الأعداء فإنّهم يطلبون البراز ، وإنّي أريد ملاقاتهم ، فلزمته ابنة عمّه ، فقال لها : خلّي ذيلي ، فإنّ عرسنا أخّرناه إلى الآخرة ، فصاحت وناحت وأنّت من قلب حزين ، ودموعها جارية على خدّيها ، وهي تقول : يا قاسم ، أنت تقول عرسنا أخّرناه إلى الآخرة ، وفي القيامة بأي شيء أعرفك وفي أيّ مكان أراك ؟ ، فمسك القاسم يده وضربها على ردنه[2] وقطعها ، وقال : يا ابنة العمّ ، اعرفيني بهذه الرّدن المقطوعة .

قال : فانفجع أهل البيت بالبكاء لفعل القاسم ، وبكوا بكاءا شديدا ، ونادوا بالويل والثبور .

فلمّا رأى الحسين (ع) أنّ القاسم يريد البراز ، قال له : يا ولدي أتمشي برجلك إلى الموت ؟ قال : وكيف يا عمّ ، وأنت بين الأعداء وحيدا غريبا فريدا ، لم تجد محاميا ولا صديقا ، روحي لروحك الفداء ، ونفسي لنفسك الوقاء .

ثمّ انّ الحسين (ع) شقّ أزياق[3] القاسم ، وقطع عمامته نصفين ، ثمّ أدلاها على وجهه ، ثمّ ألبسه ثيابه بصورة الكفن ، وشدّ سيفه بوسط القاسم ، وأرسله إلى المعركة ، ثمّ انّ القاسم قدم إلى عمر بن سعد ، وقال : يا عمر ، أما تخاف الله ، أما تراقب الله يا أعمى القلب ، أما تراعي رسول الله (ص) ؟ فقال عمر بن سعد : أما كفاكم التجبّر ، أما تطيعون يزيد ؟ ، فقال القاسم : لا جزاك الله خيرا ، تدّعي الإسلام وآل رسول الله عطاشا ظمأ ، قد اسودّت الدنّيا بأعينهم ؟ .

اکسیر العبادات فی اسرار الشہادات مشہورِ زمانہ مقتل کی کتاب ہے اور اس میں عقد قاسم کا ذکر تفصیل سے موجود ہے، اس روایت کا ترجمہ پہلے گزر چکا ہے -----

(١) هذه الكيفية لم يذكرها سوى الطريحي في المنتخب ، والسيّد هاشم البحراني (ره) في مدينة المعاجز ، في معاجز الحسن (ع) تحت الرقم (٨٤) .

(٢) الرُدن بالضم : أصل الكُم .

(٣) زيق القميص : ما أحاط بالعنق منه .

شعر[1]:

عيني جودي على الشهيد القتيل واتركي الخد كالمحل المحل

كيف يشفي البكا ... يـل

قاتلوا الله والنبي ... ـول

فجعوه من غد ... ـتول

ثم لم يشفهم ... ـيل

هي نفس الحسين ... ـول

ذبحوه ذبح الأضا ... ـيل

الفخري

المنتخب للطريحي

تأليف

الشيخ فخر الدين الطريحي النجفي

المتوفى سنة ١٠٨٥

موسسة التاريخ العربي

للطباعة والنشر والتوزيع

نقل أنه لما وصل ... سوق، جلس عليه السلام ناحي ... ين عليه السلام وقال: ما الخبر؟ ... سلماً بن عقيل مقتولين وبُعث ب ... وإنا إليه راجعون، وسار الرجل و ...

قال: وكان لمسلم ... فلما قام الحسين من مجلسه جاء ... شر لأنه عليه السلام كان قد مسح ... ا رأيتك قبل هذا اليوم تفعل بي ... ين عليه السلام من البكاء وقال: ... ، فسمع أولاد مسلم ذلك الكلام ... لأرض.

قال: لما تأمل الحسين ... م الذين أعانوا على قتل أمير المؤمنين عليه السلام ونهب الحسن وضربه بالخنجر على فخذه فبكى شديداً حتى اخضلت لحيته بالدموع.

ونقل أيضاً لما آل أمر الحسين إلى القتال بكربلا وقتل جميع أصحابه ووقعت النوبة على أولاد أخيه، جاء القاسم بن الحسن وقال: يا عم الإجازة لأمضي إلى هؤلاء الكفرة، فقال له الحسين: يا ابن الأخ أنت من أخي علامة وأريد أن تبقى لأتسلى بك، ولم يعطه إجازة للبراز، فجلس مهموماً مغموماً باكي العين، حزين القلب، وأجاز الحسين إخوته للبراز

(1) القصيدة للصاحب ابن عباد رحمه الله تعالى.

مختصر یہ کہ امام حسین نے امام حسن کی وصیت پر عمل کرتے ہوائے شہزادہ قاسم کا عقد کیا جب قاسم میدانِ جنگ کے لیے نکلنے لگے تو ان کی دلہن نے ان کا دامن پکڑ لیا اور فرمایا: آپ مجھے چھوڑ کر کہاں جا رہے ہیں؟ قاسم نے فرمایا: میں دشمن کا مقابلہ کرنے جا رہا ہوں، دلہن نے روتے ہوئے فرمایا: قیامت کے دن میں آپ کو کیسے پہچانوں گی؟ قاسم نے اپنی قبا کی آستین کا ایک ٹکڑا پھاڑ کر انہیں دیا اور کہا: اے چچا زاد! مجھے اس کٹی ہوئی آستین سے پہچان لینا، یہ منظر دیکھ کر اہل بیت میں کہرام مچ گیا۔

(یہ شیعہ کی معتبر کتاب ہے ڈھکو صاحب نے اس کتاب سے روایات نقل کئی ہیں جس میں عقد قاسم کا ذکر موجود ہے)

ولم يجزه، فجلس القاسم متألماً ووضع رأسه على رجليه وذكر أن أباه قد ربط له عوذة في كتفه الأيمن وقال له: إذا أصابك ألم وهمّ فعليك بحل العوذة وقراءتها وفهم معناها واعمل بكل ما راه مكتوباً فيها. فقال القاسم لنفسه: مضى سنين عليَّ ولم يصيبني من مثل هذا الألم. فحلَّ العوذة وفضها ونظر إلى كتابتها وإذا فيها: يا ولدي قاسم، أوصيك إنك إذا رأيت عمك الحسين عليه السلام في كربلا وقد أحاطت به الأعداء فلا تترك البراز والجهاد لأعداء رسول الله ولا تبخل عليه بروحك، وكلما نهاك عن البراز عاوده ليأذن لك في البراز لتحظى في السعادة الأبدية. فقام القاسم من ساعته وأتى إلى الحسين عليه السلام وعرض ما كتب الحسن على عمه الحسين، فلما قرأ الحسين العوذة بكى بكاءً شديداً ونادى بالويل والثبور وتنفس الصعداء وقال: يا ابن الأخ هذه الوصية لك من أبيك وعندي وصية أخرى منه لك ولا بد من إنفاذها. فمسك الحسين عليه السلام على يد القاسم وأدخله الخيمة وطلب عوناً وعباساً وقال لأم القاسم: ليس للقاسم ثياب جدد؟ قالت: لا، فقال لأخته زينب: آتيني بالصندوق، فأتته به ووضع بين يديه ففتحه وأخرج منه قباء الحسن وألبسه القاسم ولفّ على رأسه عمامة الحسن ومسك بيد ابنته التي كانت مسماة للقاسم فعقد له عليها وأفرد له خيمة وأخذ بيد البنت ووضعها بيد القاسم وخرج عنهما، فعاد القاسم ينظر إلى ابنة عمه ويبكي إلى أن سمع الأعداء يقولون: هل من مبارز، فرمى بيد زوجته وأراد الخروج وهي تقول له: ما يخطر ببالك وما الذي تريد أن تفعله؟ قال لها: أريد ملاقاة الأعداء فإنهم يطلبون البراز وأني أريد ملاقاتهم، فلزمته ابنة عمه، فقال لها: خلي ذيلي فإن عرسنا آخرناه إلى الآخرة، فصاحت وناحت وأنّت من قلب حزين ودموعها جارية على خديها وهي تقول: يا قاسم أنت تقول عرسنا أخّرناه إلى الآخرة وفي القيامة بأي شيء أعرفك وفي أي مكان أراك؟ فمسك القاسم يده وضربها على ردنه وقطعها وقال: يا ابنة العم اعرفيني بهذه الردن المقطوعة. قال: فانفجع أهل البيت بالبكاء لفعل القاسم وبكوا بكاءً شديداً ونادوا بالويل والثبور.

قال من روى: فلما رأى الحسين أن القاسم يريد البراز قال له: يا ولدي أتمشي برجلك إلى الموت؟ قال: وكيف يا عم وأنت بين الأعداء وحيداً فريداً لم تجد محامياً ولا صديقاً، روحي لروحك الفداء ونفسي لنفسك الوقاء. ثم أن الحسين عليه السلام شق أزياق القاسم وقطع عمامته نصفين ثم أدلاها على وجهه ثم ألبسه ثيابه بصورة الكفن وشد سيفه بوسط القاسم وأرسله إلى المعركة. ثم أن القاسم قدم إلى عمر بن سعد وقال: يا عمر أما تخاف الله، أما تراقب الله يا أعمى القلب أما تراعي رسول الله ﷺ؟ فقال عمر بن سعد: أما كفاكم التجبر، أما تطيعون يزيد؟ فقال القاسم: لا جزاك الله خيراً تدَّعي الإسلام وآل رسول الله عطاشاً ظماء، قد اسودت الدنيا بأعينهم!، فوقف هنية فما رأى أحداً يقدم

اس موت کی طرف بڑھ جس سے کوئی مفر نہیں ہے۔ ان کو دیکھنا تھا کہ ظالم خونخوار درندوں کی طرح ان پر پل پڑے۔
شجاعتِ ہاشمی کے پیکر جناب مسلمؑ بن عقیلؑ یہ شعر پڑھتے ہوئے ؎

ع هو الموت فاصنع و یک ما انت صانع فانت بکأس الموت لا شک جارع

جو کچھ کرنا ہے کر لو یہ

ع فصبراً لامر اللّٰه جل ... اقع

خدائے ذوالجلال کے حکم پر صبر

شیرانہ انداز میں ان پر ٹوٹ پڑے۔ چنانچہ اسی ا

حضرت شیخ عباس قمیؒ نے مقتل محمد بن ... شعث

کے بہت سے آدمی ہلاک کر دیئے تو ابن اشعث ... دنے

ملامت کرتے ہوئے کہلا بھیجا: ﴿بعثناک الی ... ه ﴾

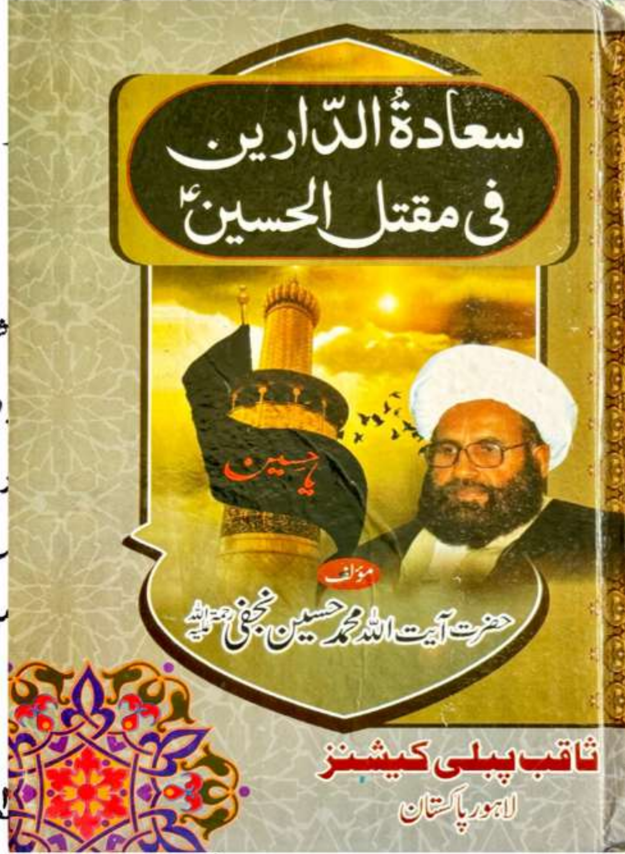
ہم نے تمہیں صرف ایک آدمی کو گرفتار کرنے کے ... کسی

اور (فوج کے مقابلہ میں) بھیجا تو پھر تمہاری کیا کیف ... میر

أتظن انک بعثتنی الی بقال من بقالی ا ... ایها

الامیر انک بعثتنی الی اسد ضرغام و سی

اے امیر کیا آپ کا یہ خیال ہے کہ آپ ... [1] کے



گرفتار کرنے کے لیے بھیجا ہے؟ اے امیر! کیا آپ کو معلوم نہیں کہ آپ نے مجھے ایک ایسے شخص کی گرفتاری کے لیے بھیجا ہے جو شیر بیشۂ شجاعت ہے۔ اور ایسی برندہ تلوار ہے جو نسل خیر الانام کے بطل جلیل کے ہاتھوں میں ہے۔'' ابن زیاد نے کہلا بھیجا: ﴿اعطه الامان فانک لا تقدر علیه الّا به ﴾ تم ان کو امان (کا دھوکا) دے دو کیونکہ اس کے بغیر تم ان پر قابو نہیں پا سکتے۔[4] اور بروایت منتخب طریحی کچھ کمک بھی بھیج دی۔[5] ادھر گھمسان کا رن پڑ رہا تھا۔ جناب

---

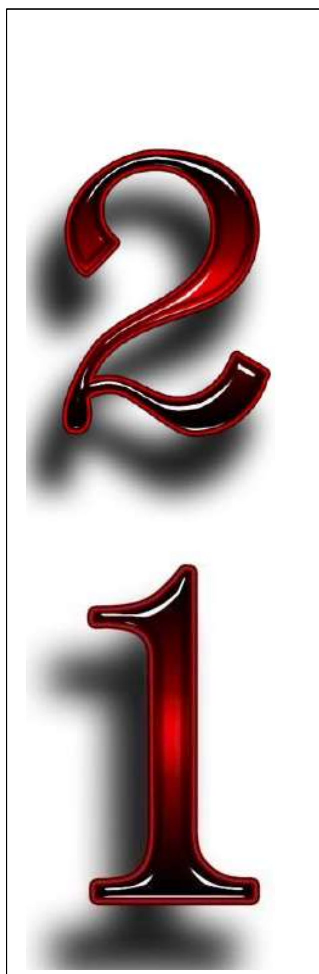
[1] مناقب شہر ابن آشوب، ج ۴، ص ۹۰۔

[2] المنتخب للطریحی، ص ۲۹۹۔

[3] یہ ایک عجمی قوم کا نام ہے جو اوائل اسلام میں موصل وغیرہ کے علاقہ میں آ کر آباد ہو گئی تھی جو قرینۂ مقام سے بزدل معلوم ہوتی ہے۔ (منہ عفی عنہ)

[4] نفس المہموم، ص ۷۵، طبع ایران۔

[5] المنتخب للطریحی، ص ۲۲۹۔



طریق البُکاء

در مصائب خامس آل عبا علیهم السلام

ملّا محمّد حسین شهرابی اردستانی رحمة الله علیه

تصحیح و تحقیق:
حامد فدوی اردستانی

[عروسی حضرت قاسم بن الحسن علیهما السلام]

ای شیعیان! این یک عروسی بود که پیغمبر صلی الله علیه و آله در مکّه نمود؛ یک عروسی هم در کربلا قاسم بن حسن علیهما السلام نمود [که] از اوّل تا آخر آن [هم] به یک ساعت نرسید. در چه وقتی؟! در حالتی که علی اکبر پاره پاره، عبّاس دو دست از تن جدا، علی اصغر حلق دریده، یاران به خاک و خون غلطیده؛ چه جای عیش وشادی است؟! در چنین حالتی خدا به داد دل حسین علیه السلام برسد.

مروی است که: داماد در خیمه نشسته، دست عروس مأیوس در دست داشت و نظر حسرت‌آمیز به عروس می‌نمود با چشم پر از اشک.

قاسم دو دست و پا که به خونت شود خضاب
پیداست آن‌که کام جوانی ندیده‌ای
«قانع»

به یک دفعه صدای هَلْ مِنْ مبارز بلند [شد]، قاسم دست عروس را رها کرد و از جا برخاست. عروس دامنش را گرفت و گفت: مرا به که می‌سپاری؟ فرمود: به خدا سپردم، چه کنم [که] پدرت معینی ندارد می‌روم تا جانم را نثار او سازم، عروسی من و تو به قیامت افتاد. پس، به نزد عمّ خود آمد و آغاز گریه نمود، آن جناب فرمود: «**یا ولدی! أتمشی برجلک إلی الموت**»، ای قاسم! به پای خود به گورستان می‌روی؟ این وضع نشاید. پس، لباس عشرت را به شکل کفن چاک زد و شمشیر به کمرش بست، سوار بر



ترجمہ، شیعیانِ علی! ایک وہ شادی تھی جسے پہلے پیغمبرِ خدا نے مکہ میں انجام دیا تھا، اور ویسی ہی ایک شادی کربلا میں قاسم بن حسن ع نے رچائی، جو آغاز سے انجام تک ایک گھڑی بھی نہ ٹھہر سکی (ذرا سوچیے) کس عالم میں یہ شادی ہوئی؟! اس حال میں کہ علی اکبرؑ کے ٹکڑے ہو چکے تھے، عباسؑ کے بازو قلم ہو چکے تھے، علی اصغرؑ کا گلا چھیدا جا چکا تھا اور انصار و مددگار خاک و خون میں تڑپ رہے تھے، کیا یہ مقام عیش و نشاط کا ہے؟! ایسے کٹھن وقت میں خدا ہی حسین کے دل کی ڈھارس بندھائے، روایت ہے کہ: دولہا خیمے میں بیٹھا تھا، دلہن کا اداس ہاتھ اپنے ہاتھ میں تھامے ہوئے پرنم آنکھوں سے حسرت بھری نگاہوں سے دلہن کو تک رہا تھا---

قاسم! تمہارے دست و پا تمہارے ہی لہو سے رنگین ہوں گے، عیاں ہے کہ اس جواں نے اپنی مراد نہ پائی----الخ

[عروسی حضرت قاسم علیه‌السلام و فاطمه علیهاالسلام در کربلا]

روایت [شده] است که: مظلوم کربلا [از] بس که نور دیدهٔ برادر، قاسم را دوست می‌داشت، او را اذن جهاد نمی‌داد و او جوانی بود هنوز گلبرگ عارضش ندمیده [بود]، بلکه به حدّ تکلیف نرسیده بود. قاسم، سر به گریبان و گریه‌کنان در خیمه نشسته و می‌گفت: فریاد از یتیمی، اگر من هم پدر داشتم چون علی اکبر علیه‌السلام [عمویم] اذن جهاد [به من] می‌داد. یک دفعه به یاد او آمد که پدر بزرگوارش تعویذی بر بازوی او بسته [بود]، و وصیّت کرده که: [ای] نور دیده! هر وقت دیدی کار بر تو دشوار شد، این تعویذ را بگشا و به آن عمل کن. قاسم تعویذ را از بازو باز کرد و گشود دید نوشته: ای قاسم! چون به کربلا رسیدی، دست از یاری عمّ غریبت برمدار و جان‌نثار او شو.

در موکب عمّ تاجدارت / افتد چه به کربلا گذارت
عمّ تو در آن زمین خونخوار / گردید چه معین و بی‌یار
کن یاریش ای یگانه فرزند / آن روز برای خویش مپسند
زاری کن و بوسه‌زن به پایش / آنقدر کنی که جان فدایش

«جوهری»

قاسم آن تعویذ را برداشته [و] آورد به دست حسین علیه‌السلام داد، چون چشم حضرت بر خطّ و مهر برادر افتاد، سیلاب اشک از دیده جاری کرد [و] فرمود: نور دیده! این وصیّتی است که دربارهٔ من، پدرت نموده و دربارهٔ تو

هم وصیّتی به من فرموده. پس، دست قاسم را گرفته و به خیمه آورد و به رباب مادر او فرمود: بیاور صندوق و لباس برادرم حسن علیه‌السلام را که می‌خواهم [قاسم را] دامادش کنم.

ماه از چه ز کف به خاک زد دف — ناهید فکند چنگ از کف
خورشید چرا ز تاب افتاد — بهرام به اضطراب افتاد
این رسم عزای نامرادیست — نه شیوهٔ عشرت است نه شادیست
بی‌شبهه که هست این مراسم — در چرخ برای سور قاسم

«هادی»

پس، مظلوم کربلا به دست مبارک، عمامهٔ برادر [را] پیچید و بر سر قاسم نهاد و لباس‌های برادر را به او پوشانید و رو به زینب علیهاالسلام کرده فرمود: دختر ناامیدم فاطمه را زینت کنید که می‌خواهم او را به قاسم سپارم. زنان دور فاطمه را گرفتند و هر یک با گلاب پاش عینین، نور دیدهٔ حسین علیه‌السلام را زینت می‌کردند، چه نوعروسی؟! برادر کشته و عمو به خون آغشته. از تشنگی لب‌های عروس و داماد کبود [گردیده بود]. ای آسمان سرنگون شوی!! جای آن داشت که عروس مأیوس [با آه و افسوس] بگوید:

ای فلک گر ز اشتیاق من خبر می‌داشتی
بیش از این در بوتهٔ هجران مرا بگذاشتی
ای اجل ناز تو را زین بیش نتوانم کشید
تا به کی جنگت به من بگذار جای آشتی

«نقی»



پس، مظلوم کربلا به مهر ارادت و شیربهای شهادت، عقد خورشید و ماه را به یکدیگر بسته، فرمود: حجله از برای قاسم ببندید. زنان حرم به فرمان امام اُمم خیمه را خلوت کرده، حجله‌گاهی به جهت آن عروس و داماد بستند. آن جناب دست عروس را گرفت به دست داماد نهاد و از حجله بیرون شد.

بستند چون زنان حرم خیمه‌گاه را	در بزم آفتاب فلک برده ماه را
بر خاک از سپهر برین پیش پای وی	عقد بنات نعش بیفتاد بر جُدیِ
داماد چون به قرب جوار حرم رسید	شعرای شام گفت سهیل از یمن رسید
از بوی عطر شاخ گل باغ احمدی	می‌رفت بر فلک صلوات محمّدی
داماد با عروس کف اتّحاد داد	بلقیس تخت تاج سلیمان به باد داد

«بینوا»

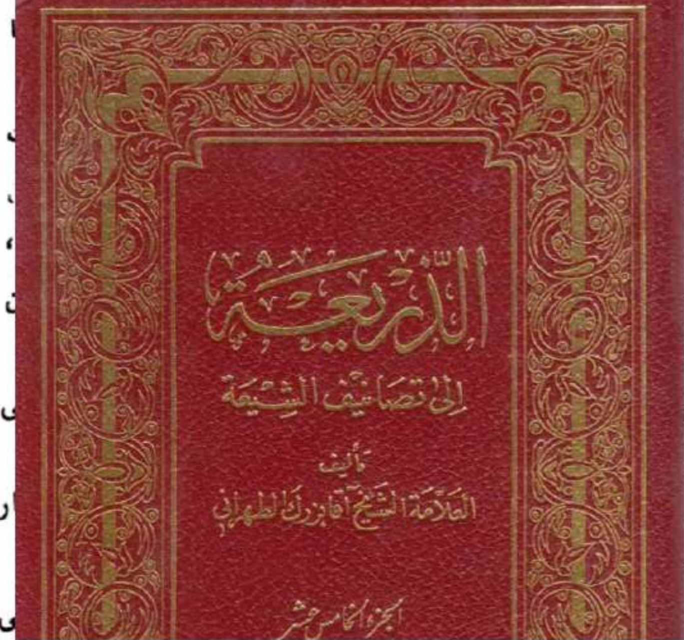
عروس و داماد روی به روی هم نشسته، هر یک اشک مانند فوّاره از دیدگان به روی هم می‌پاشیدند، نه تنها همین آنها می‌گریستند بلکه [امام] حسین علیه‌السلام و اهل بیت همه می‌گریستند بلکه آسمان و زمین و ملائکه و جنّیان، دیو و دد و وحوش و طیور می‌گریستند؛ به یک دفعه داماد دست عروس را رها کرد و از جای برخاست.

در خیمه با عروسی نیاسود ساعتی
آمد ز سوی معرکه آواز القتال
از جای جست گریه‌کنان با عروس گفت
ما و تو را به روز قیامت بود وصال



طریق البکاء شیعہ کی معتبر کتاب ہے اور اس میں مؤلف نے تفصیل سے شہزادہ قاسم کے عقد کا ذکر کیا ہے اس روایت کا ترجمہ پہلے گزر چکا ہے ---

(١٠٦٨ : طرق الهداية والرشاد الى معرفة الاجتهاد) هو الثالث من الرسائل الثمان
المشتمل عليها
فى ١٠٥٢ .
(١٠٦٩ : طروس
والتحريرات والتقر
مهدى ، وكانت
لكنه لم يتم ونس
ابن السيد مهدى
(١٠٧٠ : الطريق
الحائرى المتوفى
(١٠٧١ : طريق
على المتوفى ١٢
(١٠٧٢ : رسالة

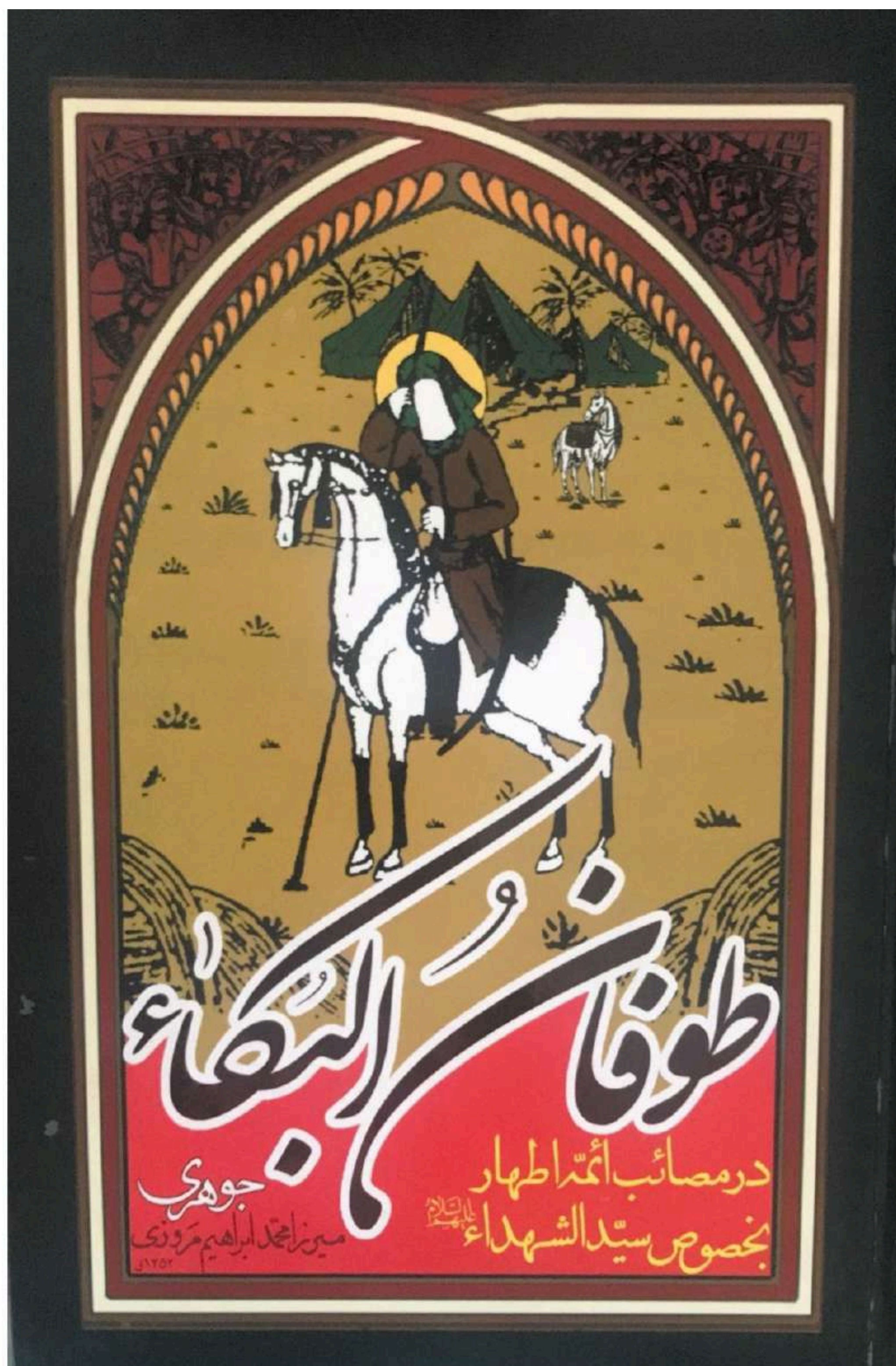


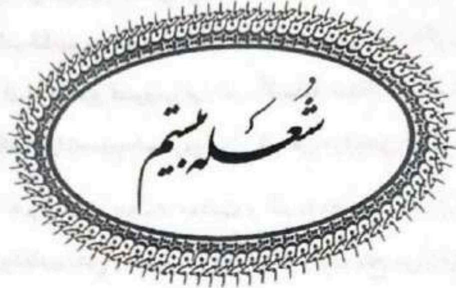
سلكنا فى مسلك اجباء الحسين عليه السلام ....] ويذكر فيه من أشعاره ومنشآته طبع فى ١٢٧٣ وفى بمبئى ~~بعد وفاة~~ فى حياة المؤلف فى ١٣٠٣ و ١٣١١ وله «تخميس دوازده بند محتشم» كتبه باسم السلطان ناصرالدين شاه بعد تأليفه «انوار المجالس» و «تذكرة الحال» و «الصومية» و «حملة مختاريه» و «عشرة النساء» وفرغ من «انوار المجالس» فى ١٢٩٩ وآخره رثاء ولده عطاء الله المتوفى ١٣٠٠.

(١٠٧٥ ... طريق استنباط الاحكام) للمحقق الشيخ نورالدين على بن عبد العالى الكركى ... ٩٤٠ نسخة تقرب من مأتى بيت بخط شيخنا (الشريعة) الاصفهانى فى مكتبته .اولها [الحمد لله الفتاح على المجاهدين بالفتح المبين ...] .

(١٠٧٦ : طريق البكاء) مقتل فارسى مرتب على ستين مجلساً بعدد ايام شهرى محرم وصفر، للمولى محمد حسين بن المولى عبدالله الشهرابى من توابع ارجستان وقمشه من اعمال اصفهان، المتخلص بـ «گریان» اوله : [نحمدك اللهم يا من

22


طوفان البکاء
در مصائب ائمهٔ اطهار
بخصوص سیّد الشهداء علیه السلام
جوهری
میرزا محمد ابراهیم مروزی
۱۲۵۲ق



عروسی کردن قاسم بن حسنؑ و وداع کردن اهل‌بیت اطهار را

ای دل بــه نُــه سـپهر بسـاط عـزا بـبین ‎ ‎ بگـذر به هشت جنّت و مـاتم سـرا ببین
از بـــهر نـــخل مـــاتم سـلطان کـربلا ‎ ‎ در دست مـهر ای مـژه پـر خـون لوا ببین
ای آســـمان ز دست زلیـــخای روزگـــار ‎ ‎ پـــیراهــن صـبوری یـوسف قـبا بـبین
شـد آسـمان بـه کـام دل بی حـیا یـزید ‎ ‎ نـــیرنگ بـازی فـلک بـی حـیا بـبین
یا رب به دشت کوفه به چـنگ خسـان ذلیـل ‎ ‎ فـــرزند نـــاز پـرور خـیرالنّسـا بـبین
از بـهر مدّعای چـنین مـدّعی است شمر ‎ ‎ بـــر مـدّعی دیـن نگـرو مـدّعا بـبین
بـــر بـالش خـلافت شـیر خـدا یـزید ‎ ‎ زد تکـــیه مـتّکی نگـرو مـتّکا بـبین
آل عـــبا کـــه زیـــنت بـــاغ ولایـتند ‎ ‎ در مـــعرض ســیاست آل زنـــا بـبین
با مـصطفی بسوی تـو پـر خـون عـریضه‌ها ‎ ‎ ارسـال شـد مـطالب هـر یک جـدا ببین
گـر خـون چکـیدن دل طـفلان نـدیده ‎ ‎ بـال و پـــر کـبوتر بـاد صـبا بـبین
مـــرغان شـاخسار گـلستان خـویش را ‎ ‎ از شصت ظـلم غـرقه بـه خـون بـالها ببین
یکــتا نــهال قــامت شـاه شـهید را ‎ ‎ از بـار مـرگ تـازه جـوانان دو تـا ببین
از زادهٔ مـــعاویه ای شـــحنهٔ نـــجف ‎ ‎ بـر آل خـویش ظـلم نـظرکـن جـفا ببین
بـــر دخـــتران غـــم زدهٔ دربـدر نگـر ‎ ‎ بـــر کـودکان خشک لب و بـی‌نوا بـبین
ای دخــتر رسـول خـدا مـادر حسـین ‎ ‎ بـیداد امّـتان رسـول خـدا بـبین
بر زینب بـلاکش مـحنت نـصیب خـویش ‎ ‎ بگـذر بـه کـربلاو نـزول بـلا بـبین
ای پـیک صـبح بـا حسـن مجتبی بگـو ‎ ‎ در کـربلا عـروسی قـاسم بـه پـا بـبین

اے دل! نو آسمانوں پر عزا کی بساط دیکھ، آٹھوں جنتوں سے گزر کر ماتم کدہ دیکھ---

سلطانِ کربلا کے ماتم کے غم میں، مژگانِ خونیں کے ہاتھوں میں خون آلود علم دیکھ---

اے آسمان! زمانے کی زلیخا کے ہاتھ سے، یوسفِ قبا کا پیراہنِ صبر دیکھ---

آسمان بے حیا یزید کی مراد کے مطابق ہو گیا، اس بے حیا فلک کی رنگ بازیاں دیکھ---

یارب! دشتِ کوفہ میں ذلیل دشمنوں کے چنگل میں، خیر النساء کے ناز پروردہ فرزند کو دیکھ---

ایسے دعویدار (یزید) کی خاطر شمر مدعی بنا ہے، دین کے مدعی کو دیکھ اور اس کا مقصد دیکھ---

خلافتِ شیرِ خدا کے تکیے پر یزید بیٹھا ہے، اس تکیے کو دیکھ اور اس پر ٹیک لگانے والے کو دیکھ----

آلِ عبا جو باغِ ولایت کی زینت ہیں، انہیں بدکاروں کی سیاست کی زد میں دیکھ---

اے محمد مصطفیٰ! آپ کی طرف خونی عرضیاں بھیجی گئی ہیں، ہر ایک کا جدا جدا مطلب دیکھ---

اگر معصوم بچوں کے دل کا خون ٹپکتے نہیں دیکھا، تو بادِ صبا کے پروں کو خون میں ڈوبا ہوا دیکھ---

اپنے گلستان کی ٹہنیوں کے پرندوں کو، ظلم کے پھندے میں غرقِ خون دیکھ---

بادشاہِ شہداء کے قد و قامت کو، دو جوانوں کی موت کے بوجھ سے دوہرا (جھکا ہوا) دیکھ---

اے نجف کے والی معاویہ کی اولاد کی طرف سے، اپنی آل پر ظلم کی نظر اور جفا دیکھ----

غم زدہ بیٹیوں کو در در بھٹکتے دیکھ، خشک لب اور بے نوا بچوں کو دیکھ---اے رسولِ خدا کی بیٹی، حسینؑ کی مادرِ گرامی! امتِ رسولِ خدا کا ظلم دیکھ---بلا کش زینبؑ کے نصیب کی محنت دیکھ، کربلا میں مصیبتوں کے نزول کو دیکھ---اے صبح کے قاصد! حسنِ مجتبیٰؑ سے جا کر کہہ، کربلا میں قاسمؑ کی برپا ہونے والی شادی دیکھ---اپنے نوجوان بیٹے کی بزمِ عشرت میں، جوانوں کے ہاتھ پاؤں خون سے حنائی دیکھ---زینبؑ غمگین اور قاسمؑ کی ماں خوشی (شادی) کی فکر میں ہے، ایک جگہ نشاط دیکھ اور ایک جگہ بساطِ عزا دیکھ---

اس (قاسم) کی نئی دلہن کے بالوں کی طرح، نو بیاہتا دولہا قاسمؑ کا حال پریشان دیکھ--،

جوہری (شاعر) کے زخمِ عزا کے آنسوؤں سے ناسور بن گیا، یہ ایسا درد ہے جس کی کوئی دوا نہیں --

در بـزم عشـرت پسـر نـوجوان خـویش — از خون به دست و پای جـوانـان حنا ببین
زیـنب ملول و مـادر قـاسم بـه فکر سـور — یک جـا نشـاط بـنگر و یک جـا عزا ببین
چـون گـیسوان فـاطمهٔ نـو عـروس او — آشـفته حـال قـاسم نـو کـدخدا ببین
نـاسور شـد ز اشک عـزا زخـم جـوهری — ایـن درد بـی دوا کـه نـدارد دوا ببین

رامشگران ترانهٔ هم و غمّ و مغنّیان محنت و اَلَم به مضراب چنگ تعزیت، کنجکاو جراحت ناسور پردهٔ دل اهل مصیبت گردیدند که چون پنج نوبت در پنجگاه کوس نوای شهراشوب مخالف به رغم حجازیان در عراق راست گردید و عشیران همایون حسین یک یک از بزرگ و کوچک با دست از خون بسته نگار از مخالفت غزال، پا از حصار حیات کشیدند جوانان سرو بالای شاه مظلوم که هر یک بر شاه ناز داشتند شربت روح افزای شهادت از دم خنجر اشرار نوشیدند. نظم:

زان نو شکفته گل‌ها، شد گلستان چـو خـالی — گشـتند عـندلیبان گـرم ضـعیف نـالی
صید حرم در افـغان کـای ظـلم‌کـیش صـیّاد — فـریاد از اسـیری داد از شکسـته بـالی
از طـول عـمر دلگـیر پـیران سـالخورده — وز تشنگی زجان سیر طفلان به خورد سالی
بگـذشت بـر اسـیران درکـوفه ده شب و روز — هـر روز سـال شـمسی هـر شب مـه هلالی

الحاصل، چون یاران و برادران سرور شهیدان یکان یکان از صهبای محبّت محبوب بی نشان سر گران گشته دست از جان شستند و قرعهٔ گلگشت انجمن بنام نامی قاسم بن حسن افتاد. آن جان نثار موکب همایون سلطان کربلا و آن لالهٔ نوخیز حسن مجتبی طفلی بود خطّ شریفش بر دور گلبرگ عارضش ندمیده بلکه هنوز بـه حدّ تکلیف نرسیده و از عمر وی یازده سال گذشته بود با وجود صغر سنّ آن شیربچّه، شجاعت را از حیدرکرّار میراث داشت پس با چهره‌ای چون آفتاب به نزد عمّ بزرگوار آمد و بـه زبان حال عرض کرد: که ای عمو جان! نظم:

نـمی‌آید ز گـلزارت صـدای مـرغ نـاشادی — که مرغان حـرم را درکـمین بـنشسته صیّادی
نهالی نیست کاسایش توان در سایه‌اش کـردن — ز پا افتاد اگر سر وی به گلشن بود و شمشادی
تمنّای شـهادت بـرده از دسـتم عـنان رحـمی — هـوای جـان نـثاری بـر سـرم افـتاده امدادی

امامِ شہیدؑ نے جب اپنے جان سے عزیز بھائی کا وصیت نامہ دیکھا تو آنکھوں سے آنسو سیپ سے موتی کی طرح گرنے لگے اور دلِ پر درد سے ٹھنڈی آہ بھری اور فرمایا، اے نورِ دیدہ! یہ وہ وصیت ہے جو آپ کے بابا نے فرمائی ہے کہ آپ میری مدد کے لیے آئے، انہوں نے مجھ سے بھی ایک وصیت کی تھی اور آج میں اسے پورا کروں گا اور فاطمہ جو آپ کے نام سے منسوب ہے اسے آپ کے حوالے کروں گا پس امام نے قاسمؑ کا ہاتھ پکڑ کر خیمے میں آئے (اور عقد کیا مزید ترجمے کی ضرورت نہیں

در موکب عمّ تاجدارت — افتد چه به کربلا گذارت
آشوب قیامت از چپ و راست — یعنی چو در آن زمین مهیّاست
عمّ تو در آن زمین خونخوار — گردید چو بی معین و بی‌یار
بی‌یاریش ای یگانه فرزند — آن روز برای خویش مپسند
زاری کن و بوسه زن بپایش — آنقدر که جان کنی فدایش

پس قاسم به شوق تمام به نزد عمّ گرام آمد و وصیّت نامهٔ پدر را به آن جناب داد و عرض کرد: نظم:

ای عموا جان به لبم آمده امدادم کن — شرح مضمون وصیّت نگر و شادم کن
در گلستان تو من قمری بی بال و پرم — مطلبی هست مراگوش به فریادم کن
از شهادت رقم سلطنتم داده پدر — سرخطم بنگر و زین بندگی آزادم کن

آن امام شهید چون وصیّت نامهٔ برادرِ با جان برابر خویش را دید اشک چون مروارید از صدف دیده بارید و آه سرد از دل پُر درد کشید و فرمود: ای نور دیده! این وصیّتی است که پدرت فرموده که تو در یاری من به عمل آوری. مرا نیز وصیّتی کرده است که امروز دربارهٔ تو به جا آورم و فاطمه که نامزد تو است به دست تو بسپارم، پس دست قاسم را گرفته به خیمه آمد. نظم:

به گریه گفت که ای دختران میر عرب — کجاست مادر اطفال بی پدر زینب
کجاست خواهر محنت رسیده امکلثوم — کجاست مادر دلریش قاسم مظلوم
دمی به قاسم محنت رسیده یار شوید — به گرد شمع چو پروانه جان نثار شوید

اهل حرم از مرد و زن به دور آن امام امم حلقهٔ ماتم زدند علیا جناب زینب به خدمت آن سیّد عرب عرض کرد: نظم:

کی برادر جان تونی پشت و پناه اهل بیت — در شب تاریک و در روز سیاه اهل بیت
با وجود آتش دل اهل بیت افسرده‌اند — باز گریانی مگر کلثوم و زینب مرده‌اند
دل ز یارب یاربت افتاد در تاب و تب است — خواهرت زینب بمیرد این چه یا رب یاربت

امام شهید غریب گریست و فرمود: ای خواهر! نظم:

خواهر ای زینب فلک در قصد آزار من است

آسمان در فکر آزار دل زار من است

چرخ می‌خواهد که این غمخانه را ویران کند

من در این فکرم که مجلس را حنا بندان کنم

یک دم ای محنت نصیبان غم ز دل بیرون کنید

از حنای عیش قاسم دست و پا گلگون کنید

یک دم ای زینب به فکر شادی قاسم بکوش

طفل ناشاد حسن را رخت دامادی بپوش

ای کلثوم! گیسوان قاسم را به مشک و گلاب بشوی و مادر قاسم را مبارک باد بگوی. امّ لیلا حجلهٔ عیش قاسم را بیارای فاطمه‌ام را زینت نمای، ای مادر قاسم! برخیز عود و عبیر به آتش بریز، ای عبّاس! لوای عشرت بر پا کن و اساس سور مهیّا کن، ای عون! قاسم یتیم را پدری نمای و به شیرین زبانی عقدهٔ دلش را بگشای. آن ستم زده‌گان سرو قامت قاسم را در میان گرفتند. مادر دل سوخته‌ای به زبان حال می‌گفت: ای مسلمانان! نظم:

از عطش قاسم کبابست این چه نو دامادی است

در اسیری می‌روم امشب چه جای شادی است

خاطرم را شاد کردی خانه آبادان فلک

همچو بزم عیش فرزندم شوی ویران فلک

کو حسن بابت که بیند رخت شادی در برت

این چه دامادیست ای قاسم بمیرد مادرت

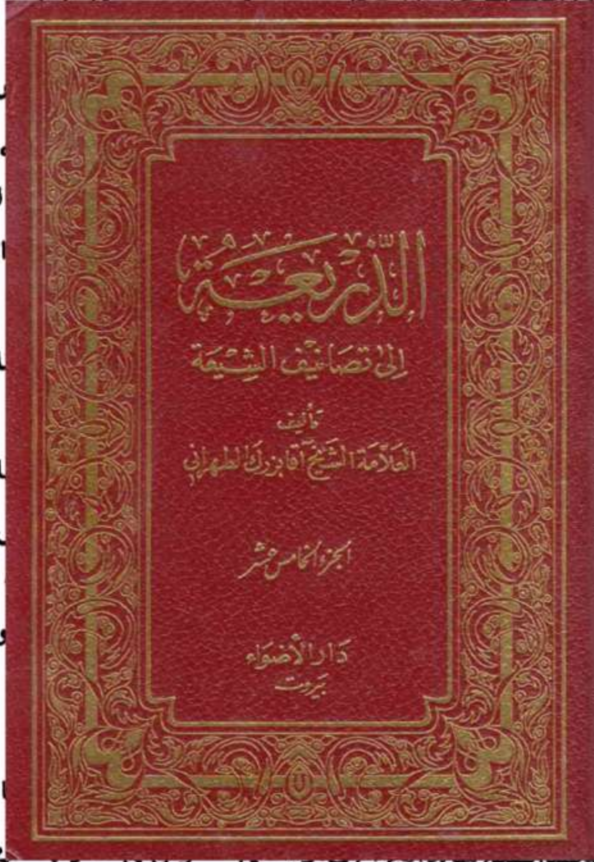
زینب جگر سوخته قاسم بی پدر را چون جان شیرین در برگرفته و به زبان حال فرمود: نظم:

اس کتاب اور اس کے مولف کے متعلق ملاحظہ فرمائیں

(١٢٠٨ : **طوفان البكاء**) المشهور بالجوهري . مقتل فارسي لميرزا ابراهيم بن محمد باقر الجوهري، المذكور في ٩ : ٢١١ الاصفهاني المدفن، توفي ١٢٥٣ و سماه في « هدية الاحباب » بمحمد باقر، طبع بايران مكرراً منها ١٢٦٠ و ١٢٧٥ و ١٣١٠ مرتب على مقدمة واربعة عشر آتشكده، فرغ منه ١٢٥٠ . ونسخة منه كتابتها ١٢٥٥ في كربلا بمكتبة (المدرسة الهندية) ولا يخفى ان الجوهري الجرجاني الشاعر المذكور في ٩ : ٢٠ من القدماء غير هذا وله مراثي اشار اليها في «المناقب القديم» الذي ينقل عنه المجلسي في عاشر «البحار» وغيره، كما لا يخفى ان ميرزا طوفان الشاعر الفارسي المذكور في ٩ : ٦٥٢ غير صاحب «طوفان البكاء» الذي يتخلص في شعره بجوهري .

النصاخر

(١٢٠٩ : **طوق الحمامة** في حل لجم) نسخة منه في موقوفة الحاج السيد علي الايرواني



(١٢١٠ : طو … دولة التبريزي

المتخلص «د … ٣١٠ .

(١٢١١ : كت … لب الزاهدي

الجيلاني الا … السماء » عن

فهرس كتبه .

(١٢١٢ : رس … لي . موجودة

بمكتبة جامعة

(١٢١٣ : ال … ا في التوحيد

والمعارف و … طالب القمي

الطهراني النـ … المتوفى بعد

الرجوع الى … و من رباعياته

في الطومار الـ

عارف تو حسـ … باشي فيروز

خود نيك وبـ … در امروز

والنسخة بخط … مار: الصحيفة

طوفان البکاء، جو الجوہری کے نام سے مشہور ہے، یہ مرزا ابراہیم بن محمد باقر الجوہری کی فارسی مقتل ہے، جن کا ذکر (صفحہ) ۹:۲۱۱ پر گزر چکا ہے آپ اصفہان میں مدفون ہیں اور ۱۲۵۳ھ میں وفات پائی، انہوں نے اس کتاب کا نام "ہدیۃ الاحباب" رکھا تھا، مگر یہ "طوفان البکاء" کے نام سے معروف ہوئی، یہ کتاب ایران میں بارہا (۱۲۶۰، ۱۲۷۵ اور ۱۳۱۰ھ میں) طبع ہو چکی ہے یہ کتاب ایک مقدمہ اورچودہ أبواب پر مشتمل ہے، اور صاحب کتاب اس کی تالیف سے ۱۲۵۰ھ میں فارغ ہوئے، اس کتاب کا ایک نسخہ کربلا کے (المدرسۃ الہندیۃ) کتب خانے میں موجود ہے یہ بات پوشیدہ نہیں رہنی چاہیے کہ الجوہری الجرجانی شاعر جن کا ذکر صفحہ ۹:۲۰ میں ہوا ہے، وہ قدیم شعراء میں سے ہیں اور ان کے مراثی کا ذکر "المناقب القدیم" میں ملتا ہے، جنہیں علامہ مجلسی نے "البحار" (بحار الانوار) کی دسویں جلد وغیرہ میں نقل کیا ہے۔ اسی طرح یہ بھی واضح رہے کہ مرزا طوفان (فارسی شاعر) جن کا ذکر صفحہ ۹: ۶۵۲ پر ہے، وہ "طوفان البکاء" کے مصنف کے علاوہ کوئی اور شخصیت ہیں، کیونکہ مصنف کا تخلص ان کے کلام میں " جوہری " ہے--

است که جای جا ... پر
می‌باشد.

این کتاب ارزش ... ای
انجام شده سه نس ... آن
از کتابخانه دانشگ ...

کتاب نجات ال ... اتی
دربردارد که نایاب ...

این کتاب حاو ... در
بحرالمصائب انعک ...

باید بیان شود ... ات
الخافقین دارد که ... اثر
ارتباطی ندارد.

... نجات ... با
تعلیقات ... نموده است.





(۳۶) **محمّد باقر بن محمّد جعفر فشارکی**(۱۲۵۱ – ۱۳۱۴ه.ق) از مجتهدین نامدار اصفهان است. ایشان نزد پدرش محمّد جعفر فشارکی و جمع دیگری از علما کسب علم نمودند و مراسماتی را پایه‌گذاری کردند که تا امروز هم پابرجاست. همچون رسم احیاء شب جمعه‌ها در مسجد مصلّای تخت فولاد همراه با ادعیه و دیگر آداب. ایشان تالیفات چندی در

۱. نجات الخافقین، باب پنجم، صص۱۰۵-۱۰۸(pdf)

علوم اسلامی همچون آداب الشریعة، ذخیرة المعاد و بسیار کتب دیگر دارد که بسیار ارزنده است. ایشان از سردمداران قیام تنباکو بودند و همچون آقا نجفی قوچانی به تحریم استعمال تنباکو پرداختند. وی در کتاب عنوان الکلام در انتهای یکی از مجالسشان به عروسی حضرت قاسم علیه السلام گریز می‌زند و به شکل سوزناکی آن را بیان می‌کند[۱].

ترجمہ ، محمد باقر بن محمد جعفر فشارکی (1251–1314 ہجری قمری)

وہ اصفہان کے نامور مجتہدین میں سے ہیں، انہوں نے اپنے والد محمد جعفر فشارکی اور دیگر علماء سے علم حاصل کیا اور کچھ ایسی رسومات کی بنیاد رکھی جو آج تک برقرار ہیں جیسا کہ تختِ فولاد کے مصلی کی مسجد میں جمعہ کی راتوں میں دعاؤں اور دیگر آداب کے ساتھ "شبِ احیاء" (بیداری کی رات) کی رسم انہوں نے کئی تالیفات بھی چھوڑی ہیں اسلامی علوم میں جیسے آداب الشریعہ ، ذخیرۃ المعاد اور بہت سی دوسری قیمتی کتب تالیف کیں، ----الخ

انہوں نے اپنی کتاب عنوان الکلام کی ایک مجلس کے اختتام پر شہزادہ قاسمؑ کی شادی کا ذکر کیا ہے اور اسے بڑے پرسوز انداز میں بیان کیا ہے ---

(کتاب اور متن اور اس کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں)



کتاب مستطاب

عنوان الکلام

از تالیفات مرحوم

حجة الاسلام والمسلمین آخوند ملا محمد باقر فشارکی

طاب ثراه

بانضمام دو کتاب عشریه

از تالیفات مؤلف

چاپ پنجم

کتابخانهٔ آیت الله العظمی بروجردی
شماره ثبت ۳۲۳۰۴۸۵

بسرمایه

کتابفروشی و چاپخانهٔ محمد علی علمی

تهران ـ خیابان ناصرخسرو کوچه خدابنده‌لوها

☎ ۵۰۳۶۲

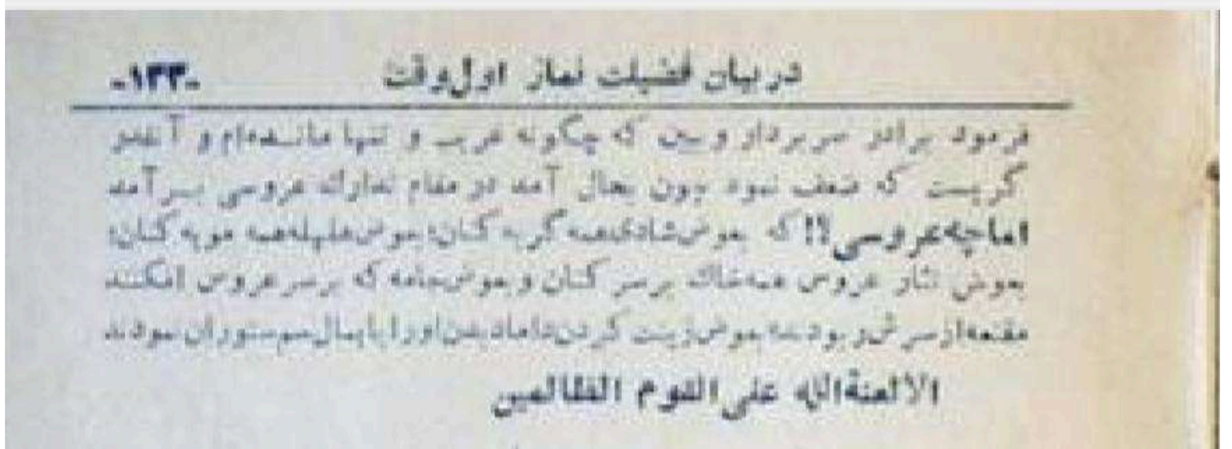
چاپخانه حاج محمدعلی علمی

فریضه دعاء مستجابی هست یعنی بعد از اداء فریضه
مستجاب میشود مثل روزه‌ها در ... که هر روزه داری را وقت
افطار دعائی مستجاب هست پس کو ... های مستجاب « وهذه عدة عاقف
میشود » نه والله » بلکه روزه روزه ... و الا توجه بخداوند موجب
نجات از شدائد است چنانچه در ابواب معجزات جناب امام حسن ع ذکر
کرده اند که پادشاه شهر شما را دختری بود در غایت حسن و جمال و
خواستگار بسیار داشت و پادشاه را وزیری بود که پسری داشت صاحب جمال
و قرار فیمابین پادشاه و وزیر چنان شد که دختر را بعقد آن پسر در آورند
وزرای دیگر حسد بردند در این باب خواستند چاره بکنند روزیکه پادشاه
شراب خورده بود ایشان فرصت غنیمت شمردند در حالت مستی باو گفتند
شب دخترت پسر وزیر را بقصر میطلبد و با یکدیگر صحبت میدارند پادشاه
در غضب شد ایشان را بقتل رسانید چون بهوش آمد خودرا و اهل خطارا
عزادار دید بدست یعقانتی گریبان صبر را پاره نمود خاصان خودرا طلب
نمود و اطباء را جمع کرد که چاره درد مرا بنمائید و الا اهل شهر را

بقتل رسانم .

در آن جمع پیری بسخن درآمد و گفت :

ای پادشاه غضب بر سلطان خوش نباشد دختر کشتن ثمری بدان مترتب نیست و زنده کردن مردگان از طاقت بشر خارجست واگر چارهٔ این کار شود بدست حسن بن علی بن ابیطالب ع است که سبط رسول (ص) و خلیفه اوست پادشاه از این کلام مسرور شده نامهٔ در نهایت ذلت خدمت آنحضرت نوشت وطلب نجات خود را از آن بلیه از آن بزرگوار نمود که چه شود در این ولایت قدم رنجه فرمائید بلکه بنفس مسیح خود این دو کشته را زنده فرمائی و اهل یکولایت را از کشتن برهانی پس نامه را به یک مسرعی داد و بجانب مدینه خواست روانه اش کند پیر پرسید تا مدینه چقدر راه است گفت یک ماه قاصد را گفت میخواهم مسافت را سه روزه رفته و سه روزه باز آئی ! قاصد با خود گفت این امریست محال و اگر هم مخالفت کنم کشته میشوم و اگر بروم چگونه بروم ! ولی بجهت نجات اهل شهر بیرون رفت توجه بدرگاه حق نمود دست نیاز بدرگاه بی نیاز برداشته از مسبب ساز اصلاح آن امر مشکل را خواست واشک او بر صورتش جاری شد که ناگاه دید آفتابی از جانب صحرا طلوع وصحرا بنور جمالش روشن شده نزد او آمد و نامه را از او طلب نمود خواست عذر آورد آن بزرگوار قضیه را نقل وفرمود منم حسین بن علی بن ابیطالب ع برو ملکرا خبر ده که مقصود تو حاصل شده همینکه قاصد این بشارت را بپادشاه داد با سایرین خدمت آن حضرت آمده از شوق میگریستند و از این خبر مسرت اثر ازدحام خاصی شد پس سبز پوش چمن آل عبا اشاره بآوردن آن دو مقتول نمود چون آنها را آوردند آن بزرگوار دو رکعت نماز کرد و دست بدعا برداشت و حیات ایشان را از حضرت حی قیوم خواست و فوراً زنده شدند و برخاسته نشستند که خروش از آن خلق برخاست وهمهٔ ایشان درک سعادت اسلام را نمودند **ای حسین بن علی** چنانچه از مدینه بختا آمدی جهت زنده کردن عروس و داماد و مسرور کردن اهل آن شهر چه میشد از بهشت بکربلا میرفتی بجهة زنده کردن نوداماد خود ومسرور کردن آن عیال دربدر وآن عروس خونین جگر اما فدای مقام و مرتبه ات شوم بجهت این مرحله تعویذ بر بازوی فرزندت بستی که روز عاشورا بگشاید و بر طبق آن رفتار نماید چون گشود دید نوشته است نوردیده قاسم چون در کربلا بهبینی عمت را غریب وتنها ازیار دست از یاری او بر نداری وسعی نمائی وجان خود را در راه عمت فدا کنی تا سعادت ابدی دریابی چون این تعویذ را خواند بنزد عم بزرگوار آمد وچون آنحضرت نظر بخط برادر خود نمود آهی از ته دل بر کشید وگویا



در بیان فضیلت نماز اول وقت — ۱۳۳

فرمود برادر سر بردار و ببین که چگونه غریب و تنها مانده‌ام و آنقدر
گریست که ضعف نمود چون بحال آمد در مقام تدارک عروسی برآمد
اما چه عروسی!! که بعوض شادی همه گریه کنان بعوض هلهله همه مویه کنان
بعوض نثار عروس همه خاک بر سر کنان و بعوض جامه که بر سر عروس افکنند
مقنعه از سر [illegible] ربودند بعوض زینت کردن داماد بدن او را پایمال سم ستوران نمودند

الا لعنة الله علی القوم الظالمین

ترجمہ،

امام حسنؑ کے معجزات کے ابواب میں ذکر کیا گیا ہے کہ شہرِ خطا (ملک چین کا علاقہ) کے بادشاہ کی ایک بیٹی تھی جو حسن و جمال میں یگانہ تھی اور بہت سے لوگ اس کے خواستگار تھے، بادشاہ کا ایک وزیر تھا جس کا بیٹا نہایت خوبصورت تھا، بادشاہ اور وزیر کے درمیان یہ طے پایا کہ بیٹی کا نکاح اس لڑکے سے کر دیا جائے دوسرے وزراء نے اس بات پر حسد کیا اور اس کی کوئی تدبیر کرنا چاہی، جس دن بادشاہ نے شراب پی رکھی تھی، انہوں نے موقع غنیمت جانا اور نشے کی حالت میں اس سے کہا کہ تمہاری بیٹی رات کے وقت وزیر کے بیٹے کو محل میں بلاتی ہے اور وہ ایک دوسرے کے ساتھ ملاقات کرتے ہیں پس بادشاہ غصے میں آ گیا اور اس نے ان دونوں (شہزادی اور وزیر کے بیٹے) کو قتل کر دیا---

جب اسے ہوش آیا تو اس نے خود کو اور شہرِ خطا کے لوگوں کو عزادار پایا، غم و اندوہ کی وجہ سے اس نے صبر کا گریبان چاک کر ڈالا، اپنے خاص لوگوں کو طلب کیا اور طبیبوں کو جمع کر کے کہا کہ میرے اس درد کا کوئی علاج کرو ورنہ میں پورے شہر والوں کو قتل کر دوں گا----!

اس مجمع میں ایک بزرگ موجود تھے جب انہوں نے بادشاہ کی حالت دیکھی تو بولے، اے بادشاہ! بادشاہوں کے لیے غصہ اچھا نہیں ہوتا، بیٹی کو قتل کرنے سے کوئی ثمر حاصل نہ ہوگا اور مردوں کو زندہ کرنا بشر کی طاقت سے باہر ہے، اگر اس کام کا کوئی علاج ہے تو وہ حسنؑ بن علیؑ بن ابیطالبؑ کے ہاتھ میں ہے، جو رسول اللہﷺ کے نواسے اور ان کے خلیفہ ہیں----

بادشاہ یہ سن کر خوش ہوا اور نہایت عاجزی و انکساری کے ساتھ امامؑ کے نام ایک خط لکھا اور اس مصیبت سے نجات کی التجا کی کہ کیا ہی اچھا ہو کہ آپؑ اس ملک میں قدم رنجہ فرمائیں اور اپنی مسیحائی صفت سے ان دو مقتولوں کو زندہ فرما دیں تاکہ پورے ملک کے لوگ قتل ہونے سے بچ جائیں پھر اس نے خط ایک قاصد کے سپرد کیا تاکہ اسے مدینہ روانہ کرے، مدینہ کے راستے اور سفر کے متعلق پوچھا گیا تو ؟ کہا گیا: ایک ماہ کا سفر ہے !

قاصد سے کہا گیا کہ یہ فاصلہ تین دن میں طے کرے اور تین ہی دن میں واپس آئے ----!

قاصد نے اپنے دل میں کہا کہ یہ ایک ناممکن امر ہے، اگر میں مخالفت کروں گا تو مارا جاؤں گا، اور اگر جاؤں تو کیسے جاؤں؟ لیکن شہر والوں کی نجات کی خاطر وہ شہر سے باہر نکلا، درگاہِ حق کی طرف توجہ کی، بے نیاز بارگاہ میں دستِ دعا بلند کیے اور مسبب الاسباب سے اس مشکل کام کی اصلاح چاہی، اس کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے کہ اچانک اس نے دیکھا صحرا کی جانب سے ایک آفتاب طلوع ہوا اور سارا صحرا جمالِ انور سے روشن ہو گیا ہے، وہ بزرگوار اس کے پاس آئے اور اس سے خط طلب کیا، قاصد نے ابھی عذر پیش کرنا چاہا ہی تھا کہ امامؑ نے سارا قصہ خود بیان کر دیا اور فرمایا: میں حسنؑ بن علیؑ بن ابیطالبؑ ہوں جاؤ اور بادشاہ کو خبر دو کہ تمہارا مقصد حاصل ہو گیا ----!

جیسے ہی قاصد نے بادشاہ کو یہ خوشخبری دی، وہ دوسروں کے ہمراہ امامؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور تڑپ کر رونے لگا، اس مسرت بخش خبر سے ایک عجیب ہجوم اکٹھا ہو گیا، پس اس عبا پوش ہستی نے اشارہ فرمایا کہ ان دو مقتولوں کو لایا جائے، جب انہیں لایا گیا تو امامؑ نے دو رکعت نماز ادا کی، دعا کے لیے ہاتھ بلند کیے اور حی و قیوم خدا سے ان کی زندگی مانگی وہ فوراً زندہ ہو کر اٹھ بیٹھے، جس پر مخلوق کا ایک شور بلند ہوا اور وہ سب اسلام کی سعادت سے ہمکنار ہوئے --- (اس معجزہ کو نقل کرنے کے بعد مولف مصائب کی طرف بڑھتا ہے اور امام حسنؑ کو مخاطب کرتے ہوئے کہتا ہے)

اے حسنؑ بن علیؑ ! جس طرح آپؑ مدینہ سے ختا تشریف لائے تاکہ دولہا اور دلہن کو زندہ کریں اور اس شہر کے لوگوں کو خوش کریں، کیا ہی اچھا ہوتا اگر آپ بہشت سے کربلا تشریف لے جاتے تاکہ نو داماد (قاسمؑ) کو زندہ کرتے اور اس دربدر ہونے والے عیال اور اس خونیں جگر دلہن کو مسرور کرتے !

ہائے افسوس، میں آپؑ کے مقام و مرتبت پر قربان جاؤں، آپ نے اس مرحلے کے لیے اپنے فرزند کے بازو پر ایک تعویز باندھا تھا تاکہ وہ عاشور کے دن اسے کھولے اور اس پر عمل کرے، جب (قاسمؑ نے) اسے کھولا تو دیکھا لکھا ہے ; اے میری آنکھوں کے نور قاسمؑ! جب کربلا میں اپنے چچا کو اکیلا، غریب، تنہا اور بے یار و مددگار دیکھو، تو ان کی مدد سے ہاتھ نہ اٹھانا اور اپنی جان توڑ کوشش کرنا، اور اپنی جان کو اپنے چچا کی راہ میں قربان کر دینا تاکہ ابدی سعادت پا سکو ---جب انہوں (قاسمؑ) نے یہ تعویز پڑھا تو اپنے بزرگ چچاؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے، جب سید الشہداءؑ نے اپنے بھائی کی نشانی پر نظر ڈالی تو دل کی

گہرائی سے ایک آہ بھری اور فرمایا: اے بھائی کے سرِ پروانہ! دیکھو کہ میں کس طرح غریب اور تنہا رہ گیا ہوں، اور اتنا روئے کہ غش کھا گئے، جب ہوش میں آئے تو شادی کی تیاری کرنے لگے، مگر کیسی شادی؟! کہ خوشی کے بجائے سب گریہ کناں تھے، مبارکباد کے بجائے سب نوحہ کناں تھے، دلہن پر نثار (صدقے) کے بجائے سب اپنے سروں پر خاک اڑا رہے تھے، اور اس چادر کے بجائے جو دلہن کے سر پر ڈالی جاتی ہے، اس کے سر سے چادر چھین لی گئی، اور دولہا کی زینت کرنے کے بجائے اس کے بدن کو گھوڑوں کے سموں سے پامال کیا گیا۔۔ (مزید کتاب اور مولف کے متعلق ملاحظہ فرمائیں)

٣٠٣ (ع ن و)

فى الخزانة (الآصفية

(٢٢٦٣ : عنوان ب

ص ٢٨٠ و ج ٩ :

(٢٢٦٤ : عنوان ر

للسيدعلى اكبر بن

ذكر فى «التجليات

(٢٢٦٥ : عنوان ال

النجف وهى الفية

بسماوه فى ١٢٩٤

احمد من

ويعد فالمذ

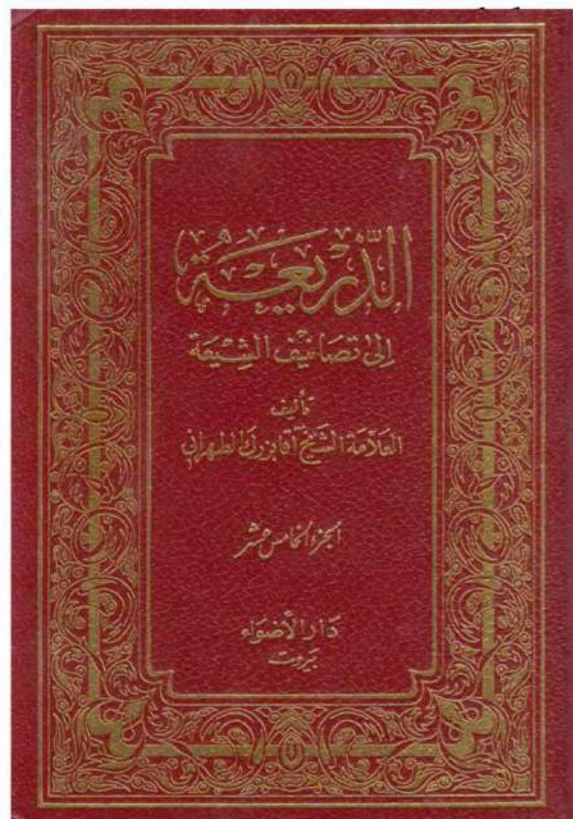
يقول خذ الي

وتمامه الف ومأتان

بالنجف . ١٣٦٠ وز

سبع عشر، ومما راه

فصلاً فى ٩٥ ص .



(٢٢٦ ان ط

محمد

فى ١٢٩٠ . ع بلاهور على الحجر .

(٢٢٦٧ : عنوان الكلام فى شرح ادعية الصيام) يعنى الادعية الصغيرة فى ايام رمضان وهو فى المواعظ . للاجذ نه لها محمد باقر الفشار كى الاصفهانى المتوفى ١٣١٤ . وهو فارسى مشتمل على المصائب ايضاً . وطبع باصفهان، وهو مجالسه التى كان يعظ الناس على المنبر فى رمضان . وله «العشرية» فى عشرة مجالس لايام العاشوراء كما مرّ، طبع مع «تنزيه المؤمنين» باصفهان . ١٣٢٠ . وطهران ١٣٣٣ و ١٣٤٨ .

(٢٢٦٨ : عنوان المصائب) للشيخ محمد على يعقوب ناظم «المقصورة العلوية» مختصر

ترجمہ، عنوان الکلام فی شرح ادعیۃ الصیام؛

یعنی ماہِ رمضان کی مختصر دعاؤں کی شرح، جو وعظ و نصیحت پر مبنی ہے، یہ ملا محمد باقر الفشارکی الاصفہانی کی تصنیف ہے جن کی (وفات ۱۳۱۴ھ) میں ہوئی، یہ کتاب فارسی زبان میں ہے اور مصائب پر بھی مشتمل ہے، یہ کتاب اصفہان میں طبع ہوئی، یہ ان کی وہ مجالس ہیں جو وہ ماہ رمضان میں منبر پر لوگوں کو وعظ کرنے کے لیے پڑھتے تھے، ان کی ایک اور کتاب "العشریہ" بھی ہے جو عاشورا کے دس دنوں کی مجالس پر مشتمل ہے، جو اصفہان میں تنزیہ المومنین کے ساتھ طبع ہوئی، اور تہران میں ۱۳۳۳ھ اور ۱۳۴۸ھ میں بھی چھپی۔۔۔

24

کتاب مستطاب بیت الاحزان

بسم الله الرحمن الرحیم

الحمد لله الذی اعظم بلاء الانبیاء والمرسلین واحسن رزایا الاوصیاء المکرمین والصلوة والسلام علی سید اهل اجمعین وعلی آله الذین هم سادات الشهداء المرضیین وعلی محبیهم والباکین علیهم ابد الابدین ولعنة الله علی اعدائهم آن وحین اما بعد چنین گوید بندهٔ عاصی امیدوار بکرم خداوند رحیم عبدالخالق بن عبدالرحیم یزدی مشهدی المسکن اسکنهما الله فی جنات النعیم که چون علم تعزیه آل طه ویس را علمی میدانند شریف و چنان میدانند که عنایت حضرت باری جل شانه العالی و حضرات اهل عصمت علیهم السلام با آن بی نهایت است و از اسباب عظیمه نجات امت مرحومه است و درین زمان اخبار معتبره آنرا دیده که بعضی از جهال بکذبهای بسیار مخلوط نموده بودند لهذا بر خود لازم و متحتم نمود که خداوند جلیل و برکات اهل عصمت صلی الله علیهم اجمعین کتابی درین باب نوشته شود که مشتمل باشد بر اخبار معتبره وارده در مناقب و مصایب این بزرگواران علیهم السلام تا ثمرات آن در نظر اهل دانش و بینش اتم واکمل بوده باشد و شکر الله رب العالمین که بزبان عربی بعض اخبار کتابی مشتمل بر کنوز و رموز و عجایب و غرایب از فضایل و مناقب و مصایب که مسمی بمصایب المعصومین بر قلم این ناقابل جاری گردیده و این ضعیف را اگرچه قابلیت تصنیف مثل آن کتاب مستطاب نبود ولکن ذلک فضل الله یؤتیه من یشاء اللهم اجعله خالصا لوجهک الکریم بلی از آنجا که بسیاری از فارسی زبانان از انتفاع به آن کتاب محروم بودند از ارکان و اعیان روضهٔ رضویه علی مشرفها آلاف التحیة که باین خاکروب این آستان مقدس لطفی داشتند در زمانی که مجاور و مشرف بودم مبالغه را از حد گذرانیدند که بزبان فارسی برای ایشان درین باب کتاب مختصری نوشته شود از جهت امتثال ایشان شروع درین کتاب شد و آنرا مسمی به بیت الاحزان نمود باینکه آنکه در دار دنیا از مطالعه و خواندن و شنیدن آن قلوب موالیان مملو از احزان و جگرهای ایشان بریان و دیدهای ایشان گریان گردد تا در آخرت بسرور زهرا محظوظ و در جنتهای عدن

ketabashura.blogfa.com
کتابفروشی تخصصی امام حسین علیه السلام (قم)

افتاده بودند و گرد و غبار معرکه قتال بر میگردد و آه از بی اعتباری دنیای دون و از کجرفتاری چرخ بوقلمون که از برای زیادی فرح و سرور در جنت عروسی همه حوریان جنان نغمهای طرب نشان سورهای قرآن با فصح بیان میخوانند و تعیش مینمودند و آه و احزناه و واغمّاه که در روز عاشوراء در خیمه عروس و داماد زنان نالهٔ سینه‌ها غم بر روی پر الم میزدند و از برای دعوت عزا بعضی روی خود را بجانب قبر جد بزرگوار خود کرده وامحمداه میگفتند و بعضی روی خود را بجانب نجف کرده بناله و اعلیاه افغان بر می‌کشیدند و بعضی رو بجانب بقیع کرده جده ماجدهٔ عروس و داماد جناب فاطمه طاهره را و بعضی دیگر پدر داماد حضرت امام حسن را برای مجلس عزا دعوت مینمودند و بالجمله در روز عاشورا بنوعیکه بعرض شیعیان و محبان ذکر کنند کاش در آن پس از تهیهٔ اسباب عزا آقای مظلومان و سرور شهیدان و پناه بیکسان جناب سید الشهداء ارواحنا له الفداء بدست مبارک خود قبائی را که از امام مسموم علیه السلام بیادگار داشت بر قامت موزون و سرو روان داماد نوجوان خود بیاراست و عمامهٔ انجناب را بر فرق همایونش گذاشت و دست به التجا بلند کرده بیک دست داماد را گرفته و بدستی دیگر دست فاطمه نوعروس دختر خود را گرفته و در میانه ایشان که رشک حور و غلمان بودند اجرای صیغهٔ عقد فرموده بنوعیکه خداوند جل جلاله در عرش عظمت بزبان رحمانی در میانهٔ امیر مؤمنان و خاتون جنان اجرای صیغهٔ عقد فرموده بود و پس همراه ایشان تشریف برده در خیمه علیحده دست ایشان را بدست یکدیگر داده گریه کنان بیرون تشریف آورد فصلی الله علی محمد و آله الطاهرین و لعنة الله علی اعدائهم اجمعین

مجلس سی و دویم در عروسی جناب امیر و فاطمه در مدینه طیبه و عروسی جناب قاسم و فاطمه در دشت کربلا

السلام علی اهل الولاء والبکاء ولعنة الله علی اهل البغضاء والفحشاء والشحناء وبعد بر ارباب مروت پیغمبر آخر الزمان صلی الله علیه و آله و شیعیان امیر مؤمنان و محبان خاتون جنان مخفی نماند که دو فاطمه نام درین عالم عروس شده اند که از شنیدن کیفیت عروسی یکی قلبهای دوستان شادمان و از تبسم دندانهای ایشان نمایان میگردد و از کیفیت عروسی دیگری سینه‌های ایشان بریان و چشمهای ایشان گریان میگردد و چه دوست دارم که هر دو را با هم ذکر نمایم تا از خیال سرور در قلبها مؤمنین اجری عظیم و از گریانیدن ایشان ثواب جسیم از خداوند کریم واصل عاید دنیا و آخرت شیعیان و موالیان گردد اما آنکه موجب حزن و اندوه سرور و خوشحالیست پس از شنیدن کیفیت عروسی سیدهٔ نساء عالمیان جناب فاطمه زهراست و اما آنکه موجب حزن و اندوه و ناله و نوحه است پس از شنیدن کیفیت عروسی فاطمه دختر مظلوم کربلا در روز عاشورا و بیان مجملی از عروسی سیدة النساء اینست که در کتب معتبره روایت شده است که خاتم انبیا صلی الله علیه و آله در خانه ام سلمه رضی الله عنها تشریف داشتند که ناگاه ملکی بر آنحضرت نازل شد که بیست سر داشت و در حدیث دیگر است که بیست و چهار رو داشت و در هر سری هزار زبان داشت که هر زبانی تسبیح و تقدیس الهی بجای میآورد که تسبیح زبانی بلغت زبانی دیگر شباهت نداشت و کف دست او گشاده تر بود از هفت آسمان و زمین و چون بصورت جبرئیل آمده بود آنحضرت فرمود که ای جبرئیل تو هرگز باین صورت بر من وارد نشده بودی آن ملک عرض کرد که من جبرئیل نیستم ملکم صلصائیلم و جناب قدس الهی مرا بخدمت تو روانه کرده و امر فرموده است که تزویج کنی نور را بنور آنحضرت فرمود که را بکه او عرض کرد که جناب فاطمه را بحضرت علی پس آنحضرت دید که در میانه دو کتف او نوشته است که لا اله الا الله محمد رسول الله علی بن ابیطالب مقیم الحجة پس آنحضرت فرمود که ای صلصائیل چند وقت است که این کلمات بر بال تو نوشته شده است او عرض کرد که پیش از آنکه خداوند دنیا را خلق فرماید به دوازده هزار سال و در حدیث دیگر است که جبرئیل نازل شده و با او بود از سنبل و قرنفل جنت و بدست آنحضرت داد پس آنجناب بوئید و از سبب آوردن آنها پرسید پس جبرئیل کیفیت عروسی حضرت فاطمه را در آسمان و کیفیت زینت کردن جنت و شجرهٔ طوبی و حورالعین را و از دحام ملائکه در بیت المعمور و کیفیت جاری فرمودن خداوند صیغهٔ عقد را و شادی کردن ملائکه و اهل جنت را و آنچه در ملاء اعلا واقع شده بود بعرض آنحضرت رسانید و گفت که خداوند امر فرموده است که تو هم در زمین در میانهٔ ایشان اجرای صیغهٔ عقد فرمائی پس آنحضرت امر فرمود که اصحاب او از مهاجر و انصار و بنی هاشم را در مجلس حاضر نمودند و زنان و دختران بنی هاشم در خدمت خاتون جنان شرفیاب شدند و آن زینت بخش محفل حور و قصور را زینت و آرایش نمودند پس آنحضرت جناب امیر علیه السلام را امر نمود که خطبه در کمال فصاحت و بلاغت انشاء نمود و در حدیث دیگر است که خود خطبه ادا فرمود پس در حضور جبرئیل و صلصائیل و اصحاب جلیل بوکالت سیدهٔ نساء عالمیان اجرای صیغهٔ عقد فرمود و جناب سیدالاوصیاء ارواحنا له الفداء

کتاب بیت الاحزان میں عقد قاسمؑ کا ذکر موجود ہے، یہاں مولف نے امیر المومنینؑ کی اور شہزادہ قاسمؑ کی شادی کی کیفیت تفصیل سے بیان کی ہے ، یہاں ہم مختصر حصے کا ترجمہ پیش کر رہے ہیں ---

جب قاسمؑ نے امام حسنؑ کی تحریر امام حسینؑ کے سامنے پیش کی تو امام حسینؑ نے فرمایا ؛ یہ تمہارے باباؑ کی طرف سے میرے لیے ایک وصیت ہے، اور میرے پاس تمہارے لیے ان کی طرف سے ایک اور وصیت بھی ہے، پھر امام حسینؑ نے امام حسنؑ کی اس وصیت پر عمل کرتے ہوئے قاسمؑ کا ہاتھ تھاما اور انہیں خیمے میں لے گئے، عونؑ اور عباسؑ کو طلب کیا اور قاسمؑ کی ماںؑ سے فرمایا: کیا قاسمؑ کے لیے نئے کپڑے نہیں ہیں؟ انہوں نے عرض کی: نہیں--- !

پھر امام حسینؑ نے ایک صندوق منگوایا، اسے کھولا اور اس میں سے امام حسنؑ کی قبا نکالی اور قاسمؑ کو پہنائی اور ان کے سر پر عمامہ باندھا پھر اپنی اس بیٹی کا ہاتھ پکڑا جس کا عقد ان سے طے ہو چکا تھا اور اسے ایک علیحدہ خیمے میں لے گئے وہاں (امام حسینؑ نے) اپنی بیٹی کا ہاتھ قاسمؑ کے ہاتھ میں دیا اور پھر وہاں سے باہر تشریف لے آئے قاسمؑ نے اپنی دلہن کی طرف دیکھا اور رونے لگے یہاں تک کہ انہوں نے دشمنوں کی آواز سنی جو پکار رہے تھے: کیا کوئی مقابلہ کرنے والا ہے؟ پس انہوں نے اپنی دلہن کا ہاتھ چھوڑا اور خیمے سے نکلنے کا ارادہ کیا، تب قاسمؑ کی دلہن نے ان کا دامن پکڑ لیا ----الخ

مولف بیان کرتے ہیں کہ، رسول اللہ کی بیٹی فاطمہ الزہراؑ کے عقد کی محفل میں لوگ خوشی سے مسکرا رہے تھے، لیکن اس فاطمہؑ بنت الحسینؑ کے عقد کی مجلس میں سوائے مرد و زن کے نالہ و گریہ کے کچھ نہ تھا، مدینہ کی مجلس میں زبانیں مبارکباد دے رہی تھیں، جبکہ روزِ عاشور الوداع اور الفراق کے سوا کوئی صدا بلند نہ تھی، مدینہ میں فاطمہ طاہرہؑ کے رخسار کا بناؤ ایسا تھا کہ حورِ جناں بھی رشک کریں، مگر دشتِ کربلا میں اس فاطمہؑ کی صورت کا بناؤ بکھرے ہوئے بال، پیٹا ہوا چہرہ اور خون کے آنسو تھے ----الخ (کتاب کے متعلق ملاحظہ فرمائیں)

ذکر عروسی فاطمہ کبریٰ از بحر الاحزان

كتاب الوافي مرتباً على أبواب أصول الكافي فصار المجموع شرحاً مستقلاً لأصول الكافي من تصنيف الفيض وتدوين هذا البعض الذي أخلص عمله هذا لله تعالى وأهمل ذكر إسمه ونسبه وتاريخ عصره رأيت النسخة في مكتبة السيد عبد الحسين الحجة الطباطبائي الحائري وأظن أنها كتبت قبل مأة سنة .

٦٥٧ : بيت الأحزان ... مصائب سيدة النسوان ، البتول الطاهرة فاطمة الزهراء سلا... عليها ، للمحدث المعاصر الحاج الشيخ عباس بن محمد رضا القمي ، ...كره في فهرس تصانيفه .

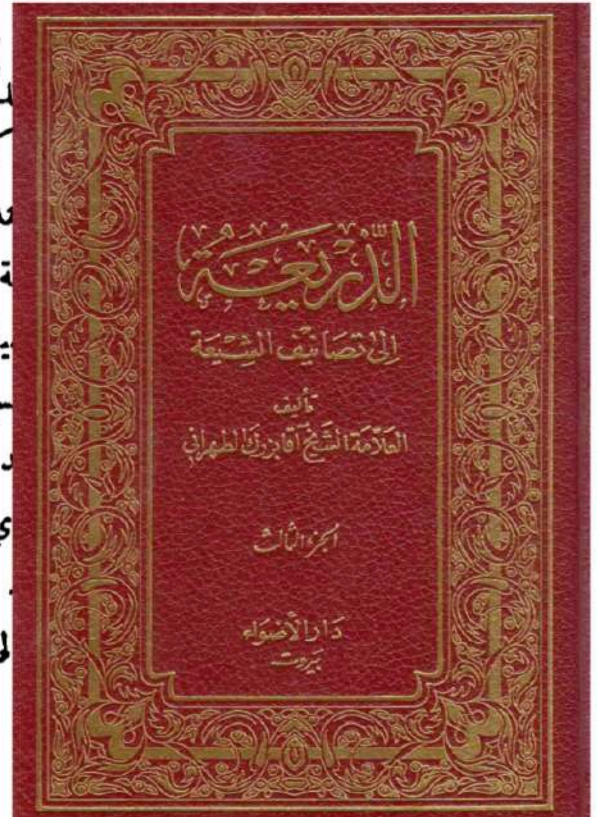
٦٥٨ : بيت الأحزان في مصائب سادات الزمان الخمسة الطاهرة من ولد عدنان صلوات الله عليهم أجمعين ، مقتل فارسي طبع بإيران للمولى عبد الخالق بن عبد الرحيم اليزدي نزيل المشهد الرضوي المتوفى بها سنة ١٢٦٨ . وله مصائب المعصومين الأربعة عشر المطبوع .

. للسيد المفتي مير محمد
لكهنوي المتوفى سنة
كره في التجليات .

مد مهدي الكرهرودي
ة سنة ١٣١٤ . يوجد
ية .

سيد علي نقي بن السيد
تقي ابن السيد حسين
ي المعاصر المولود سنة

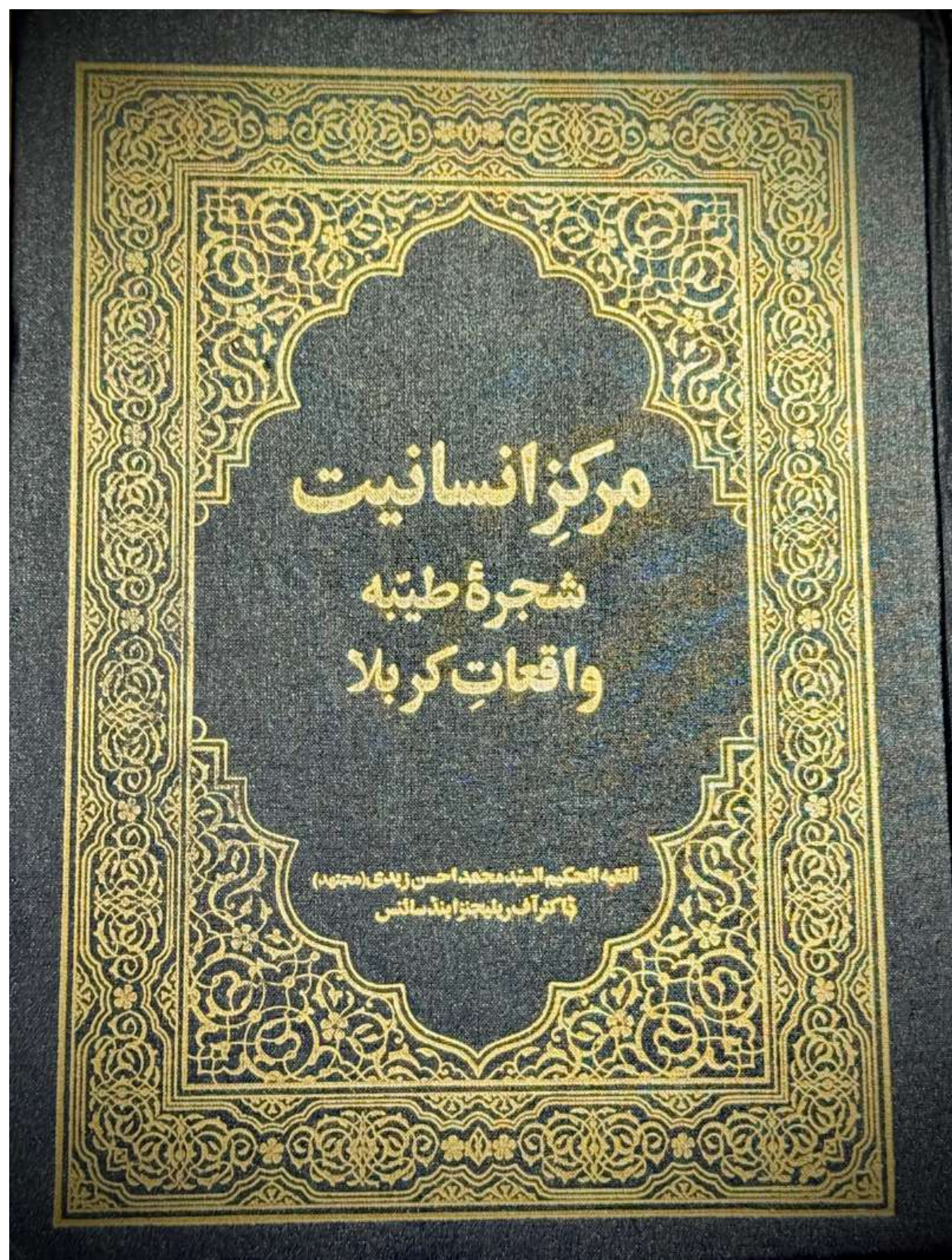
لى الفارسية نظما لميرزا



ترجمہ ، بیت الاحزان: ساداتِ زمانہ، آلِ عدنان کے مصائب کے بارے میں ہے، یہ مقتل کی کتاب ہے جو فارسی زبان میں ہے اور ایران میں طبع ہو چکی ہے، یہ مولیٰ عبد الخالق بن عبد الرحیم الیزدی المشہدی کی تالیف ہے جن کی وفات 1268ھ میں ہوئی، ان کی معصومینِ اربعہ عشر (چودہ معصومین) کے مصائب پر بھی کتاب موجود ہے ----

مطلب یہ کہ بیت الاحزان معتبر شیعہ کتاب ہے اور اس کتاب میں عقد قاسمؑ کا ذکر تفصیل سے موجود ہے اور یہ کتاب مؤلف تک ثابت ہے---

25


مرکزِ انسانیت
شجرۂ طیّبہ
واقعاتِ کربلا
الفقیہ الحکیم السید محمد احسن زیدی (مجتہد)
ڈاکٹر آف ریلیجنز اینڈ سائنس

اُسے کیا کہہ کر تسلی دی؟ انہیں اُس آنے والی طویل ترین زندگی پر کس طرح رضامند کیا؟ آپ نے باقی بہنوں، بھائیوں، پھوپھیوں اور ناموس حسینؑ کو کس طرح رضامند کیا؟ اور اس تمام اُلجھاؤ سے، اس تمام دل شکن اور حیرت انگیز امتحان سے نکل کر چچا کے سامنے اجازت کے لئے پھر آ کھڑے ہوئے؟ یہ کیا تھا؟ فطرت انسانی کو مطمئن کرنے والا وہ کون سا نسخہ تھا کہ پورا ماحول آپ کا طرفدار ہوگیا؟ امام حسین علیہ السلام کو شاباش دینا اور مرحبا کہنے کی جرأت کرنا تو صرف اللہ اور اُن کے پالنے والوں کے شایان شان ہے۔ ہمیں یہ ضرور کہنا ہے۔ اے حسینؑ آپ واقعی حلّال مشکلات تھے۔ مگر آپ نے جناب قاسمؑ کی راہ میں مشکلات پیدا کیں۔ اور جب حلّال مشکلات خود ہی مشکلیں پیدا کردے تو پناہ کا ٹھکانہ کہاں ملے گا؟ آپؑ کا دامن صاف تھا اور حضرت قاسمؑ نے اُسے اپنے سہرے سے اور مہکا دیا۔ آنے والی نسلوں کو بتادیا کہ میرے سامنے دنیا اور اُس کی ساری مسرتیں، تمام اُمیدیں، کل نشیب وفراز ولذّتیں آ کر کھڑی ہوگئی تھیں۔ مگر میں نے یہ ثابت کرنا تھا کہ برحق امامؑ کون ہے؟ امام حسینؑ یا اولادِ امام حسنؑ؟ رہ گئیں دنیا کی مسرتیں وہ ازرُوئے قرآن ہمارے لئے امامؑ پر قربان ہوجانے کے بعد بھی موجود رہیں گی (آل عمران 3/169، بقرہ 2/154)۔ اور رزق میں سب کچھ داخل ہے۔ زوجہ بھی اور والدہ بھی نعمت میں داخل ہیں۔ میں حسینؑ پر قربان ہوکر تمام مادی پابندیوں سے آزاد اور ہر مادی لذت پر قادر ہوجاؤں گا۔ چند ساعت کے لئے یہ ازلی وابدی موقعہ کیوں کھوؤں۔ شاید دُلہن کو یہی آیات جھکی ہوئی آنکھوں کے ساتھ سنادی ہوں۔ بہرحال ہمیں معلوم ہے کہ آنحضرتؐ بعد انتقال اپنی پسندیدہ ازواج سے رابطہ رکھتے رہے ہیں (کافی جلد اول صفحہ 559)۔ چنانچہ حضرت قاسم علیہ السلام کی محرومی صرف اہلبیت علیہم السلام کے سوگ کھلنے اور قاتلان حسینؑ کے انتقام تک محدود رہی۔

(5)۔ حضرت قاسم بن الحسن علیہما السلام

ہم نے حضرت قاسم علیہ السلام کے متعلق تمام متعلقہ تفاصیل قلمبند کرنی ہیں۔ یعنی میدان کربلا میں اُنکا اذنِ جہاد مانگنا اور منع کردیئے جانے پر مایوسی کے عالم میں تنہا جا کر بیٹھنا اور اجازت حاصل کرنے کی تدابیر اور وسائل وسفارش کی راہیں سوچنا، والد کی نصیحت کا یاد آنا، تعویذ کھولنا، پڑھنا اور امام علیہ السلام کے رُوبرو پیش ہونا۔ پھر امامؑ کا بھائی کی وصیت سنانا، حضرت فاطمہ کبریٰ سے عقد نکاح کرنا، اسکے باوجود جناب قاسمؑ کا جہاد کی اجازت مانگنا پھر امامؑ کا اپنے ہاتھ سے لباس تیار کر کے جہاد کیلئے بھیجنا۔ میدان جنگ کا حال، میدان سے واپسی، دوبار رخصت ہوکر جنگ کے لئے جانا تفصیل سے لکھیں گے۔ چونکہ حضرت قاسمؑ کے حالات میں سرکاری علما بخیلی اور ذاتی اجتہاد سے کام لیتے رہے ہیں۔ اسلئے ہم اُن کی شہادت تفصیل سے بیان کرینگے۔ تاکہ نُورٌعلیٰ النور بن کر نابینا علما کو بینائی عطا کرے۔

(6)۔ سہرے، سہاگ اور کفن بدوش دولہا ودلہن کی قربانی احادیث کی زبانی

یہاں ہم اُس دلدوز والم انگیز شہادت کا تذکرہ، مذہب حقہ کے قدیم ریکارڈ سے کرینگے جو ہماری بیاہ اور شادیوں اور مسرت انگیز محفلوں کو دوام بخشنے اور دنیاوی غموم وھموم کو ہم سے دُور رکھنے کی ضمانت بنا کر پیش کی گئی تھی اور جسے مومنین کی نظروں سے گرانے اور بھلانے کیلئے دشمنانِ محمدؐ وآل محمدؐ نے طرح طرح کے فریب دیئے۔ ''یہ روایت غلط ہے۔'' ''یہ عقل ووقت کے تقاضے کے خلاف ہے۔'' ''یہ

کسی معتبر کتاب میں نہیں ہے'' کوئی اُن سے پوچھے کہ تمہارے یہاں وہ کون سی مشین ہے جو غلط اور صحیح کا فیصلہ کرنے میں معصوم ہو؟ جس سے غلطی ناممکن ہو؟ اور یہ کہ جسے تم عقل کہتے ہو وہ کیا چیز ہے؟ کیا عقل کیلئے مغالطہ ناممکن ہے؟ کیا آلاتِ عقل یعنی حواسِ خمسہ کبھی کسی حالت میں معطل نہیں ہو سکتے؟ کیا مشاہدہ کی سینکڑوں غلطیاں مسلمات میں داخل نہیں؟ کیا مشاہدہ ہی کی ایک غلطی کا نام ''سراب'' نہیں ہے؟ کیا فیصلہ کرنے میں ایک آدمی کے ''دودل'' ہوجانا اُسکی عقل کی ناکامی کا دوسرا نام نہیں ہے؟ کیا ''مشورہ'' انسانی عقل کے دیوالہ کا اعلان نہیں؟ کیا اونچا سننا؛ بہرہ ہونا؛ کمزوریٔ نظر؛ کوتاہیٔ فہم؛ ذائقہ کا بدلنا وغیرہ آلاتِ عقلیہ کے نقائص نہیں؟ پھر یہ بتاؤ کہ وہ ہزاروں کتابیں کہاں ہیں؟ جو آئمہ علیہم السلام نے تیار کراکے اُمت میں چھوڑی تھیں؟ وہ حدیث کی چار سو کتابیں کیا ہوئیں کہاں گئیں جو آئمہؑ کی تصدیقات اور آئمہؑ کے صحابہ رضوان اللہ علیہم کی محنت شاقہ کا نتیجہ تھیں؟ کیا وہ اَسّی ہزار کتابیں تم نے پڑھ لی ہیں جو السید مرتضیٰ علم الہدیٰ کی لائبریری سے باہر نکلیں اور غائب کردی گئیں۔ ارے خدا کے بندو! کم از کم یہ کہہ دیا کرو کہ جتنی کتابیں میں نے یا ہم نے پڑھیں اُن میں کہیں یہ روایت یا فلاں روایت مجھے یا ہمیں نہیں ملی۔ اگر آپ یہ بات فرمایا کریں تو دو فائدے ہونگے۔ اول یہ کہ تمہیں دروغ بافی کی سزا نہ ملے گی۔ دوسرے یہ کہ اُمت تمہارے محدود مطالعہ اور محدود علم کو سامنے رکھ کر گمراہ ہونے سے محفوظ رہے گی۔ تمام کتابیں تو بہت بڑی بات ہے۔ تم نے تو کسی ایک لائبریری کی بھی ساری کتابیں نہیں پڑھیں۔ یہ بھی ایک بڑی بات ہے۔ تم نے تو کسی چھوٹی سی لائبریری کی تمام کتابوں کے نام بھی نہیں پڑھے۔ تمہیں، تم میں سے کسی کو بھی تین سو مفید کتابوں کے نام بھی نہیں آتے۔ سنو ہم تم سب کو، تمہارے پورے سلسلے کو جانتے ہیں ہمارے سامنے صرف اتنا کہو جتنا سچ مچ جانتے ہو۔ تمہیں اگر آدم پٹمین (Adam Pitman) کی لائبریری دکھانا ہو تو قلب کے ڈاکٹر کو پہلے موجود رکھنا ہوگا۔ تا کہ خدانخواستہ کہیں..........اور ایمبولینس وقت پر نہ مل سکے۔ بہرحال جس نے یہ دعویٰ کیا کہ یہ روایت یا فلاں روایت کسی کتاب میں نہیں ہے۔ اُس سے بڑا جھوٹ یزید و شمر و ابن زیاد (ملعون) نے بھی نہیں بولا تھا۔

اور سنو کہ واقعہ کربلا کے بعد آج تک حضرت قاسم علیہ السلام کے بیٹے ثانی یا قاسم مُثنّٰی اور شہزادہ قاسم کا مزار شمرانات کے گاؤں رَے کے علاقہ میں زیارت گاہ عوام وخواص ہے۔ اور ایران وعراق کا بچہ بچہ واقف ہے اور تمام لکھے پڑھے لوگ یہ بتا سکتے ہیں کہ اُنہیں بنی امیہ نے رَے شہر میں شہید کیا تھا۔ اور پھر اُنکو اُنکے والد ماجد جناب قاسم بن الحسن علیہ السلام کے سراقدس کے مزار کے پاس دفن کیا گیا تھا۔ یہ دونوں مزار مسلسل اور مشہور چلے آرہے ہیں۔ وہاں کے لوگ اُن پر فخر کرتے ہیں۔ ایسی عملی اور مشہور ومشہود ٹھوس اور مادی دلیل اور زیارت گاہ کے موجود ہوتے ہوئے کسی دوسری دلیل و روایت کی کوئی احتیاج نہیں۔ سورج خود اپنے وجود کی دلیل ہے۔ اسی کو درایت کہتے ہیں۔ اسکے سامنے کسی روایت کا ہونا نہ ہونا اسکے وجود پر اثر انداز نہیں ہوتا۔

اَنَّ تِلْکَ القضایا مِن الامور المتسامعة المتظافرة عند اهال تلک القری من قری الشمرانات (باغات کا علاقہ) یرویه الخلف عن السّلف فی کل عصر من الاعصار وفی کل قرن مِن القرون روایة علٰی نمط التسامع والتظافر بحیث یفید العلم والیقین بالنسبت الَی المطلب حتّٰی اَنَّ اهل القریة التی فیها المقبرة الشریفة والقبة المبارکة لِهٰذین السیّدَیْن الطیّبین الطاهرَیْن الشهیدین یفتخرون فی کُلّ عصر من الاعصار و یباهون فی کل قرن من القرون بِاَنَّ آبائِهِمُ الاوّلین واسلافهم الاقد مین قد

معتبر مخطوطات میں

شہزادہ قاسمؑ کا عقد







منابع عروسی:

(۱)**لطیف بن جعفر بن محمّد بن حسن بن زید بن حسن بن علی بن ابی‌طالب**(**قرن ۳ ه.ق**) صاحب کتاب **مختصر** می‌باشد. این کتاب توسط موسی بن حسن بن ابی جعفر هارون ملقّب به شیخ الحفاظ در سال ۸۳۹ ه.ق ترجمه به فارسی می‌شود و نسخه‌های موجود، اثر ترجمه‌ی اوست.[۱]

متن روایت او چنین است:

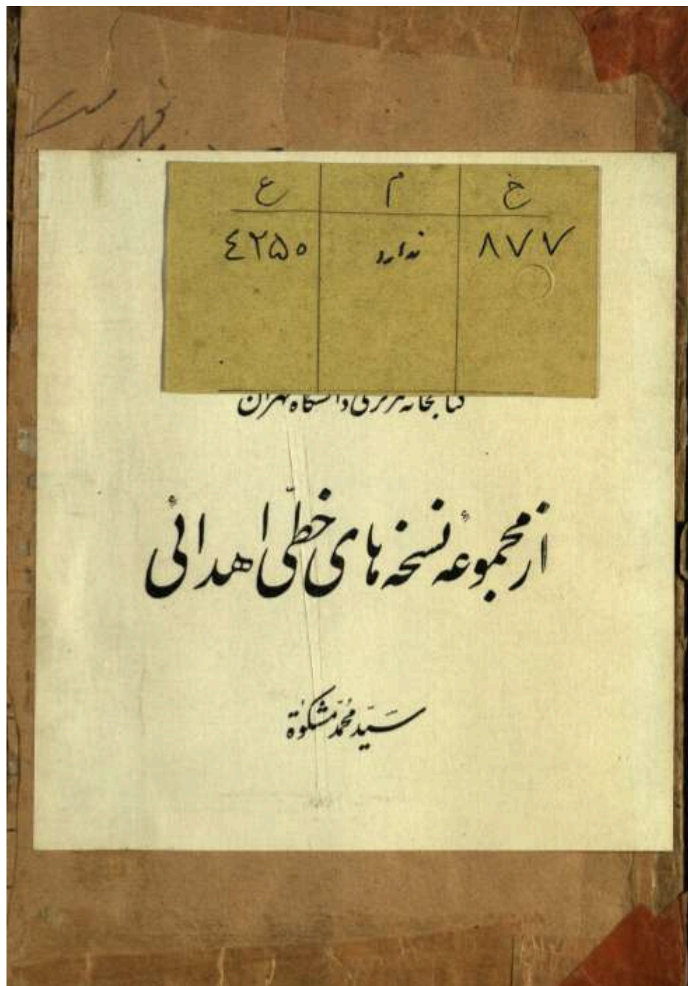
---

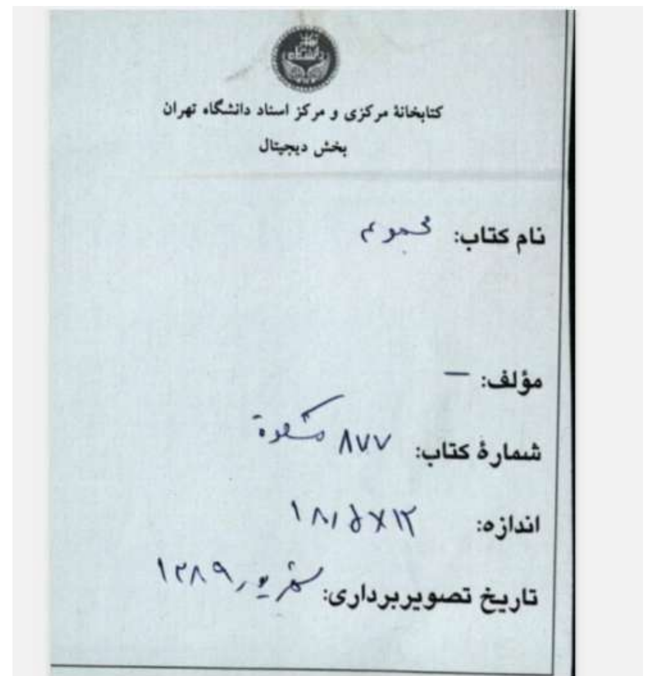
۱. برای آشنایی با کتاب و مولف به بخش معرفی کتب مراجعه شود.

ترجمہ،

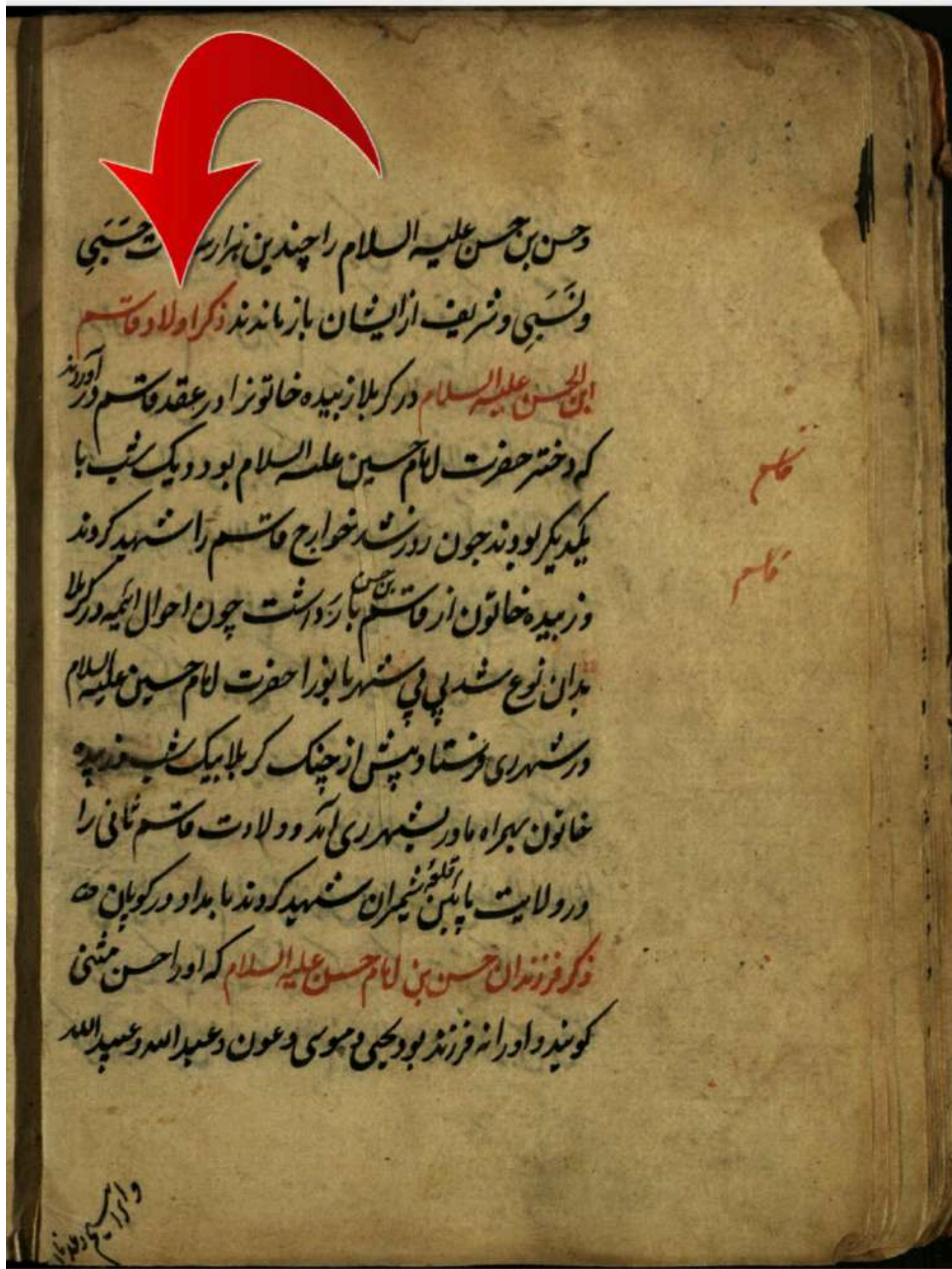
لطیف بن جعفر بن محمد بن حسن بن حسن بن زید بن حسن بن علی بن ابی طالب (تیسری صدی ہجری) کتاب '**مختصر**' کے مصنف ہیں، اس کتاب کا فارسی ترجمہ موسی بن حسن بن ابی جعفر ہارون (جو کہ شیخ الحفاظ کے نام سے مشہور ہیں) نے ۸۳۹ ہجری میں کیا تھا اور آج جو نسخے دستیاب ہیں وہ انہی کے ترجمے کا نتیجہ ہے ان کی روایت کا متن کچھ یوں ہے --- !

(وہ مخطوطہ اور اس کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں)








وحسن بن حسن علیه السلام را چندین هزار ... حسبی
ونسبی وشریف از ایشان باز ماندند ذکر اولاد قاسم
ابن الحسن علیه السلام در کربلا زبیده خاتون را در عقد قاسم در آوردند
که دختر حضرت امام حسین علیه السلام بود ویک شب با
یکدیگر بودند چون روز شد خوارج قاسم را شهید کردند
وزبیده خاتون از قاسم بن حسن بار برداشت چون احوال ائمه در کربلا
بدان نوع شد پی شهربانو را حضرت امام حسین علیه السلام
در شهر ری فرستاد وپیش از جنگ کربلا بیک شب زبیده
خاتون بهمراه مادر بشهر ری آمد وولادت قاسم ثانی را
در ولایت پایین تلغو شمیران شهید کردند با بداد در کوپایان
ذکر فرزندان حسن بن امام حسن علیه السلام که او را حسن مثنی
گویند واو را نه فرزند بود یحیی وموسی وعون وعبدالله وعبیدالله

اردو ترجمہ ملاحظہ فرمائیں ----!

قاسم بن حسنؑ کی اولاد کا ذکر: کربلا میں زبیدہ خاتونؑ کا عقد قاسمؑ سے کر دیا گیا، جو کہ حضرت امام حسینؑ کی صاحبزادی تھیں، وہ (قاسمؑ اور زبیدہ خاتونؑ) ایک رات ایک ساتھ رہے، جب صبح ہوئی تو خوارج نے قاسم کو شہید کر دیا، زبیدہ خاتونؑ اور شہزادہ قاسمؑ کا ایک بیٹا ہوا چونکہ کربلا میں آئمہؑ کے حالات اس نہج

تک پہنچ چکے تھے، لہذا امام حسینؑ نے (جنگِ کربلا سے ایک رات قبل ہی) انہیں (اپنی صاحبزادیؑ کو) شہرِ ری بھیج دیا تھا زبیدہ خاتونؑ اپنی والدہ کے ہمراہ شہرِ ری تشریف لائیں اور وہاں 'قاسمِ ثانی' کی ولادت ہوئی، انہیں شمران قلعہ کے زیریں علاقے میں شہید کیا گیا اور وہ وہیں پہاڑ کے دامن میں مدفون ہیں۔

اس کتاب کے متعلق مزید ملاحظہ فرمائیں ---!

نوشته شده، جز بـا دقّـت فـراوان نمـ ... پـی بـرد.
مجموعه‌ی خطّی شامل، کتاب مختص ... ، کتـاب
رساله انسابیه و کتابی در علم نجوم اس ... علی بن
قاسمعلی مازندرانی در سال ۱۰۷۵ه.ق ... دیگـر در
کتابخانه‌ی مرعشی به شماره‌ی۳ موج ... منشـور
مبارک و رساله انسابیه است. حال به ...



۱-۲-۳. معرفی کتاب مختصر[۱]

مختصر، کتابی است که در مسجد الاقصی به خطّ **لطیف بن جعفر بـن محمّد بن حسن بن زید بن حسن بن علی بن ابی‌طالب**[۲] موجود بـوده و توسـط یکی از علما به نـام شـیخ الحفّـاظ در سـال ۸۳۹ ه.ق بـه فارسـی ترجمـه می‌شود.[۳] نویسنده این کتاب احتمـالاً لطیـف بـن جعفـر از سـادات امـام حسن مجتبیؑ است. این احتمال قطعی نیست؛ به دلیل اینکه گفته شده به خطّ وی نه تـالیف او در مسـجد الاقصـی بـوده اسـت. در جدیـدترین حالت، این کتاب برای قرن۳ ه.ق است، چـون حسـن بـن زیـد بـن امـام

۱. غیر از نسخه ای که کتاب منشور مبارک و مختصر و دیگر کتب با هم می‌باشند؛ چنانچـه ذکر خواهد شد، نسخه ای در کتابخانه ی مرعشی نجفی به شماره‌ی ۱۴۸۹۰ که از روی اصل کتاب (اصل ترجمه) نوشته شده است، موجود می‌باشد.
۲. این نسب به نقل کتاب امامزادگان ری، ص ۹۶ می‌باشد زیرا در نسـخه‌ی خطـی «حسـن بن زید» افتاده است امّا با رجـوع بـه کتـاب امامزادگـان ری از نسـب کامـل وی مطّلـع می‌شویم.
۳. بعد از ترجمه یا قبل از آن به ایران می‌آید ؛ چنانچه در نسخه‌ی کتابخانه مرعشی، کاتـب، کتاب را از روی نسخه‌ی بیت المقدس(مسجدالاقصی) نوشته است.

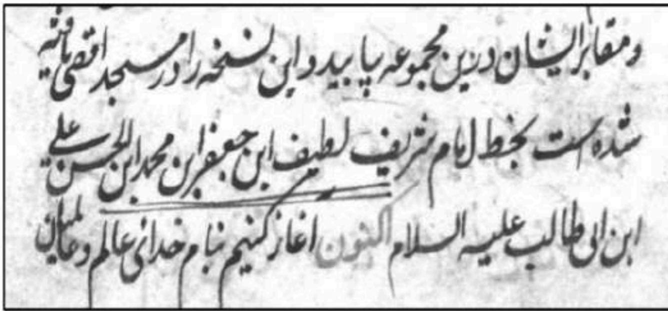
حسن متوفّی ۱۶۸ ه.ق است و اگر عمر هر شخص را بیش از ۹۰سال، بدون احتساب سالهای تکراری حساب کنیم، زمان وفات لطیف بن جعفر، حدّاکثر تا سال ۳۰۰ه.ق است. پس اگر آن را برای لطیف بن جعفر بدانیم، این اثر حدّاقل برای قرن۳ ه.ق است و ممکن است این کتاب را لطیف بن جعفر کتابت کرده باشد، ولی برای نیاکان خود بوده و قدمتی بیشتر از این داشته باشد. در هر حال همین قدمت کتاب که به بیش از هزار سال بر می‌گردد، حائز اهمیت فراوان می‌باشد.

موسی بن حسن بن ابی جعفر هارون ملقّب به شیخ الحفاظ این کتاب را در سال ۸۳۹ ه.ق ترجمه می کند؛ چنانچه نسخه ای در کتابخانه‌ی مرعشی نجفی که برای قرن ۱۳ ه.ق است، به شهادت کاتب، از روی نسخه‌ای به خطّ شیخ الحفّاظ نوشته شده است.[۱] شیخ الحفّاظ ، علاوه بر ترجمه، برخی تاریخ‌های شمسی هم به کتاب اضافه کرده است. مثلاً تاریخ واقعه عاشورا را با احتساب تاریخ ماه‌های هجری خورشیدی نوشته است. این کتاب، کتاب مختصری است در بیان احوال امامان و نسب ایشان که در لابلای آن وقایع تاریخی همچون شهادت حضرت محسن علیه‌السلام و غیره به چشم می‌خورد. این کتاب با این قدمت و اهمیّت از مهمّترین آثار شیعی است و از معدود آثاری می‌باشد که از قرون ابتدایی باقی مانده است. علّت این مطلب که، هم کتاب بحرالانساب و هم کتاب مختصر در

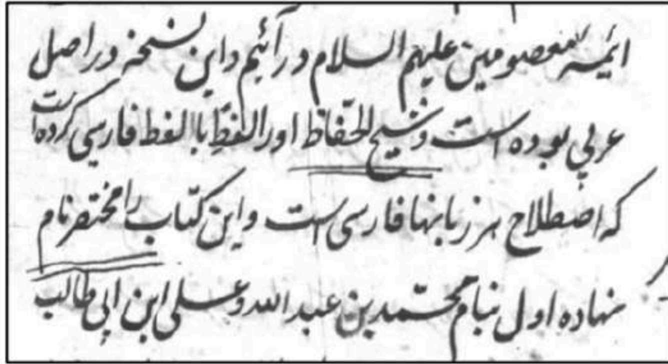
---

۱. نسخه‌ی ۱۴۸۹۰ کتابخانه‌ی مرعشی نجفی به نام «موالید و وفیات معصومین و اولاد شریفشان»

مسجد الاقصی نگهداری می‌شده، اینست که مسجدالاقصی مکان دور از تسلّط دشمنان اهل بیت به ویژه بنی عباس بوده و در آن مکان نسخ مهمّی از آثار شیعی نگهداری می‌شده و بعد از دوران قدرت گرفتن شیعه همچون آل بویه و علویان طبرستان، برخی از این آثار بـه ایـران آمـده و ترجمـه بـه فارسی شده‌اند که بسیار آثار مهمّی به شمار می‌آیند.


ومقابر ایشان درین مجموعه بیابد و این نسخه را در مسجد اقصی یافته
شده است بخط امام شریف لطیف ابن جعفر ابن محمد ابن الحسن علی
ابن ابی طالب علیه السلام اکنون آغاز کنیم بنام خدای عالم و عالمیان

برشی از صفحات اولّیـه نسـخه‌ی خطّـی کتـاب مختصـر کـه بـه بیـان ماهیـت کتـاب کـه در مسـجد الاقصـی بـوده می‌پردازد.


ایمه معصومین علیهم السلام در آیم و این نسخه در اصل
عربی بوده است و شیخ الحفاظ او را لفظا بالفظ فارسی کرده است
که اصطلاح هر زبانها فارسی است و این کتاب را مختصر نام
نهاده اول بنام محمد بن عبدالله و علی ابن ابی طالب

برشـی از صـفحات اولّیـه کتاب مختصر کـه بـه آمـدن کتاب به ایران و ترجمه‌ی آن اشاره می‌کند.

ترجمہ ملاحظہ فرمائیں ---!

مختصر، وہ کتاب ہے جو مسجدِ اقصیٰ میں لطیف بن جعفر بن محمد بن حسن بن زید بن حسن بن علی بن ابی طالب کے قلمی نسخے کی صورت میں موجود تھی اور جسے '**شیخ الحفاظ**' نامی ایک عالم نے 839 ہجری قمری میں فارسی میں ترجمہ کیا، اس کتاب کے مصنف غالباً وہی لطیف بن جعفر ہیں جو امام حسن

مجتبیٰؑ کی اولاد اور سادات میں سے ہیں، البتہ یہ احتمال قطعی نہیں ہے، کیونکہ یہ کہا گیا ہے کہ مسجدِ اقصیٰ میں موجود نسخہ ان کے قلم سے تھا نہ کہ لازمی طور پر ان کی تالیف تھی، جدید ترین تحقیق کے مطابق، یہ کتاب تیسری صدی ہجری کی ہے، کیونکہ حسن بن زید بن امام حسنؑ کی وفات 168 ہجری قمری میں ہوئی، اور اگر ہم (نسلوں کے درمیان) تکرار والے برسوں کو نکال کر ہر شخص کی عمر 90 سال سے زیادہ بھی فرض کریں، تب بھی لطیف بن جعفر کی وفات کا وقت زیادہ سے زیادہ 300 ہجری قمری تک بنتا ہے، پس اگر ہم اسے لطیف بن جعفر کی تصنیف مانیں، تو یہ اثر کم از کم تیسری صدی ہجری کا ہے، اور یہ بھی ممکن ہے کہ اسے لطیف بن جعفر نے صرف لکھا ہو جبکہ یہ ان کے اجداد کی ہو اور اس کی قدامت اس سے بھی زیادہ ہو بہرحال، اس کتاب کی یہی قدامت جو ایک ہزار سال سے بھی زیادہ پر محیط ہے، انتہائی اہمیت کی حامل ہے ---!

موسیٰ بن حسن بن ابی جعفر ہارون، ملقب بہ **شیخ الحفاظ** نے اس کتاب کا 839 ہجری قمری میں ترجمہ کیا، جیسا کہ کتب خانہ مرعشی نجفی میں موجود 13 ویں صدی ہجری کا ایک نسخہ کاتب کی شہادت کے مطابق خود شیخ الحفاظ کے ہاتھ سے لکھے گئے نسخے سے نقل کیا گیا ہے، شیخ الحفاظ نے ترجمے کے علاوہ کتاب میں کچھ شمسی تاریخوں کا بھی اضافہ کیا ہے، مثلاً انہوں نے واقعہ عاشورا کی تاریخ کو ہجری شمسی مہینوں کے حساب سے درج کیا ہے یہ ایک مختصر کتاب ہے جس میں آئمہؑ کے حالات اور ان کے نسب کا بیان ہے، جس کے ضمن میں جنابِ محسنؑ کی شہادت جیسے تاریخی واقعات بھی نظر آتے ہیں، یہ کتاب اپنی قدامت اور اہمیت کے پیشِ نظر اہم ترین شیعی آثار میں سے ہے اور ان معدودے چند کتب میں شامل ہے جو ابتدائی صدیوں سے باقی رہ گئی ہیں، یہ حقیقت کہ کتاب "بحرالانساب" اور کتاب "مختصر" دونوں ہی مسجدِ اقصیٰ میں محفوظ کی گئی تھیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ مسجدِ اقصیٰ اہل بیتؑ کے دشمنوں بالخصوص بنی عباس کے تسلط سے دور ایک مقام تھا اور وہاں شیعی آثار کے اہم نسخے رکھے جاتے تھے، بعد ازاں، آلِ بویہ اور علویانِ طبرستان جیسی شیعی طاقتوں کے دورِ اقتدار میں ان میں سے بعض آثار ایران لائے گئے اور ان کا فارسی میں ترجمہ ہوا، جو کہ نہایت اہم علمی سرمایہ شمار ہوتے ہیں---- کتاب احلی من العسل کے مولف نے اپنی کتاب میں مخطوطہ کی دو تصاویر لگائی ہیں جن میں سے پہلی تصویر میں کتاب کی ماہیت اور مسجدِ اقصیٰ میں موجودگی کا بیان ہے، اور دوسری تصویر میں اس کتاب کی ایران آمد اور ترجمے کا ذکر ہے (اوپر دیئے گے متن کا ترجمہ مکمل ہوا)

جبکہ اس فقیر نے آپ کے سامنے کتاب مختصر کا وہ قلمی نسخہ پیش کیا ہے جس میں شہزادہ قاسمؑ بن امام حسنؑ کے عقد اور انؑ کے بیٹے قاسم ثانی کا ذکر موجود ہے ....





کتاب مستطاب

العسل احلی من

بازخوانی واقعه‌ی

دفن رأس قاسم بن الحسن علیه السلام در شمیران تهران مشهور به امامزاده قاسم

و عروسی حضرت قاسم بن الحسن علیه السلام در کربلا

و بررسی مدفن منتسب به

فاطمه‌ی زبیده بنت الحسین علیه السلام مشهور به بی بی زبیده در ری

و شهربانو زوجة الحسین علیه السلام مشهور به بی بی شهربانو در ری

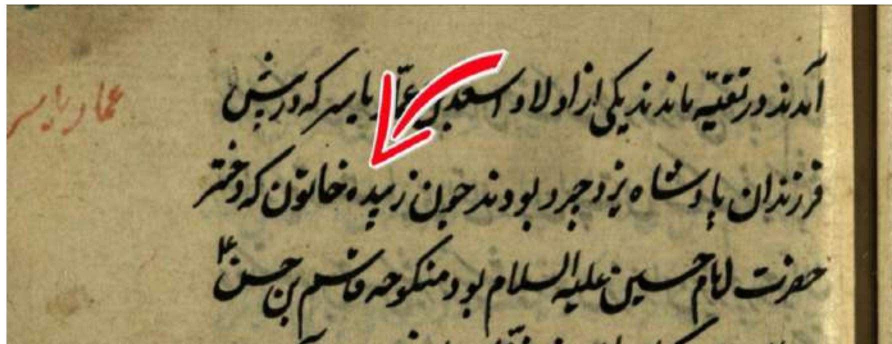
گردآورنده:

مهدی فیروزان

(۲)امیرحسن بن منوچهر بن یحیی بن جمال الدّین بن ابی طاهر بن عماد بن عمران بن موسی بن امام جواد از علمای قـرن هفـتم ه.ق شـیعه و صـاحب کتاب منشور مبارک می‌باشد و کتاب او بازنویسـی کتـاب جـدّش یحیـی است و از تالیفات قرن ۷ ه.ق می‌باشد.

روایت او چنین است:

ترجمہ، امیر حسن بن منوچہر بن یحییٰ بن جمال الدین بن ابی طاہر بن عماد بن عمران بن موسیٰ بن امام جوادؑ ساتویں صدی ہجری کے شیعہ علماء میں سے ہیں اور کتاب "منشور مبارک" کے مصنف ہیں، ان کی یہ کتاب ان کے دادا یحییٰ کی کتاب کی دوبارہ ترتیب دی گئی شکل ہے اور یہ ساتویں صدی ہجری کی تالیفات میں سے ہے --- (مخطوطہ اور اس کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں)



آمدند و در تقیه ماندند یکی از اولاد او اسعد بن عمار یاسر که در بعض
فرزندان پادشاه یزدجرد بودند چون زبیده خاتون که دختر
حضرت امام حسین علیه السلام بود منکوحه قاسم بن حسن

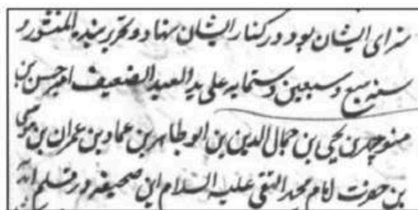
ترجمہ، زبیدہ خاتونؑ جو امام حسینؑ کی صاحبزادی تھیں، وہ قاسم بن حسنؑ کی منکوحہ تھیں، یعنی امام حسینؑ کی دختر کا نکاح شہزادہ قاسمؑ سے ہوا تھا۔۔۔



۲-۲-۳. معرفی منشور مبارک

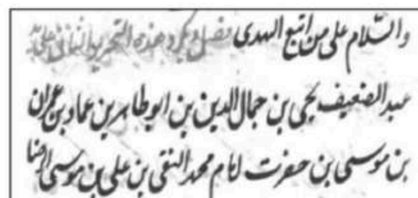
کتاب منشور مبارک اثر امیرحسن بن منوچهر بن یحیی بن جمال الدّین بن ابی طاهر بن عماد بن عمران بن موسی بن امام جواد، می‌باشد. این کتاب نوشته امیرحسن بن منوچهر، بازنویسی کتاب جدّ او یعنی یحیی بن جمال الدّین است که تاریخ ائمه‌ی معصومین و زندگانی امامزادگان و ظلم‌های

غاصبان حریم ولایت را بیان می‌نماید. این اثر، اثر ممتازی است زیرا توسط یکی از امامزادگان از نسل امام جواد، که عالم به علم انساب و مطلّع بر احوال نیاکان خود بوده تالیف شده. از جهتی دیگر هم قابل توجه است، چون بسیاری از نقلیات این کتاب، نقلیات یحیی بن جمال الدّین است که قدمت آن به قرن ۶-۷ ه.ق بر می‌گردد. این کتاب با بررسی نسب امامزادگان و افراد سرشناس آن موقع، بسیاری از نسب‌ها را واکاوی کرده است و اثر مهمّی در انساب است. این کتاب در سال ۶۷۷ ه.ق توسط امیرحسن بن منوچهر نگاشته شده و از آثار مهمّ قرن ۷ ه.ق می‌باشد. این کتاب به بررسی بسیاری از فرزندان یزجرد(یزدگرد سوم ساسانی)، پادشاه ساسانی همچون ملک شاه غازی پرداخته که این افراد در نقاط مختلف تاریخ به یاری امامان و امامزادگان آمدند و ازدواج حضرت شهربانو دختر یزدجرد با امام حسین را یکی از دلائل اصلی ارتباط اهل بیت با ایشان دانسته است.



سرای ایشان بود و در کنار ایشان بنهاد و تحریر شد المنشور
سنه سبع و سبعین و ستمایه علی ید العبد الضعیف امیر حسن بن
منوچهر بن یحیی بن جمال الدین بن ابوطاهر بن عماد بن عمران بن موسی
بن حضرت امام محمد التقی علیه السلام این صحیفه و رقم

برشی از صفحات پایانی نسخه خطّی کتاب منشور مبارک که نویسنده به نام خود و سال تالیف کتابش اشاره می‌کند.



والسلام علی من اتبع الهدی
عبد الضعیف یحیی بن جمال الدین بن ابوطاهر بن عماد بن عمران
بن موسی بن حضرت امام محمد التقی بن علی بن موسی الرضا

برشی از صفحات پایانی کتاب منشور مبارک که به اصل کتاب که اثر یحیی بن جمال الدّین بوده و بازنویسی شده اشاره می‌کند.

ترجمہ؛ کتاب 'منشور مبارک' کے متعلق ملاحظہ فرمائیں کہ؛ امیر حسن بن منوچہر بن یحییٰ بن جمال الدین بن ابی طاہر بن عماد بن عمران بن موسیٰ بن امام جوادؑ کی تصنیف ہے، یہ کتاب، جو امیر حسن بن منوچہر نے لکھی ہے، دراصل ان کے دادا یحییٰ بن جمال الدین کی کتاب کی بازنویسی (نئے سرے سے تدوین) ہے، جس میں آئمہؑ معصومین کی تاریخ، امام زادوں کے حالاتِ زندگی اور خلافتِ الٰہیہ کے غاصبوں کے مظالم بیان کیے گئے ہیں ---

یہ ایک ممتاز اور منفرد اثر ہے کیونکہ اسے خود ایک ایسے امام زادے نے تالیف کیا ہے جن کا تعلق امام جوادؑ کی نسل سے ہے اور وہ علمِ انساب کے ماہر ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے آباؤ اجداد کے حالات سے بھی بخوبی واقف تھے، ایک اور لحاظ سے بھی یہ کتاب قابلِ توجہ ہے کیونکہ اس کے بہت سے منقولات یحییٰ بن جمال الدین سے لیے گئے ہیں جن کا زمانہ چھویں (6) اور ساتویں (7) صدی ہجری کا ہے ---

اس کتاب نے اپنے دور کے نامور افراد اور امام زادوں کے شجرہ ہائے نسب کا باریک بینی سے جائزہ لے کر بہت سے نسبی معاملات کی گتھیاں سلجھائی ہیں، اسی لیے یہ علمِ انساب میں ایک اہم ماخذ شمار ہوتی ہے، یہ کتاب 677 ہجری میں امیر حسن بن منوچہر کے ہاتھوں لکھی گئی اور اسے ساتویں صدی ہجری کے اہم آثار میں شمار کیا جاتا ہے۔ اس کتاب میں ساسانی بادشاہ یزدگرد سوم کی اولاد جیسے ملک شاہ غازی کا بھی تفصیلی تذکرہ موجود ہے جنھوں نے تاریخ کے مختلف ادوار میں ائمہ اور امام زادوں کی مدد و نصرت کی؛ اور مصنف نے حضرت یزدگرد کی صاحبزادی حضرت شہر بانو کا امام حسینؑ سے نکاح کو اہل بیتؑ کے ساتھ ان کے گہرے تعلق کی ایک بنیادی دلیل قرار دیا ہے ---

(مولف نے خطی نسخے کی دو تصاویر بھی ساتھ لگائی ہیں آپ دیکھ سکتے ہیں)

اس مخطوط میں موجود ہے کہ شہزادہ قاسمؑ کا عقد ہوا تھا ---



(۴)ملا محمد بن سـلیمان بغـدادی معـروف بـه فاضـل بغـدادی و فاضـل فضولی(۸۸۵- ۹۶۳ ه.ق)، عـالم، شـاعر و ادیـب آذربایجـانی اسـت. او را «بزرگترین شاعر ترکی آذربایجانی در سدۀ دهم» می‌دانند؛ همچنین وی از بزرگترین علمای شیعه در آسیای صـغیر و عـراق محسـوب می‌شـود.او از کودکی دروس ابتدایی را پیش پدرش آموخت و از تفصـیل تحصـیلات وی بیش از این اطلاعی در دست نیست؛ ولی از آثار فضولی برمـی‌آیـد کـه بـا علوم مرسوم زمانش مانند فقه، منطق، حـدیث، تفسـیر، کـلام، ریاضـی و طب آشنا بوده و در برخی تخصص داشته؛ ماننـد کـلام کـه کتـابی در ایـن موضوع نگاشته است. او در سرایش شعر ترکی، فارسی و عربی ماهر بوده و بزرگ‌ترین شاعر ترکی آذری در سـده دهـم هجـری قمـری بـه حسـاب می‌آید. پدر وی ساکن حله در عراق امروزی بود و محمد فضولی در آن‌جا به‌دنیا آمد و در بغداد پـرورش یافـت؛ از ایـن روی، وی سـه زبـان ترکـی، فارسی و عربی را به خوبی می‌دانست و به هر سه زبان شعر سروده‌اسـت. او را یکی از پایه‌گذاران سبک هندی نیز می‌دانند.

این عالم بزرگوار کتاب روضـه الشـهداء مرحـوم مـلا حسـین کاشـفی (متوفی ۹۱۰ه.ق) را به زبان ترکی ترجمه می کند و مطالب زیادی بر کتاب می افزاید که کتابی جامع و مهم در مبحث عاشورا به زبان ترکی گـردآوری شود.

نسخه های ترکی کتاب ، فـراوان یافـت مـی شـود ؛ بـا پیگیـری هـای صـورت گرفتـه تـک نسـخه‌ای نایـاب و نـادر از ترجمـه فارسـی کتـاب حدیقةالسعداء مرحوم فاضل بغدادی در کتابخانه دانشگاه تهران یافت شد

که به آن دسترسی یافتیم. مرحوم فاضل بغدادی در کتاب حدیقةالسعداء به شرح مبسوط روایت عروسی را ذکر می‌کند.[1]

ترجمہ، ملا محمد بن سلیمان بغدادی جو کہ فاضلِ بغدادی اور فاضلِ فضولی (885-963 ہجری قمری) کے نام سے معروف ہیں، ایک عالم، شاعر اور آذربائیجانی ادیب ہیں، انہیں دسویں صدی (ہجری) کا سب سے بڑا آذربائیجانی ترک شاعر مانا جاتا ہے، اسی طرح وہ ایشیائے صغیر اور عراق میں شیعہ مکتبِ فکر کے بڑے علماء میں شمار ہوتے ہیں، انہوں نے بچپن میں ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی، جبکہ ان کی اعلیٰ تعلیم کی تفصیلات کے بارے میں زیادہ معلومات دستیاب نہیں ہیں، لیکن فضولی کے علمی آثار سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اپنے زمانے کے مروجہ علوم جیسے کہ فقہ، منطق، حدیث، تفسیر، کلام، ریاضی اور طب سے آشنا تھے اور بعض میں مہارت رکھتے تھے، جیسا کہ علمِ کلام میں انہوں نے ایک کتاب بھی تحریر کی ہے، وہ ترکی، فارسی اور عربی میں شعر گوئی کے ماہر تھے اور ہجری قمری کی دسویں صدی کے عظیم ترین ترکی آذری شاعر تسلیم کیے جاتے ہیں، ان کے والد عراق کے موجودہ شہر حلہ کے رہنے والے تھے اور محمد فضولی وہیں پیدا ہوئے اور بغداد میں پرورش پائی، اسی وجہ سے وہ تینوں زبانوں (ترکی، فارسی اور عربی) کو بخوبی جانتے تھے اور تینوں میں اشعار کہے ہیں، انہیں سبکِ ہندی (ہندوستانی طرز شاعری) کے بانیوں میں سے ایک بھی مانا جاتا ہے ---

اس عالِمِ بزرگوار نے مرحوم ملا حسین کاشفی (متوفی 910 ہجری قمری) کی کتاب "روضۃ الشہداء" کا ترکی زبان میں ترجمہ کیا اور اس میں بہت سے نئے مطالب کا اضافہ بھی کیا تاکہ عاشورا کے موضوع پر ترکی زبان میں ایک جامع اور اہم کتاب جمع ہو سکے ---

اس کتاب کے ترکی نسخے کثرت سے پائے جاتے ہیں، کی گئی تگ و دو کے نتیجے میں مرحوم فاضلِ بغدادی کی کتاب **حدیقۃ السعداء** کے فارسی ترجمے کا ایک نایاب اور منفرد نسخہ تہران یونیورسٹی کی لائبریری سے ملا ہے جس تک ہمیں رسائی حاصل ہوئی، مرحوم فاضلِ بغدادی نے کتاب **حدیقۃ السعداء** میں (کربلا میں) شادی کی روایت کو تفصیل سے ذکر کیا ہے --- (متن کا ترجمہ مکمل ہوا)

امام زمانہؑ کے کرم سے فقیر کو وہ خطی نسخہ میسر ہوا ہے، روایت طویل ہے مکمل درج کرنا ممکن نہیں ہم یہاں روایت کا صرف وہ حصہ یہاں پیش کریں گے جو ہمارے موضوع سے متعلق ہے ملاحظہ فرمائیں ---!

کامکارك عزیمتن ملاحظه قلدقده بو طرفدن خواتین حرم
سرای نبوت دامن اقتدارلرینه دست تظلم اوروب فریاده
کلدیلر که ای کل دستهٔ نوبهار فضیلت سندن رایحهٔ حسن کلور
فراقکه تحمل اولنمز و بو طرفدن حضرت امام طریقه توجهن
مسدود ایتدیلرکه ای شمسهٔ ابواب سیادت برادر ارشدم
ذکری سنکله احیا اولور سکا بدل بولنمز شعر دوای درد
فراق حسن بکا سن سن ، سنك توجهکله خاطرم ضاویرز
کورر عدو ستمن کیمکله بو مصافه کیدر ، مروتم سکا
مقسمدر اکورز ، روایتدر که شهزاده هیچ وجهله
رخصت بولمیوب غایتده متألم اولمغین خاطر شریفنه
الهام ایتدیکه حضرت امام حسن رضی الله عنه عالم فانیدن
رحلت ایتدکده بر تعویذی بازوی مبارکنه باغلیوب
وصیت ایتمشدیلرکه ای قاسم کمال ملالت بولدقده بو تعویذی
آچوب اوقیوب مضمونیله عمل ایده سن کمال اندوهه
مستلزم تعویذ اولوب اول تعویذی بر خلوتده آچوب

اوقودقده

اوقودقده کوردیکه یازلمش ای قاسم سکا وصیتم بودرکه
حضرت حسین دشت کربلایه کرفتار اولدقده زنهار و زنهار
اکا نقد جان نثار ایتمکده تقصیر ایتمیه سن و هیچ بهانه ایله
طریق تعللده طورمیه سن شعر بو درای نطفهٔ پاکیزه
وصیت سکاکیم نقد جان صرف قلوب کسب شهادت قلهسن
لذت عمر سنی قلیه غافل حقدن کندوکی قابل اقبال شهادت
بله سن قاسم اول تعویذی حضرت امام حسینه کوستروب
اجازت میدانم استدکده حضرت امام ایتدی ای نور دیده
وای سید بوکوزیم اول حضرتك بکا دخی وصیتی اولمشدی
اما وفاسنه دوران مساعد اولمدی و انجامنه فلك
معاونت قلمدی پس قاسمك الن دوتوب حرم سرای
عصمته ای داسنه کیروب عون بن علی و عباس بن علی
حاضر ایدوب خواتین حرم سرای امر ایتدیکه قاسم نامزدی
اولان شهزادهٔ عروسانه زینت ویروب کوزلی
حضرت حسین اول صالحه نك الن قاسم النه ویروب

ایتدی ای راحت دل حضرت امام حسن وصیتی مقتضاسنجه
بوامانتی سکا تسلیم ایتدم عروس نامراد قاسمه تسلیم
اولندقده حضرت امام اولعمرساددن چقوب متوجه
میدان اولدی قاسم بن حسن اول غنچهٔ علوی چمن خسانه
حیوان اولوب ستفکی ایکن لشکر مخالفدن صدای
هل من مبارز سمع مبارکنه ارشدی بی اختیار ترک خلق
قلوب عزیمت میدان تدارکنده ایکن مطهرات خاندان
عصمت دست تضرع دامن پاکنه اوروب تضرع ایتدیلر
ای شمع شبستان طهارت وای غنچهٔ گلبن سیادت بوامانتی
کیمه تسلیم ایدوب گیدرسن قاسم مظلوم آه دین روان
ایدوب ایتدی ای دنیا حین گلزار عصمت وای نجوم برج
عفت غلبهٔ لشکر امامه مقابلدن نه روا کر بن سوزن
مائل اولمام وابستیلی اعدا لشکر اسلام حاصلدن
نه مناسبکر بن ساکن خلوت سرای عشق اولوب
تغافل قلدم بنم وعدم نه یجه قیامته قالدی معذور دوتلک

شعر

ترجمہ ---! روایت ہے کہ شہزادہ قاسمؑ کسی طرح بھی میدانِ جنگ میں جانا چاہتے تھے امام حسینؑ سے اجازت نہیں مل رہی تھی جس وجہ سے نہایت غمگین تھے، تو اچانک انہیںؑ خیال آیا کہ امام حسنؑ نے اس فانی دنیا سے رخصت ہوتے وقت ایک تعویز لکھ کر تمہارے مبارک بازو پر باندھا تھا اور وصیت کی تھی کہ اے قاسم! جب تم پر مصیبت اور دکھ اپنی انتہا کو پہنچ جائے، تو اس تعویز کو کھولنا اور پڑھنا، اور اس کے مضمون پر عمل کرنا، تم اس وقت انتہائی رنج و غم کی حالت میں ہو، لہذا اس تعویز کو ایک گوشۂ تنہائی میں جا کر کھولو اور اسے پڑھو جب پڑھا تو دیکھا کہ لکھا ہے: اے قاسم! میری تم سے وصیت یہ ہے کہ جب حسینؑ دشتِ کربلا میں بلاؤں کے گرداب میں گرفتار ہوں، تو خبردار! ان پر اپنی جان نثار کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑنا اور کسی بھی بہانے سے اعتدال کے راستے سے نہ ہٹنا، (اس مقام پر مولف نے شعر تحریر کیا)

یہ تھی وصیت تمہارے پاکیزہ باپ کی کہ اپنی جان کی پونجی صرف کر کے شہادت حاصل کر لینا، دنیا کی زندگی کی لذت تمہیں حق سے غافل نہ کر دے، بلکہ تم تو اپنی خوش نصیبی سے شہادت کا استقبال کرنا،

اجازت طلب کی، تو امام حسینؑ نے فرمایا: اے میری آنکھوں کے نور اور اے میرے بھائی کی یادگار! انؑ کی یہی وصیت تھی، لیکن افسوس کہ زمانے کی مہلت نے وفا نہ کی اور فلک کے انجام نے مدد نہ کی، پس امامؑ نے قاسمؑ کا ہاتھ پکڑ کر حرم سرا کی عصمت والی بیبیوں کے پاس لائے اور عونؑ بن علیؑ

اور عباسؑ بن علیؑ کو حاضر کیا، بیبیوںؑ اور حرم سرا والوں کو حکم دیا کہ قاسم سے منسوب شہزادی کو دلہن کی طرح سجائیں، اور پھر امام حسینؑ نے (عقد پڑھا اور) اس نیک بخت بیٹی کا ہاتھ قاسم کے ہاتھ میں دے دیا اور فرمایا: اے راحتِ دل! امام حسنؑ کی وصیت کے تقاضے کے مطابق میں یہ امانت تمہیں سونپتا ہوں، وہ نامزد دلہنؑ قاسمؑ کے سپرد کر دی گئی، اس کے بعد امام حسینؑ اس حرم سرا سے باہر تشریف لائے ---

٣٨٤ (ح د ی)

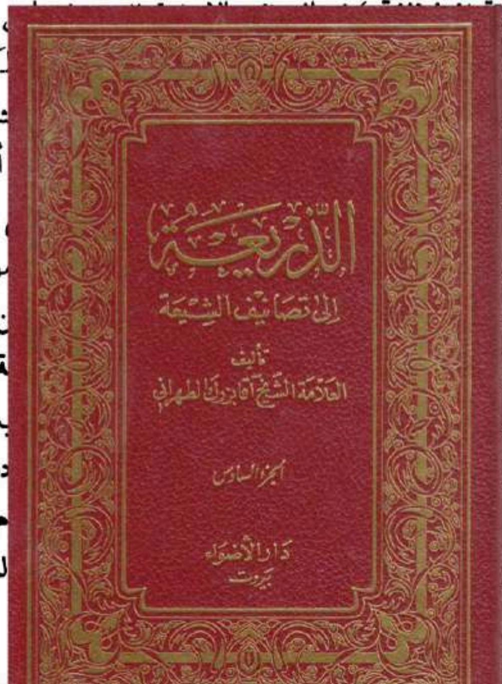
بها في ... ور هناك ، وله « جنة الساعي » الموجود بسبزوار كما ذكرنا في (ج ٥ ــ ص ٨ ...) و نقلنا عبارته في وصف كتابه هذا .

(٣٤٠٢ : حدي... هديين) لبعض الأصحاب ، توجد نسخته الموقوفة بمكتبة الحاج السيد علي الايروا... في تبريز .

(٣٤٠٣ : حديقة السعداء) للأديب الفاضل محمد بن سليمان البغدادي الشاعر المتخلص بفضولي ، ترجمة بالتركية لـ« روضة الشهداء » الفارسي الذي ألفه المولى حسين الكاشفي ، قال فيه اقتديت بروضة الشهداء في الأصل و الحقت به الفوائد من الكتب فكان كتاباً مستقلاً ، و رتبه على عشرة أبواب و خاتمة في مصائب الأنبياء من آدم الى الخاتم ثم الخمسة النجباء ، و الخاتمة في سبي العترة الطاهرة و قد طبع ببولاق في (١٢٧١) . وتوجد نسختان منه في الخزانة الرضوية تأريخ كتابة احداهما (١٠٠٥) والأخرى (١٠٠٨) وقطعة من أوله في كتب بيت الطريحي في النجف وفي أوله رباعية:

يارب ره عشقنده بني شيداقيل — احكام عبادتين بنا اجراقيل
نظاره صنعنكده كوزم بينا و ماقيل — اوصاف جميلنكده ديلم كويا قيل

(٣٤٠٤ : الحد... الكلام والفقه والأحكام ، لسيد ... كهنوي المولود (١٢١١) و ال... شاه الذي توفي (١٢٦٣) ورتب... أبواب ، وثانيهما في الفروع و الأ... تصنيفه الى آخر باب النبوة من ال... مهدي في التذكرة فكتب الباقي بعد... ن المقصد الأول في الامامة في (... ة المؤلف ، وله « الافادات الحس... في تأليفه لهذين الكتابين كما ذكر... دفع الشبهة التي القيت من اتباع ... هؤلاء وقد جلبها اليهم الميرزا ح... لمؤلف ، ثم ذهب



آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ عقدِ قاسمؑ امام حسنؑ کی وصیت تھی، امام حسینؑ نے کربلا میں اپنے بھائی کی وصیت پر عمل کرتے ہوئے عقد کیا ---

اس کتاب کے متعلق مزید ملاحظہ فرمائیں، الذریعہ میں درج ہے کہ ---!

حدیقۃ السعداء کتاب فاضل ادیب محمد بن سلیمان بغدادی کی ہے، جو فضولی تخلص کرنے والے (مشہور) شاعر ہیں، یہ کتاب ترکی زبان میں لکھی گئی ہے جو ملا حسین الکاشفی کی فارسی کتاب روضۃ الشہداء کا ترجمہ ہے،

مصنف (محمد بن سلیمان) کا کہنا ہے کہ انہوں نے اصل کتاب "روضۃ الشہداء" کی پیروی کی ہے، مگر اس میں دیگر مفید معلومات کا اضافہ بھی کیا ہے، جس کی وجہ سے یہ ایک مستقل الگ کتاب بن گئی ہے، انہوں نے اس کتاب کو دس ابواب اور ایک خاتمے (اختتامیہ) پر ترتیب دیا ہے، جس میں حضرت آدمؑ سے لے کر خاتم الانبیاءؐ تک کے انبیاء کے مصائب، پھر پنجتن پاکؑ کے حالات اور خاتمے میں اہل بیتؑ اطہار کی اسیری کا ذکر کیا گیا ہے یہ کتاب ۱۲۷۱ھ میں بولاق (مصر) میں چھپ چکی ہے، اس کے دو نسخے خزانہ رضویہ میں موجود ہیں، جن میں سے ایک کی تاریخ کتابت ۱۰۰۵ھ اور دوسرے کی ۱۰۰۸ھ ہے، اور اس کا ابتدائی حصہ نجف میں کتب خانہ طریحی میں بھی موجود ہے ---

که به آن دسترسی یافته‌ام مرحوم فاضل بغدادی در کتاب حدیقةالسعداء به شرح مبسوط روایت عروسی را ذکر می‌کند.[1]

(۵) فتح الله بن شکرالله کاشانی (؟-۹۹۸ه.ق) از علمای شیعه در قرن ۱۰ ه.ق می‌باشد. این عالم بزرگوار در سالهای اوّلیه صفویه مـی‌زیسته و شاگرد فخرالدّین بن علی بن حسن زواری از برترین مفسّرین شیعه بوده است. وی به وسیله استادش از محقّق کرکی و مقدّس اردبیلی اجازه داشته است. رضی الدّین شاه مرتضی بن شاه محمود کاشانی (۹۵۰– ۱۰۰۹ ه.ق) (پدر ملّا محسن فیض کاشانی) از شاگردان اوست. کتاب منهج الصادقین فی الزام المخالفین در تفسیر از معروف‌ترین آثار اوست که از اوّلین تفاسیر شیعی فارسی می‌باشد که بسیار مورد استفاده مفسّرین است. خلاصة المنهج و کتاب زبدة التفاسیر از دیگر آثار او در تفسیر است. تنبیه الغافلین و تذکرة العارفین در شرح نهج البلاغه نیز از او است. کشف الاحتجاج ترجمه‌ی کتاب احتجاج طوسی و کتاب استنساخ استبصار که این هم از آثار شیخ طوسی است، از آثار اوست.

ترجمه‌ی کلام مرحوم میرزا عبدالله افندی در ریاض العلماء:

> «فاضل نیک‌اندیش و هوشیار، عالم کامل جلیل، متکلّم و مفسر بزرگوار نام‌آور، مولی فتح‌الله کاشانی، از علمای دولت شاه طهماسب صفوی و از شاگردان علی بن حسن زواره‌ای است، وی تالیفات نیکویی دارد، به ویژه در تفسیر که در آن توانمند و زبردست است و آثار ارزشمند و سودمند نگاشته است.[2]»



---

۱. حدیقة السعداء (ترجمه)، باب دهم، ص ۳۶۵

۲. ریاض العلماء، جلد ۴، ص ۳۱۸

المولی المفسر[۱]، فقیه، متکلم، عالم کامل جلیل[۲]، متبحّر در تمام علوم دینی[۳]، عالم به لغات و ادبیات و اصول و جامع معقـول و منقـول[٤]، تعـابیر علماء از اوست.

از این عالم بزرگوار کتابی به نام مصـائب الشـهداء بـاقی مانـده کـه در کمال ناباوری هنوز خطّی مانده است. این عـالم بزرگـوار بـا دسترسـی بـه کتب ارزشمندی همچون کنز الغرائب کـه هـم اکنـون نـابود شـده، کتـاب ارزشمندی با عنوان فوق تالیف کرده است که نقلیاتش از مهمّترین نقلیات است. نقلیات این عالم بزرگوار از منابع باقی مانده شـیعه تـا قـرن ۱۰ ه.ق می‌باشد که بسیاری از آن نابود شـده اسـت و ارجاعـات او از بسـیاری از نقلیات علمای صفویه و قاجاریه مهم‌تر است، چون وی از بقیـه‌ی ایشـان قدیمی‌تر بوده است. این عالم بزرگوار اوّلاً بـا ایـن قـدمت و ثانیـاً بـا ایـن دسترسی به کتب مفقود شده‌ی شیعه، در کتاب **مصائب الشهداء** ماجرای عروسی حضرت قاسم علیه السلام را نقل می‌کند[٥]. خود این نقل او می‌توان تکمیل کننده‌ی اعتبار ماجرای عروسی حضرت قاسم علیه السلام باشد. چـون عبـارت او عیناً با عبارت کتاب منتخب طریحی یکی است در بخش کتـاب منتخـب طریحی به آن اشاره می‌کنیم.

۱. الذّریعه، ج ۲۳، ص ۱۹۴ و ج ۷، ص ۲۳۴ و ج ۱۲، ص ۲۲
۲. روضات الجنات، ج ۵، ص ۳۴۵
۳. ریحانه الأدب، ج ۵، ص ۲۰
٤. لباب الالقاب، ص ۸۱
٥. مصائب الشهداء، مجلس ۶، صص ۹۳-۹۴ (pdf)

ترجمہ، فتح اللہ بن شکر اللہ کاشانی (وفات: تقریباً ۹۹۸ھ): دسویں صدی ہجری کے شیعہ علماء میں سے ہیں، اس بزرگ عالم نے صفوی دور کے ابتدائی سالوں میں زندگی بسر کی اور شیعہ مفسرین میں بلند مقام رکھنے والے عالم فخر الدین بن علی بن حسن زواری کے شاگرد تھے، انہیں اپنے استاد محقق کرکی اور مقدس اردبیلی سے (روایت کی) اجازت حاصل تھی، رضی الدین شاہ مرتضیٰ بن شاہ محمود کاشانی (۹۵۰ھ - ۱۰۰۹ھ)، جو ملا محسن فیض کاشانی کے والد تھے، ان کے شاگردوں میں سے ہیں، کتاب "**منہج الصادقین فی الزام المخالفین**" تفسیر میں ان کی سب سے مشہور تصنیف ہے، جو فارسی زبان میں لکھی گئی اولین شیعہ تفاسیر میں سے ہے اور مفسرین کے ہاں بہت زیادہ استعمال ہوتی ہے، "**خلاصۃ المنہج**" اور کتاب "**زبدۃ التفاسیر**" بھی تفسیر میں ان کے دیگر آثار ہیں، "**تنبیہ الغافلین**" اور "**تذکرۃ العارفین**" (شرح نہج البلاغہ) بھی انہی کی تصانیف ہیں، اس کے علاوہ کتاب "احتجاج طبرسی" کا ترجمہ بعنوان "کشف الاحتجاج" اور شیخ طوسی کی کتاب استنساخ استبصار بھی ان کے علمی کاموں میں شامل ہے ---!

ریاض العلماء میں مرحوم میرزا عبداللہ افندی کے کلام کا ترجمہ: وہ ایک بلند نظر، دانا، کامل اور جلیل القدر عالم، متبحر متکلم اور عظیم مفسر تھے، نامور مولی فتح اللہ کاشانی، دولت شاہ طہماسب صفوی کے عہد کے علماء میں سے تھے اور (نامور عالم) علی بن حسن زوارہ ای کے شاگرد تھے، ان کی تالیفات نہایت عمدہ ہیں، بالخصوص تفسیر کے میدان میں وہ غیر معمولی مہارت اور دسترس رکھتے تھے اور انہوں نے انتہائی گرانقدر اور مفید کتابیں تصنیف کی ہیں، وہ ایک جلیل القدر مولیٰ، مفسر، فقیہ، متکلم اور تمام دینی علوم میں تبحر رکھنے والے عالم تھے، وہ لغت، ادب، اصول اور معقول و منقول کے ماہر تھے؛ یہ تمام تعبیرات ان کے بارے میں دیگر علماء نے استعمال کی ہیں، اس بزرگ عالم کی ایک کتاب "**مصائب الشہداء**" کے نام سے باقی ہے جو کہ کمالِ بدقسمتی سے ابھی تک قلمی نسخے کی صورت میں ہی موجود ہے (یعنی طبع نہیں ہوئی) یہ بزرگ عالم، جنہیں "**کنز الغرائب**" جیسی گرانقدر کتابوں تک رسائی حاصل تھی جو اب ناپید ہو چکی ہیں، انہوں نے مذکورہ بالا کتاب تالیف کی ہے جو کہ اہم ترین نقلی روایات پر مشتمل ہے، اس عالم بزرگوار کی نقلیات دسویں صدی ہجری تک کے شیعہ ذرائع سے باقی رہ جانے والے ان اہم مآخذ میں سے ہے جن میں سے بہت سے اب ضائع ہو چکے ہیں، ان کے اقتباسات اور حوالے، صفوی اور قاجاری دور کے دیگر علماء کی روایات سے کہیں زیادہ اہم ہیں، کیونکہ وہ ان سب سے قدیم (اور اصل کے قریب) تھے، یہ بزرگ عالم، اولاً اپنی قدامت کی وجہ سے اور ثانیاً شیعہ کتبِ مفقودہ (گم شدہ کتابوں) تک رسائی رکھنے کے باعث، کتاب "**مصائب الشہداء**" میں حضرت قاسمؑ کی عروسی (شادی) کا ماجرا نقل کرتے ہیں ---

(مصائب الشہداء اصل کتاب اور اس میں موجود عقدِ قاسمؑ والی روایت ملاحظہ فرمائیں)



بسم الله الرحمن الرحیم

حب الدنیا رأس کل خطیئه انما الدنیا لهو ولعب

بیشمار بر تو غلبه کند این تعویذ را باز کن و بخوان و آنچه در آنجا نوشته اند عمل نمای قاسم [illegible] خود گفت که تا
من بوده ام مرا چنین حالی نیفتاده و بدین سان ملال بدست نداده بیا تا تعویذ را [illegible] کر لبدانیم
پس آن تعویذ را باز و باز کرد و بگشاد دید که امام حسن بخط مبارک خود نوشته است که ای قاسم وصیت
میکنم ترا چون برادرم و عمت امام حسین را بینی که در زمین کربلا در دست شامیان بی‌وفا و کوفیان بی‌وفا گرفتار شده
باشد باید که سر خود را در قدم وی اندازی و جان خود را فدای وی کردانی و هر چند ترا از مطاوعت باز دارند تو
مبالغه و الحاح نمایی که جان فدای حسین کردن مفتاح شهادت و وسیله سعادت کدام کشته عشق
دیت روی بر خاک که جان غرقه بخون غم تو رحمت نیست قاسم که این وصیت نامه را برخواند از شادی
نداشت که چون کند فی الحال از جای برجست و بخدمت امام حسین آمد و آن نوشته را بدست وی داد و چون شاه
شهیدان آن مکتوب را بدید آهی سوزناک از میان جان برکشید و زار زار بنالید و گفت ای جان عم این وصیت
پدرت بتو میخواهم که بدین وصیت عمل کنی مرا در باره تو وصیتی دیگر فرموده من نیز دل بعید دادم که ترا با عروس
آوردم بیا تا الحق بدین خیمه درآییم و بدان وصیت قیام نماییم پس دست قاسم گرفته بخیمه درآورد و برادر خود
عون و عباس را طلبید و مادر قاسم را گفت جامه‌های نو در قاسم پوش و خواهر خود زینب را فرمود تا
جامه‌دان برادرم حسن را بیاورد و فی الحال حاضر ساخت سر آن را بگشاد و دراعهٔ حسن و بیت جامه قیمتی در
قاسم پوشانید و عمامه زیبا بدست مبارک خود بر سر وی بست و دست دختر خود که نامزد وی بود گرفت
و گفت ای قاسم این امانت پدرت است که بتو وصیت کرده اکنون جان پس دختر خود را با وی عقد و دست دختر
خود گرفته بدست قاسم داد و از خیمه بیرون آمد قاسم از جانب دست عروس گرفته در وی مینگریست و سر در پیش
می افکند که ناگاه از لشکر عمر سعد آواز برآمد که هیچ مبارزی دیگری نمانده است قاسم خواست که بیرون آید
عروس دامن او بگرفت و گفت ای قاسم چه خیال داری و کجا میروی و مرا بکه میگذاری بگو که بی من
کجا میروی مرا بکه میگذاری کجا میروی قاسم گفت ای نور دیده من و سرور سینه من عزم میدان دارم

دوری ضروری است و این مفارقت بی اختیاری و چون قاسم عزم رفتن نمود مضمون این کلام جگرسوز
غم اندوز بر زبان باز ماندگان جاری میشد دیده از هجر تو خونبار شد ای مردم چشم مردمی کن مشو از
دیدهٔ خونبار جدا الغرض چون قاسم بمیدان آمد علمِ پسرِ زیاد که بر روی سر عمر سعد داشت بود از سر
ساخت و میخواست تا آن علم را از پای در آورد بیکبار پیادگان سر راه بر وی گرفتند و چون بحرب ایشان مشغول شد
سواران بگرد وی در آمدند و تیر و نیزه و گرز و شمشیر حوالهٔ وی کردند قاسم قریب بسی سوار و پنجاه پیاده را
بیفکند و صف سواران از هم درید و خواست که بیرون آید بر کشش تیر باران کردند و اسب از پای در افتاد و شیث
بن سعد علیه اللعنه نیزه بر پشت مبارک قاسم زد که از سینهٔ مبارک آنحضرت بیرون آمد قاسم در آن حرب بیست و
یک زخم خورده بود چون از اسب در گشت گفت یا عماه ادرکنی ای عم مرا دریاب شهسوار میدان لا فتی چون این
آواز شنید اسب برانگیخت و صف سوار و پیاده را برهم درید قاسم را که در میان خاک و خون غرق شده و شیث
بر زبر ایستاده میخواست که سر از بدن مبارک وی جدا کند امام حسین ع ضربتی بر میان وی زد که بدو نیم
شد و قاسم را در بر گرفت بخیمه آورد و هنوز رمقی در تنش باقی بود امام حسین سر وی در کنار گرفت و بوسه
بر روی وی میداد و مادر و عروس آنجا ایستاده بهای های میگریستند و قاسم چشم باز کرده در ایشان میگریست
و تبسمی فرموده جان بجان آفرین تسلیم کرد رضوان الله علیه خروش از بارگاه امام حسین بر آمد مادر
قاسم میگفت ای مظلوم مادر دریغ از این ماه رخسار و افسوس از این گل عذار دریغا که زیر زمین گم
شد ناگهانی گل باغ دولت بروز جوانی و هر یک از مخدرات میگفت که ای قاسم دیده باز کن و دختر عمت را
ببین ای قاسم حسرت بود اما دید درد بماند با حسرتا از این سرای علقی رفتی تا خورده بری
ز زندگانی رفتی عروس دست در خون قاسم میمالید و در سر و روی خود میکشید و بزبان حال میگفت
بیگانه که یاد رسمان بکشند سرخی رو بخون یار کنند نو عروسان شوی کشته ولی دست و پا ها
نگار کنند راوی گوید که بعد از شهادت قاسم ابوبکر علی نزد امام حسین ع آمد و گفت ای برادر بجان برابر

برم

یہاں وہی تعویذ والی روایت درج ہے جو پہلے آپ ملاحظہ کر چکے ہیں لیکن کچھ فرق کے ساتھ روایت طویل ہے یہاں ترجمہ میں صرف عروس قاسم کا ذکر کیا جائے گا، مختصر ترجمہ ملاحظہ فرمائیں ---!

امام حسینؑ نے وہ تعویذ کھولا تو دیکھا کہ وہ امام حسنؑ کے دستِ مبارک کی تحریر ہے جس میں لکھا تھا: اے میرے بیٹے قاسمؑ ! میں تجھے وصیت کرتا ہوں کہ جب میرے بھائی حسینؑ کربلا کی زمین پر دشمنوں کے درمیان تنہا رہ جائیں، تو خبردار کہ کہیں سستی نہ کرنا، بلکہ اپنے خون کے آخری قطرے تک ان کی نصرت کرنا اور اپنی جان ان پر فدا کر دینا، امام حسینؑ یہ وصیت نامہ پڑھ کر بے اختیار رونے لگے جب قاسمؑ نے وہ لکھا ہوا دیکھا تو ان کے تنِ بدن میں جان آ گئی، وہ خوش ہوئے اور کہا: چچا جان! میرے بابا کی یہ وصیت مجھ پر فرض ہے، آپؑ مجھے اجازت دیں تو امام حسینؑ نے فرمایا کہ انہوںؑ نے ایک اور وصیت بھی کی تھی (جس پر عمل کرنے کا وقت ہو چکا ہے) پس امامؑ قاسمؑ کا ہاتھ پکڑ کر خیمے میں لائے اور عوؑن و عباسؑ کو بلایا، قاسمؑ کی والدہ نے انہیں دولہا کا لباس پہنایا، امام حسینؑ نے اپنی بہن جنابِ زینبؑ سے فرمایا کہ حسنؑ بھائی کے کپڑے لائیں، جنابِ زینبؑ وہ لباس لے آئیں اور شہزادہ قاسمؑ کو پہنایا ، ان کے سر پر عمامہ باندھا گیا اور امام حسینؑ نے اپنے ہاتھ سے قاسمؑ کا ہاتھ اپنی بیٹی کے ہاتھ میں دیا (یعنی عقد کیا) اور فرمایا: اے قاسمؑ ! یہ میری امانت ہے تیرے پاس، پھر اپنی بیٹی کا ہاتھ قاسمؑ کے ہاتھ میں دے کر ان کے حق میں دعا فرمائی، اس کے بعد قاسمؑ خیمے سے باہر آئے، جبکہ دلہن خیمے کے پردے کے پیچھے رو رہی تھی اور فریاد کر رہی تھی۔ عمر سعد نے جب دیکھا تو آواز دی کہ اب کوئی اور مقابلہ کرنے والا باقی نہیں رہا؟ قاسمؑ نے میدان میں جانے کا ارادہ کیا تو ان کی دلہن سامنے آئیں اور ان کا دامن تھام کر کہنے لگیں، اے قاسم! کیا خیال ہے؟ تم کہاں جا رہے ہو اور مجھے کس کے سہارے چھوڑ رہے ہو؟ قاسمؑ نے کہا: اے میری آنکھوں کے نور! میں نے میدانِ جنگ کا عزم کر لیا ہے ----الخ (اس کے بعد شہزادہ قاسمؑ کی جنگ کا ذکر اور شہادت کا ذکر ہے جسے ہم چھوڑ کر اپنے موضوع پر آتے ہیں) --- پس امام حسینؑ قاسم کے جسدِ مبارک کو اٹھا کر خیمے کی طرف لائے، ابھی قاسمؑ کے بدن میں رمقِ حیات باقی تھی، امام حسینؑ ان کے سرہانے رو رہے تھے اور ان کا چہرہ اپنے دامن سے صاف کر رہے تھے، قاسمؑ نے ایک نگاہِ حسرت اپنے چچا پر ڈالی، تبسم فرمایا اور جان جانِ آفریں کے سپرد کر دی، اس وقت بارگاہِ امام حسینؑ سے گریہ و زاری کا شور بلند ہوا، قاسمؑ کی مادرِ مظلومہ کہتی تھیں: ہائے افسوس اس ماہِ منیر پر، ہائے اس گلِ شاداب پر، مخدراتِ عصمت میں سے ہر ایک قاسمؑ کے لیے بین کر رہی تھی **اور دلہن سر پیٹ رہی تھی، دلہن حسرت سے کہتی تھی: اے قاسمؑ! تم تو دولہا بنے تھے، مگر یہ کیسی رفاقت تھی کہ مجھے تنہا چھوڑ گئے، مخدرات نے جب دیکھا کہ دلہن نے اپنے ہاتھ قاسمؑ کے خون سے رنگ لیے ہیں اور اپنے چہرے اور سر پر مل رہی ہے، تو ایک نیا ماتم بپا ہو گیا ---**

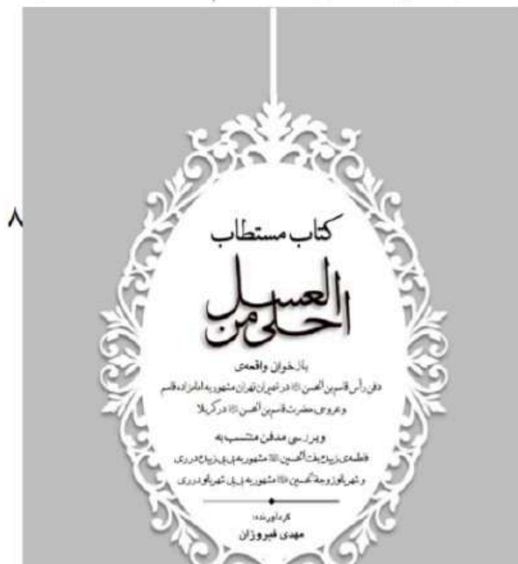
شیخ عباس قمی در الکنی و الالقاب می‌نویسد:

«سید ... جلیل، محدّث کامل فاضل مـاهر، متتبّـع در روایـت و ... ان است.[۱]»[۲]

ایشان در کتاب ... روایت عروسی حضرت قاسم علیه‌السلام را نقـل کردند و نیز بر روایت منت... طریحی اعتماد نموده و آن را نقل است[۳].

(۸) محمّد تقی بن احمد بروجردی متخلّص به نقی بروجردی (قـرن۱۲ه.ق)

از عالمان و شاعران دوران صفویه است. متاسـفانه قـدر و منزلـت کتـاب ایشان ناشناخته است. کتاب ایشان به نام عین البکاء از مهمّترین آثارِ ادبی تاریخی امام حسین علیه‌السلام است. کتاب ایشان با بسیاری از اشعار خـودش در روضه‌ی امام حسین علیه‌السلام کتابی ترکیبـی از نثـر و نظـم اسـت. ایـن کتـاب و روضة الشهداء کتاب‌هایی است که باعث شد پس از این دوران کتاب‌هایی با این شکل همچون طوفان البکاء نوشته شود که انصافاً آثار ادبی ممتـاز و مهمّی است. این کتاب در تاریخ ائمه مخصوصاً امـام حسـین علیه‌السلام بـا نثـری شیوا و نظمی سوزناک وقایع تاریخی را آورده که متاسفانه تا اکنـون خطّـی مانده است. این کتاب از آنجا که به دوران صفویه برمی‌گـردد مـورد توجـه است. ایشان در عین البکاء کیفیت عروسی حضرت قاسم علیه‌السلام را نقل کـرده است.



۱. الکنی و الالقاب، جلد ۳، ص ۱۰۷

۲. برای آشنایی بیشتر با این عالم ربّانی به ... ۸ مراجعه کنید.

۳. مدینة المعاجز، جلد ۳، ص ۳۶۶

محمد تقی بن احمد بروجردی، متخلص بہ 'نقی بروجردی' (بارہویں صدی ہجری)

وہ صفوی دور کے علماء اور شعراء میں سے ہیں افسوس کہ ان کی علمی منزلت اور قدر و قیمت اب تک نامعلوم رہی ہے، ان کی کتاب بعنوان "عین البکاء" امام حسینؑ کی تاریخ سے متعلق اہم ترین ادبی و تاریخی آثار میں سے ایک ہے، ان کی یہ کتاب خود ان کے اپنے بہت سے اشعار پر مشتمل ہے جو انہوں نے امام حسینؑ کے مصائب میں کہے ہیں ----

یہ کتاب نثر اور نظم کا ایک حسین امتزاج ہے، جس کی وجہ سے اس دور کے بعد طوفانِ البکاء جیسی دیگر کتابیں اسی طرز پر لکھی گئیں، جو انصافاً ممتاز اور اہم ادبی شاہکار ہیں، یہ کتاب آئمہؑ معصومین خاص طور پر امام حسینؑ کی تاریخ پر مبنی ہے، جس میں تاریخی کو ایک دلنشین اور سوزناک نثر و نظم میں پیش کیا گیا ہے، بدقسمتی سے یہ کتاب اب تک قلمی نسخے کی صورت میں ہی موجود ہے (طبع نہیں ہوئی) چونکہ اس کتاب کا تعلق صفوی دور سے ہے، اس لیے یہ خاصی توجہ کی حامل ہے، انہوں نے عین البکاء میں شہزادہ قاسمؑ کی شادی کی کیفیت کو تفصیل سے نقل کیا ہے ---

(کتاب کا قلمی نسخہ اور اس کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں)

اندیشه بود من ریخت پس فرمود ای قاسم این وصیت پدر تو است حبو کرده ای از تو متمتع ایام ناکامی ندیده بمن
هم در باره تو وصیتی فرموده چون اکنون ستم وصیتی ساعتی صبر کن تا من هم بوصیت پدرت عمل کنم ای غریب
حسرت کشیده وای داماد کام ندیده پدرت در حیات خودش دختر عم ترا برای تو نامزد فرموده که در چنین حالی عروس را
بدست تو می سپارم پس حضرت امام حسین ع دست قاسم را گرفته بخیمه در آورد و خواهر خود زینب را گفت وقت آن شد
که امانت قاسم را باو بسپارم الخواهر سکینه و فاطمه را بیاور و پرده کیان حرم را جمع کن و اسباب عروسی را آماده کن
چون زینب این سخن را شنید بزبان حال گفت نظم مگر گشوده چه دست غزال بس عزا سپرده است بمن جامه
داری شهدا نمیشود بجانم که درد کم باشد کنون چه چاره کنم قسمتم ستم باشد پس زینب بخیمه رفت و دست
در گردن عروس کم جاز کرده و بگریست و گفت یا فاطمه زهرا در کجائی و جای تو در عروسی فرزندت قاسم
خالی است پا و حجله بر باد رفته عروس را بمیان زنان حرم از آن دعوت پر اندوه و غم خبردار گشتند تمام
بخیمه فاطمه اجماع نمودند نظم وضا نمود بخون جگر بریش خضاب یکی ز اشک نظر کرد عارضش را آل یکی عبیر
فشاندش بصورت آن ماه بجای سرمه بچشمش جان نمود سیاه زبان شانه بزلفش چه گفت میدانی
نصیب کس نشود یعنی این پریشانی آه چون خبر بمادر قاسم رسید از جای برجست با چشم پر آب نزد حضرت
امام حسین ع آمد و گفت ای یادگار کسان وای غمخوار بی پدران نظم شنیده ام که تو امروز با دل شاد
بآن سری که کنی قاسم را داماد کجا رواست که قاسم بدیده خونبار بسوی بزم عروسش رود نبسته نگار
اجازتم بده ای پادشاه تشنه لبان که آبشش کنم از خون دل حنا بندان امام مظلوم بسخنان آن ضعیفه
جگر خون بگریه در آمد و فرمود نظم برای عیش نمانده است فرصتی چندان خدا نخواست چرخ که قاسم کند حنا
بندان برو بیار برایش لباس دامادی حنا بدست نبندد بگو در این شادی پس مادر قاسم لباس
دامادی برای فرزند خود حاضر کرد و قبای شهادت در بر دیگر اخست در میان او بست و لباس در تن
او پوشید و سیل اشک از دیده بیرون کشید نظم چنانچه بر سر رخساره از جفا میزد ز سینه طبل عروسی بصد نوا
میزد ز حجله گاه ز آه درون چراغ نهاد ز گریه بر سبق جان داغ نهاد حنا در آب ز گریه کشش کند ز
دیده تر برو بنای عروسی کشید لخت جگر مرویست که امام حسین ع عون و عباس و جعفر و برادران دیگر را
طلبید خطبه در نهایت فصاحت و بلاغت بیان فرمود و فاطمه را بمهر شهادت بعقد قاسم در آورد
بخواند صیغه بآئین شرع پیغمبر سپرد بازوی خورشید را بدست قمر بسوی حجله نشاندن عروس و داماد
قضا ز گریه ز پیش نگشت برکب د مجلس میدان رفتن قاسم و شهادت اوست

خطیبان تعزیت تقریر و محرران مصیبت تحریر حجله آرایان محفل غم و مشاطه کان شاهد ماتم بدینگونه روایت کرده اند که چون بسیاری
از سروهای خیابان کربلا به تیشه محنت و ابتلا از پا در افتادند و کثیری از گلهای لاله زار وفا از سموم جور و جفا بر باد
فنا رفتند حریفانی که بعزم جانبازی نرد وفا چیدند و شش در بلا ابام سربازان قمارگاه رضا افتادند و الله جان باختند
بودند بغیر از اولاد علی المرتضی کسی نبود که سینه خود را هدف تیر بلا سازد و بجبران جگرگوشه کان فاطمه زهرا دلاوری
نماند که سهم همت در میدان شهادت تازد چون نوبت جدال بدین جان کعبه وفا رسید در آن وقت قاسم در حجله
نشسته و دیده حسرت بروی عروس بسته در فکر آن بود که نوبت ساغر شهادت کی باو رسد ناگاه از طرف سپاه
مخالف نعره شنید که ملعونی میگفت ای حسین اگر مبارزی داری بمیدان بفرست و الا خود متوجه میدان شو
قاسم از خوف آنکه مبادا عم بزرگوارش بمیدان رود دست عروس را رها کرد و چون سپند از سر مجمر برجست و
گفت ای شمع شبستان الم مرا حلال کن که وعده دیدار بروز قیامت و موسم عروسی بخدمت پدرم امام حسن ع افتاد
چون عروس از کام داماد مایوس شد و سخن فراق از آن محنت کش شنید آهی کشید و گفت نظم همسوز
شمع رخت ای ضیاء دیده من نکرده است چه خورشید برار روشن شوم فدای تو این رسم بیوفائی چیست
دمی بپا بنشین موسم جدائی نیست قاسم گفت ای دختر عم وای انیس دل پر غم مگر نمی شنوی که سپاه اعدا
سید الشهدا را بمیدان طلب میکنند میترسم عمم بمیدان رود و خدا نکرده شهید شود در این حال بی اجازه بخور
شربت شهادت نیست میروم تا جان نثار پدرت کنم غمگین مباش که روز قیامت عروسی را از سر گیریم
عروس گفت ای داماد ناشاد وعده دیدار بروز شمار میدهی نظم کجا وصال میسر در این زمین شد
خدا نکرده اگر حشر هم چنین باشد نکرده ساقی حسرت بجام باده زار که افکند المت دور ما بروز شمار
ای پسر عم وای انیس دل پر غم ترا بروز رستخیز قیام در کدام مقام ببینم قاسم دست زد و سر آستین خود را پاره
کرد و بدست عروس داد و گفت بیادگار این را از من نگاه دار چون روز قیامت بمحشر آئی و تفحص من کنی این را
نزد جد و پدرت طلب کن من پنجه را نموده ام از خون خود خضاب از دور مینمایمت از آه دل
کباب آنگاه دست خویش در آرم ز آستین کی داده دل ز دست بسوی ما ببین وا مصیبتا که
مادر قاسم از آن حال مطلع شد وقتی رسید که عروس ناکام قاسم را وداع میکرد و میگفت ای نور دیده بکوچه در نظر
داری و این مهمان نو رسیده را بکه میسپاری ای فرزند ساعتی قرار بگیر من آرزو داشتم که عروسی ترا ببینم
این چه عروسی است ای جان مادر تو بمیدان میروی میترسم خدا نکرده ترا شهید کنند و مرا عروس از دیدار
تو ناامید کنند قاسم گفت امید دارم که مرا بگذاشتند من آرزوی دیدار شما را داشتم اما در پس عم ملاحظه

کی گم اراده

یہاں صرف اس حصے کا ترجمہ پیش کیا جائے گا جو عروسی قاسمؑ کے متعلق ہے ---!

جب شہزادہ قاسمؑ نے امام حسنؑ کی لکھی ہوئی تحریر امام حسینؑ کو دکھائی کہ میدان میں جانے کی اجازت عطا فرمائیں، تو امامؑ حسینؑ نے گریہ کیا اور جناب قاسمؑ سے فرمایا، اے قاسمؑ! یہ آپ کے باباؑ کی وصیت تھی جو آپ تک پہنچی، اے میری جان! میرے بھائی (آپ کے بابا) نے مجھے آپ کے بارے میں ایک وصیت کی تھی، اب وقت ہے کہ میں بھی اپنے بھائی کی وصیت پر عمل کروں، پھر امام حسینؑ نے حسرت بھری آہ بھری اور فرمایا کہ آپ کے بابا نے اپنی زندگی میں میری بیٹی کا رشتہ آپ کے لیے طے کیا تھا، اب میں آپ کا ہاتھ اپنی بیٹی کے ہاتھ میں دیتا ہوں، پھر امام حسینؑ نے شہزادہ قاسمؑ کا ہاتھ پکڑا، انہیں خیمے میں لے گئے اور سیدہ سکّینہ اور فاطمہؑ کو بلایا اور اہل حرم سے فرمایا کہ شادی کا اسباب مہیا کرو، جب اہل حرم نے یہ سنا تو سب رونے لگے اور کہنے لگے کہ یہ کیسی شادی ہے جہاں خوشی کے بجائے غم کے بادل چھائے ہوئے ہیں، سیدہ فاطمہؑ نے فرمایا، بابا جان! اس وقت جب کہ ہر طرف سے شہادت کی صدائیں آ رہی ہیں، میں کیسے شادی کا لباس پہنوں؟ امام حسینؑ نے انہیں تسلی دی اور قاسمؑ سے فرمایا کہ اے بیٹے! آپ کے بابا کی یہ تمنا تھی کہ آپ کی شادی میری بیٹی سے ہو، اور آج میں اسے پورا کر رہا ہوں، (غرض یہ کہ ان کا نکاح پڑھایا گیا اور) شادی کی مختصر رسم ادا کی گئی، قاسمؑ نے اپنی دلہن سے کہا کہ اے میری شریکِ حیات! میں اب میدانِ جنگ کی طرف جا رہا ہوں، اگر میں شہید ہو جاؤں تو صبر کرنا، شہزادہ قاسمؑ کی والدہ نے ان کا ماتھا چوما اور فرمایا: اے میرے لال! جاؤ اور اپنے چچا پر اپنی جان قربان کر دو، پھر حضرت قاسمؑ نے جنگی لباس پہنا اور تلوار ہاتھ میں لی امام حسینؑ نے انہیں گلے لگایا اور الوداع کیا، اس وقت خیمے میں ایک کہرام مچ گیا اور بیبیوں نے حسرت بھری نگاہوں سے دولہا کو میدانِ جنگ کی طرف رخصت ہوتے دیکھا ---الخ

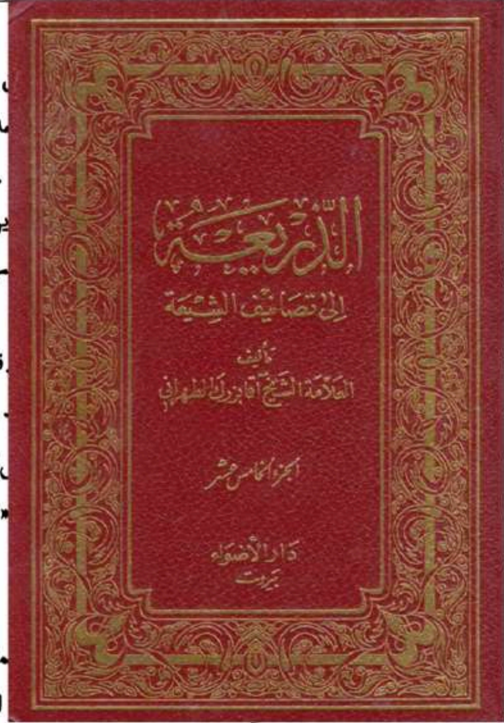
جب وہ سروِ جوانی کے باغِ حیات پر مصیبت کے کلہاڑے چلے اور بہت سے پھول مرجھا گئے، تو کربلا کے تپتے ہوئے صحرا میں ایک نیا منظر سامنے آیا، حضرت قاسمؑ جو شہادت کا جام پینے کے لیے بے تاب تھے، اپنی دلہن کے پاس آئے تاکہ اسے الوداع کہہ سکیں، دلہن حسرت بھری نگاہوں سے اپنے دولہا کو دیکھ رہی تھی کہ ابھی تو شادی کی رسمیں بھی پوری نہ ہوئی تھیں اور فراق کی گھڑی آ گئی، اس نے رو کر عرض کی: اے میرے سر کے تاج!

کیا آپ مجھے اس تنہائی میں چھوڑ کر جا رہے ہیں؟ کیا ہماری ملاقات اب روزِ قیامت ہی ہو گی؟

قاسمؑ نے فرمایا: اے میری شریکِ حیات! میں اس چچا کی نصرت کے لیے جا رہا ہوں جو اس وقت دشمنوں کے نرغے میں تنہا ہے۔ کیا آپ نہیں سنتیں کہ لشکرِ مخالف سے شہادت کی کیسی صدائیں بلند ہو رہی ہیں؟ مجھے اپنے چچا کی خدمت میں جانے کی اجازت دو، کیونکہ میں نے اپنے والد سے وعدہ کیا تھا کہ میں امامؑ پر اپنی جان نثار کر دوں گا، دلہن نے تڑپ کر کہا: اے میرے پیارے! میں آپ کے بغیر اس دنیا میں کیسے جیوں گی؟ قاسمؑ نے انہیں تسلی دی اور فرمایا: اگر ہم اس دنیا میں نہ مل سکے تو جنت میں ضرور ملیں گے ---

راوی کہتا ہے کہ جب جناب قاسمؑ کی والدہ کو معلوم ہوا کہ ان کا لختِ جگر میدانِ جنگ میں جانے کے لیے الوداع کہہ رہا ہے، تو وہ خیمے سے باہر آئیں اور اپنے بیٹے کا ماتھا چوم کر فرمایا: اے میرے نورِ نظر! جاؤ اور اپنے بابا کی وصیت کو پورا کرو، میں نے تمہیں اسی دن کے لیے پالا تھا، اس کے بعد قاسمؑ نے اپنا ہاتھ اپنی دلہن کے ہاتھ سے چھڑایا اور گھوڑے پر سوار ہو کر میدانِ کارزار کی طرف روانہ ہو گئے، جبکہ پیچھے خیموں میں اہل بیت کی مستورات کی گریہ و زاری کی صدائیں بلند تھیں ---

عین البکا کے متعلق مزید ملاحظہ فرمائیں ---!



(عين الاحسان)

(٢٣١٦ : عين ا... ابي ذرالنراقي الكاشاني المتوفى ... مد النجف آبادي في النجف اوله ... . مرتب على مقاصد ذات ابو... ين من جمادى الثانية ١٢٠٨ ... سين بن عبدالله الشبر في النجف

(٢٣١٧ : عين ا... فارسي . للمولى محمدتقي بن مح... ١٣١٠ .

(٢٣١٨ : عين ا... الخير علي بن ابي سليمان ظفر ... «دلائل القران» المذكور في ٨ :

(عين الافاضل)

(٢٣... : العين ... مدباقر بن محمد القائني ال... لم يتم .

(٢٣٢٠ : عين البكاء) مقتل فارسي . للمولى محمدتقي بن المولى احمد البروجردي نزيل كاشان من تلاميذ محمدباقرالمجلسي . وكتب اجازة للمولى عبدالله الكاشاني في ١١٠٢ . روى فيها عن محمدباقرالمجلسي . يوجدعند(السيدشهاب الدين) وقد ألفه بهافي ١٠٩٩ كما في نسخة القمشهي . مرتب على اثنين وعشرين بابا أوله : [الحمد لله الذي جعل عين البكاء المباكين عطشان يوم الدين . . .] وتاريخ كتابة النسخة الموجودة عند (العطار بالكاظمية) ١٢٤٥ . ونسخة اخرى من «عين البكاء» في كتب ميرزاآقا فاضل الهاشمي بسبزوار . وفيه : انه الفه في كاشان في ١٠٩٩ ، ويأتي له «لب عين البكاء» وطبع عين البكاء بلكهنو ١٢٨٤ .

(٢٣٢١ : عين البكاء) مقتل مطبوع بلسان الاردو . للمولوي السيدعبدالله خان صاحب وهو نظم ونثر . مطبوع .



ترجمہ ،

عین البکاء : فارسی میں مقتل کی کتاب ہے، مولی محمد تقی بن مولی احمد البروجردی کی تصنیف ہے جو کاشان میں مقیم تھے اور علامہ محمد باقر مجلسی کے شاگردوں میں سے تھے، مولیٰ عبداللہ کاشانی کے لیے انہوں نے 1102ھ میں ایک اجازت نامہ لکھا تھا جس میں علامہ مجلسی سے روایت کی گئی ہے، یہ (کتاب) سید شہاب الدین کے پاس موجود ہے، انہوں نے اسے 1099ھ میں تالیف کیا، جیسا کہ نسخہ قمشئی میں درج ہے، یہ کتاب بائیس ابواب پر مشتمل ہے اور اس کا آغاز یوں ہوتا ہے: [الحمد لله الذي جعل عين البكاء مباكين عطشان يوم الدين...] ایک نسخہ جو "العطار" کے پاس (کاظمین میں) ہے اس کی کتابت کی تاریخ 1245ھ ہے، عین البکاء کا ایک اور نسخہ میرزا آقا فاضل ہاشمی کے کتب خانے میں سبزوار میں ہے جس میں درج ہے کہ یہ 1099ھ میں کاشان میں تالیف ہوئی، اس کا خلاصہ لب عین البکاء کے نام سے آئے گا، یہ کتاب لکھنو میں 1284ھ میں شائع ہوئی--

آپ نے ملاحظہ کیا کہ علامہ مجلسی کے شاگرد شہزادہ قاسمؑ کے عقد کی تفصیل سے روایت لائے ہیں جو آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں---



بسم الله

الحمد لله رب العالمین وصلی الله علی محمد واله الطاهرین و بعد فهرست کتاب انوار المجالس

فصل

باب اول

مجلس اول

مجلس دویم

مجلس سیم



که کتب او بسـ در تـاریخ سـید
الشهداء علیه السلام دا المحرّم، لیـال
عشر فی الحز رین متتـابعین،
مصائب اهل بـ ان تنها آثار وی
مخـتصّ سـ انسـته تـاریخ
سیدالشهداء علیه السلام و غمّ فـی شـهر
المحرّم چنین م

«امّا واقع شـد یـا نـه،
بعض کسانی که به وقوع
قائل ن صمدانی، شـیخ
المش او وی] در مقتـل
خود ناب او و بر کتاب
او دا ن است که ....[1]»



(۲۳) محمّد حسین بن ملّا عبدالله شـهرابی مـتخلص بـه گریـان شـهرابی (قـرن ۱۳ه.ق) از برتـرین عالمـان و واعظـین دوران قاجـار اسـت. ایشـان تسلّطی بر گریز داشته که اینجانب در احدی چنین تسلّطی ندیـدم. ایشـان کتابی به نام انوار المجالس نوشته است که اصول و فروع دیـن را تمامـاً بـا روضه‌ی سیدالشهداء علیه السلام و مصائب سوزناک ایشان ممزوج کـرده اسـت و این نشان دهنده‌ی قدرت گریز منحصر به فرد این عالم بزرگوار است. ایـن

---

۱. هم و غـم فـی شـهر المحـرّم، مجلـس چهـارم در بیـان شـهادت معصـوم زاده قاسـم بـن الحسن علیه السلام، صص ۱۵۱-۱۵۲

نوع گریزهای دقیق وی احتمالاً پس از حوادثی است که بـر وی روی داده چنان که فرزندان این عالم بزرگوار که ۷ فرزند بودند، یکی پـس از دیگـری از دنیا رفتند و این قدرت وی در گریز نشانگر این است کـه وی لحظـه‌ای در مصیبت‌هایش از روضه‌ی سیدالشهداء و گریه بـر ایشـان دریـغ نکـرده است. وی ۷۰۰۰ بیت در رثای سیدالشـهداء علیه‌السلام سـروده کـه بسـیار ارزنـده است و کتب وی مجموعـه‌ای از روایـات، حکایـات، اشـعار و گریزهـایی است که کسی به این قدرت نتوانسـته اینطـور مصـائب امـام حسـین علیه‌السلام را جمع‌آوری کند. وی آثار زیادی داشته امّـا اینجانـب بـه آثـار کمـی از وی رسیدم که البته آنها بسیار حجیم است. انوار المجالس و طریـق البکـاء از مهمّترین آثار اوست که انوار المجـالس یـک شـاهکار تـاریخی محسـوب می‌شود؛ زیرا پس از اتمام کتاب، کتاب ناپدید شده[۱] و مولّف یک بار دیگـر آن را گردآوری کرده و مطالبش را دوباره از ذرّه بین اعتبار سنجی گذرانـده است. وی در کتـاب **انـوار المجـالس** در دو بخـش، کـاملاً بـه عروسـی حضرت قاسم علیه‌السلام اشاره کرده و با اشعار، ایـن مصـیبت را بسـیار سـوزناک آورده است[۲].

(۲۴) ملّا علی قزوینی قارپوزآبادی زنجـانی (۱۲۰۹-۱۲۹۰ه.ق) از فقهـای مهمّ دوران قاجاریه است. او در قزوین دیده به جهان گشـود و از علمـای بزرگ زنجان بوده است. وی از اصلی‌ترین شاگردان محمّد تقی بن محمّـد

---

۱. دزدیده می‌شود.

۲. انوار المجالس، باب ۵، مجلس ۲ و مجلس ۳، صص ۴۸- ۴۹

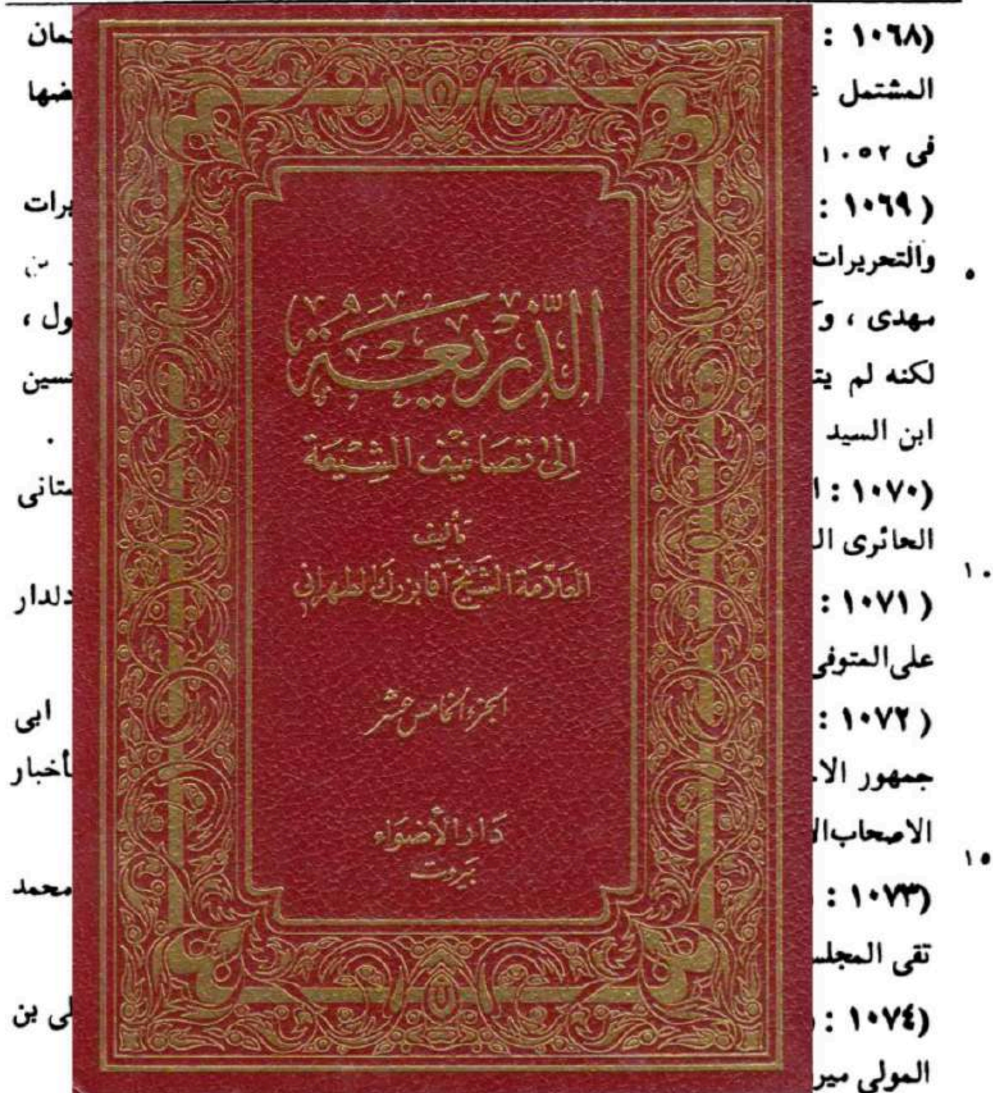
اوپر آپ نے جس قلمی نسخے کو ملاحظہ فرمایا، اس کا نام انوار المجالس ہے اس قدیم کتاب میں شہزادہ قاسمؑ کی شادی کا ذکر موجود ہے، مزید اس کتاب اور اس کے مولف کے متعلق ملاحظہ فرمائیں ---!

ترجمہ، محمد حسین بن ملاّ عبداللہ شہرابی متخلص بہ گریان شہرابی (قرن ۱۳ ہجری):

وہ قاجار دور کے بہترین علماء اور واعظین میں سے ہیں، انہیں گریز (موضوع سے مصائب کی طرف منتقل ہونے کا فن) پر ایسی مہارت حاصل تھی کہ کسی اور میں ایسی مہارت نہیں دیکھی، انہوں نے "انوار المجالس" کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے جس میں دین کے اصول و فروع کو مکمل طور پر سید الشہداءؑ کے سوزناک مصائب کے ساتھ پیوست کیا ہے، اور یہ بات اس بزرگ عالم کی گریز پیش کرنے کی منحصر بہ فرد قدرت کی علامت ہے ---!

ان کے دقیق گریز کا انداز غالباً ان حوادث کا نتیجہ ہے جو ان پر گزرے، چنانچہ اس بزرگ عالم کے 7 فرزند تھے جو ایک کے بعد ایک اس دنیا سے رخصت ہوئے، اور ان کی گریز میں قدرت کا عالم یہ ہے کہ وہ ایک لمحے کے لیے بھی اپنی مصیبتوں میں سید الشہداءؑ کے ذکر اور ان پر گریہ کرنے سے غافل نہیں رہے، انہوں نے سید الشہداءؑ کے مرثیہ میں 7000 اشعار کہے ہیں جو کہ بہت قیمتی ہیں، ان کی کتب روایات، حکایات، اشعار اور ایسی گریز کا مجموعہ ہیں کہ کوئی اور اس قوت کے ساتھ امام حسینؑ کے مصائب کو اکٹھا نہیں کر سکا، ان کی تصانیف بہت زیادہ تھیں لیکن ان کے چند ہی آثار پہنچے ہیں، البتہ وہ بہت ضخیم ہیں، انوار المجالس اور طریق البکاء ان کے اہم ترین آثار ہیں، انوار المجالس ایک تاریخی شاہکار مانی جاتی ہے، کیونکہ کتاب مکمل ہونے کے بعد غائب ہو گئی تھی اور مولف نے دوبارہ اسے جمع کیا اور اس کے مطالب کو دوبارہ پرکھا اور اعتبار سنجی سے گزارا، انہوں نے کتاب انوار المجالس میں دو حصوں میں مکمل طور پر جناب قاسمؑ کی شادی (عروسی) کا ذکر کیا ہے اور اشعار کے ذریعے اس مصیبت کو نہایت سوزناک انداز میں بیان کیا ہے---

(انوار المجالس کے مولف کے متعلق مزید ملاحظہ فرمائیں)



(١٠٧٥ : رسالة فى طريق استنباط الاحكام) للمحقق الشيخ نورالدين على بن عبد العالى الكركى المتوفى ٩٤٠ . نسخة تقرب من مأتى بيت بخط شيخنا (الشريعة) الاصفهانى فى مكتبته اوله : [الحمد لله الفتاح على المجاهدين بالفتح المبين . . .] .

(١٠٧٦ : طريق البكاء) مقتل فارسى مرتب على ستين مجلساً بعدد ايام شهرى محرم وصفر، للمولى محمد حسين بن المولى عبدالله الشهرابى من توابع ارجستان وقمشه من اعمال اصفهان، المتخلص بـ «گريان» اوله : [نحمدك اللهم يا من

١٦٥ (طری)

سلكنا فی مسلك اجباء الحسین علیه‌السلام ....] ویذکر فیه من أشعاره و منشآته طبع فی۱۲۷۳ وفی‌بمبئی ~~بعد وفات~~ فی حیاة المؤلف فی۱۳۰۳و۱۳۱۱ وله «تخمیس دوازده بند محتشم» کتبه باسم السلطان ناصرالدین شاه بعد تألیفه « انوار المجالس » و « تذکرة الحال » و «الصومیة» و « حملهٔ مختاریه » و « عشرة النساء » وفرغ من «انوارالمجالس» فی ۱۲۹۹ وآخره رثاء ولده عطاءالله المتوفی ۱۳۰۰.

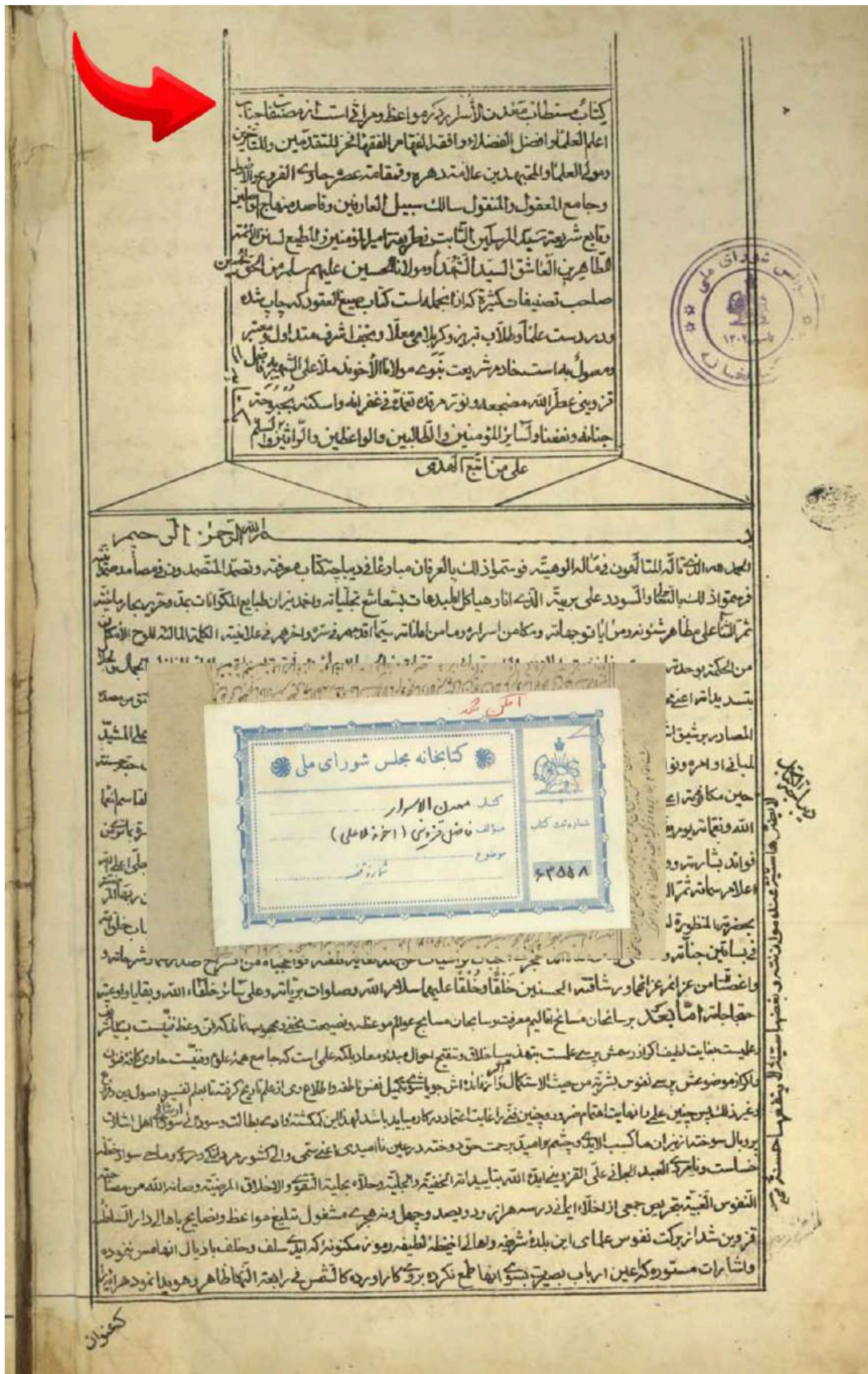
ترجمہ،

طریق البکاء: فارسی زبان میں لکھی گئی ایک کتابِ مقتل ہے جو ساٹھ (٦٠) مجالس پر مرتب ہے، جو محرم اور صفر کے مہینوں کے ایام کی تعداد کے برابر ہے، یہ مولی محمد حسین بن المولیٰ عبد اللہ الشہرابی کی تصنیف ہے، جن کا تعلق ارجستان اور قمشہ جو اصفہان کے مضافات میں سے ہے سے ہے، ان کا تخلص گریان ہے ---- الخ

مصنف نے اس کتاب میں اپنے اشعار اور تحریروں کا ذکر کیا ہے، یہ کتاب ۱۲۷۳ھ میں طبع ہوئی، اور بمبئی میں مؤلف کی زندگی ہی میں ۱۳۰۳ھ اور ۱۳۱۱ھ میں شائع ہوئی، ان کی ایک اور تصنیف " تخمیسِ دوازدہ بندِ محتشم " ہے، جسے انہوں نے اپنی دیگر کتب "انوار المجالس" "تذکرۃ الحال الصومیہ حملہ مختاریہ اور عشرۃ النساء کی تالیف کے بعد سلطان ناصر الدین شاہ کے نام منسوب کر کے لکھا، انہوں نے انوار المجالس کی تالیف سے ۱۲۹۹ھ میں فراغت حاصل کی، اور اس کتاب کے آخر میں اپنے بیٹے عطاء اللہ کا مرثیہ شامل ہے جن کی وفات ۱۳۰۰ھ میں ہوئی تھی ---

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ انوار المجالس کتاب مولف تک ثابت ہے اور معتبر ہے، اس کتاب میں شہزادہ قاسمؑ کے عقد کی روایت موجود ہے ----

7



کتاب مستطاب معدن الأسرار در ذکر مواعظ و مراثی است از مصنفات جناب
اعلم العلماء و افضل الفضلاء و افقه الفقهاء فخر المتقدمین و المتأخرین
دعوی العلماء و المجتهدین علامة دهره و فهامة عصره حاوی الفروع و الاصول
و جامع المعقول و المنقول سالک سبیل العارفین و قاصد منهاج الواصلین
و تابع شریعة سید المرسلین الثابت بطریقة امیر المؤمنین و المطیع لسنن الائمة
الطاهرین العاشق لسید الشهداء مولانا الحسین علیهم سلام من الحق المبین
صاحب تصنیفات کثیرة که از انجمله است کتاب صیغ العقود که چاپ شده
و در دست علماء و طلاب تبریز و کربلای معلا و نجف اشرف متداول و معتبر
و معمول به است خادم شریعت نبوی مولانا الآخوند ملا علی الشهیدی فاضل
قزوینی عطر الله مضجعه و نور مرقده تغمده فی غفرانه و اسکنه بحبوحة
جنانه و نفعنا و سائر المؤمنین و الطالبین و الواعظین و الراثین و السلام
علی من اتبع الهدی

بسم الله الرحمن الرحیم

آملی محمد
کتابخانه مجلس شورای ملی
کتاب معدن الاسرار
مؤلف فاضل قزوینی (اخوند ملا علی)
موضوع
شمارهٔ ثبت کتاب
۶۳۵۵۸
شمارهٔ

الغیبة یکفر بعضکم ببعض و یلعن بعضکم بعضا یعنی [illegible] طالب هدایت آگاه باش که از این حدیث مستفاد میشود که کفر
بسه معنی حقیقت در کفر اصطلاحی که الان معروفست [illegible] بوده است و [illegible] که استعمال آن در اینجا نمیشود
هر کم غالبا باهم مطابق میباشند در وجوه [illegible] الا الفاظ [illegible] است و چون کلام خدا و کلام رسول
مراد الله بر مصداق ایمان و شاهد بر این حمل وجیه حدیثی است که در [illegible] چهارم یعنی ترک ما
و اذ اخذنا میثاقکم خطاب بیهود و عن رسول الله [illegible] در تفسیر همین آیه و اذ اخذنا میثاقکم نقل نموده است قال
[illegible] لما نزلت الایة فی الیهود ای الذین نقضوا عهد الله و کذبوا رسل الله و قتلوا اولیاء الله
افلا انبئکم بمن یضاهیهم من یهود هذه الامة قالوا بلی یا رسول الله قال قوم من امتی ینتحلون انهم من اهل ملتی یقتلون افاضل ذریتی و
اطایب ارومتی و یبدلون شریعتی و سنتی و یقتلون ولدی الحسن و الحسین کما قتل اسلاف الیهود زکریا و یحیی الا و ان الله یلعنهم کما لعنهم و یبعث علی
بقایا ذراریهم قبل یوم القیمة هادیا مهدیا من ولد الحسین المظلوم یحرقهم بسیوف اولیائه الی نار جهنم این حدیث از تشبیه مستفاد از این
تشبیه صریح از کلام رسول خدا مستفاد میشود که کشتن حسنین شبیه است بکشتن زکریا و یحیی بلکه آن بزرگوارا جمیع المصائب و محن النوائب هستند که
زکریا و یحیی را بجهة خاطرخواهی زن زانیه کشتند این دو بزرگوار را بجهة خاطرخواهی دو مجوس زنازاده کشتند اگر زکریا در نود سالگی خواهش کرد که خدا
بمن پسری کرامت کن که در پیری موجب [illegible] شود پس [illegible] او مبارک کن [illegible] با محمد بن عبدالله شریک شوم خداوند عالم یحیی را باو عطا کرد
که خداوند عالم در قرآن سلام بر او کرده و سلام علیه یوم ولد و یوم یموت و یوم یبعث حیا فرموده است و کان تقیا و بارا فرموده است و برا بوالدیه و لم
یکن جبارا عصیا و باز فرموده است انا نبشرک بیحیی مصدقا بکلمة من الله و سیدا و حصورا و نبیا من الصالحین همچنین در حسن شباب جنان خداوند عالم بحضرت
امام حسن پسری زکی که در [illegible] کار و بر بوالدین داشت عطا نمود اما فرقی داشت که یحیی حصور بود یعنی که خدا [illegible] بود اما قاسم را که خدا کرد ندیده که
خدا دیکه عین حصوریت و چه [illegible] که عین ماتم بجهة تزویج که عین تفریق بود اگر یحیی [illegible] بود در صغر سن در نهایت خوف و خشیت بود قاسم نیز
صلحای عصر خود در صغر سن گردیده با شهدای کهن سال [illegible] حبیب مسلم هم عنان شد اگر یحیی بر بوالدین بود و سخن ایشانرا [illegible] خود بجهت میدانست
قاسم نیز بر بوالدین خود بود حتی بمادر خود گفت ای مادر چگونه در روز قیامت در خدمت پدرم سر خجالت بزیر اندازم هرگاه بگوید چرا پیش از برادر زاده
سر خود را نثار نکردی و گویا میفرمود ای مادر در فردای قیامت که مادر عباس و علی اکبر و عون در خدمت جده ام فاطمه زهرا قربانیهای خونین پاره خود را
عرض خود سازند نمیخواهم که تو خجالت زده شوی در حدیث هست که در هر مجلسی که یحیی حاضر بود زکریا نام عقوبت الهی نمیکرد چون شرح آثار رحمت نا گفتنی هم
بر زبان نیاید روزی زکریا بر بالای منبر باطراف و جوانب نگریست یحیی را ندید و یحیی در پشت ستونی نشسته بود و گلیم بر خود پیچیده چون [illegible]
یحیی را ندید سخن از وعید الهی در افکند گفت در دوزخ کوهی است از آتش و نام او غضبان [illegible] هیچکس از آنجا [illegible] مگر گریستن از ترس خدای تعالی یحیی اینکلام
را شنید چون قول پدر را حجت میدانست نعره زد و بجست گلیم از دوش بیفکند و بیرون رفت از مسجد و فریاد میکرد که آه ای وای کسیکه غضبان
جای او باشد قاسم نیز بعد از الحاح در رخصت جنگ و عدم اذن سید شهدا در گوشه متفکر نشسته بود که ناگاه بخاطرش رسید تعویذیکه پدر
در وقت رحلت بیازوی او بسته و فرموده بود که ای نور دیده در وقتیکه سپاه غم بر تو شبیخون زند و غمت بنهایت رسد این تعویذ را باز کرده
در او ست معمول دار قاسم گفت از روزیکه من خود را شناخته ام چنین غمی بمن رو نداده اگر بعد از این هم [illegible] بمانم چنین روزی نخواهم دید [illegible]
عمل باین تعویذ است چون آن صحیفه کامله را باز کرده نظر فرمود دید که پدر بزرگوارش نوشته که ای عزیز در وقتیکه در رکاب عم بزرگوارت وارد [illegible]
شوی و هجوم لشکر شقاوت اثر کوفه و شام را ببینی و بیمدد کاری برادرم را ملاحظه کنی [illegible] زینهار زینهار که صبر را جایز ندانی و سر خود
در رکاب عم حسین در باز [illegible] حق من برتو آنست که جان خود را نثار عم بزرگوارت کنی و اگر برادرم رخصت حرب ندهد مبالغه و التماس کنی [illegible]
[illegible] قول پدر را حجت دانسته از مواعظ او متعظ شد [illegible] مثل یحیی واویلا بر آورد و از خیمه بیرون دوید بخدمت عم بزرگوار [illegible]
زکریا را باره دو سر [illegible] کردند [illegible] حسن مجتبی [illegible] قطعه از جگرش را بچندین قطعه پاره از گلویش بیرون ریختند اما شباهت امام حسین بحضرت یحیی
پس معروف و مشهور است مجلس نوزدهم در اثبات بسم الله الرحمن الرحیم امامت علی بن ابیطالب علیه السلم
الحمد لله الذی احیا قلوبنا بولایة امیر المؤمنین و [illegible] امیر المؤمنین و اضا مصابیح عیوننا برؤیة
معجزات امیر المؤمنین و الصلوة علی من [illegible] بتبلیغ امامة امیر المؤمنین و اقترن سلطا علی المنافقین سلطنة
المؤمنین و امر الله تعالی فیما بین الرسل باخوة امیر المؤمنین ابی القاسم محمد المصطفی المشرف بطینة امیر المؤمنین و علی من نودی
من العرش الاعلی [illegible] الغر المحجلین و امیر المؤمنین و سمی فی السموات العلی بامام المسلمین و امیر المؤمنین الامام الغالب علی
ابن ابیطالب امیر المؤمنین و علی ضجیعته [illegible] امیر المؤمنین اما بعد فقد قال الله تعالی فی سورة المائدة یا ایها الرسول بلغ ما
انزل الیک من ربک و ان لم تفعل فما بلغت رسالته والله یعصمک من الناس ان الله لا یهدی القوم الکافرین این آیه را در سوره مائده

که از [illegible]

یہاں صرف اس حصہ کا ترجمہ کیا جائے گا جو عروسیِ شہزادہ قاسمؑ کے متعلق ہے ---

ترجمہ ، رسول اللہؐ نے فرمایا: میری امت کے کچھ لوگ جو خود کو میری ملت کا ظاہر کریں گے، وہ میری ذریت کے افضل ترین لوگوں اور میری نسل کے پاکیزہ افراد کو قتل کریں گے، میری شریعت کو بدل دیں گے اور میرے بیٹے حسینؑ کو اسی طرح قتل کریں گے جیسے اسلافِ یہود نے زکریاؑ اور یحییٰؑ کو قتل کیا تھا، تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ! اللہ ان پر لعنت کرتا ہے جیسے ان (پچھلوں) پر کی، اور وہ قیامت سے پہلے میری ذریت کے باقی ماندہ لوگوں میں سے ایک ہادی و مہدیؑ کو مبعوث فرمائے گا جو حسینؑ کی پاکیزہ نسل سے ہوں گے اور وہ ہمارےؑ اولیاء کی تلواروں کے ذریعے ان (قاتلوں) کو جہنم کی آگ کا مزہ چکھائیں گے، (یہ فرمان نقل کرنے کے بعد مولف نے کہا) اے میرے عزیز! رسول اللہؐ کے اس کلام سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ امام حسینؑ کا قتل، زکریا اور یحییٰؑ کے قتل کے مشابہ ہے، بلکہ وہ بزرگوار (امام حسینؑ) تمام مصائب کا مجموعہ اور دکھوں کا خزانہ ہیں، زکریا اور یحییٰؑ کو ایک بدکار (زانیہ) عورت کی خاطر قتل کیا گیا، جبکہ ان دو بزرگواروں (حسینؑ اور قاسمؑ) کو دو مجوسی زنا زادوں کی خاطر شہید کیا گیا، اگر زکریاؑ نے نوے سال کی عمر میں یہ خواہش کی کہ اللہ انہیں ایسا بیٹا عطا کرے جو بڑھاپے میں ان کے دل کی تسلی بنے، تو پھر ان کی دعا قبول ہوئی تاکہ وہ حزن و ملال میں حجر بن عبداللہ کے شریک ہوں، اللہ نے انہیں یحیی عطا کیا جن پر قرآن میں سلام بھیجا: اور سلام ہو اس پر جس دن وہ پیدا ہوا، جس دن وہ مرے گا اور جس دن وہ زندہ کر کے اٹھایا جائے گا، اللہ نے فرمایا کہ وہ پرہیزگار تھے، اپنے والدین کے فرمانبردار تھے اور کبھی سرکش و گناہگار نہیں تھے، اور فرمایا: ہم تمہیں یحیی کی بشارت دیتے ہیں جو اللہ کے کلمے کی تصدیق کرنے والا، سردار، پاکدامن اور صالحین میں سے ہو گا ----

اسی طرح جوانی کے عالم میں خداوندِ عالم نے حضرت امام حسنؑ کو ایک فرزند عطا کیا جو نہایت نیکوکار اور اپنے والدین کا مطیع تھا، لیکن ایک فرق تھا، یحییٰؑ (اور امام حسنؑ کے لال میں) یحییٰؑ 'حصور' (غیر شادی شدہ) تھے **لیکن قاسم کا نکاح کیا گیا، خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ (یحیی کی) اس حصوریت (کنوارے پن) میں کیا راز تھا اور عین ماتم اور جدائی کے وقت (قاسمؑ کی) شادی کا کیا مقصد تھا---**

اس کتاب کے متعلق مزید ملاحظہ فرمائیں ---

العلماء وغيرهم ، للسيّد مهدي بن السيّد محمّد الخوانساري الاصفهاني الكاظمي ، المولود بها ١٣١٩ .

(٤٦٩٧ : معجم قر

المعاصر ، نشر في « مجلّة ال

(٤٦٩٨ : معجون ا

الأقا محمود الكرما نشاهي الط

(٤٦٩٩ : معجون ا

و المعارف و الأخلاق ، لم ي

الجد الصالح) و (و قال ال

الاقا محمّدعلي بن الاقا باقر البه

سنة احدى وسبعين و مأتين و

محمّد حسين الشهرستاني في « ا

أقول : هوالّذى نعم

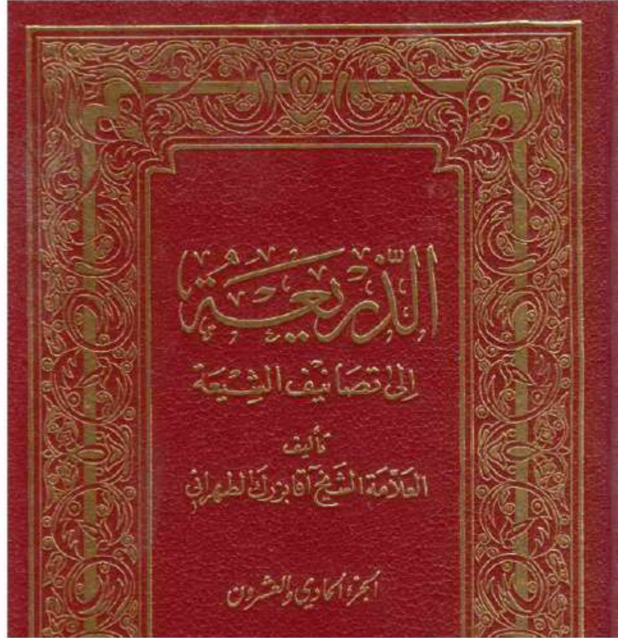
المجلسي بالخال . و

في أوّله بـ « مهيج الا

عند الاقا أحمد النها

الحاج الشيخ علي اك

العارفين بأ معرفته فهم



في خمس مجلّدات فقد الثاني منها في حياة المصنف وطبعت البواقي . فالأوّل و الثالث طبعا في تبريز مرّتان ، والرابع والخامس طبعا بطهران ١٣٣٣ . وفي آخره ترجمة أحوال المؤلف كتبها ولده المولى محمّد صادق المصحح للنسخة و المقابل لها مع المولى فتح الله الزنجاني .

١٢٤٧ الكتابة ، ذكر في « فهرست نسخه هاى خطى فارسى : ١٤٣٢ » وجود عشرة نس ايران ، أقدمها (مجلس ٢١١٨) و (ملّى ٦٣٠ ف)كتابة كلاهما ١٣٤٧ ، و كر في كلاهما أنّهما بخط المؤلف .

(٤٧٠٠ : **معدن الاسرار**) في المواعظ والأخلاق ، فارسي مطبوع ، مرتّب على مجالس ، للآخوند المولى علي القزويني القارپوزآبادي ، نزيل زنجان ، المتوفّى ١٢٩٠ ، صاحب « صيغ العقود » واستاد الحاج ميرزا حبيب الله الرشتي في قزوين ، وهو

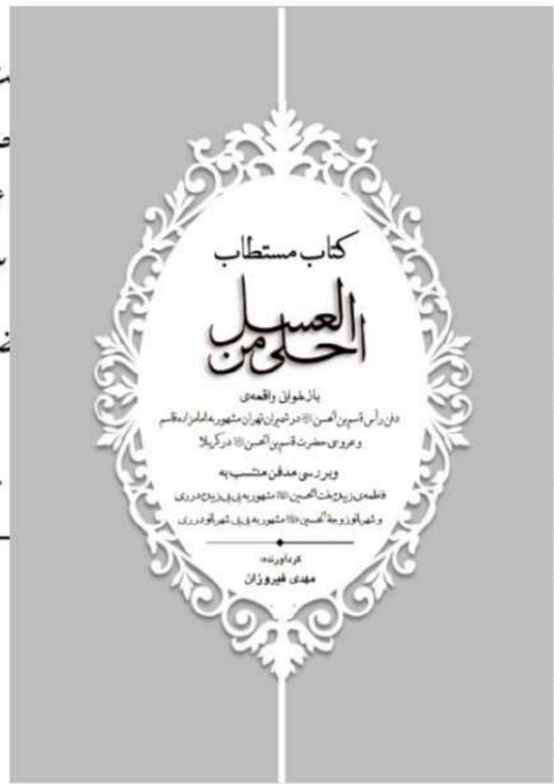
ترجمہ ، معدن الاسرار

مواعظ اور اخلاق کے موضوع پر، مطبوعہ فارسی کتاب ہے، جو مجالس کی ترتیب پر ہے، یہ کتاب مولی علی قزوینی قارپوز آبادی کی ہے جو زنجان میں مقیم رہے اور 1290ھ میں وفات پائی، وہ صیغ العقود کے مصنف ہیں اور قزوین میں حاجی میرزا حبیب اللہ رشتی کے استاد تھے، یہ کتاب پانچ جلدوں میں تھی دوسری جلد مؤلف کی زنگی میں ہی ضائع ہوگئی، باقی جلدیں چھپ چکی ہیں، پہلی اور تیسری جلد تبریز میں دو بار چھپی، چوتھی اور پانچویں جلد 1333ھ میں تہران میں طبع ہوئی، ان کے بیٹے مولی محمد صادق نے اس کے آخر میں مولف کے حالات زندگی لکھے ہیں، جنھوں نے نسخے کی تصحیح کی اور، مولی فتح اللہ زنجانی سے اس کا مقابلہ ہی کیا---

(معدن الاسرار معتبر شیعہ کتاب ہے اور اس میں جناب قاسمؑ کے عقد کا ذکر آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں)



همچون کتا... ...ت که در انتهای
هر مجلس ب... ...ته و متاسفانه
جلد ۲ این ک... ...۴و۵ با هم به
چاپ سنگی... ...۳ کتاب معدن
الاسرار پس... ...ضرت قاسم علیه‌السلام
چنین می‌نو...



» ... حصوریّت[۲] و چه
... ...ود. » (و در ادامه

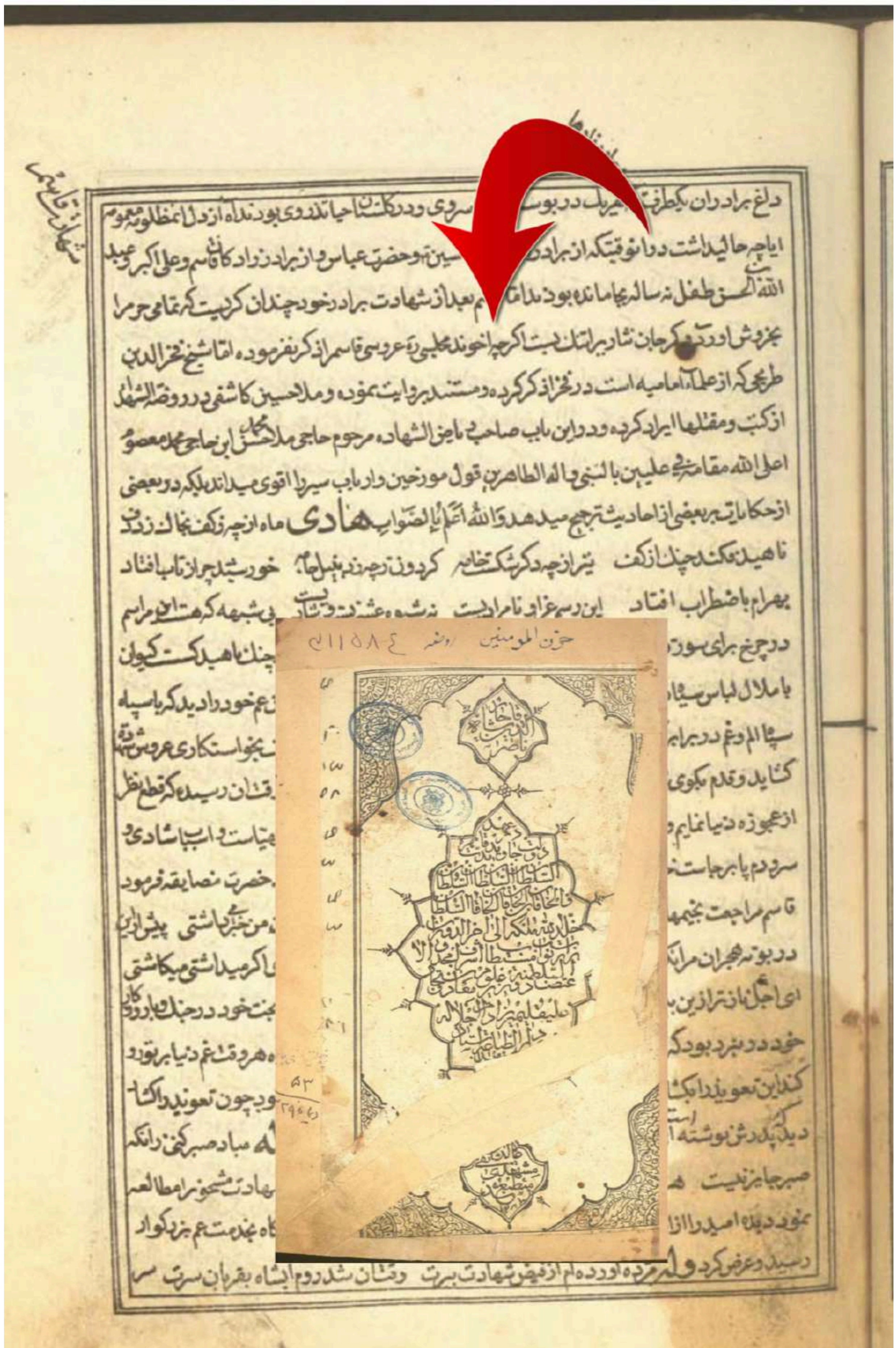
(۲۵) محمّد علی بن موسی نجفی کاظمی (قرن۱۳ه.ق) صاحب کتب سرورالمومنین، لسان الواعظین و حزن المومنین و تسلّط ماهرانه‌ای که به آن اشاره شد، می‌باشد. این دانشمند بزرگ بر نقل مرحوم طریحی، کاشفی و صاحب ریاض الشهادة اعتماد نموده و عروسی حضرت قاسم علیه‌السلام را با

اشعار مختلف همچون اشعار خود در **حزن المومنین** نقل نموده است[۱].

ترجمہ ، محمد علی بن موسیٰ نجفی کاظمی (13ویں صدی ہجری):

محمد علی بن موسی کتاب سرور المومنین لسان الواعظین اور حزن المومنین کے مصنف ہیں اور انہیں (علمی موضوعات پر) غیر معمولی مہارت حاصل ہے اس عظیم عالم نے مرحوم طریحی، کاشفی اور صاحبِ ریاض الشہادۃ کی نقل پر بھروسہ کرتے ہوئے شہزادہ قاسمؑ کی شادی کا ذکر کیا ہے اور مختلف اشعار کو اپنی کتاب "حزن المومنین" میں نقل کیا ہے...

متن ملاحظہ فرمائیں---!



داغ برادران یکطرف ... در بوستان ... سروی و در گلستان احیا تذروی بود نداه از دل اعظلومه معموم

ایا چه حالی داشت در اوقتیکه از برادر ... حسین ع و حضرت عباس و از برادرزاده کاقاسم و علی اکبر و عبد

الله الحسن طفل نه ساله بجا مانده بود ندا ... بعد از شهادت برادر خود چندان گریست که تمامی حرم را

بخروش اورد ... گرجان نثار بر اتک بیت اگرچه اخوند مجلسی ره عروسی قاسم ازکر نفرموده اما شیخ فخر الدین

طریحی که از علماء امامیه است در فخر اذکر کرده و مستند بروایت نموده و ملا حسین کاشفی در روضة الشهدا

از کتب و مقتلها ایراد کرده و در این باب صاحب ریاض الشهاده مرحوم حاجی ملا حسن ابن حاجی محمد معصوم

اعلی الله مقامه فی علیین بالنبی و اله الطاهرین قول مورخین را در باب سیر را اقوی میدانند بلکه در بعضی

از حکایات بر بعضی از احادیث ترجیح میدهد و الله اعلم بالصواب هادی ماه از چه ز کف عنان زد

ناهید بکند چنگ از کف تیر از چه دگر شکست خامه گردون ز چه زد بنیل جامه خورشید چرا ز تاب افتاد

بهرام باضطراب افتاد این رسم عزا و نامرادیست نه شور و عشرت و شادیست بی شبهه که هست این مراسم

حزن المومنین روضه ۱۱۵۸۴

ترجمہ ملاحظہ فرمائیں ---!

اگرچہ آخوند مجلسی نے شہزادہ قاسمؑ کی شادی کا ذکر نہیں کیا، لیکن علماء امامیہ میں سے شیخ فخر الدین طریحی نے اسے اپنی کتاب 'فخر' میں بیان کیا ہے اور اس روایت کو مستند قرار دیا ہے، اور ملا حسین کاشفی نے 'روضۃ الشہداء' میں عروسی قاسمؑ کی روایت کو دیگر کتبِ مقاتل سے نقل کیا ہے، اس باب میں 'ریاض الشہادۃ' کے مصنف مرحوم حاجی ملا حسن ابن حاجی محمد معصوم (اعلی اللہ مقامہ) تاریخ دانوں کے قول کو سیرت کے معاملے میں زیادہ قوی (مستند) مانتے ہیں، لیکن بعض حکایات کے معاملے میں وہ (مورخین کے قول پر) بعض احادیث کو ترجیح دیتے ہیں اور اصل حقیقت تو اللہ ہی بہتر جانتا ہے ---الخ ----

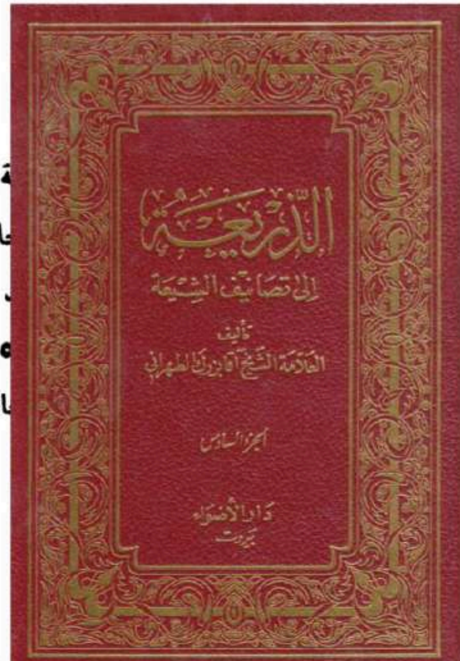
آپ نے ملاحظہ کیا کہ حزن المومنین کے مولف نے تسلیم کیا ہے کہ شہزادہ قاسمؑ کے عقد والی روایت کو مستند ہے، اور اس کے ساتھ اس کا بھی ذکر کیا ہے کہ صاحب روضۃ الشہداء نے اس روایت کو دیگر کتب مقاتل سے نقل کیا ہے، مزید کتاب اور مولف کے متعلق ملاحظہ فرمائیں ---

لهم ذكر فيه ماجرى عليه من المصائب من قبل الملوك في عصره ؛ و هو مطبوع . كان جلوسه للملك بعد وفاة والده أمجد علي شاه في (٢٦ ـ صفر ـ ١٢٨٣) وله « الموازنة بين العقل والنفس » يأتي في الميم .

(٢٤٧١ : حزن الشيعة) منظوم فارسي في قضية قتل جمع من الايرانيين في كربلا في (...) للشيخ نظرعلي الواعظ الكرماني المتوفى بالحائر في (١٣٤٨) .

(٢٤٧٢ : ... المتقين) فارسي في المصائب للميرزا محمد ملك الكتاب الشيرازي المعاصر طبع في ... ، وله « سرور المؤمنين » يأتي .

(٢٤٧٣ : حزن المؤمنين) في مراثي آل ختم المرسلين و مصائب آل طه وياسين ، فارسي للشيخ محمدعلي بن موسى بن جعفر بن محمود بن الشيخ غلام علي النجفي الكاظمي الأسدي طبع في بمبئي على هامش مقتل أبي مخنف، وطبع أيضاً مستقلاً في (١٢٩١) وثالثاً في (١٣٢٤) ألفه باسم السلطان أمجد علي شاه المذكور آنفاً مرتباً على ثمانية فصول و خاتمة، في كل منها مجالس ، ولكل مجلس خطبة و قصيدة بالفارسية و العربية ومجموع تلك المجالس ستة وثمانون مجلساً فرغ منه في (١٢٥٥) كمايظهر من قوله في تأريخه : [مؤمنين را علت اندوه حزن المؤمنين] .



نجز طبع الجزء ... ة ست وستين وثلاثمائة بعد الألف ، وكنا ... از في رجب ١٣٦٥ و سبب التأخير هو ... مهاجرتي الى العراق حيث دامت المسافر... ١٣٦٥ . ونشرع قريباً ... اء ثم السين المهملتين .

ترجمہ ، حزن المومنین: کتاب (خاتم الانبیاءؐ) آلِ محمدؐ کے مراثی اور آلِ طہٰ و یٰسین کے مصائب کے بیان میں ہے، یہ فارسی زبان میں ہے اور شیخ محمد علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمود بن شیخ غلام علی نجفی کاظمی اسدی کی تصنیف ہے، یہ کتاب بمبئی میں مقتل ابی مخنف کے حاشیے پر چھپی، نیز ۱۲۹۱ھ میں مستقل طور پر بھی شائع ہوئی، تیسری بار ۱۳۲۴ھ میں سلطان امجد علی شاہ کے نام پر شائع ہوئی، کتاب آٹھ فصلوں اور ایک خاتمے پر مشتمل ہے، اس کی ہر فصل میں کئی مجلسیں ہیں، اور ہر مجلس کے لیے فارسی اور عربی میں خطبہ اور قصیدہ موجود ہے، ان تمام مجلسوں کی کل تعداد ۸۶ ہے، اور مولف اس کی تصنیف سے یہ ۱۲۵۵ھ میں فارغ ہوئے، جیسا کہ اس کے مادہ تاریخ سے ظاہر ہوتا ہے ---

کتاب مولف تک ثابت ہے اور شیعہ کی معتبر کتاب ہے جس میں آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ عقدِ قاسمؑ والی روایت مستند ہے ---



في شهادة القاسم بن الحسن

٣١٥ في منتخب قبل شهادة العباس وقبل شهادة علي بن الحسين امّا الصدوق ره بعد ان ذكر شهادة

علي بن الحسين ذكر شهادة القاسم وقال وبرز من بعده القاسم بن الحسن بن علي عليهما السلام و

هو يقول ... لانه اثر رمي به

عن فرسه ... شهدوا الصحيح

الحسين ... شهدوا الحوله

جميعا ... شهادة انه لما

آل امر الحسين ... القاسم بن الحسن

وقال يا عم ... لامة وارتد ابن منقى

لا اشكي ... الحسين اخوله

للبراز ولم ... في كتف الايمن

وقال له ... ابراه مكتوبا فيها

فقال القاسم لنفسه مضى سنين علي ولم يصبني مثل هذا الالم والهم فحل العوذة وفضها ونظر الى كتابتها

واذا فيها يا ولدي قاسم اوصيك انك اذا رايت عمك الحسين في كربلاء وقد احاطت به الاعداء فلا تترك البراز

والجهاد لاعداء الله واعداء رسوله ولا تبخل بروحك وكلما نهاك عن البراز عاود ليأذن لك هيه

لتحوض في السعادة الابدية ... من ساعته واتى الى عمه الحسين وعرض ما كتب ابوه الحسن عليه

فلما قرأ الحسين ... بكاء شديدا ... بالويل والثبور وتنفس الصعداء وقال يا ابن الاخ هذه الوصية

من ابيك وعندي وصية اخرى ... نفاذها فمسك الحسين على يد القاسم وادخله الخيمة وطلب عونا وعباسا وقال لام القاسم ... للقاسم ثياب جديدة قالت لا فقال لاخته زينب ايتيني بالصندوق

فاتته به ووضع بين يديه ففتحه واخرج منه قباء الحسن والبسه القاسم ولف راسه عمامة الحسن ومسك

بيد ابنته التي كانت مسماة للقاسم فعقد له عليها وافرد له خيمة واخذ بيد البنت ووضعها بيد القاسم

وخرج عنهما فعاد القاسم ينظر الى بنت عمه ويبكي الى ان سمع الاعداء يقولون هل من مبارز فرمى بيد

زوجته

كتابخانه مجلس شوراى ملى
كتاب رياض المصايب
مؤلف
موضوع
شماره ثبت كتاب
۵۵۱۲۶

في شهادة القاسم بن الحسن عليه السلام

زوجته واراد الخروج من الخيمة فجذبت ذيله ومانعت عن الخروج وهي تقول له ما يخطر ببالك يوما الذي ٣١٧
تريد تفعله قال لها اريد ملاقاة الاعداء فانهم يطلبون البراز فلزمته ابنة عمه فقال خلي ذيلي فان عرسنا
اخرناه الى الآخرة فصاحت وناحت وانت من قلب حزين ودموعها جارية على خديها وهي تقول يا قاسم انت
تقول عرسنا اخرناه الى الآخرة وفي القيمة باي شيء اعرفك وفي اي مكان اراك فمد القاسم يده وضربها على
ردنه فقطعها وقال يا بنت العم اعرفني بهذه الردن المقطوعة قال فانضج اهل البيت بالبكاء لفعل القاسم
وبكوا بكاء شديدا ونادوا بالويل والثبور قال من روى فلما راى الحسين ان القاسم يريد البراز قال له يا ولدي
اتمشي برجلك الى الموت قال وكيف يا عم وانت بين الاعداء وحيدا وفريدا لم تجد محاميا ولا صديقا روحي
لروحك الفداء ونفسي لنفسك الوقاء ثم ان الحسين شق ازياق القاسم وقطع عمامته نصفين ثم ادلاها
على وجهه ثم البسه ثيابه بصورة وشد سيفه بوسط القاسم وارسله الى المعركة ثم ان القاسم قدم الى عمر بن
سعد وقال يا عمر اما تخاف الله اما تراقب الله يا اعمى القلب اما تراعي رسول الله صلعم فقال عمر بن سعد اما
كفاكم التجبر اما تطيعون يزيد فقال القاسم لا جزاك الله خيرا تدعي الاسلام وآل رسول الله عطاشا ظماء
قد اسودت الدنيا باعينهم فوقف فما رأى احدا تقدم اليه فرجع الى الخيمة فسمع صوت ابنت عمه تبكي فقال
لها انا جئتك فنهضت قائمة على قدميها وقالت مرحبا بالعزيز الحمد لله الذي اراني وجهك قبل الموت فنزل
القاسم الخيمة وقال يا بنت العم مالي اصطبار ان اجلس معك والكفار يطلبون البراز فودعها وخرج وركب
جواده وجاء في حومة الميدان ثم طلب المبارزة فجاء اليه رجل يعد بالف فارس فقتله القاسم وكان له اربعة
اولاد مقتولين فضرب القاسم فرسه بسوط وعاد يقتل الفرسان الى ان ضعفت قوته فهم بالرجوع الى
الخيمة واذا بالازرق الشامي لعنه الله قد قطع عليه الطريق وعارضه فضربه القاسم على ام راسه فقتله
وسار القاسم الى الحسين ع وقال يا عماه العطش العطش ادركني بشربة من الماء فصبره الحسين واعطاه خاتمه
وقال له حطه في فمك ومصه قال القاسم فلما وضعته في فمي كانه عين ماء فارتويت منه ثم انقلب الى الميدان
وجعل همته على حامل اللواء واراد قتله فاحاطوا به بالنبل فوقع القاسم على الارض فضربه شيبة بن سعد
الشامي بالرمح على ظهره فخرج من صدره فوقع القاسم يخور بدمه ونادى يا عم ادركني فجاءه الحسين ع وقتل

قاتله

یہاں موجود متن کا صرف وہ حصہ ترجمہ کیا جائے گا جو ہمارے موضوع عقدِ قاسم کے متعلق ہے ۔!

ترجمہ، مختصر یہ کہ شہزادہ قاسمؑ نے میدان جانے کی اجازت چاہی امام حسینؑ نے اجازت نہ دی، پھر قاسمؑ نے امام حسنؑ کی وہ تحریر امام حسینؑ کے سامنے پیش کی تو امامؑ شہزادےؑ کا ہاتھ پکڑ کر خیمے میں تشریف لائے اور اپنی بہنؑ سے فرمایا: بھائی حسنؑ کا وہ صندوق لاؤ ، صندوق لایا گیا اور امامؑ کے سامنے رکھا گیا، امام نے اسے کھولا اور اس میں سے امام حسنؑ کا لباس نکالا اور قاسمؑ کو پہنایا، اور امام حسنؑ کا عمامہ ان کے سر پر باندھا، پھر امام نے اپنی بیٹی کا ہاتھ پکڑا جن کی نسبت قاسمؑ سے طے تھی اور ان کا عقدِ نکاح پڑھایا اور ان دونوں کو ایک خیمے میں تنہا چھوڑا اور خیمے کا پردہ گرا دیا، پھر قاسمؑ باہر نکلے، اپنی دلہن کی طرف دیکھا اور روئے، جب انہوں نے دشمنوں کی یہ آواز سنی کہ: کیا کوئی مقابلہ کرنے والا ہے؟ ---- الخ

جب قاسمؑ نے خیمے سے نکلنے کا ارادہ کیا تو ان کی زوجہ نے ان کا دامن پکڑ لیا اور گریہ کرتے ہوئے فرمانے لگیں آپ کا کیا ارادہ ہے؟ مجھ پر کیا گزرے گی؟ قاسمؑ نے جواب دیا: میں دشمنوں کا سامنا کرنا چاہتا ہوں کیونکہ وہ مبارزہ طلب کر رہے ہیں تو ان کی زوجہ نے عرض کی: اے قاسمؑ! اس دنیا سے رخصت ہوتے ہوئے میرا دامن نہ چھوڑیے تاکہ آخرت میں ہم ایک دوسرے کو پہچان سکیں، تو قاسمؑ نے اپنی قمیص کی آستین کا ایک ٹکڑا پھاڑ کر انہیں دیا اور فرمایا: اے چچی زاد! ہماری یہ شادی آخرت کے لیے ملتوی ہو گئی، قیامت کے دن تم مجھے اسی ٹکڑے اور اس پھٹی ہوئی آستین کے ذریعے پہچان لینا پھر شہزادہ قاسمؑ نے بھی اپنی زوجہ سے ایک نشانی طلب کی، تو انہوںؑ نے اپنے ہاتھ سے ایک کنگن اتار کر انہیں دے دیا، جسے قاسمؑ نے اپنے بازو پر باندھ لیا اور وہاں سے رخصت ہوئے ---

جب قاسمؑ میدان میں پہنچے تو عمر بن سعد نے اپنے لشکریوں سے مذاقاً کہا: اے لوگو! کیا تم اللہ سے نہیں ڈرتے؟ اے سنگدل گروہ! اللہ سے ڈرو! کیا تم نہیں دیکھتے کہ یہ محمد رسول اللہؐ کے نورِ نظر ہیں؟ عمر بن سعد نے (مذاقاً) کہا: "تمہارے لیے کافی ہے کہ تم ان سے وہ بیعت لے لو جس کا وہ انکار کر رہے ہیں، تو قاسمؑ نے فرمایا، اے دشمنِ خدا کے بیٹو! کیا تمہیں شرم نہیں آتی کہ تم آلِ رسولؐ کو قتل کر رہے ہو اور انہیں پانی کے ایک قطرے سے بھی روک دیا ہے، حالانکہ رسول اللہؐ کی آل پیاس سے تڑپ رہی ہے اور ان کی آنکھیں (پیاس کی شدت سے) پتھرا گئی ہیں؟ ----

قاسمؑ تھوڑی دیر میدان میں کھڑے رہے، پھر خیموں کی طرف واپس آئے تاکہ اپنی چچی زاد کی آواز سن سکیں، انہوں نے دیکھا کہ وہ خیمے کے دروازے پر بیٹھی ان کا انتظار کر رہی ہیں اور کہہ رہی ہیں: الحمد للہ کہ میں نے مرنے سے پہلے آپ کا چہرہ دوبارہ دیکھ لیا، قاسمؑ نے ان سے فرمایا: اے میری چچی زاد! میرے لیے صبر کرنا مشکل ہو گیا ہے جبکہ کافر مبارزہ طلب کر رہے ہیں، پس قاسمؑ دوبارہ میدان میں آئے ---الخ

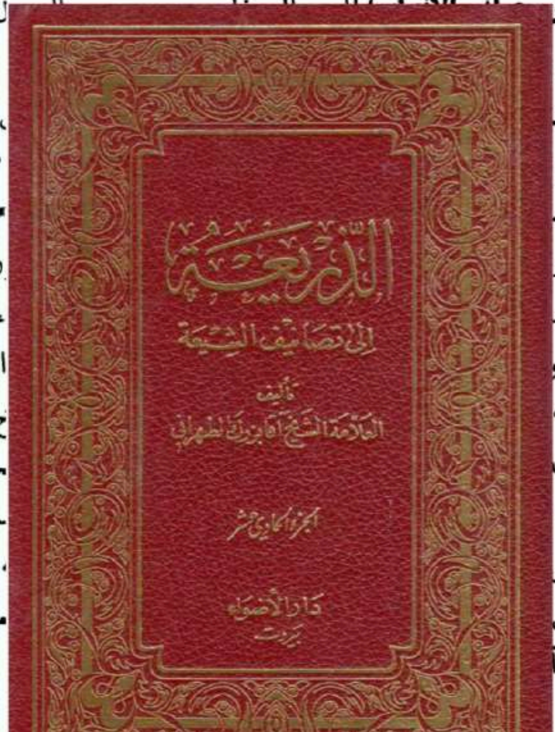
(ر ی ا) ٣٣٧

(... ياض المصائب) في المواعظ والتواريخ والسير والمصائب مرتّباً على عدة مجالس. للمولى ...حسين بن المولى محمد الجمي المعروف بفاضل جم. وله « جام جم » كما مرّ. وتوفى ٥ ... ذي الحجة ١٣١٩ . وهو لم يطبع بعد .

(٢٠٠١ : رياض ... صائب) بلغة أردو . مطبوع بالهند كما في الفهارس .

(٢٠٠٢ : رياض المصائب) في مصائب آل العباء ع . للسيد محمد مهدي بن محمد جعفر الموسوي التنكابني . ذكره في آخر كتابه « خلاصة الاخبار » الذي فرغ منه ١٢٥٠ و طبع « رياض المصائب » في تبريز ١٢٩٥ بعد وفاة المصنّف . وقد فرغ منه ١٢٤٣ أوّله [الحمدلله الذي أكرم المخلصين من عباده بالشهادة . . .] وهو في خمسة أجزاء، لكل واحد من الخمسة أصحاب العباء جزء، وفي كلّ جزء روضات، ويذكر بعض أشعاره وينقل فيه عن بعض تصانيفه الأخر مثل « طوالع الأنوار » ومنتخب القصص وغيرهما .

(٢٠٠٣ : رياض ... ل الزنوزي
صاحب « رياض ...
(٢٠٠٤ : رياض ... في مدح
الحجةع . للشيخ ... ١٣٢٧ عن
احدى وتسعين س... « والقصيدة
في مائة واثنين و... ن بيتا ، ثم
الباب الاول في مد... ء الحسين ع
والخاتمة في أحو... اب ، وجوه
البلاغه المعنى ... خ حسن
السردودي اسما... حاء الخمسة
اللغة ، الاعراب ... سيد جلال
المحدث الارومي ... [الحمدلله
الموجود في كل ... منه ١٢٦٧
وللقصيدة شرح آ...



مزید اس کتاب کے متعلق ملاحظہ فرمائیں ---!

ترجمہ، ریاض المصائب: یہ کتاب آلِ عبا (پنجتن پاکؑ) کے مصائب میں ہے، جس کے مولف سید محمد مہدی بن محمد جعفر الموسوی التنکابنی ہیں، انہوں نے اپنی کتاب "خلاصۃ الاخبار" کے آخر میں اس کا ذکر کیا ہے، اس کی تالیف سے وہ ۱۲۵۰ھ میں فارغ ہوئے، اور "ریاض المصائب" کی طباعت مصنف کی وفات کے بعد ۱۲۹۵ھ میں تبریز میں ہوئی، اس کتاب کی تالیف کا آغاز ۱۲۴۳ھ میں ہوا تھا، اس کا آغاز ان الفاظ سے ہوتا ہے: [الحمد لله الذي أكرم المخلصين من عباده بالشهادة...]۔ یہ کتاب پانچ حصوں (اجزاء) پر مشتمل ہے، ہر حصہ پنجتن پاکؑ میں سے ایک ہستی کے لیے مخصوص ہے، اور ہر حصہ کئی روضات (ابواب) پر مشتمل ہے، مصنف اس میں اپنے کچھ اشعار بھی نقل کرتے ہیں اور اپنی دیگر تصانیف جیسے "طوالع الانوار" اور "منتخب القصص" وغیرہ کا حوالہ بھی دیتے ہیں---

(اس کتاب کا پہلا صفحہ یہ ہے---)



هذا كتاب رياض المصائب من مؤلفات السيد الجليل مولانا سيد محمد مهدي اعلى الله مقامه وجعل وحده في اعلا عليين

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله الذي اكرم المخلصين من عباده بالشهادة في سبيله ومن على اعنا برتبه من صفيا بامراق دمائهم في طريقه وخصهم باعلى مراتب الجنان ببذل مهجهم في ارشاد عبيده والصلوة و السلام على محمد سيد الانبياء ورسله وعلى اله الانجباء المنتجبين من جميع بريته وبعد فيقول العبد المذنب المسكين السيد محمد مهدي بن السيد محمد جعفر الموسوي عفى الله عن اثامهما بفضله ان هذه اجزاء خمسة مرتبة لتذكرة مصائب اصحاب العبا الخمسة النجبا محمد بن عبد الله الهاشمي سيد الانبياء وعلي بن ابي طالب وصي رسول الله وخير الاوصيا وفاطمة الزهراء البتول العذرا بنت سيد الاصفياء والحسن الشهيد المجتبى والحسين الشهيد قتيل الاعداء في طف كربلا صلوات الله عليهم من الان الى يوم اللقاء بل اما للمتمسين نور وضياء لاجلاء قلوب المحبين ولابكاء عيون الناظرين بالنظر لهذا ايامهم العظيمة ومصائبهم الجسيمة واحزانهم الجليلة وكرباتهم الطويلة كيف لا نبكي في مصيبتهم وقد بكى في رزيتهم الارض والسماء ولله در من قال الا كيف لا نبكي لمن قد بكى له بجميع سكان وبيت بزمزم بما تمه ما الفرات تكدرا واسوى كماء صفصف علقم نوحت الافلاك حتى بكت له بنجم عيوق وشعرى ومرزم تصرخ في الصم الصياخيد فما انقلع الاحجار الا مع الدم فلهؤلاء الشاذان فليضج الضاجون وليندب النادبون ولمثل هؤلاء

ریاض المصائب کے مولف صاحبِ طوالع الانوار ہیں، ریاض المصائب، طوالع الانوار اور ان کی دیگر کتب معتبر ہیں، اور مولف نے ریاض المصائب میں شہزادہ قاسمؑ کے عقد کا تفصیل سے ذکر کیا ہے جو آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں ---



کتاب تلخیص الاحزان
از مؤلفات جناب آخوند ملا [illegible]

ندیدم ما او عجیبی بدوران — ستم کردمش تلخیص الاحزان

مقدمهٔ اولی

در اسباب عداوت و ضدیت بدانکه عمدهٔ اسباب تضاد حقیقت و تباین فطرت است
که باعث عداوت [illegible] ظاهر شده است مخفی نیست که حقیقت و فطرت امام حسین از علیین محض بوده است و حقیقت و
فطرت یزید از سجین محض بوده است کما رواه فی الکافی عن محمد بن یحیی وغیره عن احمد بن محمد وغیره عن محمد بن
عن محمد بن خلف عن ابی نهشل قال حدثنی محمد بن اسماعیل عن ابی حمزة الثمالی قال سمعت ابا جعفر ع یقول ان الله عز وجل
خلقنا من اعلی علیین وخلق قلوب شیعتنا مما خلقنا منه وخلق ابدانهم من دون ذلک وقلوبهم تهوی
الینا لانها خلقت مما خلقنا منه ثم تلا هذه الآیة کلا ان کتاب الابرار لفی علیین وما ادراک ما علیون کتاب
مرقوم یشهده المقربون وخلق عدونا من سجین وخلق قلوب شیعتهم مما خلقهم منه وابدانهم من دون
ذلک فقلوبهم تهوی الیهم لانها خلقت مما خلقوا منه ثم تلا هذه الآیة کلا ان کتاب الفجار لفی سجین وما ادراک
ما سجین کتاب مرقوم ویل یومئذ للمکذبین انتهی و شک و شبهه در این نیست که تباین فطرت سبب عداوت
میشود و لهذا ابا عن جد این عناد در میان این دو سلسله بوده است چنانچه میان هاشم و امیه مشاجرات و منازعات شده
تا آنکه او را از مکه معظمه اخراج نمود و میان عبد المطلب و حرب منازعات بسیار واقع شده و میان ابو سفیان و پیغمبر محاربات
واقع شده و میان امیر المؤمنین ع و معاویه نیز مشاجرت واقع شده تا بیزید رسید و این جناب رسید لهذا بموجب حدیث
مشهور الارواح جنود مجندة فما تعارف منها ائتلف وما تناکر منها اختلف اه عداوت میان این
دو سلسله که در عالم ذر و روز میثاق الست بربکم قالوا بلی [illegible] و مباینت کلی بهم رسانیده [illegible] آنچه
در باطن نفوس ایشان مضمر بوده است در این عالم بروز کند و باین جهت است که ابتدای خلقت عالم تا حال و از حال تا انقراض
عالم در میان ملائکه و شیاطین و خوبان و بدان و مؤمنان و کافران و صالحان و فاسقان و طالبان دنیا و آخرت این
نزاع و عداوت بوده و خواهد بود چنانکه مذکور ساختیم که میان امیه و هاشم این نزاع بوده است و اگر قائل شویم که امیه
برادر هاشم بوده و حرامزاده [illegible] بوده است چنانچه اخبار چندی وارد شده است که دال بر این مدعی است [illegible]
اصلی اظهر آن است که محتاج به بیان باشد و اگر قائل شویم بطریقی که مشهور است در میانه اهل سنت و شیعه ایشان
بهم چسبیده بوده و هر قدر سعی و کوشش کردند از هم جدا نشدند بالاخره بشمشیرهای ایشان را از یکدیگر جدا
نمودند بالجمله این عداوت و نزاع در میان ایشان بهم رسید چنانچه نوشته اند که یکی از زنان عرب [illegible]

در قدم وی مینهادی و جان عزیز را از برای وی در باختی و هرچند تو را عم بزرگوار رخصت نمی‌فرماید و ... رفاقت باز دارد ازو

نپذیری و چندان مبالغه و اصرار کنی و در الحاح و ابرام چندان بیفزائی تا تو را اذن جهاد دهد و با یزید و ... ت ابدیه فائز گردی

ای قاسم ای جان پدر **نظم** مبادا صبر کنی زانکه صبر جایز نیست ؛ که سبکتر نشدار و زحمت بر بیست ؛ جان قاسم چون

مضمون تعویذ مطلع شد از شادی نه الست هرچه کند بتعجیل از جای جست و آن تعویذ که نزد الحفیظه رقم شهادت

آن بزرگوار بود بدست عم بزرگوار خود داد و گویا می‌گفت **نظم** مژده آورده‌ام از فیض شهادت برشه ؛

وقت آن شد شوم الشاه القربان سرت ؛ چون درین دشت بپای تو روان بسپارم ؛ منکه در دست جناب

تحفه قاطع دارم ؛ و چون ... سید الشهدای مظلوم بر مضمون آن تعویذ مطلع گردید آه از نهادش برآمد و اشک حسرت

از دیدگان فرو بارید و زار زار ... بگریستن شد ... ای وا ولداه و وا ابتلاه برادر برو ... جانس

مضمون خود چنین وقتی بدست آن جناب ... بود آرام میگیرد و حلوه ... خود ... ازانکه بر ... نگاه دارد پس

او را مبارک نظر فرمود و گفت یا ابن الاخ هذه الوصیة لک من ابیک و عندی وصیة اخری منی

منه لک فلا بد من انفاذها ای فرزند برادر وای با جان برابر این وصیتیست که برادرم بتو کرده در باره من و

تو می‌خواهی بوصیت او عمل نمائی مرا نیز در باره تو وصیتی نموده میخواهم آن وصیت را بجای آورم بلا بد و به جام

در انفاذ آن و وصیت او من آنست که دختر من فاطمه که پدر تو خود او را نامزد تو نموده است بعقد تو در

آورده بتو بدهم پس ما نا شاغر بخیمه رویم و در هشت این امر بکوشیم فسکت الحسین ع فطلب القاسم لو... اهل

الخیمه و طلب عونا و عباسا پس حضرت دست قاسم را گرفت و او را داخل خیمه نموده برادر خود عباس و عون

طلبید و بمادر قاسم گفت که قاسم را جامه‌های نو نیست مادر قاسم در جواب عرض کرد که قاسم جامه نو ندارد

پس حضرت بخواهر خود زینب فرمودند که ائتنی بالصندوق صندوق را بیار پس جناب زینب خاتون آن

صندوق را آورده در پیش روی آن جناب بر زمین گذارد و آن صندوقی بود که جامه‌های جناب امام حسن در آن

بود و در نزد جناب زینب خاتون برسم امانت گذارده شده بود پس جناب امام حسین در صندوق را گشوده

وقت رحلت برادرش امام حسن را بیرون آورده بقاسم پوشانید پس دست دختر خود فاطمه که نامزد قاسم بود گرفت

و برای عقد نمود و خیمه علاحده از برای او مهیا فرموده دست دختر را گرفت و بدست قاسم داد و گفت [امانت]

امانت جد و پدر منست بمن سپرده بود و از خیمه بیرون آمد بعضی نوشته‌اند که مادر قاسم از این قضیه اطلاع هم [رسانید]

سیلاب اشک از دیده خونبار ببارید و زار زار گریست و نالید و از جا برخاسته دامن دیده گریان خدمت شاه

شهیدان شتافت و بزبان حال گفت **نظم** چو عقد بعد کی این چنین روا باشد که دیده بهر

عروس پسرم پرخون باشد حضرت امام حسین نیز بزبان حال عذرخواه مادر گشت و فرمود **نظم** که ای مخدره

بقاسمت شبی سر مکن چه حاجت عروس عیش اضطراب مکن که قامت حسن از خون خضاب خواهد شد عروس

دل از برای غم کباب خواهد شد سیاهی بهار حریر خواهد بود هزار بوته اشک از رخ بنرخ خواهد بود

نقش ز زخم سنان حجله گاه خواهد شد حریر سبز او فرش خاک خواهد شد بخون طپیده بجان خاشاک

خواهند بست ز خون حنا بکف دست او باش خواهند بست دهان زخم دهان بوسی اوست

لباس غرقه بخون جامه عروسی اوست شود عروس او عروس بعضرهای حسنه الا

زخمها چنان حجله پوش خواهد شد سلسبیل چنان جرعه نوش خواهد شد فعاد القاسم ینظر الی ابنة [عمه]

و یبکی الی ان سمع الاعداء یقولون هل من مبارز پس جناب قاسم که نظر نمود دید که تم بود در عقد و مبارک باد

پیش آمده بود که بر دیده حسرت بر روی نو عروس گشاده در فکر بود که نوبت کشیدن ساغر سعادت کی باو برسد که ناگاه

لشکر مخالف صدای هل من مبارز شنید و ملعونی ندا در داد که الحسین اگر مبارز داری بمیدان فرست و الا منتظر

پس جناب قاسم دست نو عروس را رها کرد و اراده کرد که از خیمه بیرون آید نو عروس دامن او را گرفت و او را از

بیرون آمدن از خیمه ممانعت می نمود و میگفت که ای قاسم چه بخاطر مبارکت خطور کرده و چه میخواهی بکنی قاسم در جواب

گفت ای دختر عم بزرگوار دشمنان طلب مبارز می نمایند میخواهم برای حرب با ایشان بیایم رخصت ده بمظلومیت بمیدان [روم]

پس عروس او را گرفت و نگاه داشت قاسم فرمود ندای شمع شبستان الم دل اسیر و رسیده تیر غم مرا ملال منما ای دختر عم که [از دنیا]

تا بردار دل دعا

یہاں صرف اس حصہ کا ترجمہ کیا گیا ہے جو عروسِ قاسمؑ کے متعلق ہے، ترجمہ ملاحظہ فرمائیں ----!

شہزادہ قاسمؑ نے جب اپنے باباؑ کی تحریر (تعویذ) امام حسینؑ کو دکھائی تو امامؑ نے قاسمؑ کو اپنے سینے سے لگایا اور فرمایا: اے میرے بھائی کی یادگار! میں تمھیں وصیت کرتا ہوں کہ تمھارے بابا نے تمھارے بارے میں مجھے ایک وصیت کی ہے، کیا تم اس پر عمل کرو گے ---؟

قاسمؑ نے عرض کی: اے چچا جان! آپ کی ہر وصیت اور حکم میرے سر آنکھوں پر، میں اس وصیت پر عمل کیوں نہ کروں گا ----؟

تو امام حسینؑ نے فرمایا تمھارے بابا کی وصیت یہ ہے کہ میری بیٹی فاطمہؑ کا نکاح تمھارے ساتھ کر دیا جائے، جو تم سے منسوب ہے، تاکہ میں اس دنیا سے رخصت ہونے سے پہلے اس فریضے سے فارغ ہو جاؤں ---! (مختصر یہ کہ امام حسینؑ نے سیدہؑ سے امام حسنؑ کا لباس طلب فرمایا جو صندوق میں تھا)

جب امام حسنؑ کا قبائے مبارک باہر لایا گیا، تو اسے قاسمؑ کو پہنایا گیا، ان کے سر پر عمامہ باندھا گیا اور ان کی چچا زاد جو قاسمؑ کی منسوبہ تھیں، انھیں بلایا گیا، امامؑ نے ان دونوں کا عقد کیا اور اپنی بیٹی کا ہاتھ قاسمؑ کے ہاتھ میں دے دیا، (امامؑ نے فرمایا) اے قاسمؑ! تمھارے باباؑ تمھیں یہاں چھوڑ کر چلے گئے تھے اور اب میں بھی رخصت ہونے والا ہوں --- الخ --- (قاسمؑ میدان میں جانے کے لیے تیار ہوئے تو)

دلہن روتے ہوئے اپنے شوہر کے گرد گھومتی تھیں اور کہتی تھیں: اے میرے سر کے تاج! اے میرے سبز قبا والے جوان! ابھی تو تمھارے رخساروں کی سرخی بھی ماند نہیں پڑی تھی کہ تم نے جامِ شہادت پینے کا ارادہ کر لیا ----!

تو قاسمؑ نے ایک نظر اپنی دلہن پر ڈالی اور پھر دشمنوں کے لشکر کی طرف دیکھا کہ وہ مبارزت (مقابلہ) کے لیے پکار رہے ہیں، دونوں اس حسرت پر رو رہے تھے کہ ابھی تو نکاح کی نوبت آئی تھی اور ابھی جدائی کا وقت آ گیا، اچانک دشمن کے لشکر سے آواز آئی کہ "کوئی ہے جو مقابلے کے لیے نکلے؟ امام حسینؑ نے قاسمؑ کا ہاتھ اپنی بیٹی (دلہن) کے ہاتھ سے چھڑایا اور انھیں رخصت کیا، دلہن نے قاسمؑ کا دامن تھام لیا اور خیمے سے باہر جانے سے روکنے لگیں، امامؑ نے انھیں منع فرمایا اور قاسمؑ کو رخصت کر دیا، قاسمؑ نے روتے ہوئے اپنی والدہ سے کہا: اے مادرِ مہربان! دعا کیجیے کہ میں اپنے باباؑ کے سامنے سر خرو ہو سکوں، دشمنوں کے لشکر سے پھر پکار آئی کہ مقابلے کے لیے آؤ ---!

دلہن قاسمؑ کے پیچھے خیمے کے دروازے تک آئی اور انھیں دیکھتی رہی، اس نے آہیں بھریں اور دردناک آواز میں پکاری: اے شبِ ہجر کے چراغ! تم جا رہے ہو، خدا تمھارا حافظ و ناصر ہو ---- (کتاب تلخیص الاحزان اور اس کے مولف کے متعلق ملاحظہ فرمائیں)

کتاب **ریاض القدس** آورده است[۱].

(۳۲) مرحوم قاسم بن سعید گیلانی رشتی (قرن ۱۳-۱۴ه.ق) از برترین اصحاب مقتل و ارباب مقاتل است. ایشان صاحب دو کتاب نفیس به نام تلخیص الاحزان در ۷۰۰ صفحه‌ی خطّی و کتاب تحفة الزّبیدیه در اثبات بقعه‌ی بی‌بی زبیده‌علیها‌السلام که نقل خواهد شد، می‌باشد. این عالم بزرگ کتابی تالیف کرده که خواننده را از رجوع به کتاب دومی فارغ می‌کند و به تتبّع او همچون کار بحرالمصائب ممتاز است. این عالم با این تسلّط بر مقتل امام حسین‌علیه‌السلام در کتاب **تلخیص الاحزان چنین می‌نویسد:**

«... لکن جمع کثیری از علمای شیعه از متقدّمین و متاخّرین و جمعی از اهل تواریخ قائل شدند و در مولّفات خود ذکر کرده‌اند و اینان سه فرقه شده‌اند؛ بعضی اکتفا به اجرای صیغه‌ی عقد کرده‌اند بدون بیان زفاف و التقاد نطفه مانندِ ... و بعضی قائل شده‌اند به اجرای صیغه و عقد با زفاف بی‌آنکه بیان کنند التقاد نطفه را [و] بعضی به اجرای صیغه مع زفاف و التقاد نطفه. هر سه [قائل به عقد هستند] چنانچه این خادم آل محمّد را اعتقاد این است، امّا نه در روز عاشورا بل در عصر روز تاسوعا عقد واقع شد و شب عاشورا شب زفاف شد و روز عاشورا، [روز] شهادت چنانچه در بعضی مولّفات فاضل هندی دیده‌ام...[۲]» و در ادامه به طور کامل حاوی اشعار و توضیحات، عروسی حضرت قاسم‌علیه‌السلام را نقل می‌کند[۳].

(۳۳) محمّد باقر موسوی غروی اصفهانی (قرن ۱۳-۱۴ه.ق) از علمای

---

۱. ریاض القدس، جلد ۲، صص ۴۴-۵۱

۲. تلخیص الاحزان، مجلس ۵۵، ص ۵۲۶(pdf)

۳. تلخیص الاحزان، مجلس ۵۵، صص ۵۲۶-۵۴۴ (pdf)

کتاب مستطاب

العسل احلی من

بازخوانی واقعه‌ی

دفن رأس قاسم بن الحسن‌علیه‌السلام در شمیران تهران مشهور به امامزاده قاسم

و عروسی حضرت قاسم بن الحسن‌علیه‌السلام در کربلا

و بررسی مدفن منتسب به

فاطمه‌ی زبیده بنت الحسین‌علیها‌السلام مشهور به بی‌بی زبیده در ری

و شهربانو زوجة الحسین‌علیه‌السلام مشهور به بی‌بی شهربانو در ری

گردآورنده:

مهدی فیروزان

ترجمہ، مرحوم قاسم بن سعید گیلانی رشتی (تیرھویں، چودھویں صدی ہجری کے عالم) بہترین اصحابِ مقتل اور اربابِ مقاتل میں سے ہیں، وہ دو نفیس کتابوں کے مصنف ہیں: ایک **تلخیص الاحزان** جو 700 خطی صفحات پر مشتمل ہے، اور دوسری تحفۃ الزبیریہ جو بی بی زبیدہؑ کے بقعہ (مزار) کے ثبوت میں لکھی گئی ہے جس کا ذکر آگے آئے گا. اس عظیم عالم نے ایسی کتاب تالیف کی ہے جو قاری کو دوسری کتابوں کی طرف رجوع کرنے سے بے نیاز کر دیتی ہے اور تحقیق کے اعتبار سے اس کا کام بحر المصائب کی طرح ممتاز ہے، یہ عالم مقتلِ امام حسینؑ پر اس درجہ تسلط رکھنے کے باوجود کتاب تلخیص الاحزان میں یوں لکھتے ہیں ----! "... لیکن علمائے شیعہ میں سے متقدمین اور متاخرین کی ایک کثیر جماعت اور تاریخ دانوں کے ایک گروہ نے اپنی تالیفات میں اس (عروسی قاسمؑ) کا ذکر کیا ہے، اور یہ لوگ تین گروہوں میں تقسیم ہیں; بعض نے صرف صیغہ نکاح پڑھنے پر اکتفا کیا ہے اور زفاف (رخصتی) و نطفہ ٹھہرنے کا ذکر نہیں کیا... اور بعض اس بات کے قائل ہیں کہ صیغہ نکاح پڑھا گیا اور رخصتی بھی ہوئی لیکن نطفہ ٹھہرنے کا ذکر نہیں کیا، اور بعض صیغہ نکاح، رخصتی اور نطفہ ٹھہرنے، ان تینوں باتوں کے قائل ہیں، اس خادمِ آلِ محمد (مولف) کا اعتقاد بھی یہی ہے، مگر یہ واقعہ روزِ عاشورہ نہیں بلکہ عصرِ روزِ تاسوعا (9 محرم کی شام) کو پیش آیا، اور شبِ عاشورہ شبِ زفاف تھی اور روزِ عاشورہ شہادت، جیسا کہ میں نے فاضل ہندی کی بعض تالیفات میں دیکھا ہے..." اور اس کے بعد وہ مکمل طور پر حضرت قاسمؑ کی عروسی کے اشعار اور توضیحات نقل کرتے ہیں ----

بیان؛ حقیر نے یہاں تلخیص الاحزان کے مولف کا قول نقل کیا ہے، جس میں اس نے تین اقسام کے علماء کا ذکر کیا ہے، ایک جماعت صرف شہزادےؑ کے عقد مبارک تک محدود رہی ہے، اور دوسری جماعت عقد اور رخصتی کی قائل ہے، اور تیسری جماعت عقد، رخصتی اور نطفہ ٹھرنے کی قائل ہے --- میں یہاں اس حقیقت کو واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ یہ قدسی ذواتؑ ہم جیسے نہیں ان کی آمد کا طریقہ ہم سے بلکل جدا ہے، محمدؐ و آل محمدؐ ایسے دنیا میں نہیں آتے جیسے آپ اور ہم آتے ہیں، اس بندہ حقیر نے اپنی کتاب **عباد اللہ** میں اس موضوع پر تفصیل سے بات کی ہے، تفصیل کے لیے ہماری اس کتاب کی طرف رجوع کریں، المختصر یہ کہ یہ الہی نفوس ہم سے جدا ہیں ہم انؑ سے جدا ہیں، ان ذواتؑ میں کوئی بشری مجبوری موجود نہیں، ہم نے محمدؐ و آل محمدؐ پر انسانی مجبوریوں کا دلائل سے رد کیا ہے اور انسانی بچے کے جنم لینے کے ہر پہلو پر بات کی اور ان تمام پہلوؤں سے آل محمدؐ کا پاک ہونا ثابت کیا ہے یہاں تک کہ محمدؐ و آل محمدؐ کے ظاہری جسم کا متعلق دلائل دیئے ہیں کہ انؑ کا جسم ہمارے جسم جیسا نہیں محمدؐ و آل محمدؐ میں کوئی بشری علت موجود نہیں لہذا یہ ذوات نطفہ سے پاک ہیں ان کی آمد کا طریقہ جدا ہے، چنانچہ مولف کا کہنا کہ نطفہ ٹھر گیا تھا ہم آل محمدؐ کی شان کے مطابق الفاظ کے مطالب اخز کریں گے، زیادہ تر لوگ تو عقد قاسمؑ کا انکار کرتے ہیں لیکن علماء کے ایک بڑی تعداد عقد قاسمؑ کی قائل، اور کچھ علماء جناب قاسمؑ کے صاحب اولاد ہونے کے قائل ہیں، جیسے تلخیص الاحزان کے مولف اور کتاب مختصر کے مولف جس کا ذکر گزر چکا ہے، وہاں درج ہے کہ، زبیدہ خاتونؑ اور شہزادہ قاسمؑ کا ایک بیٹا ہوا چونکہ کربلا میں آئمہؑ کے حالات اس نہج تک پہنچ چکے تھے، لہذا امام حسینؑ نے انہیں (اپنی صاحبزادیؑ کو) شہر ری بھیج دیا تھا زبیدہ خاتونؑ اپنی والدہ کے ہمراہ شہر ری تشریف لائیں اور وہاں "قاسم ثانی" کی آمد ہوئی، آگے چل کر ہم مزید ان علماء کا ذکر کریں جو شہزادہ قاسمؑ کے صاحب اولاد ہونے کے قائل ہیں ---

هذا كتاب
المستطاب المسمى بعرفات الأتقان
من مؤلفات العالم الفاضل النحرير ابو المفاخر الحاج
محمد سيد باقر مجتهد زاده كنجوي
بتسميات تفليسي ادام الله افاداته

بسم الله الرحمن الرحيم وبه نستعين

الحمد لله المنفرد في وحدانيته والواحد في فردانيته والعالي في صفاته والمتميز في افعاله والمتعالي في معبوديته الذي خلق الأشياء من العدم ولا يبلغه بعد الهمم اول من غير امد وواحد من غير عدد قادر بلا نظير وخالق بلا وزير والمتجلي لخلقه باثاره و الظاهر في قلوبهم باعتباره كائن بلا اين وقريب من دون اتصال وبين موجد اللج ومظهر البحر اذا شاء قدره واذا اراد قهره كل شيء عند سلطانه هالك وله الملك وهو المالك خلق و قدر ثم في النفخة الأولى اباد خلقه وانتشر فيبقى بلا وقت ولا مكان ولا حين ولا زمان و كل صاحب روح صاعق والحس والمحسوس يومئذ زاهق فيعود عرشه على الماء وعند ذلك ينادي جبار السماء ولم يكن له المنادي ويناجي ليس له المناجي فهو الله الذي لا اله الا هو عالم الغيب والشهادة هو الرحمن الرحيم هو الله الخالق البارئ المصور القيوم القوي الملك القدوس السلام المهيمن العزيز المتكبر الهادي الجبار العليم القادر القهار الذي له التدبير والتقدير واليه يرجع الأمور والصلوة والسلام على من ارسل على بريته وفضل على عبيده وقدمه على تمام الخليقة واصطفاه باتصاله الى المبدأ والحقيقة واخرجه من الاميين وارسله على العالمين وهو اول ما صدر وعلة ما ظهر ولولاه لما كان كائن وما تركب باين وجمله حمد الحامد وحمد المحمود وبوجوده بسط جود الجود لكل الموجود وقد قال سبحانه لولاك لما خلقت الأفلاك فلولاه لما وجد سمك ولا سماك وهو محل التجانس بين بين وفي كل صعوده ونزوله عنز له الطيرين كانه يطير بجناحين فاذا ادبر من مقام الحقيقة المجانس الحيا كل البشرية فصعد منها بروحه المطهرة حتى اذا دنى فتدلى في خضوع فكان قاب

تامن بیایم بر روایتی هما نشب پیغمبر بخانهٔ علی [illegible] علی در یک کوشه و فاطمه در یک کوشهٔ دیگر مشغول
عبادت بودند تا شب تمام رسولخدا تشریف [illegible] طلب کرد [illegible] را مضمضه نموده در کاسه ریخته اندکی از آن
بر فاطمه ریخته و قدری بسینهٔ فاطمه و قدری [illegible] در میان دو کتف [illegible] نموده در حق علی و فاطمه دعا کرد بعد از
آن فرمود طهرکما و طهر نسلکما انا سلم لمن سالمکما و حرب لمن حاربکما [illegible] استخلفه علیکما آنگاه فرمود مرحبا
بحرین یلتقیان و نجمین یقترنان دست فاطمه را بدست علی داده فرمود بارک الله لک فی ابنة رسول الله یا علی نعم الزوجة
فاطمه و یا فاطمه نعم البعل علی این کیفیت عروسی فاطمه زهرا بود اما یک عروسی هم در صحرای کربلا نمودند اما این کجا و آن کجا
دانهٔ فلفل سیاه و خال محبوبان سیاه هر دو جانسوزند اما این کجا و آن کجا فاضل اصفهانی که معروف بفاضل هندیست که
از جملهٔ معروفین و مشهورین علماست عروسی قاسم بر مقتل خود نقل نموده و میفرماید زبیده نام دختری در اکثر شهرها
است حضرت بقاسم دادند و زفاف هم واقع شد و در همان کربلا از قاسم حمل برداشت همراه مادر خود بنواحی سواد
وطی الارض بری تشریف برده مادر او شاهزنانست که خاله حضرت سید السجاد است که بعد از مادر آن حضرت که شهربانو
بوستی شهربانو باشد و صاحب کتاب بحر الانساب لال ابیطالب که از معتبرین مورخین است او هم چنین ذکر کرده است
و علاوه از اینها در وجه کودکی که از کتابهای معروفیست ما بین ملت نصاری که این کودک طفلی بود بعد از
سیصد سال از صعود حضرت عیسی علی نبینا و علیه السلام متولد شد و پدر او پنجاس نام از جملهٔ علما و اخبار
نصاری بود این کودک از مادر که متولد شد شروع کرد بحرف زدن از امورات غیبیه آینده خبر میداد مردم جمع
شدند گفتگوها در بارهٔ کودک نمودند پنجاس دید حرف زدن طفل اسباب شورش مردم عوام خواهد شد و فتنه
رفته بگوش سلطان زمان خواهد رسید و از برای خود و طفلش مفسده خواهد شد از خدا درخواست کرد
از طفل خاموش شد تا هفت سال اصلا حرف نزد پس اضطراب پیدا کرده چنین خیال که لال شده از خدا
درخواست کرد دوباره بزبان آمده بعد حروف تهجی از الف گرفته تا یا غیب میگوید و از آینده خبر میدهد در
اخبار آنها از ظهور پیغمبر آخر [illegible] صلی الله علیه و آله خبر میدهد و احوالات واقعه بعد از پیغمبر را
نیز بیان میکند از آنجمله رفتن فرزند پیغمبر را بعنوان مهمانی بکربلا بیان میکند از وقایع آن مهمانی یک
عروسی هم در آن بیابان در آنوقت گیرد [illegible] بیان میکند که دلها کباب و دیدها را پر آب میکند بهر حال
ظاهرا عروسی در کربلا شده است اما حکمت و سر عروسی در آن گیرودار از آنچه بنظر حقیر آمده چهار وجه است
وجه اول اینکه حضرت وصیت امام حسن مجتبی را بجا آورد و بشیعیان تعلیم فرمود که لازم است وصیت
موصی را بجا آوردن ولو در چنین هنگامه هم بود باشد که یکطرف اصحاب بدنها پاره پاره و یک
طرف دشمن دورا دور گرفته مستعد کشتن و بستن و اسیر کردن از یکطرف نوجوانان سروقد بخاک
و خون افتاده و اگر قاسم آخر شهدای اهلبیت باشد نعش علی اکبر نوجوان پاره پاره در مخیم حرم افتاده
نعش عباس بیدست در کنار علقمه افتاده گویا امام میخواهد بشیعیان تعلیم کند در چنین هنگام نیز ترک

تطبیق عروسی کربلا با عروسی حضرت فاطمه ع

بیان یک کودک

بیان اسرار عروسی کربلا

وصیت

وجه دوم از حکمت عروسی

وصیت روایت حال که قاسم میخواهد برود بمیدان بخون آغشته شود نباید وصیت برادر محترم ترك شود وجه دوم
گویا خواست با اهل کوفه و شام بلکه اهل عالم بفهماند که این بلاها که شما ها میبینید و میشنوید از برای دوستان خدا
نخماید در نظر اینها که از جام محبت دوست سرمست شده اند و لذت محبت معبود و محبوب حقیقی را چشیده اند نوش
و عیش است زانها که صاحبان نفوس کلیه الهیه اند و صاحبان قوه نعیم فی شقاء اند اعتنائی بزخم خنجر و تیر و نیزه
و کشته شدن پسر و برادر و اقربا ندارند چنان غرق محبت اند که عزا را با عروسی فرق نمیگذارند در عین عزا بلکه چنین گرفتاری
بمصیبت چندین نفر نوجوان پسر و برادر و برادرزاده اسباب عیش فراهم میاورند که اینها میخواهند بفرمایند ای اهل کوفه
در عزای دنیا شما با عیش برابر است وجه سیم خود بساط کربلا اسباب گریه امت و مایه مغفرت این امت مرحومه است که فرموده اند
انا قتیل العبره این هنگامه محض جهت این بود که از برای شیعیان بهانه گریه که مورث جلای چشم و صفای قلب
و نور استحقاق مغفرت است مهیا شود خوب میگوید که گریه بر هر درد بی درمان دواست چشم گریان چشمه فیض
خداست ابر دیده قوه دل میدهد چشم تا جاری نشد حاصل نمیدهد تا نگرید ابر کی خندد چمن تا نگرید طفل
کی نوشد لبن تا نگرید طفل حلوا فروش دیگ بخشایش کجا آید بجوش پس این اسباب گریه لازم بود که موجبات
باشد چون خلق مردم و رقت قلوب مردم بحسب اختلاف امزجه اینها مختلف بود بعضی از کشته شدن نوجوان ناکام
دلش میسوزد گریه میکند لهذا ابی عبدالله علی اکبر فدا کرد بعضی از فدا شدن طفل شیرخواره دلش میسوزد لهذا فرزند فاطمه
اصغر شیرخواره داد بعضی از غرقه بخون شدن برادر رشید شجاع پهلوان دلش میسوزد خصوصا بحالت نامردی که دستهایش را
قطع کنند بدست آن وقت بیاد شماتت کننده یعباس کجا است لهذا عباس مثل قوچ قربانی داد بعضی از اسیر شدن
اطفال کوچك و دخترهای ضعیف و بیکس و یاد دلش میسوزد فرزند پیغمبر راضی شد که سکینه و رقیه و زینب و عاتکه را به اسیری
جفا بدهد بعضی از آن زنان عفت و حیا و ناموسان کبریا و خواتین محترمه اسیر شدن و دستگیر شدن دلش میسوزد لهذا مظلوم
راضی شد خواهرش زینب سر برهنه اسیر شود بکعب نیزه و تازیانه آزرده شود در روایت هست که وقتیکه زینب مظلومه
از سفر شام مراجعت نمود بر قبر پیغمبر آمد این دستهای مبارک را بعضادة در حرم پیغمبر گذاشت عرض کرد یا جداه
یا رسول الله اگر تا محرم در اینجا نبودی هر آینه این کتف خود را باز میکردم ملاحظه فرمائی که امت دیگر بلاها و کوفه و شام
و دو دیده هراها با من چه کرده اند یا جداه یا رسول الله هنوز کتفم از ضرب تازیانه شمر و سنان کبود است وجه چهارم
این عروسی محض جهت این بود که از صلب قاسم باید اولادی بوجود آید که اسمش ابوالقاسم ثانی بگذارند از اولاد در
ری متولد شود از برای اتمام حجت دیگر از برای اشقیای این امت در شمران طهران با اشقیا جنگ کند و شربت
شهادت نوشد و در محل آن دفن سر مطهر پدرش در قریه امامزاده قاسم دفن شود تا انقراض عالم مزار شیعیان
باشد و اما کیفیت این عروسی بنا بروایت منتخب ان القاسم قال للامام الی الاجازة لامضی الی هؤلاء الکفرة حضرت
فرمودند یا ابن الاخ انت من اخی علامة و ارید ان تبقی لی لا تسلی بك نفسی فرزند برادر تو از برادرم علامة و یادگاری
من میخواهم بمانی تا تسلی بدهم حضرت قاسم الحاح و اصرار کرد مولا اجازت نداد قاسم مهموم و غمگین و غریب بنشیند

وجه سیم حکمت از اسرار عروسی

وجه چهارم از حکمت عروسی

بگوشه

یہاں صرف اس حصے کا ترجمہ کیا گیا ہے جو مولا قاسمؑ کی شادی کے متعلق ہے ----!

مولف امیر المومنینؑ اور سیدۃ النساء العالمینؑ کی شادی کی کیفیت بیان کرنے کے بعد کہتے ہیں، یہ تو حضرت فاطمہ زہراؑ کی شادی کی کیفیت تھی، لیکن ایک شادی صحرائے کربلا میں بھی ہوئی، مگر کہاں یہ اور کہاں وہ! (جیسے کہ کہا جاتا ہے) کالی مرچ بھی سیاہ ہوتی ہے اور محبوب کا تل بھی سیاہ، دونوں جلانے والے ہیں مگر ان میں زمین آسمان کا فرق ہے -----الخ

مولف نے بیان کیا ہے کہ، **کربلا میں شادی کا ظاہر ہونا تو ثابت ہے**، لیکن اس شادی کی حکمت اور راز کے بارے میں اس ناچیز کی نظر میں چار وجوہات آتی ہیں ---

پہلی وجہ: یہ کہ امام حسن مجتبیٰؑ کی وصیت پر عمل کیا جائے اور شیعوں کو یہ تعلیم دی جائے کہ وصیت کرنے والے کی وصیت پر عمل کرنا لازم ہے، چاہے وہ وقت کتنا ہی کٹھن کیوں نہ ہو، جہاں ایک طرف اصحاب کے بدن ٹکڑے ٹکڑے ہوں اور دوسری طرف دشمن گھیرے میں لے کر قتل اور قید کرنے پر تلے ہوں، جہاں ایک طرف نوجوانوں کے سر مٹی اور خون میں رولے جا رہے ہوں، اور اگر قاسمؑ اہل بیت کے آخری شہیدوں میں سے ہوں تو ان سے پہلے نوجوان علی اکبرؑ کا لاشہ خیموں میں ٹکڑے ٹکڑے پڑا ہو اور حضرت عباسؑ کے کٹے ہوئے بازو نہرِ علقمہ کے کنارے گرے ہوں، گویا امام حسینؑ شیعوں کو یہ سکھانا چاہتے ہیں کہ ایسے عالم میں بھی وصیت کو ترک نہیں کرنا چاہیے، وصیت کو ٹالنا جائز نہیں ہے، اور چونکہ قاسمؑ میدانِ جنگ میں جا کر خون میں نہانے والے تھے، اس لیے اپنے محترم بھائی کی وصیت کو ترک نہیں کرنا چاہیے تھا ---

دوسری وجہ: گویا امام حسینؑ اہلِ کوفہ و شام بلکہ پوری دنیا کو یہ سمجھانا چاہتے تھے کہ یہ جو بلائیں تم دیکھ اور سن رہے ہو، اولیاء اللہ کی نظر میں ان کی کیا حیثیت ہے، یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے محبوبِ حقیقی کی محبت کے جام سے سرشار ہیں اور اس کی لذت چکھ چکے ہیں، ان کے نزدیک جینا اور مرنا ایک برابر ہے، وہ صاحبانِ نفوس کلیہ الہیہ اور شفا بخش عظیم قوتوں کے مالک ہیں، انہیں خنجر، تیر اور نیزوں کے زخموں، یا اپنے بیٹوں، بھائیوں اور عزیزوں کے کشتہ ہونے کی کوئی پرواہ نہیں، وہ محبتِ الٰہی میں اس قدر غرق ہیں کہ (میدانِ کارزار میں بھی) شادی اور غمی میں کوئی فرق نہیں سمجھتے، بلکہ عین مصیبت اور کئی نوجوان بیٹوں، بھائیوں اور بھتیجوں کی شہادت کے عالم میں بھی عیش و نشاط کا سامان (شادی) فراہم کر رہے ہیں تاکہ اہلِ کوفہ و شام کو بتا دیں کہ تمہاری دی ہوئی یہ تکلیفیں ہماری نظر میں عیش کے برابر ہیں ---

تیسری وجہ: چونکہ کربلا کا میدان امت کے لیے گریہ و زاری کا سامان اور اس امتِ مرحومہ کی مغفرت کا ذریعہ ہے، جیسا کہ فرمایا گیا: (انا قتیل العبرہ) پس یہ ہنگامہ محض اس لیے تھا کہ شیعوں کے لیے گریہ کا ایک بہانہ فراہم ہو جائے، جو آنکھوں کی جلا، دل کی صفائی اور مغفرت کے استحقاق کا سبب بنتا ہے، کہا جاتا ہے کہ رونا ہر لاعلاج درد کی دوا ہے، روتی ہوئی آنکھ اللہ کے فیض کا چشمہ ہے اور آنسو دل کو قوت دیتے ہیں، جب تک بادل نہیں روتا، چمن نہیں کھلتا، جب تک بچہ نہیں روتا، ماں اسے دودھ

نہیں پلاتی، رونے سے بخشش کی دیگ جوش میں آتی ہے، پس رونے کے ان اسباب کا مکمل ہونا ضروری تھا، اور چونکہ لوگوں کے مزاج اور رقتِ قلب (دل کا پگھلنا) مختلف ہوتے ہیں، کوئی نوجوان کی شہادت پر روتا ہے، اس لیے امامؑ نے علی اکبرؑ کو فدا کیا، کسی کا دل شیر خوار بچے کے لیے تڑپتا ہے، اس لیے فرزندِ فاطمہؑ نے اپنے ننھے اصغرؑ کو پیش کیا، کسی کا دل ایک بہادر اور جری بھائی کے خون میں نہانے پر دکھتا ہے، بالخصوص اس وقت جب اس کے بازو کٹ گئے ہوں اور دشمن اس کا مذاق اڑائیں، اس لیے عباسؑ کی قربانی پیش کی، اسی طرح کسی کا دل چھوٹے بچوں اور بے یار و مددگار بچیوں کی اسیری پر کڑھتا ہے، تو فرزندِ رسولؐ نے اس پر بھی رضا مندی دی کہ سکینہ، رقیہ، زبیدہ اور عاتکہؑ ظالموں کے ہاتھوں قید ہوں، کسی کا دل پردہ دار خواتین اور ناموسِ خدا کی بے حرمتی پر دکھتا ہے، اس لیے اس مظلوم (امام حسینؑ) نے اس پر بھی صبر کیا کہ ان کی بہن زینبؑ ننگے سر اسیر ہوں اور انہیں نیزوں اور تازیانوں سے اذیت دی جائے، روایت میں ہے کہ جب جنابِ زینبؑ شام کے قید خانے سے رہا ہو کر مدینہ پہنچیں، تو پیغمبر (ص) کی قبرِ انور پر آ کر اپنی کلائیاں کھول دیں اور عرض کی: اے نانا جان! اگر آپ یہاں ہوتے تو میں اپنے ہاتھ کھول کر آپ کو دکھاتی کہ دیکھیں کربلا، کوفہ اور شام کے صحراؤں میں میرے ساتھ کیا سلوک کیا گیا! اے نانا! تازیانوں کی ضربوں سے میری کلائیاں اور بازو اب تک نیلے پڑے ہیں، (اور کوئی نئے نویلے دولھے پر روتا ہے)

چوتھی وجہ: اس شادی کی ایک وجہ یہ تھی کہ قاسمؑ کی نسل سے ایک ایسی اولاد پیدا ہو جس کا نام 'قاسمِ ثانی' رکھا جائے، وہ ایران (ملکِ ری) میں پیدا ہو تاکہ اس امت کے بدبخت علماء پر حجت تمام کریں اور شمران تہران شہر میں دشمنوں سے جنگ کر کے جامِ شہادت نوش کریں، اور ان کا مقامِ دفن ان کے والد کے سرِ مطہر کے قریب 'قریہ امامزادہ قاسم' میں ہو تاکہ دنیا بھر کے شیعوں کے لیے زیارت گاہ بنے ---

اس کے بعد مولف شادی کی کیفیت میں وہی روایت لکھتے ہیں جو آپ پہلے ملاحظہ فرما چکے ہیں، کہ شہزادہ قاسمؑ امام حسینؑ کے سامنے امام حسنؑ کی تحریر پیش کرتے ہیں پھر امام حسینؑ اپنے بھائی کی وصیت پر عمل کرتے ہوئے قاسمؑ کا عقد کرتے ہیں ----

(اب مزید اس کتاب اور اس کے مولف کے متعلق ملاحظہ فرمائیں)

ترجمہ ، مرقاۃ الایقان في التقرب الی السبحان

یہ کتاب حاج سید محمد باقر بن حاج سید حسین اصفہانی کی تصنیف ہے.جو گنجہ کے رہنے والے تھے اور 1335ھ میں وفات پائی یہ فارسی زبان میں ہے اور دو جلدوں پر مشتمل ہے، جن میں مجموعی طور پر سو مجالس (خطابات) ہیں، پہلی جلد 1351ھ میں بتیس مجالس کے ساتھ طبع ہوئی، یہ کتاب وعظ، اخلاق اور مصائب پر مبنی ہے، جس میں ان کے بہت سے اشعار بھی شامل ہیں، ان کا تخلص غیبی تھا، ان کا تذکرہ طبقات أعلام الشیعۃ النقباء، صفحہ 206 میں موجود ہے ---

مزید ملاحظہ فرمائیں ----!

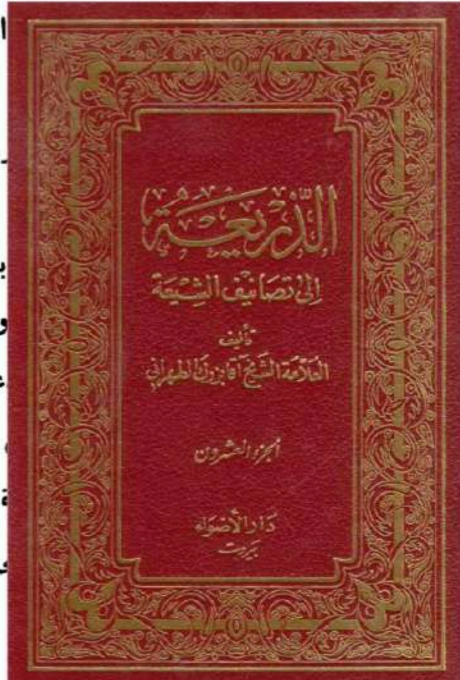
المشهدي الكاظمي الكروي . طبع بكانپور الهند على الحجر ، كما في « فهرست كتابهاى چاپى مشار » .

(٣١٤٤: **مرقاة الاسرار**) في ربط الحادث بالقديم و حدوث العالم هورابع الرسائل الأربعينيات تأليف القاضي سعيد القمّي ، فرغ من تأليفه بقم ١٠ ذيقعدة ١٠٨٤ ، وله يومئذ خمس وثلاثين سنة فتكون ولادته في هذا اليوم من ١٠٤٩ ، وله رباعية ذكره المشكاة من مقدّمة « كليد بهشت » .

(١٤٥ **مرقاة الانظار و مرآت الافكار**) ارجوزة في المنطق ، للحاج ميرزا الكلنتري المتوفّى ١٣١٦ والمولود ١٢٧٣ ، أورد المحدّث أوائله في مقدّمة طبع ديوانه : مه ٤٥ .

(٣١٤٦ : **مرقاة الايقان في التقرب الى السبحان**) للحاج السيّد محمّد باقر بن الحاج سيّد حسين الاصفهاني أصلاً الشهير بگنجه ، المتوفّى ١٣٣٥ ، فارسي مطبوع في مجلّدين كلّها مائة مجلس ، والمجلّد الأوّل المطبوع ١٣٥١ في اثنين وثلاثين مجلساً ، وهو في المواعظ والأخلاق والمصائب ، و فيه كثيرمن أشعاره ، وتخلّصه غيبي ، ترجمته في « طبقات أعلام الشيعة ، النقباء : ٢٠٦ » .

(٣١٤٧: **مرقاة التقى**) ا محسن
السبزواري المعاصر ، ينقل عنه في
(٣١٤٨ **مرقاة التقى**) محمّدهاشم
ابن المير عبدالله الموسوي الخوئي
(٣١٤٩ : **مرقاة الجنا** بن محمّدبن
مرتضى الشهير والده بالفيض الكاش والسنين،
مرتّب على مقدّمة وثمان درجات عو بكل
لسان المذكور في كل جنان] . أوّله :
أنّه اختصره من كتابه الكبير ة نسخته
كما مرّ ، والمرتّب على ثمانية أ ى ترتيب



على ثلاث فراسخ من دماوند] عالم كبير وورع تقي .

ك… …مكري وفي
حياةالاخ… …دالشيرازي
وكانت له… …، وكانت له
خبرة تام… …الالفية]
لابن مالك… …وجهاً مطاعا
في تلك ا… …ض القضايا
الشخصية… …امه إلا مع
ضيف ول… …السيد أحمد
الدماوند…

٤٤٩

… …د بن ميرزا
الهمداني…
و… …وبرع في
الادب… …ته واطلاعه
واشتغل بالتدريس والافادة والتعليم ونشر المعارف الى ان توفى (١٢ — ع ٢ — ١٣٣٦) وله تصانيف نظما ونثراً منها منظومة أخلاقية سماها « نصح الحبيب » … لولده الاديب الميرزا حبيب الله المعروف بنير الآتي ذكره .

طبقــات

أعلام الشيعة

الجزء الاول

وهـو

نقباء البشر في القرن الرابع عشر

تأليف

اغا بزرك الطهراني

مؤلف (الذريعة)

المطبعة العلمية في النجف
سنة ١٣٧٣ هـ — ١٩٥٤ م

٤٥٠ السيد محمد باقر الاصفهاني

... — ١٣٣٥

هو السيد محمد باقر بن السيد حسين المعروف بالمجتهد ابن ابي تراب الموسوي

الاصفهاني عالم مصنف وخطيب أديب .

كان من بني اعمام العالم الشهير السيد ابي الحسن الاصفهاني المتوفى (١٣٦٥) وكان من علماء كنجه ومراجع الامور بها الى ان توفى (١٣٣٥) عن حدود الثمانين وكانت ولادته بها أيضاً وله تصانيف كثيرة طبع منها « روض الجنان » في مواعظ شهر رمضان و « مزامير الأولياء » في المواعظ أيضاً و « مرقاة الايقان » و « مرقاة الصبيان » و « تبيان الاحوال » في الرجال ومنظومة كبيرة في الغيبة وتخلصه في شعره — غيبي — وكان والده من المعمرين الى المائة والعشرين توفى حدود (١٣٣٠)

٤٥١ السيد محمد باقر المدراسي

... — ١٣٠٥

هو السيد محمد باقر بن محمد حسين المدراسي الحائري عالم فاضل .

كان من علماء الحائر الشريف في كربلا الى ان توفى (١٣٠٥) وهو والد الخطيب السيد محمد حسين .

٤٥٢ الشيخ محمد باقر الشيرازي التمامي

١٢٧٨ — ...

هو الشيخ محمد باقر بن الشيخ محمد حسين شيخ الاسلام الشيرازي عالم جليل معمر .

ولد بشيراز في (١٢٧٨) وأخذ العلم عن أفاضلها ومشاهيرها ولقب بشيخ الاسلام بعد وفاة والده وله تصانيف منها « منتخب الدعوات » المطبوع ذكر فيه تمام نسبه المنتهي الى ابي تمامة الصيداوي وله مجموعة سماها « مجموعة التمامي » ووالده وجده من العلماء لهما ترجمة في [آثار العجم] ص ٥١٠ .

ترجمہ، السید محمد باقر بن السید حسین المعروف بالمجتہد ابن ابی تراب الموسوی الاصفہانی عالم مصنف اور ادیب و خطیب تھے، وہ مشہور عالم سید ابو الحسن اصفہانی متوفی (۱۳۶۵ھ) کے چچا زاد بھائیوں میں سے تھے اور گنجہ کے علماء اور وہاں کے **مراجع** امور میں شمار ہوتے تھے یہاں تک کہ ۱۳۳۵ھ میں تقریباً اسی سال کی عمر میں وفات پائی ان کی پیدائش بھی وہیں ہوئی تھی آپ کی بہت سی تصانیف ہیں جن میں سے ماہِ رمضان کے مواعظ میں روض الجنان اور مواعظ ہی میں مزامیر الأولیاء کے علاوہ **مرقاۃ الایقان** اور مرقاۃ الصبیان اور علمِ رجال میں تبیان الاحوال اور غیبت کے موضوع پر ایک بڑی منظومہ شامل ہے شاعری میں ان کا تخلص غیبی تھا اور ان کے والد طویل عمر پانے والے افراد میں سے تھے جو ۱۳۳۰ھ کے لگ بھگ ایک سو بیس سال کی عمر میں فوت ہوئے ---

مرقات الایقان کے مولف عالم مصنف اور ادیب تھے، اور اپنے دور کے مرجع تھے، ان کی ایک کتاب علم الرجال پر ہے ---

میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ صاحب مرقات الایقان مجتہد مرجع اور علم رجال کے ماہر تھے، انہوں نے اپنی کتاب میں نہ صرف یہ کہ عقد قاسمؑ والی روایت نقل کی بلکہ اس عقد پاک کی کئی حکمتیں اور اسرار بیان کیے ہیں، عقد قاسمؑ کی کئی تاویلات پیش کی ہیں اور صرف یہ ہی نہیں، بلکہ مولف تسلیم کرتے ہیں کہ شہزادہ قاسمؑ صاحبِ اولاد تھے، قاسمؑ بن الحسنؑ کا ایک بیٹا تھا جن کا نام قاسم ثانی تھا جنہیں قتل کیا گیا ---

ہمارا موضوع عقدِ قاسم کو ثابت کرنا ہے، قاسم بن قاسم بن امام حسن کے وجود کو ثابت کرنے کے لیے الگ سے ایک کتاب درکار ہے، کیونکہ اس پر بہت سے دلائل درکار ہیں، کئی غلط فہمیوں کا ازالہ کرنا ہو گا یہ موضوع خود میں ہی وسعت رکھتا ہے، اس لیے ہم اسی پر اکتفا کرتے ہوئے آگے بڑھتے ہیں ---





اسرار الشهاده مرحوم دربندی را آورده است.[۳]

(۳۵) ملا محمّد بن محمّد تقی قائنی (قرن ۱۳ه.ق) صاحب کتاب نجات الخافقین است.

این کتاب از مهمترین منابع بلکه مهمترین منبع کتاب بحرالمصائب

---

۱. مرقات الایقان، جلد ۱، مجلس ۲۸، صص ۲۶۴-۲۶۷
۲. مرقات الایقان، جلد ۱، مجلس ۲۸، صص ۲۶۴-۲۶۷
۳. تحفة الذاکرین، بیان ۵، مجلس ۷، صص ۳۶۱-۳۶۴

است که جای جای کتاب بحرالمصائب از صدها نقل این کتاب پر می‌باشد.

این کتاب ارزشمند متاسفانه در شرف نابودی بود که با پیگیری های انجام شده سه نسخه در کتابخانه های ایران یافت شد که یک نسخه‌ی آن از کتابخانه دانشگاه تهران تهیه شد.

کتاب نجات الخافقین مفصّلاً به مصائب کربلا پرداخته و نقلیاتی دربردارد که نایاب و نادر است.

این کتاب حاوی روایات و گزارشات نادر است که برخی از آن در بحرالمصائب انعکاس یافته است.

باید بیان شود که مرحوم فاضل بسطامی نیز کتابی به نام نجات الخافقین دارد که موضوع آن زیارت سید الشهدا علیه السلام می‌باشد که با این اثر ارتباطی ندارد.

صاحب نجات الخافقین مفصلا عروسی حضرت قاسم علیه السلام را همراه با تعلیقات نقل نموده است.[۱]

(۳۶) **محمّد باقر بن محمّد جعفر فشارکی(۱۲۵۱ – ۱۳۱۴ه.ق)** از مجتهدین نامدار اصفهان است. ایشان نزد پدرش محمّد جعفر فشارکی و جمع دیگری از علما کسب علم نمودند و مراسماتی را پایه‌گذاری کردند که تا امروز هم پابرجاست. همچون رسم احیاء شب جمعه‌ها در مسجد مصلّای تخت فولاد همراه با ادعیه و دیگر آداب. ایشان تالیفات چندی در

۱. نجات الخافقین ، باب پنجم ، صص۱۰۵-۱۰۸(pdf)

ترجمہ، ملا محمد بن محمد تقی قائنی (۱۳ویں صدی ہجری) کتاب "نجات الخافقین" کے مصنف ہیں، یہ کتاب (یعنی نجات الخافقین) کتاب بحر المصائب کے اہم ترین ذرائع بلکہ اہم ترین منبع میں سے ایک ہے، کتاب بحر المصائب میں جگہ جگہ اس کتاب سے سینکڑوں اقتباسات (نقل) موجود ہیں، یہ قیمتی کتاب بد قسمتی سے نابود ہونے کے قریب تھی، لیکن ایران کے کتب خانوں میں کی جانے والی تحقیق کے نتیجے میں اس کے تین نسخے ملے، جن میں سے ایک نسخہ تہران یونیورسٹی کے کتب خانے سے حاصل کیا گیا ہے کتاب نجات الخافقین میں کربلا کے مصائب کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے اور اس میں ایسی روایات و منقولات شامل ہیں جو نایاب اور نادر ہیں، یہ کتاب ایسی روایات اور نادر رپورٹس پر مشتمل ہے جن میں سے کچھ کا عکس بحر المصائب میں نظر آتا ہے، یہ بتانا ضروری ہے کہ مرحوم فاضل بسطامی کی بھی ایک کتاب اسی نام (نجات الخافقین) سے ہے جس کا موضوع زیارتِ سید الشہداء علیہ السلام ہے، اس کا اس کتاب (زیر بحث کتاب) سے کوئی تعلق نہیں ہے، "نجات الخافقین" کے مصنف نے حضرت قاسمؑ کی شادی (عروسی) کے واقعے کو تفصیل سے تعلیقات کے ساتھ نقل کیا ہے ---- کتاب کا مختصر متن ملاحظہ فرمائیں ----!

هذا کتاب المصائب المسمی بنجاة الخائفین

بسم الله الرحمن الرحیم و به نستعین

حمد و سپاس بی اندازه و قیاس مر پادشاه بارگاه پاینده و تحفهٔ رحمت گاه بی نهایت که رنج و بلا و محنت و بلا را
شک محک ما سوی و بوتهٔ خلاص جوهری ساخته چنانچه در قرآن عظیم و فرقان لازم التعظیم طایفهٔ جلادت کیشان
میدان محبت و جماعهٔ محنت کشیدگان معرکهٔ مشقت را بخطاب مستطاب وَلَنَبْلُوَنَّكُم بِشَيْءٍ مِنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ
وَنَقْصٍ مِنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُمْ مُصِيبَةٌ قَالُوا
إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ أُولَئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِنْ رَبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ
ممتاز و سرافراز گردانیده و دیگر درود نامحدود جاری از دل آتش غم و غش بر کیش آن آفریدگار انس و جان و رهبر خرگاه
رهبر کار زمین و آسمان که آفرینش دنیا و پرورش ارباب فهم و ذکاء را از بهر امتحان و میزان آزمایش محبت
دانش و بینش قرار داد و آنچه بطریقی که در اخبار رسول مختار و آثار ائمهٔ اطهار علیهم صلوات الله الملک الجبار گروه
مصیبت دیدگان بادیهٔ غم و الم و زمرهٔ لذت کشیدگان زاویهٔ جور و ستم را به لطایف وارد ان اشد البلاء موکل علی
الانبیاء ثم الاولیاء ثم الامثل فالامثل و ان الله اذا احب قوما ابتلاهم و من کان ذوق محبته
اکثر فبلاؤه و جفاؤه اوفر صبور و شکور گردانیده هر که را ذوق محبت چشیده سینه اش آماجگاه محنت
آدم صفی را با حسرت هیبت قرین کرد و نوح نجی را با خوف غرق هم نشین نمود ابراهیم خلیل را در آتش جور و جفا
انداخت و اسمعیل ذبیح را در کعبهٔ وفا قربانی ساخت یعقوب را در بیت الاحزان فراق پسر کور کرد
و یوسف را در چاه و زندان هجران پدر صبور گردانید زکریا پیر را تاج اره بر سر متوج ساخت و یحیی را
بخلعت شهادت تیغ بی دریغ بنواخت ایوب پیغمبر را از درد کرمان در بیابان دوانید و موسی کلیم را بجز
فرار از جور طغیان منشان بشهر در شعب کوه مغلوب حیران گردانید و زمان چنین خاتم النبیین را با هنگ
مخالفان هم عنان کرد و تارک مبارک متوج بتاج بل اتی و بنارک سید الوصیین را با ملاک منافقان توأمان
گردانید سرشک درد آلود فاطمهٔ زهرا را از خون بازو و پهلویش بیخت و محسن شیرنها را سقط ساخت
در خاک و خون آمیخت رخسارهٔ ارغوانی حسن مجتبی را بسودهٔ الماس زهر دل زعفرانی کرد و گلگونهٔ نور دیده
سید الشهدا را بخون حنجر اطهر در آغشته یاقوتی و ارغوانی نمود و هم چنین هر یک از ائمهٔ معصومین و
اوصیاء مرضیین و اولیاء مقربین و عباد صالحین را ابتلاء مبتلا ساخت و در محنت دگر ... تا آنکه اورا

ستم بر سینه کفار سوفار ش ✽ لب پر نیش از تشنگی کباب بود ✽ به بحر خون و الم خاطرش چاب شود ✽ تو در قدوم وی ایستاده جان نثار کنی

بیان اعتاب شاه دلفگار کنی ✽ پس قاسم از شفقت شهادت مشغول شاد کام گردید و نامه را برداشت و بخدمت عم بزرگوار خود دریست

و بعرض رسانید **نظم** مژده آورده ام از فیض شهادت بیرنش ✽ دهن تشنه را با شاه بقربان ررش ✽ زخم داده پدر تار غم از دل دوم

وقت آن شد که سپاهان روم و دشمن ✽ چون حضرت خط برادر را دید بوسید و در دیده کشید و سنگ حسرت از دیده بارید و آه سوزناک از دل

از دل چاک چاک با فلاک رسید و فرمود ای جان عم ناکام از منتع امام وای غریب دور از منزل و مقام وای یکس بی خویش و قوام

برادرم بر در حق تو وصیتی کرده کنون که تو وصیت پدر را بعمل میآوری عزیز بزو وصیت برادر را بانجام میرسانم پس دست قاسم را

گرفت و بخیمه برد و بیعت بخش خود را از برادران و خواهران جمع کرد و خطبه در شهای فرحت دلچسب اد افرمود و عقد آن در یتیم را

با فاطمه دختر خود بست و دوباره خطبه کرد و فرمود **نظم** خواهر بیار رخت و لباس برادرم [illegible] نقد قاسم بپال وباد برم

پس زینب لباس امام حسن را حاضر کرد و حضرت بتبرک دراعه برادر را در قاسم پوشانید و دستار آنحضرت را بر سر قاسم نهاد و سپس

کرد که فاطمه را نیز رخت بپوشند و حاضر سازند چون فاطمه را حاضر ساختند حضرت فرمود **نظم** که ای گروه عزیزان برای شهزاده

کنید بزم عروسی ز مهر آماده که قاسم بزود دل شکسته ازدنیا ✽ دقیقه مونس بیش مهمان شما ✽ چه خواند خطبه آیین بزم عغیر

برد بیار زودی عروس خوشته را بدست قر لوی حجره روان شد عروس با داماد ✽ بجمله فاطمه که عاقبت اشبا کبار ✽ در آنوقت زینب خطاب با خود

فاطمه زهرا می کرد و می گفت **نظم** یا ام فعال فاتحه ✽ منکی اناس صالحه ✽ منکی علی دود خلت ✽ والیوم فیها صاحت

وی وجود بالبکا ✽ فی ارض طف الکربلا ✽ فی عکس سبطک قاسما ✽ فمانی الیه ناصحه ✽ وی وابکیه منیبا 6

ام التی منکی ابا ✽ ام ام کلثوم البقی ✽ بالطف صادت فاتحه ✽ وی مبکی للحسین ✽ منکی لقرة کل عین ✽ منکی لمن

من قوت ریح الجنان نافحه ✽ وی علی هذا المنا ✽ منکی الی یوم الحساب ✽ منکی علی حبیب من ✽ بالطف آمنا

[illegible] از این قصه اطلاع یافت سیلاب اشک از دیده بارید و زار زار بنالید و چون ابر خروشان با ناله و فغان

بحضرت شاه مظلومان و سرور شهیدان آمد و عرض کرد ✽ که ای امام عزیز و نور چشم پیغمبر ✽ شفیع امت بیچاره در صف محشر

شنیده ام که امروز با دل ناشاد ✽ نموده بر کرم قاسم مراد اماد ✽ کجا رو است که قاسم میته خون باشد ✽ لوی بزم عروسی سود

اجازه ام بده ای پادشاه تشنه لبان ✽ که هیش کنم از خون دل خضابه ان ✽ پس زبان حال سرور شهیدان در جواب مادر قاسم

باین مقال مترنم بود ✽ که مخدره بر قامت شتاب مکن ✽ بجای عروس اضطراب مکن ✽ که قامت خوشش از خون خضاب

عروس ✽ دل از این غم کباب خواهد شد ✽ تنش ز زخم سنان چاک چاک خواهد شد ✽ جبر سر او فرش خاک خواهد شد ✽ بجون طپیده وطن

ترجمہ ، روایت ہے کہ جب امام حسینؑ نے اپنے بھائی کی امانت یعنی شہزادہ قاسمؑ کو رخصت کرنا چاہا، تو آپؑ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے، آپؑ نے اپنے بھائی کے یتیم کو سینے سے لگایا اور دونوں دیر تک روتے رہے، پھر امام نے اہل بیت کی تمام خواتین اور شہزادیوں کو جمع کیا اور حضرت فاطمہ زہراؑ کی اس نشانی کو سب کے سامنے پیش کیا، سیدہ زینبؑ نے آگے بڑھ کر اپنے بھتیجے کے سر پر پیار دیا اور امام حسینؑ نے قاسمؑ کے سر پر عمامہ باندھا اور ان کے جسم پر وہ قبا سجائی جو امام حسنؑ کی یادگار تھی، پھر امامؑ نے بی بی فاطمہ (شہزادیِ قاسمؑ) کو بلایا اور فرمایا: 'اے گروہِ غریباں بزمِ عروسی سجائیں تاکہ قاسمؑ اس دنیا سے دل شکستہ نہ جائیں ---

امام حسینؑ نے فرمایا ، اے میری بیٹی! یہ تیرے نصیب کی وہ مہندی ہے جو آج خون سے رنگی جائے گی، اے قاسمؑ! تمہاری شادی کی یہ رات غم کی رات میں بدل گئی تمہاری دلہن کے ہاتھ مہندی کی جگہ تمہارے لہو سے رنگے جائیں گے تمہارے سر پر سہرے کی جگہ زخموں کے گلاب ہوں گے ----الخ

اس کے بعد امامؑ نے فرمایا: اے قاسمؑ! آج تمہاری شادی کا دن ہے لیکن مقتل کی زمین تمہارا حجرہء عروسی بنے گی، اہل بیتؑ کی بیبیاںؑ تمہارے لیے بین کریں گی اور فرشتے تمہاری اس مظلومیت پر ماتم کریں گے۔ شہزادہ قاسمؑ نے عرض کی: چچا جان! موت میرے لیے شہد سے زیادہ میٹھی ہے میں اپنے بابا کے سامنے سرخرو ہونا چاہتا ہوں ----الخ

(شہزادہ قاسم کی والدہ) شاہِ مظلوماں اور شہیدوں کے سردار (امام حسینؑ) کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا: اے پیارے امامؑ پیغمبرؐ کی آنکھوں کے نور، امت کے شفیع اور روزِ محشر (ہماری امید کا) بادل! میں نے سنا ہے کہ آج آپ نے کمالِ مہربانی سے میرے قاسمؑ کو دولہا (داماد) بنایا ہے، لیکن میرا غمزدہ دل یہ پوچھتا ہے کہ میرا قاسم خون میں نہائے ہوئے بزمِ عروسی (شہادت کی محفل) میں کہاں جائے گا؟

اے تشنہ لبوں کے بادشاہ! مجھے اجازت دیں کہ آج رات میں اپنے دل کے خون سے اس کے ہاتھوں پر مہندی لگاؤں، پس اس وقت شہیدوں کے سردار کی زبانِ مبارک قاسمؑ کی ماںؑ کے جواب میں اس مقال (کلام) کے ساتھ نغمہ سرا ہوئی: کہ قاسمؑ کے چہرے کا غنچہ (پھول) کھلنے ہی والا تھا کہ اس کی شادی کی مہندی کے پاؤں میں اضطراب آ گیا اس کا خوبصورت قد و قامت خنجروں کے وار سے رنگین (خضاب) ہو جائے گا دلہن کا دل اس غم سے پاش پاش ہو جائے گا اور قاسمؑ کا جسم نیزوں کے زخموں سے چاک چاک ہو جائے گا اس کا حجرہء عروسی (شادی کا کمرہ) خاک کا فرش ہوگا، جہاں اس کے رخسار خون میں تڑپ رہے ہوں گے ----

(اس کتاب '' نجات الخافقین'' اور اس کے مولف کے متعلق ملاحظہ فرمائیں)

ترجمہ ، نجاۃ الخافقین: یہ کتاب آئمہؑ کے حالاتِ زندگی پر مشتمل ہے، جس کے مصنف "محمد الواعظ بن محمد تقی القائنی" ہیں، اس میں بحار الانوار اور عوالم العلوم سے روایات نقل کی گئی ہیں اس کا ایک نسخہ تہران یونیورسٹی کی فیکلٹی آف لیٹرز (ادبیات) میں موجود ہے ---

مقصد یہ کہ یہ کتاب معتبر ہے اور مؤلف تک ثابت ہے

الذريعة : ٢٤ (نجاة : خ ا ف) ٥٧

(٢٧٤ : النجاة) في أصول الدين . فارسي مختصر للعوام . للمجلسي كما ذكر في آخره . مرتّب على مقدمة وثمانية أبواب وذيل . ألفه ١٠٩٩ وطبع ١٣٣٥ في ٥٦ ص .

(٢٧٥ : النج ... دى . رأيت النقل عنه في حياة مو ... فر الحسيني في هامش « الأربعين ...

(٢٧٦ : نجا ... ١١) .

(٢٧٧ : نجاة ... زا محمد كاظم ابن محمد الرشتي ملك ... ى المطبوع له ١٣٠٢ .

(٢٧٨ : نجا ... محمد التنكابني صاحب « قصص العلما ... س كتبه .

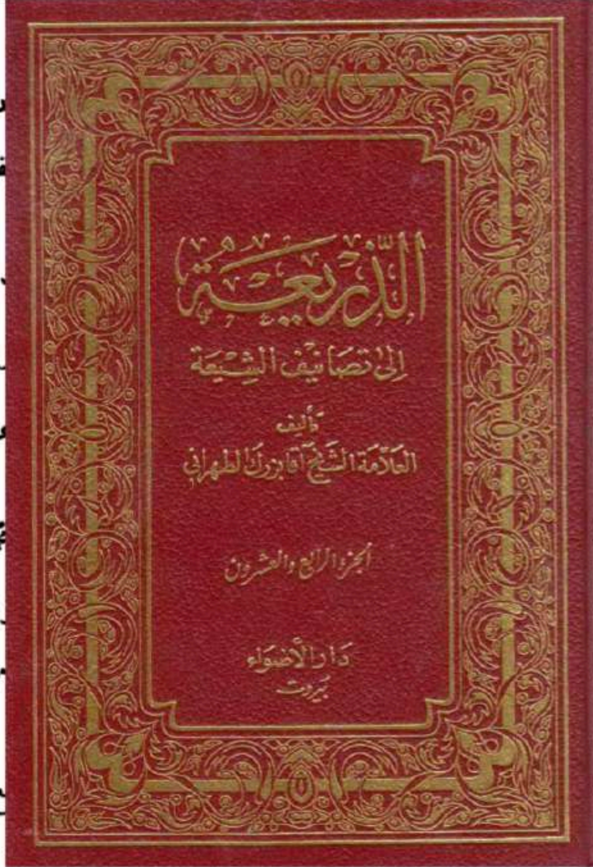
(٢٧٩ : نجا ... ر الله عرب باغي . ط . كما فهر ...

(٢٨٠ : نجا ... ع بطهران.

(٢٨١ ... حسين قلى بختياري ابن مصط ... ديوان بيكى بن شهباز كلهر الكرمانشاهي المتخلص « سلطاني » ← ٩ : ٤٦١ (... ١٣٠٣) كان تلميذ الشاعر محمد « بيدل » مازندراني ٩ : ١٥٣.

(٢٨٢ : نجاة الخافقين) لمحمّد الواعظ بن محمد تقي القايني في أحوال الأئمة نقلاً عن « البحار » و « عوالم العلوم » . والنسخة بكلية الاداب بطهران ف ١ : ٥٠٨ .

(٢٨٣ : نجاة الخافقين في ثواب زيارة الحسين (ع)) للحاج نوروز على ابن محمد باقر البسطامي الواعظ م ١٣٠٩ . صرح به في حاشية « التحفة الرضوية »





کتابخانه مدرسه عالی سپهسالار

نام کتاب: مبکی العیون

نام مؤلف: محمد حسین جیلانی

نام مترجم:

نام واقف: میرزا حسین‌خان سپهسالار

موضوع: مقتل

تاریخ طبع یا کتابت: ۱۲۶۳ هجری قمری

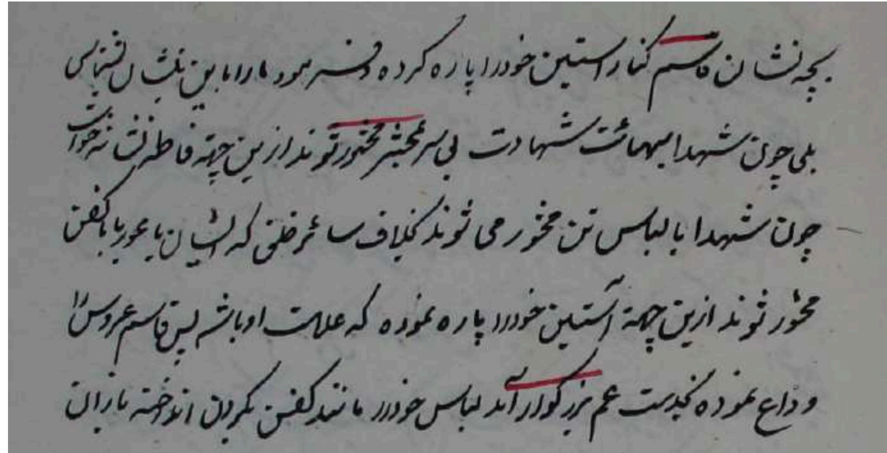
ردیف دفتر: ۴۴۵

قفسه: ۷

طبقه: ۱

ردیف: ۴۰ ۱۱۰۲

چون در خدمت عمت مبتلا رفتی زنهار که نگاهی در جهاد نکرده سعی کن جان خود را
فدای عمّ بزرگوارت کنی حضرت قاسم بزرگوارش که چون علاجی که از زندگی خود را نه بینید
خود را دوان خود را بقدوم مبارک سید الشهدا انداخت و نوشته [illegible] آن
عالیمقدار را داد حضرت چون چشمش بخط برادر بزرگوارش شناخت بی اختیار
این قدر که غش کرده چون بهوش آمد لاجرم اجابت فرمود بنا بر روایت شیخ
طوسی فرمود که تو را داماد کنم پس مقرر فرمود که تو را داماد کنم پس مقرر فرمود
که خیمه برسر پا نمودند و عباس و علی اکبر و بعضی دیگر که از اهل بیت باقی بودند در عیش
حضور بهم رسانیده حضرت خطبه انشا فرمود فاطمه صبیه مرضیه خود را بقاسم
عقد فرموده و لباس عروس مهیا فرموده خیمه جداگانه سر برپا نمودند دایگان را
بحجله فرستادند عروس و داماد با دل ناشاد چون داخل حجله شدند بخلاف رسم
دامادی هر یک بگوشه خیمه خزیده در مقابل یکدیگر نشستند مقارن این حال
صدای هل من مبارز بلند شد از لشکر مخالف حضرت قاسم چون شنید از جا برخواست
که بیرون رود عروس برخواسته دامن او را گرفته که ای پسر عم کجا میروی گفت
جان خود را نثار پدر بزرگوارت کنم و وعده عروسی ما بقیامت افتاد عروس گفت
تو را در کجا یابم گفت در نزد حوض کوثر آنجا که جدم شیعیان خود را آب میدهد گفت


بچه نشان قاسم کنار آستین خود را پاره کرده نوحه نمود ما را این بخت ان شناس
بلی چون شهدا بی‌حساب شهادت بی سر محشر محشور شوند ازین جهت فاطمه بنت الحسین
چون شهدا با لباس تن محشور می‌شوند بخلاف سایر خلق که ایشان با کفن
محشور شوند ازین جهت آستین خود را پاره نموده که علامت او باشد پس قاسم عروس را
وداع نموده بخدمت عم بزرگوار آمد لباس خود را مانند کفن بگردن انداخته باذن

ترجمہ ، شیخ طوسی کی روایت کے مطابق، امام حسینؑ نے فرمایا کہ میں تمہیں (قاسمؑ جنگ سے) منع نہیں کرتا، پھر حکم دیا کہ ایک خیمہ نصب کیا جائے اور عباسؑ، علی اکبرؑ اور اہل بیتؑ کے دوسرے افراد جو باقی رہ گئے تھے وہاں جمع ہوئے، امام حسینؑ نے خطبہ عقد ارشاد فرمایا اور اپنی صاحبزادی فاطمہؑ کا عقد قاسمؑ سے کر دیا، لباسِ عروسی مہیا کیا گیا اور ان کے لیے ایک علیحدہ خیمہ لگایا گیا، پھر انہیں اس حجرے (خیمے) میں بھیج دیا گیا، دولہا اور دلہن نا شاد دل کے ساتھ جب حجرے میں داخل ہوئے تو رسمِ عروسی کے برعکس دونوں خیمے کے ایک ایک کونے میں ایک دوسرے کے مقابل بیٹھ گئے، اسی لمحے دشمن کے لشکر سے مقابلے کے لیے للکارنے کی آواز آئی، قاسمؑ نے جب یہ آواز سنی تو فوراً اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے تاکہ باہر نکل سکیں، تب دلہن نے اٹھ کر ان کا دامن تھام لیا اور فرمایا: اے ابنِ عم! آپ کہاں جا رہے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: اپنی جان آپ کے بابا پر قربان کرنے جا رہا ہوں اور ہماری شادی کا وعدہ اب قیامت پر ٹھہرا، دلہن نے کہا: میں آپ کو کہاں پاؤں گی؟ انہوں نے فرمایا: حوضِ کوثر پر جہاں میرے جدؑ شیعیان کو پانی پلا رہے ہوں گے ، (دلہن نے) خونبار آنکھوں کے ساتھ اپنی آستین چاک کی اور نوحہ کیا کہ ہمارے نصیب اور مقدر میں یہی لکھا تھا،چونکہ شہداء جنت میں (بغیر حساب کے) محشور ہوں گے، اس لیے حسینؑ کی بیٹی فاطمہ (نے ایسا کیا) کیونکہ شہداء اپنے انھی کپڑوں میں محشور ہوں گے برخلاف دیگر عورتوں کے جو کفن کے ساتھ محشور ہوں گی، اسی لیے انہوں نے اپنی آستین چاک کی تاکہ یہ ان کی علامت رہے ----

پس قاسمؑ نے اپنی دلہنؑ کو الوداع کہا اور اپنے بزرگوار چچا کی خدمت میں حاضر ہوئے، اپنا لباس کفن کی طرح گردن میں ڈال کر امامؑ سے اجازت طلب کی، وداع ہوئے اور میدانِ کارزار کی طرف روانہ ہوئے ----

14

مصیبت هشتم در شهادت جناب
قاسم و جناب علی اکبر علیهما السلام

۱۴۴

و عقد فرو کنند بینها قاسم نوشته را بخدمت عم بزرگوار آورد چون آنحضرت نظر نمود دید که
برادرم وصیت نموده است که دختر خود را بتو عقد نمایم پس زینب و ام کلثوم و مادر قاسم
و باقی زنان را طلب نمود که حجله عروس را مهیا نمایند پاره کان میگفتند که چه وقت عروسی است
امام مظلوم فرمود که باید وصیت برادرم بعمل آید پس فاطمه را بقاسم داد بعد از
عقد بسته دلها در آن حجله بازنشستند که صدای هل من مبارز از لشکر مخالف برآمد
قاسم دست عروس را رها کرد و فرمود که عمو نشاندی دشمنان خبر که میگفتند عروس میگفت
با این نحو چنان نیست ... قاسم میگفت قلب عم بزرگوار در اضطراب است
... عروس ... افتاد گفت ... بگفت
... گفت ... قاسم گفت ... و دست کرد و ...
و روانه گردید و عروس ... پروانه ... از یکطرف ... امام از یکطرف نامه
و خطاب نمودند قاسم ... عم بزرگوار آمده اجازه میدان گرفته آنحضرت ...
و بجنگ حضرت ... و نفرین برآن ... قاسم ...
شاد و در بعض کتب مصیبت عروسی قاسم را ذکر کرده اند و از بعضی ... آنحضرت
زفاف هم نمود و نطفه هم منعقد شد و قاسم ثانی متولد شد و اولاد در ... کیفیت
او را این نحو ذکر کرده اند که از اولاد ... با حضرت سید الشهدا در ... بوده
در ... با آنحضرت التماس کرد که اذن دهد در ... حضرت اجازه نداد ...
دیگر ... عرض کرد ... تو ...
... شهربانو ... که زن محمد ... بکر ... اول ... حضرت امام
زین العابدین ... از دنیا رفت و آن ... با یک دختر دیگر که زن عبدالله ... بود
دو دختر ... چون حضرت ... شهربانو ... فاطمه که عروس قاسم بود ... ملقب
... بود ... ذوالجناح ... و هر وقت ...

آستان قدس
کتابخانه مرکزی آستان قدس رضوی
۱۳۸۵/۷/۲۲
نام کتاب
مؤلف متن
محشی
شارح
مترجم
تاریخ تحریر
نوع خط
تعداد سطر ۲۱
جزء کتب
زبان
عدد اوراق ۱۸۹
طول ۲۹ عرض ۱۷/۵ شماره عمومی ۲۷۰۶۶
وقفی
خریداری
تاریخ وقف خریداری
ملاحظات
۱۳۷۱ ش

ترجمہ ، قاسمؑ نے امام حسینؑ کو اپنے باباؑ کا وہ خط دکھایا، جب امام حسینؑ نے اسے دیکھا تو فرمایا: ہمارےؑ پاس بھی (آپؑ کے باباؑ کی) ایک وصیت ہے کہ اپنی بیٹی کا عقد آپ سے کر دیں، پس زینبؑ، ام کلثومؑ، جناب قاسمؑ کی والدہ اور باقی خواتین نے گریہ و زاری شروع کر دی کہ یہ کیسی شادی ہے؟ وہ گریہ کرتے ہوئے فرما رہی کہ یہ خوشی کا کون سا وقت ہے؟

مظلوموں کے امامؑ فرما رہے تھے کہ ہمیںؑ اپنے بھائی کی وصیت پر عمل کرنا ہی ہوگا، اس کے بعد انہوں نے فاطمہؑ کا نکاح قاسمؑ سے مہرِ شہادت کے بدلے میں کر دیا، لبوں پر موتیوں (آنسوؤں) کے سوا کچھ نہ رہا اور دل سے غمگین آوازیں بلند ہونے لگیں کیونکہ دشمن سامنے آ چکا تھا، قاسمؑ نے دلہن کا ہاتھ چھوڑا اور فرمایا: دشمن انتظار کر رہے ہیں ۔۔۔۔الخ

دلہن نے فرمایا کہ یہ دلہن اس مکار (دنیا) کے لائق نہیں تھی، بلکہ یہ بے کس قاسمؑ کے لیے تھی ۔۔۔۔الخ ۔۔۔۔

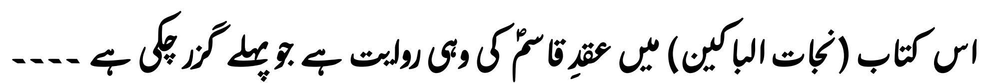
دلہن نے اپنی آستین سے آنسو پونچھے اور اپنی تنہائی پر اس دِریتیم (قاسمؑ) کے لیے گریہ کیا، وہ اپنے شوہر کے گرد پروانے کی طرح گھوم رہی تھیں ۔۔۔

15

وفضّها ونظر الى كتابتها واذا فيها يا ولدي يا قاسم اوصيك انك اذا
رايت عمك الحسين في كربلاء قد احاطت به الاعداء فلا تترك البراز
والجهاد لاعداء الله واعداء رسول الله ولا تبخل عليه بروحك وكلما
نهاك عن البراز عاوده ليأذن لك في البراز لتحظى في السعادة الابدية
فقام القاسم من ساعته واتى الى الحسين وعرض ما كتب الحسن الى عمه الحسين
فلما قرأ الحسين العوذة بكى بكاء شديدا ونادى بالويل والثبور و
تنفس الصعداء يا ابن اخي هذه الوصية لك من ابيك وعندي وصية اخرى
منه لك ولا بد من انفاذها فمسك الحسين على يد القاسم وادخله الخيمة
وطلب عونا وعباسا وقال لام القاسم اليس للقاسم ثياب جدد
فقالت لا فقال لاخته زينب ايتيني بصندوق الحسن فاتته به ففتحه واخرج منه
قباء الحسن عليه السلام والبسه القاسم ولف على راسه عمامة الحسن ومسك بيد
ابنته التي كانت مسماة للقاسم فعقد له عليها وافرد له خيمة واخذ
بيد البنت ووضعها بيد القاسم فخرج عنهما فعاد القاسم ينظر الى ابنة
عمه ويبكي اذا سمع الاعداء يقولون هل من مبارز فرمى بيد زوجته
واراد الخروج من الخيمة فجذبت ذيله ومانعته من الخروج وهي تقول له
ما يخطر ببالك وما الذي تريد تفعله قال لها اريد ملاقاة الاعداء فانهم
يطلبون البراز واريد ملاقاتهم فلزمته ابنة عمه فقال خلي ذيلي اما ترين ان
اباك الحسين قد بقي وحيدا فريدا يبكي ويستنصر فلا ينتصر فيستعين
فلا يستعان وقد قتل اعوانه وانصاره فلم تخل ذيله قال يا ابنة العم خلي



یہاں کتاب بشارت الباکین میں وہی صندوق والی روایت نقل ہوئی ہے جو آپ پہلے ملاحظہ فرما چکے ہیں دوبارہ ترجمہ کرنے کی ضرورت نہیں---



اس کتاب (نجات الباکین) میں عقدِ قاسمؑ کی وہی روایت ہے جو پہلے گزر چکی ہے ----

خون فرو بارید و گفت ای جان عم این وصیت پدرت است بتو
و میخواهی که بدین وصیت کار کنی مرا هم دربارهٔ تو وصیت دیگر
فرموده است من داعیهٔ آن دارم که آنرا بجای آرم بیا تا هر دو بدین
خیمه درآئیم و بدان وصیت قیام نمائیم پس دست قاسم گرفته
بخیمه درآمد و برادران خود عون علی و عباس علی را طلبید و مادر
قاسم را گفت که جامهٔ نو در قاسم پوشی و خواهر خود زینب را گفت
که عیبهٔ جامهٔ برادرم حسن علیه السلام را بیاور فی الحال بیاوردند
و سر عیبه را بگشادند و دراعهٔ امام حسن علیه السلام را و یک جامهٔ
قیمتی خود در قاسم پوشانیدند و عمامهٔ زیبا بدست مبارک خود در
سر وی بست و دست دختر که نامزد قاسم بود گرفته و گفت
ای قاسم این امانت بود که پدرت بمن گفته بود و وصیت
کرده تا امروز نزدیک من بود اکنون بستان آنگاه دختر را با وی

عقد بست و دست او را بدست قاسم داد قاسم دست عروس
گرفته در روی او نظر میکرد که ناگاه از لشکر عمر نحس آواز برآمد که آیا هیچ
مبارزی دیگر مانده است که بمیدان آید یا نه قاسم دست عروس را
رها کرد و خواست که از خیمه بمیدان رود عروس دامنش بگرفت
و گفت ای قاسم چه خیال داری قاسم گفت ای نور دیده من عزم میدان
دارم دامنم بگذار که عروسی و دامادی ما بقیامت افتاد عروس
گفت ای نور دیده میفرمائی که عروسی و دامادی ما بقیامت افتاد
پس من فردا در قیامت ترا کجا جویم و بچه نشان یابم قاسم گفت
مرا نزدیک جد و پدرت طلب نمای و بدین آستین دریده بشناس
پس دست فراز کرد و سر آستین بدرید غریو از اهل بیت برآمد
اما چون امام حسین دید که قاسم بمیدان میرود گفت ای جان عم بپای
خود بگورستان میروی و بدینگونه نتوان رفت پس دست برد و کمر

بمیانش



تاریخ عمان البحار از کتاب ابن شد که گفت | عمانی از دُرِ پربود هر دُر عمانی من

بسم الله الرحمن الرحیم

الحمد لله قلوبنا ... الذی نور بولاء الحسین ... وصلی الله علی سبط محمد سید الکونین ... المصطفی عبد الله ...

موج ستایش که از صدف دریای نطقه عبودیت شکرف خرد شایسته ساحل دریابار اقدس شهریاریست که گوهر
وجود ممکنات را از عمان بیابان عدم بنسیم لطف قدرت در عرصه شهود و بروز رسانیده و لطمه نیایش که جا موج لجه
طبع وَالْبَحْرُ يَمُدُّهُ مِنْ بَعْدِهِ سَبْعَةُ أَبْحُرٍ مَا نَفِدَتْ كَلِمَاتُ رَبِّه الخ برازنده بارگاه کردگار مجدیست وجلالت مداریست که
خزف بی بهای معدوم را در یم اراده بپرورش موج حکمت از گوهر ابهار شته بها را ابها گشاینده دریای بیابان امکان
دردامای سپهرهای ... ونمایش چون قطره ایست بدریا وصحرا ذره بیکرانه در سدای گرانه ناپیدای عظمتش مثل حلقه ... الصحرا
وادن خاشاک آتشکده بخاری خاک در آبستن دریای جلالش موقوف حَتَّى إِذَا جَاءَ أَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّورُ ودر
دانش ضمایر خواطر جواهر ذخایر علم ازل بحر ذاخرش موج خیز إِنِّي أَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُونَ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ازل
الآزالی که کنت کنزا مخفیا در قدم ذات بلا ثباتش شاهد بست صادق وَاللَّهُ مِنْ وَرَائِهِمْ ... الآباد فاحببت
ان اعرف در کشش نظم نظم سر وجودات فخلقت الخلق لکی اعرف برهانش گواهی است دال إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ حَكِيمٌ
عقیده بهیه اش که آدم ابوالبشر را مفتخر وسرافراز وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا نموده است تعالی شانه وجل ...
رضیه اش که در مضیف تقرب ... ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلَائِكَةِ چهره گشود تعظم اسمائه وعم نواله در شکر انعام عام با
نمایش الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ در تصدیق آیات ذات اکیات بلا ریب ... الم ذَلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ هُدًى لِلْمُتَّقِينَ
هُدًى لِلْمُتَّقِينَ دردمندان دیار معرفتش را درد یا مَنْ اسْمُهُ دَوَاءٌ دوا ومریضان دار الشفای محبتش را ذکر وذکره شفا
شفای برکات ... تهی دستی ... اطاعت وَطَاعَتُهُ غِنَاءٌ غنا وآرزومندان ذات الصدر مطالب ...

وہ (قاسمؑ حسینؑ کے) داماد تھے، مگر انہوں نے اپنی دلگیر دلہن سے ہاتھ کھینچ لیا اور پیاسے لبوں کے ساتھ اس (مقتل) کی طرف روانہ ہوئے

زطره شال عزا سری که طلعت او همچو مهتابی بود سری که زلف بر خسار او سحابی بود
سری که دور فلک بوده دوره بصرش هزار مرتبه گردیده عرش دور سرش بهشت
از گل رخسار او گلستانی زلعل دلکش او خلد شکرستانی شده زخون گلو لاله اش گلناری
فشانده آینه روش خط زنگاری سری که حضرت زهرا و آدم بی پدر پیش نشسته همچو پدر مردگان
بحال پریش ز بس تحفت زداغ عروس دل افگار که چشم او شده چون جسم عابدین بیمار مدام
با مجلس دو چشم فتانش که میگریست سوی عمه های گریانش از انکه همره خود ما در پریشان
داشت بعید نیست که از درد لب به دندان داشت ابن زیاد از دیدن آن سر مهتاب وگوه
دلش چون دریای سیماب گردید و گفت ای پسر سعد این سکه از کدام صاحبقران و این خاتم از
کدامین سلیمان این اسمعیل از کدام خلیل و این سید کدامین جلیل اند و هذا از کدام چمن و این
مبتلا از کدام ممتحن اند و کشیده از کدام ایوب و این یوسف از چه یعقوب ست ابن سعد گفت
ای امیر این الماس پاره از معدن شهید الماس و این خسرو فرزند خسرو ناس این ثمر از شجر امامت
و این غنچه از گلستان خلافت است و هذا از چمن بینش و ایمعلول از علت آفرینش این شهزاده
از پادشاه ملک ولایت ... خضر از شاهراه هدایت این پیام ونشان شهره ایام و اینده یتیم را
قاسم ناکام نام است چون فرصتی نماند برای عموی او این تشنه لب خرید بجان آن بلای
او داماد بود و دست کشید از عروس خود دلگیر و تشنه کام روان شد بسوی او گردش گفتن
بگردن و اذن جهاد داد تا جان نثار نماید بکوی او آه از دمی که مادر پرسش زار در پاش اوفتاده
و بوسید روی او کرده زسرمه چشم سیاهش چه بحث خویش مشک تتار سوده بهر تار موی
او از نشاه شراب عطای تو یا امیر پر کرده ام ز باده محنت سبوی او از کشتنش پسر
و هم کشته گشتنش هرگز تمام می نشود گفتگوی او الحاصل از برای تو آورده ام سرش تا روی
من شود بهرت چون گلوی او ابن زیاد در این سخنان او بسیار خوش آمده اشاره بسر دیگر کرد که این
شیر صولت از کدامین شیر اوژن و این پیل زور از کدامین پیل افگن اینجو انمرد از کدام مردانه
و این با فر و برز از کدام فرزانه این دارا از کدام دادار و این ناکام از کدام کامگار این برومند
از کدام خداوند و این عدو بند از کدام ظفرمند این چابکسوار از کدام چالاک و این متر نیخ
شکوه از کدام افلاک این جهانگیر از کدام جهانستان و این فلک قدر از کدام عرش آشیان است
ابن سعد گفت ای امیر این مسمار از باب علم و این مظلوم از شهر حلم این جوان محجوب از ما صدق لافتی
و این ناتوان محجوب از قائل لو کشف الغطا این بکمان ابرو از صاحب ذوالفقار و این جنس نفیس نقد

18

بسم الله الرحمن الرحيم وبه نستعين

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على محمد وآله الطاهرين فيقول الفقير المحتاج الى ربه الغني محمد صالح بن محمد البرغاني القزويني ... انه لما فرغت من تأليف غنيمة المعاد ومسالك الراشدين تفكرت في الاعمال الصالحات وما فيه حيازة الثواب ... انفع لي ليوم قبري ... ان اؤلف كتابا في مقتل سيد المظلوم والامام المعصوم ... العزاء ... سيد الشهداء ابي عبد الله الحسين عليه السلام المقتول بسيوف اهل الضلالة والشقاوة ... الى يوم الجزاء وسميته بكتاب معدن البكاء في مصيبة خامس آل العبا ورتبته على مقدمة واربعة عشر مجلسا وخاتمة اما المقدمة ففيها فصول الفصل الاول في الخطب وغيرها من الكلمات الموجعة بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله الذي جعل محبته في قلوب اوليائه حتى خلعوا اثواب ... وقرعوا ابواب اللقاء ... [illegible]

معدن البكاء للمولى صالح البرغاني
وهو يحتوي على أحوال الحسن والحسين وأحوال
نبينا الأعظم وغزواته وفاطمة وامير المؤمنين
والأمام السجاد وموسى بن جعفر وعلي
بن موسى الرضا صلوات الله عليهم اجمعين

جعفر بن محمد بن عقيل

علي بن عقيل

عون بن عبد الله بن جعفر بن أبي طالب

عبد الله بن جعفر

خروج قاسم بن الحسن

نرهو كشيعتنا في الخلق اكرم شيعه ومبغضنا يوم القيمة يخسر وفي البحار قالوا ثم خرج من بعدها اخوه عبد الرحمن
بن عقيل وهو يقول ابي عقيل فاعرفوا مكاني من هاشم وهاشم اخواني كهول صدق سادة الاقران
هذا حسين شامخ البنيان وسيد الشيب مع الشبان فقتل سبعة عشر فارسا ثم قتله عثمان بن خالد الجهني قال
ابو الفرج وعبد الله بن عقيل بن ابي طالب امه ام ولد قتله عثمان بن خالد بن اشيم الجهني و
بشر بن حوط القابضي فيما ذكر سليمان ابي راشد عن حميد بن مسلم وعبد الله الاكبر بن عقيل امه ام ولد
قتله فيما ذكره المدائني عثمان بن خالد الجهني ورجل من همدان ومحمد بن ابي سعيد بن عقيل بن ابي طالب امه ام ولد
قتله لقيط بن ياسر الجهني رماه بسهم فيما رويناه عن المدائني عن ابي مخنف عن سليمان بن ابي راشد عن حميد
بن مسلم وذكر محمد بن علي بن ابي حمزه انه قتل معه جعفر بن محمد بن عقيل وذكر ايضا ان علي بن عقيل امه ام ولد قتل
يومئذ ومنها ثم قالوا وخرج من بعده محمد بن عبد الله بن جعفر بن ابي طالب وهو يقول نشكو الى الله من
العدوان قال قوم في الردى عميان قد تركوا معالم القران ومحكم التنزيل والتبيان واظهروا
الكفر مع الطغيان ثم قاتل حتى قتل عشره انفس ثم قتله عامر بن نهشل التميمي ثم خرج من بعده عون
بن عبد الله بن جعفر وهو يقول ان تنكروني فانا ابن جعفر شهيد صدق في الجنان ازهر يطير
فيها بجناح اخضر كفى بهذا شرفا في المحشر ثم قاتل حتى قتل من القوم ثلثه فوارس وثمانية عشر راجلا
ثم قتله عبد الله بن بطة الطائي وفي البحار عن ابي الفرج وعبد الله بن عبد الله بن جعفر بن ابي طالب ذكر
يحيى بن الحسن فيما اخبرني احمد بن سعيد عنه انه قتل مع الحسين ع بالطف ولما قتل جميع اصحاب الحسين ع
ووقعت النوبه على اولاده قال في المنتخب قال ابو مخنف نظر الحسين ع يمينا وشمالا فلم ير ناصرا
ولا معينا ثم نادى وا غربتاه وا قلة ناصراه اما من معين يعيننا اما من ناصر ينصرنا اما من خائف من عذاب الله
فيذب عنا فخرج اليه من الخيمة غلامان كانهما قمران احدهما [illegible] القاسم ابنا الحسن بن علي بن
ابي طالب ع وهما يقولان لبيك يا سيدنا ها نحن بين يديك [illegible] صلى الله عليك فقال لهما
يعز علي عمكما ان يقول لكما اخرجا وخاصما عن حرم جدكما [illegible] وفي البحار وهو غلام
صغير لم يبلغ الحلم فلما نظر الحسين ع قد برز اعتنقه وجعلا يبكيان حتى غشي عليهما ثم استاذن الحسين في المبارزه
فابى الحسين ع ان ياذن له فلم يزل الغلام يقبل يديه ورجليه وفي المنتخب يا عم لله جازه لامضي الى هؤلاء الكفره
فقال له الحسين ع يا ابن اللاخ انت من اخي علامه واريد ان تبقى لي لاتسلى بك ولم يعطه الاجازه للبراز
فجلس مهموما مغموما باكي العينين حزين القلب واجاز الحسين ع اخوته للبراز ولم يجزه فجلس القاسم متا
لما ووضع راسه على رجليه وذكر ان اباه قد ربط له عوذه في كتفه الايمن وقال له اذا اصابك الم وهم فعليك
بحل العوذه وقراتها وتفهم معناها واعمل بكل ما تراه مكتوبا فيها فقال القاسم لنفسه مضى سنين علي

ولم يبق مثل هذا الالم فحل العوذة وفضها ونظر الى كتبتها واذا فيها يا ولدي يا قاسم اوصيك انك اذا رأيت عمك
الحسين ع في كربلا وقد احاطت به الاعداء فلا تترك البراز والجهاد لاعداء الله واعداء رسوله ولا تبخل عليه بروحك
وكلما نهاك عن البراز عاوده ليأذن لك في البراز لتحظى في السعادة الابدية فقام القاسم من ساعته واتى الى
الحسين ع وعرض ما كتب الحسن ع على عمه الحسين ع فلما قرأ الحسين ع العوذة بكى بكاء شديدا و
نادى بالويل والثبور وتنفس الصعداء وقال يا ابن الاخ هذه الوصية لك من ابيك وعندي وصية اخرى
لك ولا بد من انفاذها فمسك الحسين ع على يد القاسم وادخله الخيمة وطلب عونا وعباسا وقال لام القاسم
ثياب جدد فاتت لا فقال لاخته زينب ائتيني بالصندوق فاتته به ووضع بين يديه ففتحه واخرج منه
قبا الحسن ع والبسه للقاسم ولف على راسه عمامة الحسن ومسك بيد ابنته التي كانت مسماة للقاسم
فعقد له عليها وافرد له خيمة واخذ بيد البنت ووضعها بيد القاسم وخرج عنهما فعاد القاسم ينظر الى ابنة عمه
ويبكي الى ان سمع الاعداء يقولون هل من مبارز فرمى بيد زوجته واراد الخروج من الخيمة فجذبت ذيله و
مانعته عن الخروج وهي تقول له ما يخطر ببالك وما الذي تريد تفعله قال لها اريد ملاقات الاعداء فانهم
يطلبون واني اريد ملاقاتهم فلزمته ابنة عمه فقال لها خلي ذيلي فان عرسنا اخرناه الى الاخرة فصاحت
وانت من قلب حزين ودموعها جارية على خدها وهي تقول يا قاسم انت تقول عرسنا اخرناه
الى الاخرة وفي القيمة باي شيء اعرفك وفي اي مكان اراك فمسك القاسم يده وضربها على ردنه
وقطعها وقال يا ابنة العم اعرفيني بهذه الردن المقطوعة قال فانفجع اهل البيت ع بالبكاء لفعل القاسم
وبكوا بكاء شديدا ونادوا بالويل والثبور قال من روى فلما راى الحسين ع ان القاسم يريد البراز قال
لها ولدي اتمشي برجلك الى الموت قال وكيف يا عم وانت بين الاعداء وحيدا غريبا فريدا لم تجد محاميا
ولا صديقا روحي لروحك الفدا ونفسي لنفسك الوقا ثم ان الحسين ع شق ازياق القاسم وقطع عمامته
نصفين ثم ادلاها على وجهه ثم البسه ثيابه بصورة الكفن وشد سيفه بوسط القاسم وارسله الى المعركة ثم ان
القاسم قدم الى عمر بن سعد لعنه الله وقال يا عمر بن سعد ما تخاف الله اما تراقب الله يا اعمى القلب اما تراعي رسول الله
فقال عمر بن سعد لعنه الله اما كفاكم التجبر اما تطيعون يزيد لعنه فقال القاسم لا جزاك الله خيرا تدعي الاسلام وآل
رسول الله ع عطاشى ظماء قد اسودت الدنيا باعينهم فوقف هنيئة فما راى احدا يتقدم اليه فرجع الى الخيمة
فسمع صوت ابنة عمه تبكي فقال لها ها انا جئتك فنهضت قائمة على قدميها وقالت مرحبا بالعزيز
الحمد لله الذي اراني وجهك قبل الموت فنزل القاسم الخيمة وقال يا بنت العم ما لي اصطبار ان اجلس
معك والكفار يطلبون البراز فودعها وخرج وركب جواده وجاء في حومة الميدان ثم طلب المبارزة فجاء اليه
رجل يعد بالف فارس فقتله القاسم وكان له اربعة اولاد مقتولين فضرب القاسم فرسه بسوط وعاد يقتل

وصية الحسن للقاسم

اس روایت کا پہلے بھی ذکر کیا گیا ہے، مختصر یہ کہ شہزادہ قاسم میدان میں جانے کی اجازت طلب کرنے تشریف لائے تو امام حسین نے اجازت نہ دی تو شہزادہ قاسم ص نے اپنے بازو پر بندھی تعویز کی صورت میں امام حسن کے وصیت کھولی اور امام حسین کے سامنے پیش کی، پس امام حسین نے فرمایا، قاسم یہ وصیت تو تمہارے لیے تمہارے بابا کی طرف سے ہے، لیکن میرے پاس بھی تمہارے لیے ایک وصیت ہے جس کا پورا ہونا لازمی ہے، یہ فرما کر امام حسین نے قاسم کا ہاتھ تھاما، انہیں خیمے کے اندر لے گئے، پھر قاسم ص کی والدہ سے فرمایا کہ قاسم کے نئے کپڑے لائیں، انہوں نے فرمایا کہ نئے کپڑے نہیں ہیں، تو امام حسین نے اپنی بہن (شریکۃ الحسین) سے فرمایا: مجھے وہ صندوق لا کر دویں، پس سیدہ صندوق لے آئیں، امام نے اسے اپنے سامنے رکھ کر کھولا اور اس میں سے امام حسن ص کا قبا اور قاسم کا لباس نکالا، پھر امام حسن کا عمامہ قاسم کے سر پر باندھا، اور اپنی اس بیٹی کا ہاتھ پکڑا جس کا رشتہ انہوں نے قاسم کے لیے طے کر رکھا تھا، امام نے ان دونوں کا نکاح پڑھایا، ان کے لیے ایک الگ خیمہ مخصوص کیا، اور اپنی بیٹی کا ہاتھ قاسم کے ہاتھ میں دے کر خود وہاں سے باہر آ گئے، اب قاسم کا دل بھر آیا، انہوں نے اپنی چچا زاد کی طرف دیکھا اور دونوں رونے لگے ، یہاں تک کہ انہیں دشمنوں کی آوازیں سنائی دیں جو للکار رہے تھے: کیا کوئی مقابلہ کرنے والا ہے ؟

یہ سن کر قاسم نے اپنی دلہن کا ہاتھ چھوڑا اور خیمے سے باہر نکلنے کا ارادہ کیا، تب دلہن نے ان کا دامن پکڑ لیا اور انہیں باہر جانے سے روکنے لگیں، وہ کہہ رہی تھیں: آپ کے ذہن میں کیا چل رہا ہے ؟ اور آپ یہ کیا کرنا چاہتے ہیں؟" قاسم نے ان سے کہا، میں دشمنوں کا مقابلہ کرنا چاہتا ہوں، وہ پکار رہے ہیں اور میں ان کے سامنے جانا چاہتا ہوں، تب دلہن

نے اصرار کرتے ہوئے ان سے لپٹ کر کہا قاسم نے جواب دیا: میرا دامن چھوڑ دو، کیونکہ ہم نے اپنی شادی کی اس تقریب کو آخرت پر ٹال دیا ہے -----!

یہ سن کر وہ دل سے تڑپ اٹھیں، ان کے رخساروں پر آنسو بہنے لگے اور انہوں نے روتے ہوئے کہا، اے قاسم! آپ کہتے ہیں کہ ہم نے اپنی شادی کو آخرت پر ٹال دیا ہے، لیکن قیامت کے دن میرے پاس ایسی کیا نشانی ہوگی جس سے میں آپ کو پہچان سکوں؟ اور میں آپ کو کس جگہ تلاش کروں گی؟ پس قاسم نے ان کا ہاتھ پکڑا، اسے اپنے کان کے پاس لے گئے اور اپنی آستین کا ایک ٹکڑا پھاڑ کر انہیں دیتے ہوئے کہا: اے چچا زاد! مجھے اس پھٹی ہوئی آستین سے پہچان لینا راوی کہتا ہے کہ قاسم کے اس عمل پر اہل بیت پر رنج و غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا اور سب زار و قطار رونے لگے اور واویلا مچ گیا، کیونکہ انہوں نے ایک ایسے نوجوان دولہا کو دیکھا جسے امام حسین میدانِ جنگ میں بھیج رہے تھے، امام حسین نے ان سے فرمایا: اے میرے بیٹے! کیا تم اپنے پیروں سے چل کر موت کی طرف جا رہے ہو؟ انہوں نے عرض کی:چچا جان! میں یہ کیسے نہ کروں جبکہ آپ دشمنوں کے درمیان اکیلے، غریب اور تنہا ہیں، اور آپ کا کوئی مددگار اور دوست نہیں بچا میری جان آپ پر فدا ہو اور میرا نفس آپ کی ڈھال بنے ---

پھر امام حسین نے قاسم کے گریبان کو چاک کیا، ان کے عمامے کے دو ٹکڑے کیے اور اسے نقاب کی طرح ان کے چہرے پر لٹکا دیا پھر انہیں کفن نما کپڑے پہنائے اور ان کی کمر پر تلوار باندھی اور معرکے کی طرف روانہ کیا ----

اب اس کتاب (معدن البکا) اور اس کے مولف کے متعلق ملاحظہ فرمائیں ----!

الآقا محمّد ، و أخي الحاج مولى محمّد تقي البرغاني القزويني ، المعروف بالشهيد الثالث كبير في أربعة عشر مجلساً وخاتمة ، وينقل عنه الحاج مولى محمّدباقر في « الدمعةالساكبة» و هو مع سائر كتبه في المقتل مثل « منبع البكاء » و « مفتاح البكاء » و « كنز البكاء » و « مجمع المصائب » كلّها موجودة في خزانة كتبه بكربلا ، و توفّي المؤلّف بالحائر ١٢٨٣ و دفن في الرواق الحسيني من طرف الرأس ، كما كتب بعض ولده على ظهر « مفتاح البكاء » له . أوّله : [الحمدلله رب] .

ترجمہ، معدن البکاء شہدائے کربلا کے مقتل کے بارے میں ہے، اس کتاب کے مولف الحاج مولیٰ محمد صالح بن الآقا محمد ہیں، اور الحاج مولی محمد تقی البرغانی القزوینی (جو شہید ثالث کے نام سے مشہور ہیں) کے بڑے بھائی کی تصنیف ہے، اس مقتل میں چودہ مجالس اور ایک خاتمہ ہے، الحاج مولی محمد باقر نے اپنی کتاب "الدمعۃ الساکبۃ" میں اس سے روایات نقل کی ہیں، یہ کتاب مصنف کی دیگر کتابوں کی طرح ہے جیسے: "منبع البکاء"، "مفتاح البکاء"، "کنز البکاء" اور "مجمع المصائب" یہ تمام کتب کربلا میں ان کے کتب خانے میں موجود تھیں، مصنف کا انتقال حائر (کربلا) میں ۱۲۸۳ھ میں ہوا اور وہ حرمِ حسینی کے رواق میں سر کی جانب دفن ہوئے ---

مزید مولف اور ان کی کتاب معدن البکاء کے متعلق ملاحظہ فرمائیں --

في خمس مجلّدات فقد الثاني منها في حياة المصنف وطبعت البواقي طبعا في تبريز مرّتان ، والرابع والخامس طبعا بطهران ١٣٣٣ . وفي

المؤلّف كتبها و...

فتح الله الزنجاني ...

(٤٧٠١ : ...

يوجد بپاكستان ...

في فهرسها .

(٤٧٠٢ : ... بن

ابن أبي صالح القار...

(٤٧٠٣ : ... ١)

ذكره في ديوانه ال... كما

في فهرسها .

(٤٧٠٤ : ... غاني

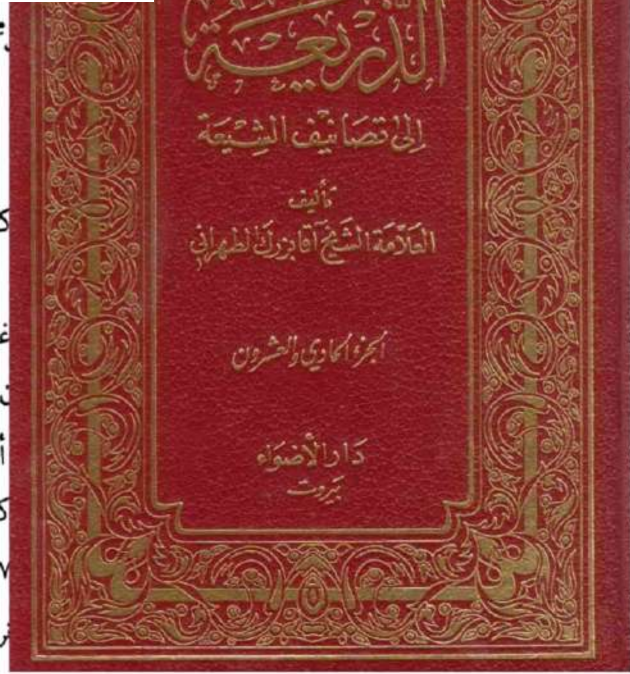
صرح في أوّله : أ... في

تفسير القرآن » و ... ألف

« معدن الأنوار» ... كنزاً

وخاتمة . أوّله : ... ١٢٧

رأيت هذا المجلّد ... راب



الشهيدي القزويني بطهران .

(٤٧٠٥ : **معدن الانوار**) في نسب النبيّ وآله الأطهار ، للسيّد حسون البراقي، مؤلّف « تاريخ الكوفة » ، يوجد بخط المؤلّف عند ابن اخته الشيخ جعفر الحكيم النجفي في الشنافية ، في ٨٤٧ ص فرغ منه في ١٣٠٧ .

(٤٧٠٦ : **معدن البكاء**) في مقتل سيّد الشهداء ، للحاج مولى محمّد صالح بن

علمائے اثنا عشری کے حالات پر مبنی ایک بے مثال تحریر

قصص العلماء

میرزا محمد تنکابنی

AL-KISA PUBLISHERS

پڑتی ہیں اور دواؤں اور حکیموں کا محتاج ہونا پڑتا ہے اور بڑے پیچیدہ امراض

رہا جماع تو اس کی لذت قبل انزال تک ہے اس کے بعد انسان

اور علامہ محمد صالح برغانی فرمایا کرتے تھے کہ عضو تناسل کو عورت کے مقام

ہے جب تک آپ سلطان کے منصب دار ہیں اور ادھر معزول ہوئے اُدھر

لیکن علماء جو ہیں وہ ہمیشہ مقربان بارگاہ الٰہی سے ہیں اور ان کو

ہیں۔ لہٰذا اگر آپ کسی جگہ اپنے دوستوں کے ساتھ بیٹھے ہوں اور آپ سے

دوسروں کو وہ معلوم نہ تھا تو اسوقت جو لطف آپ کو آئے گا وہ اس سے کہیں

فضولیات اور بکواس میں شمار ہوتا ہے اور جب ہم خدمت سلطان میں پہنچے تو

یقیناً جو ہمیشہ حاضر باش ہو وہ کھانے پینے اور لذت خواب سے بیگانہ ہوتا ہے

کیا آپ کو نہیں معلوم کہ سوتے ہوئے جو احتلام واقع ہوتا ہے چونکہ وہ حواس

ہے۔

اور رہا شان و شوکت و سطوت کا معاملہ تو تمہیں ... ساز و سا

و پریشان حال اور درماندہ لوگوں سے جب تم جیسے عالی شان والے ... قات کر

ممکن تعظیم و توقیر و تکریم بجالاتے ہو اور ہماری ہر بات کو بڑی توجہ ... تے ہو تو یہ خدا کی عطا کی ہوئی سطوت ہے اور تمام لذائذ سے بالاتر ہے۔

حاجی ملاّ محمد صالح برغانی

حاجی ملاّ محمد صالح برغانی شہید ثالث کے بھائی تھے۔ نہایت عابد، زاہد اور احادیث کا اتباع کرنے والے بلکہ اپنے وقت کے سلمان تھے۔ اصول میں باکمال اور فقہ میں اجتہاد کے اعلیٰ درجہ پر فائز تھے۔ وہ ہمیشہ کسی نہ کسی کام میں مشغول رہتے اور مطالعہ، تالیف، تصنیف و تدریس میں منہمک رہتے تھے۔ ان کی تعمیرات میں مدرسۂ عالی اور مسجد متعالی ہیں۔ اچھی باتوں پر عمل کرنے اور کرانے، اور بری باتوں سے خود باز رہنے اور باز رکھنے میں بیحد سخت گیر تھے۔ شہر قزوین پرانے زمانہ میں شراب خانہ تھا لیکن ان کے اور ان کے بھائی شہید ثالث کے امر بالمعروف کرنے کی وجہ سے اس شہر کے لوگ دوسرے شہروں کے لوگوں کی نسبت زیادہ دیندار بن گئے۔ جناب سیّد الشہداء علیہ السلام پر گریہ کرنے میں بڑا اہتمام کرتے تھے اور بہت رویا کرتے تھے اور کسی کو بھی اس کی اجازت نہ دیتے تھے کہ غیر معتبر احادیث کے ذریعہ ذکر مصائب کرے۔ مرحوم آقا سیّد محمد کے شاگردوں میں سے تھے اور اپنے والد بزرگوار آقا سیّد علی سے بھی تعلیم حاصل کی تھی اور آقا سیّد محمد اور سیّد عبداللہ سے اجازہ حاصل کیا تھا۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ مکّہ کے سفر کے دوران جب ہم شہر حلب پہنچے تو بادشاہ حلب نے امیر حج آفندی سے کہا کہ ایک رات دعوت طعام دی جائے تو امیر حج نے مجھ سے کہا۔ میں نے کہا: میں ان کی محفلوں کے آداب سے واقف نہیں اس لئے میں نہیں جاؤں گا۔ امیر حاج نے کہا یہ دعوت تو آپ کو قبول کرنا ہی ہوگی۔ چنانچہ اس نے کچھ حاجیوں کو جو ان کی محفلوں کے آداب سے واقف تھے میرے ساتھ روانہ کیا۔ جب بادشاہ کے پاس پہنچے تو اس نے بہت احترام کیا پھر مجھ سے سوال کیا کہ خلافت علیؑ کے بارے میں تمہاری کیا دلیل ہے؟ میں نے کہا میں مذہب سنت والجماعت رکھتا ہوں اور شافعی مذہب کا پیرو ہوں۔ بادشاہ نے کہا: مجھے معلوم ہے کہ تم شیعہ ہو اور میں نے تمہیں اسی لئے بلایا ہے کہ تمہارے دلائل معلوم کروں۔ پھر میں نے دلائل دینے شروع کیے اور میں جو دلیل دیتا بادشاہ اسے رد کر دیتا تھا۔ وہ بہت سمجھدار تھا۔ میں نے دل میں سوچا کہ اگر ظاہری طور پر میں اس کی بات مان لوں تو ضعیف الاعتقاد لوگوں کے لئے اور عام شیعوں کے لئے اعتقاد کی کمزوری کا سبب ہو جائے گا پس میں دل ہی دل میں ائمہ

اطہار علیہم السلام سے متوسّل ہوا فوراً گویا مجھے الہام ہوگیا اور اللہ کی رحمتیں مجھ پر نازل ہوگئیں اور میں نے ایسی دلیل پیش کردی کہ بادشاہ کچھ نہ کہہ سکا اور سکوت اختیار کرلیا اگلے دن صبح کو اس نے ایک مصری گدھا بمعہ حاشیہ دار شال ماھوت اور مٹھائی مجھے بھیجا اور جو بھی میرے ساتھ گئے تھے ان کو بھی ماھوت اور شیرینی بھیجی میں نے اس دراز گوش کو حلب میں ہی چالیس تومان میں فروخت کردیا۔

اور آپ کی تالیفات بہت ہیں شرح ارشاد میں ان کی کتاب غنیمۃ المعاد ہے جو چودہ جلدوں میں ہے۔ اور ارشاد کی شرح میں ایک اور کتاب، 'کتاب مسلک' دو جلدوں میں ہے کتاب تفسیر گویا سات جلدوں میں ہے۔ کتاب معدن البکاء مصائب میں فارسی زبان میں ہے اور مختصر ہے کتاب 'مخزن البکاء' بھی مصائب میں فارسی میں ہے مگر بسیط کتاب ہے۔ کتاب 'منبع البکا' مصائب میں ہے لیکن عربی میں ہے لیکن اس میں مصائب کے متعلق احادیث کی بہت چھان پھٹک کی گئی ہے اور اس میں صرف معتبر روایات کو بیان کیا گیا ہے اور آخر کتاب میں بہت سے واقعات مصائب اور عربی قصیدے مرثیوں کے انداز میں لکھے ہیں یہ کتاب اور کتاب غنیمۃ المعاد کی آخری جلد میرے پاس ہے اور کتاب 'مخزن البکاء' روایات کے اعتبار سے کتاب 'معدن البکاء' سے پست درجہ کی ہے بلکہ 'معدن البکاء' مصائب کے اعتبار سے تمام کتابوں سے بہتر ہے جیسے کہ آخوند ملاّ حسن یزدی کی 'مہیج الاحزان' مصائب کی کتابوں میں بہترین اور بہت معتبر ہے اور ایسے ہی 'بحار' جو سب سے اعلیٰ ہے اور اسی طرح شیخ طریحی کی 'منتخب'، سیّد بن طاؤس کی 'لہوف' اور ابن نما کی 'مثیر الاحزان' جو نہایت قابل اعتبار ہیں۔ اسی طرح 'ارشاد شیخ مفید' اور 'امالی صدوق'۔ چونکہ متاخرین کی اصطلاح میں مصائب میں صحیح احادیث نادر ہی مل سکتی ہیں لہٰذا غیر صحیح احادیث میں بڑی احتیاط برتنی چاہیئے۔ آخوند ملاّ مہدی نراقی کی 'کتاب محرق القلوب' اچھی نہیں ہے اور بڑی حیرت ہوتی ہے کہ ان جیسا عالم و فاضل انسان اور ایسی روایات بیان کرے۔ اور ملاّ آقائی دربندی کی کتاب ردّی اور بھرتی کے مواد سے پر ہے انہوں نے ایسی بہت سی روایات ذکر کی ہیں جو بالکل جھوٹی معلوم ہوتی ہیں چنانچہ معدن البکاء مصائب کے حالات کی تحقیق و تدقیق کے اعتبار سے ایسی کتاب ہے کہ جس پر کسی اور کتاب کو سبقت حاصل نہیں۔

مرحوم حاجی ملاّ محمد صالح بہت شوخ تھے اور کچھ عرصے میں بھی ان کے درس میں شریک ہوا لیکن کوئی تحقیقی بات نہیں سنی گئی۔ آپ کی مزاحیہ باتوں میں سے ایک یہ ہے۔ آپ کا ایک لطیفہ یہ ہے کہ کہتے تھے کہ میرے دیہاتوں میں سے ایک دیہات میں ایک ناظر تھا تو جب ہم سب چیزوں کا حساب کیا کرتے تھے تو کہتا تھا دس پر ایک، میں کہتا تھا دس دس ہے اور ایک ایک ہے یہ دس ایک کیسے ہو جاتا ہے۔ کہتا تھا قاعدۂ حساب یہی ہے آخر کار اس نے ایک بھی نہ دیا۔ اور جیسا کہ مشہور تھا کہ ختم ادعیہ اجازہ کی محتاج ہوتی ہے اور مجھے بارہ اماؑم کے ختم کی دعوت دینے والے خواجہ نصیر تھے لہٰذا میں نے ان ہی سے اجازہ لے لیا ہے بشرطیکہ صرف شرعی کاموں کے لئے پڑھوں۔ ملاّ محمد صالح نے بیان کیا کہ جب میں اصفہان گیا تو میں مطول پڑھ رہا تھا۔ لوگوں نے بتایا کہ آقا سیّد محمد باقر رشتی یہاں نئے آئے ہیں اور مطول کا درس دیتے ہیں میں بھی ان کے درس میں پہنچ گیا لیکن مجھے ان کا طریقۂ درس پسند نہ آیا۔

اور ان کے لطائف میں سے ایک یہ ہے کہ ایک سال ہم نے مشہد مقدس کی زیارت کی۔ ہمارے ساتھ میرزا شکور شاعر بھی تھا۔ راہ میں لوگوں نے کہا کہ اس نے زنا کیا ہے۔ میں نے اسے بلایا اور اس پر اعتراض کیا کہ زیارت کو جا رہا ہے اور زنا کرتا ہے تو جواب میں کہنے لگا کہ یہ بھلا کونسے اعتراض کی بات ہے زیارت کو نامۂ عمل میں داہنی طرف لکھیں گے اور زنا کو بائیں جانب تو ان میں آپس میں کیا ربط ہے؟

حاجی مذکور نے کربلائے معلّیٰ میں گھر خریدا ہوا تھا آخر عمر میں کربلا میں اقامت گزیں تھے اور کربلا میں ہی وفات ہوئی ایک دن زیارت حضرت سیّد الشہداء علیہ السلام سے مشرّف ہوئے۔ زیارت و نماز کے بعد مرقد مطہر کے سرہانے کھڑے دعا مانگ رہے تھے کہ اچانک گر پڑے۔ ان کو لوگ کندھوں پر ڈال کر گھر لے کر آئے لیکن فوراً ہی وفات پا گئے۔ اللہ ان پر اپنی رحمت نازل کرے اور معصومینؑ کے ساتھ ان کو محشور کرے۔

مرحوم حاجی ملاّ عبدالوہاب قزوینی کی وفات بھی عجیب انداز کی تھی۔ وہ نجف کی زیارت کو گئے وہاں بیمار ہو گئے وقت احتضار کہنے لگے کہ مجھے تابوت میں رکھ کر مزار مبارک امیر المومنینؑ میں چھوڑ دو۔ چنانچہ تابوت میں رکھ کر ان کو حرم امیر المومنینؑ میں چھوڑ دیا اور وہیں انہوں نے وفات پائی۔ علماء کو ترویج دینے میں بڑی جدوجہد کرتے تھے اور نیکیاں پھیلاتے تھے۔ بے حد عبادت گزار تھے اور چالیس مجتہدین نے اجازہ حاصل کیا ہوا تھا لیکن مجھ ناچیز کی

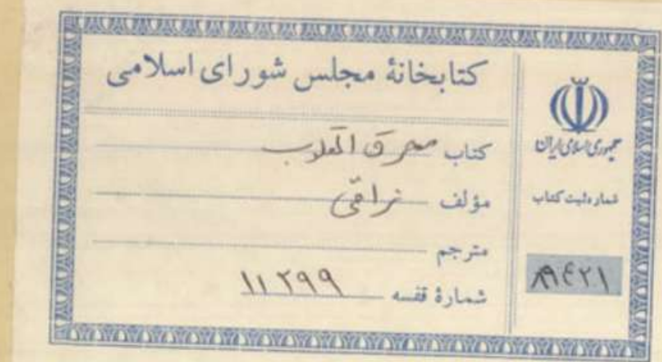
آپ نے ابھی کتاب **معدن البکاء** اور اس کے مولف کے متعلق ملاحظہ کیا ---

اس کتاب کے مولف شہد ثالث کے بڑے بھائی ہیں، اور آپ نے ملاحظہ کیا کہ میرزا محمد تنکابنی نے " قصص العلماء" میں معدن البکاء کے مولف ملا محمد صالح برغانی کے متعلق لکھا ہے کہ ---

" وہ اپنے وقت کے سلمان تھے" اور "اصول میں باکمال اور فقہ میں اجتہاد کے اعلی درجہ پر فائز تھے، وہ ایسے عالم تھے کہ وہ کسی کو بھی غیر معتبر روایات سے ذِکر مصائب کرنے کی اجازت نہ دیتے تھے، مزید تنکابنی صاحب ان کی کتاب "معدن البکاء" کے متعلق لکھتے ہیں کہ، معدن البکاء مصائب کے اعتبار سے تمام کتابوں سے بہتر اور معتبر ہے ---

مومنین کرام آپ نے کتاب معدن البکا اور اس کے مولف کی تعریف ملاحظہ کی، اس قدر بلند پائے کا عالم دین جو اپنے دور کا سلمان اور اصول و فقہ کا بادشاہ تھا جو برداشت نہ کرتا تھا کہ کوئی مصائب میں ضعیف روایت پڑھے، اسی عالم دین نے اپنی کتاب مخزن البکا جو آپ پہلے ملاحظہ کر چکے ہیں اور اپنی دوسری کتاب " معدن البکاء" میں شہزادہ قاسم کی شادی کا تفصیل سے ذکر کیا ہے، کتاب معدن البکاء شیعہ مقاتل کی تمام معتبر کتابوں سے زیادہ معتبر ہے اور تمام مصائب کی کتابوں سے بہتر ہے ، اور آپ اس معتبر ترین کتاب میں شہزادہ قاسم کی شادی ملاحظہ فرما چکے ہیں، اس سے زیادہ ہم کیا پیش کریں ؟ کون سی دلیل لائیں ؟ جو لوگ کہتے ہیں کہ عقد قاسم مستند کتب سے ثابت نہیں وہ جھوٹے ہیں اور حق آپ کے سامنے آشکار ہو چکا ہے ---

محرق القلوب کے مصنف مولی مہدی النراقی الکاشانی کہتے ہیں ، قاسم کا غم وہی نیا دولہا جان سکتا ہے جو اپنی دلہن سے خوشی حاصل کیے بغیر رخصت ہو رہا ہو اور ناچار اپنی جان کا نذرانہ پیش کرنے جا رہا ہو اور دلہن کا غم اس وقت وہی نئی دلہن ہی جان سکتی ہے جس نے ابھی اپنے شوہر سے کوئی خوشی نہ دیکھی ہو اور اس عالمِ غربت میں تنہاہ رہ گئی ہو، باوجود اس کے کہ دونوں طرف کمال کی محبت تھی، وہ نو دولہا کو آخری وداع کر رہی تھی

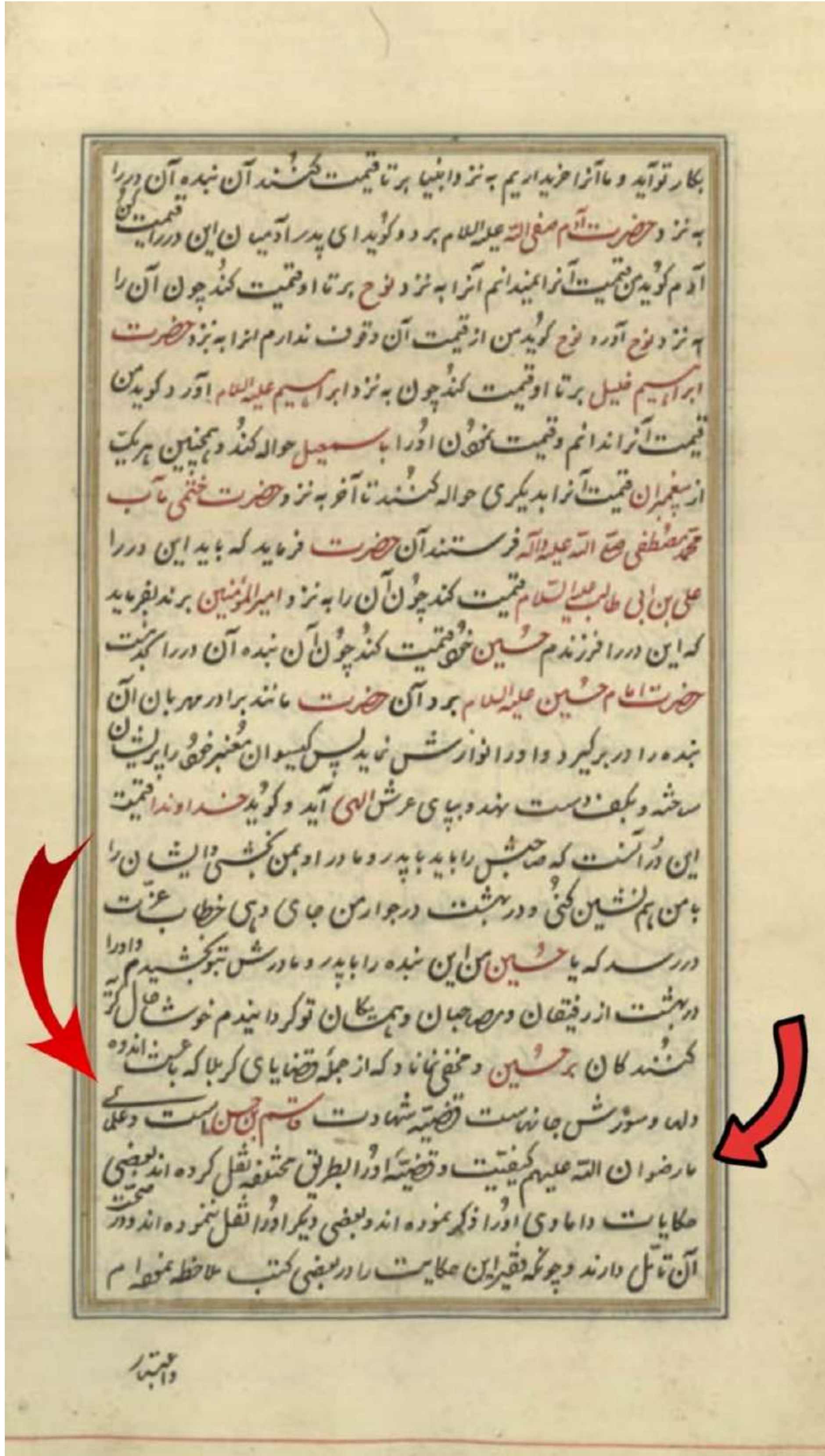


ای جان مادر غریبه انم تو طفل بیکس وتنها در میان این همه دشمنان دنی و
کوفیان بیوفا و شامیان بیحیا چه خواهی کرد آیا هنوز میوه تو بر پا باشد
ونخل قامت تو بر پا باشد آیا از جور روزگار شهید شده باشی و در خون
چه مرغ بسمل غلطیده باشی اما قاسم چون این حکایتها از مادر شنید فغان
از دل برکشید و صدا بگریه بلند کرد مادر و عروس از آمدن او خبر یافته از خیمه
بیرون دویدند و در دست و پای او افتادند و آغاز نوحه و زاری و ناله
و بیقراری نمودند پس قاسم ساعتی در نزد ایشان ایستاده و گاهی مادر
و عروس نظر بقاسم میکردند و او را مصمم جان باختن میدیدند خون
از دیده می باریدند و گاهی قاسم نظر بعروس میکرد و آه و حسرت او از سینه
چون ابر بهاران میبارید و گاهی نظر بمادر غمدیده می نمود و اضطراب
و حیرت آن پیره زن بیچاره را نظاره میکرد از سوز دل سینه اش لبریز از
غم قاسم را نو داماد می داند که از عروس خود بهره نبرده باشد و بیقرار
با او وداع مفارقت ابدی نماید و بناچار بسر باختن خود رود و غم عروس را
در آن زمان نو عروسی داند که از داماد تمتعی نیافته و بکام دل در محل غربت
با درد و محنت مانده و با وجود کمال علاقه طرفین آن نو داماد را وداع باز
پسین نماید غم مادر قاسم را در آن هنگام بیچاره مادری باید که فرزند
نو داماد خورشید رخساری با حسرت دنو عروس ناکامی ماه طلعتی
داشته

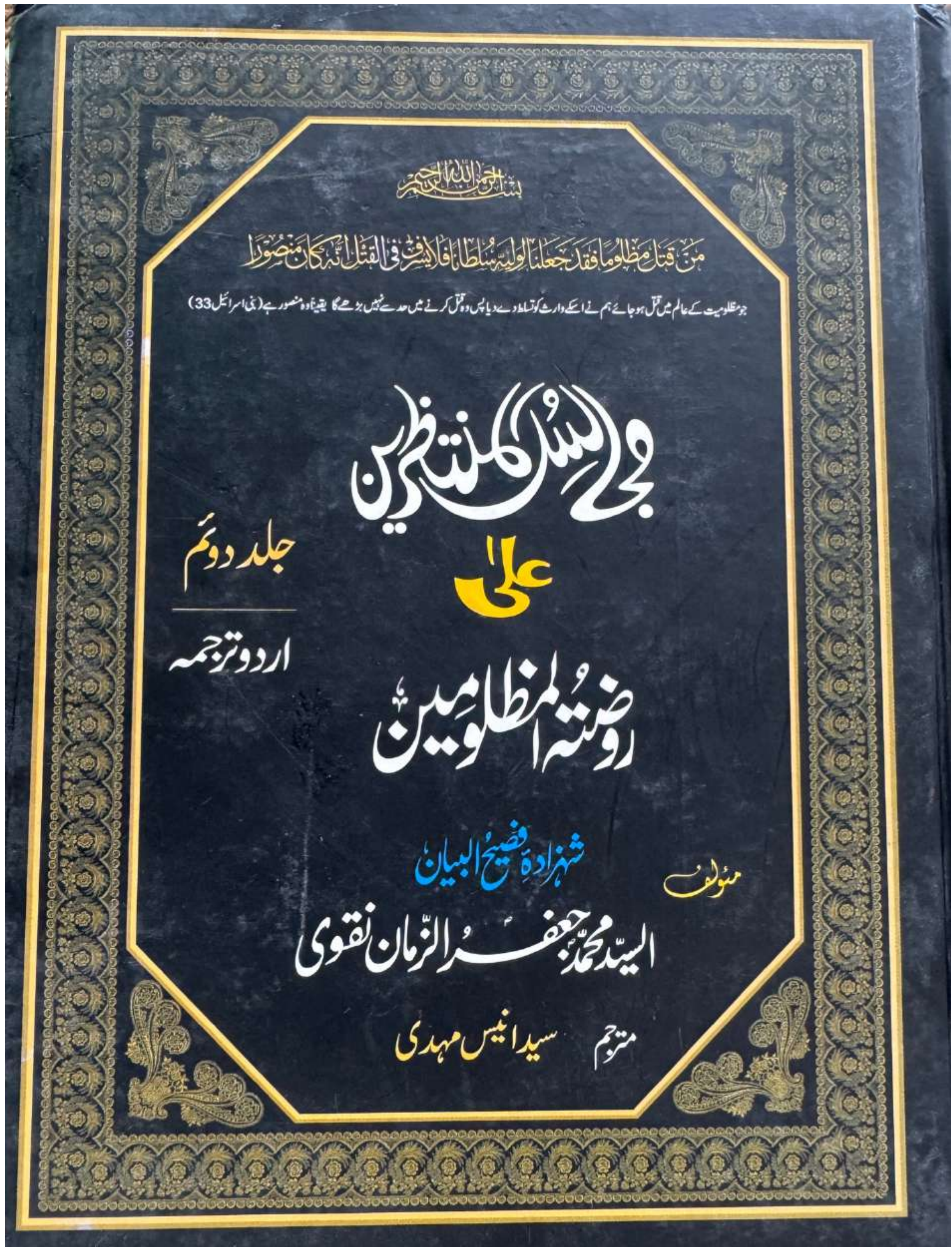
علماء و مورخین نے ان (قاسم) کے واقعے کی کیفیت کو مختلف طریقوں سے نقل کیا ہے بعض نے ان کی شادی کے حکایات کا ذکر کیا ہے اور بعض اس کی نفی کی ہے اور بعض نے اس میں تامل کیا ہے چونکہ اس فقیر (مصنف) نے یہ حکایت بعض کتب میں ملاحظہ کی ہے اس لیے اسے بیان کر رہا ہوں ---

(مصنف کہتے ہیں کہ عقد قاسم والی روایت کی کوئی ایک سند نہیں بلکہ اسناد ہیں کئی طریق سے علماء نے اسے نقل کیا ہے ---

اس کے بعد مصنف عقد قاسم اور شہادت قاسم کا ذکر کرتے ہیں جو پہلے آپ ملاحظہ کر چکے ہیں)


بکار تو آید و ما آنرا خریده ایم به نزد انبیا بر تا قیمت کنند آن بنده آن دررا
به نزد حضرت آدم صفی الله علیه السلام برد و گوید ای پدر آدمیان این دررا قیمت کن
آدم گوید من قیمت آنرا نمیدانم آنرا به نزد نوح بر تا او قیمت کند چون آنرا
به نزد نوح آورد نوح گوید من از قیمت آن وقوف ندارم آنرا به نزد حضرت
ابراهیم خلیل بر تا او قیمت کند چون به نزد ابراهیم علیه السلام آورد گوید من
قیمت آنرا ندانم و قیمت نمودن او را باسمعیل حواله کند و همچنین هر یک
از پیغمبران قیمت آنرا بدیگری حواله کنند تا آخر به نزد حضرت ختمی مآب
محمد مصطفی صلی الله علیه و آله فرستند آن حضرت فرماید که باید این دررا
علی بن ابی طالب علیه السلام قیمت کند چون آنرا به نزد امیر المومنین برند فرماید
که این دررا فرزندم حسین خود قیمت کند چون آن بنده آن دررا بخدمت
حضرت امام حسین علیه السلام برد آن حضرت مانند برادر مهربان آن
بنده را در بر گیرد و او را نوازش نماید پس گیسوان معنبر خود را پریشان
ساخته و بکف دست نهد و بپای عرش الهی آید و گوید خداوندا قیمت
این در آنست که صاحبش را باید با پدر و مادر او بمن بخشی و ایشان را
با من هم نشین کنی و در بهشت در جوار من جای دهی خطاب عزت
در رسد که یا حسین من این بنده را با پدر و مادرش بتو بخشیدم و او را
در بهشت از رفیقان و مصاحبان و همسایگان تو گردانیدم خوشحال گریه
کنندگان بر حسین و مخفی نماند که از جملهٔ قضایای کربلا که باعث اندوه
دلها و سوزش جانهاست قضیهٔ شهادت قاسم بن حسن است و علمای
ما رضوان الله علیهم کیفیت و قضیهٔ او را بطرق مختلفه نقل کرده اند بعضی
حکایات دامادی او را ذکر نموده اند و بعضی دیگر او را نقل نموده اند و در صحت
آن تامل دارند و چونکه فقیر این حکایت را در بعضی کتب ملاحظه نموده ام
و اعتبار

عقدِ قاسم کا مُحققانہ جائزہ


بسم اللہ الرحمن الرحیم
من قتل مظلوما فقد جعلنا لولیہ سلطانا فلا یسرف فی القتل انہ کان منصورا
جو مظلومیت کے عالم میں قتل ہو جائے ہم نے اسکے وارث کو تسلط دے دیا پس وہ قتل کرنے میں حد سے نہیں بڑھے گا یقیناً وہ منصور ہے (بنی اسرائیل 33)
مجالس المنتظرین
علیٰ
روضۃ المظلومین
جلد دوئم
اردو ترجمہ
مؤلف
شہزادۂ فصیح البیان
السید محمد جعفر الزمان نقوی
مترجم
سید انیس مہدی

یامولوہاب الخبیر العلیم
یا مولا کریم عجل اللہ فرجک وصلوات اللہ علیک

دلائل و براہین

عقد شہزادہ امیر قاسمؑ

علیہ الصلوات والسلام

احباب گرامی!

اس دور میں اس مسئلہ عروسی پر بہت لے دے ہو رہی ہے، اس میں زیادہ تر وہ لوگ سرگرم ہیں جنہوں نے تحقیق کی بجائے اسے انا کا مسئلہ بنایا ہوا ہے، ہمارا ان لوگوں سے کوئی تعلق نہیں ہے اور نہ ہی ان کا ذکر کرنا مناسب ہے، بلکہ ہم تو ان اہل علم کو دعوت فکر دینا چاہیں گے جو سفر تحقیق میں مصروف ہیں اور جویندہ منزل احقاق ہیں

میری مجالس کی کتب میں شہزادہ امیر قاسم علیہ الصلوات والسلام کے عقد کے بارے میں چند احباب نے پڑھا تو انہوں نے یہ سوال کیا کہ اس روایت کو آپ نے قبول کیا ہے تو اس کی کیا وجوہات ہیں؟ کیونکہ اس روایت پر ہمارے پاکستان کے چند لوگوں کو اعتراض ہے، وہ اسے درست تسلیم کرنے کو تیار نہیں ہیں، اس لئے آپ اس کے بارے میں قدرے تفصیل سے بات کریں

دوستو! اصول یہ ہے کہ کسی بھی روایت کو اگر عالمانہ انداز میں زیر بحث لایا جاتا ہے اور اس کی توثیق وتضعیف کی جاتی ہے تو اسے کچھ پیمانوں پر پرکھا جاتا ہے

اس لئے یہاں میں ان پیمانوں کا ذکر کر کے اپنی بات کو شروع کروں گا

دوستو! ہر روایت کی عموماً حیثیات خمسہ [پانچ حالتوں] میں سے ایک حالت ضرور ہوتی ہے، دیکھئے

(1) حیثیت نافیہ...... یعنی کسی روایت کی ہر کتاب میں نفی موجود ہو اور کسی کتاب میں اثبات موجود ہی نہ ہو

(2) بعض کتابوں میں اس کی نفی موجود ہو اور بعض میں ذکر تک نہ ہو

(3) حیثیت مخلوطہ...... یعنی اس روایت کی بعض کتب میں توثیق موجود ہو اور بعض میں تضعیف...... یعنی کچھ کتابیں اسے درست مان رہی ہوں اور بعض غلط بتا رہی ہوں اور بعض میں اس کا ذکر موجود نہ ہو

(4) حیثیت اثباتیہ...... یعنی اس کا اثبات ہی اثبات ہو نفی کسی بھی کتاب میں نہ ہو اور بعض کتابوں میں ان کا ذکر نہ ہو

(5) حیثیت غیر متذکرہ...... یعنی کسی بھی کتاب میں اس کا ذکر موجود نہ ہو

اس کے علاوہ کوئی دوسری صورت عموماً نہیں ہوتی

اب ہم ان حوالوں سے اس روایت کو دیکھتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ اس روایت کی متقدمین میں سے کسی نے نفی نہیں کی ہے، ہاں متاخرین نے ایسا کیا ہے۔ دوسری طرف ہم دیکھ رہے ہیں کہ مقتل و روضہ کی جدید و قدیم لاتعداد کتابوں میں اس کا اثبات موجود ہے

لاکھوں مقامات پر ایام عزا میں اس عقد کی یاد میں شبیہات بنائی جاتی ہیں، لاکھوں کروڑوں نثر نگاروں اور شاعروں نے اس پر خامہ فرسائی کی ہے، پوری دنیا میں حجلہءِ عروسی کی شبیہ بنائی جاتی ہے، ایران، عراق، شام، مصر، لبنان، پاکستان، ہندوستان، افغانستان بلکہ جہاں جہاں بھی شیعہ قوم آباد ہے وہاں شہزادہ امیر قاسم علیہ الصلوات والسلام سے منسوب شبیہ، سیج، مہندی یا اس طرح کی کوئی دوسری شبیہ بنائی جاتی ہے

اب جہاں صورت حال یہ ہو کہ نفی میں مواد موجود ہی نہ ہو اور اثبات میں لاتعداد روایات موجود ہوں تو پھر اسے درست ماننے میں کوئی امر مانع نہیں رہتا

اعتراض

بعض احباب نے یہ بات کہی ہے کہ بعض متقدمین مثلاً شیخ مفید علیہ رحمہ اور شیخ صدوق علیہ رحمہ جیسے کچھ اور اساتذہ نے اس کا ذکر نہیں کیا، اور بعد والوں نے اسے نقل کیا ہے تو جناب شیخ فخر الدین طریحی کے حوالے

اگر کوئی عالم ایک روایت اپنی کتاب میں نہ لائے تو کیا وہ روایت ضعیف ہوتی ہے؟

ے کیا ہے اوراس کا اصل مآ خذ ان کے سوا کوئی نہیں ہے، اس لئے اسے درست نہیں مانا جا سکتا اور یہ روایت ساقط الاعتبار ہے

دوستو! پہلی بات تو یہ ہے کہ کسی بڑے عالم کا کسی روایت کو نہ لکھنا اس کی تضعیف کیلئے کافی نہیں ہوتا، یا کسی عالم کا کسی روایت کو اپنی کتاب میں نقل نہ کرنا اس کی طرف سے اس روایت کو غلط ماننا تصور نہیں کیا جا سکتا کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ بعض روایات ہیں جنہیں جناب شیخ صدوق علیہ الرحمہ نے نقل کیا ہے مگر اسے شیخ مفید علیہ الرحمہ نے نقل نہیں کیا اور اسی طرح ان دونوں نے کسی روایت کو نقل کیا ہے اور اسی کو جناب سید علی بن طاؤس علیہ الرحمہ نے نقل نہیں کیا، تو کیا اس سے ہم یہ استدلال کر سکتے ہیں کہ جس نے وہ روایت نقل نہیں کی ہے وہ اس روایت کو غلط مانتے تھے؟ کیا ہم ان کی رائے کو منفی میں شمار کر سکتے ہیں؟ اگر ہم یہ فرض کر لیں تو ہزاروں روایات اس مفروضہ کی بھینٹ چڑھ جائیں گی اور دین کا ایک بہت بڑا مواد ساقط الاعتبار ہو جائے گا

دوسری بات یہ ہے کہ جس طرح کسی عالم کا کسی روایت کو نقل نہ کرنا اس کی طرف سے اس کی نفی تصور نہیں ہوتا ہے، اسی طرح جس روایت کو کوئی عالم نقل کرتا ہے تو اس کے نقل کرنے کو اس کی تائید مانا جاتا ہے کیونکہ اگر انہیں اس روایت پر اعتماد نہ ہوتا یا اسے درست نہ مانتے تو وہ اس کو بیان کرتے ہوئے کسی نہ کسی پہلو سے اس کی تردید ضرور کرتے ۔ اس کلیہ کے تحت ہمیں تسلیم کرنا پڑے گا کہ جن جن فاضل علمائے اعلام رضوان اللہ علیہم نے اس روایت کو نقل کیا ہے وہ اسے درست تصور کرتے تھے اور ان کی رائے اس روایت کے اثبات میں مانی جائے گی، اس طرح ہزاروں علمائے اعلام کا اس روایت پر اعتماد ثابت ہوتا ہے، تو پھر اسے درست ماننے میں کیا امر مانع ہے

یہ جو کہا جاتا ہے کہ اس روایت کو سب نے صرف صاحب مجمع البحرین شیخ فخر الدین طریحی کے حوالے سے لکھا ہے کسی اور کتاب سے نہیں لکھا، وہ اس روایت کے بیان کرنے میں واحد ہیں

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ مفروضہ ناقص ہے، کیونکہ عام طور پر ہم دیکھتے ہیں کہ ہر روایت پہلی مرتبہ جو فاضل عالم نقل کرتا ہے بعد میں اس روایت پر اعتماد کرنے والے اسی کتاب کے حوالے سے نقل در نقل کرتے چلے

کیاامام حسین نے حسن مثنیٰ سے فرمایا تھا کہ جس فاطمہ سے چاہو عقد کرلو؟

جاتے ہیں، جیسا کہ جناب علی بن محمد سمری سلام اللہ علیہ کے نام جو شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی توقیع مبارک ہے، اسے بعد کے سارے علماء کرام نے شیخ طوسی علیہ الرحمہ کے حوالے سے نقل کیا ہے اور اس کا آخری مآخذ وہی ہیں، تو کیا ہم اسے بھی رد کردیں؟ کہ اس کا مآخذ ایک ہی کتاب ہے، اور وہ اس روایت میں واحد ہیں

دوستو! یہ حقیقت ہے کہ ہر روایت جو نقل ہوتی ہے پہلے تو اسے کوئی ایک ہی شخص لکھتا ہے مگر ہماری زیر بحث روایت تو کچھ اور لوگوں نے بھی اپنے حوالے سے لکھی ہے

اعتراض

اس روایت پر اعتراض کرنے والوں نے صرف یہی لفظ یاد کر رکھا ہے کہ یہ روایت کسی معتبر کتاب میں نہیں ہے، یعنی جناب شیخ مفید و جناب شیخ صدوق نے اسے نقل نہیں کیا ہے

اب ہمیں بھی یہ حق ہے کہ ہم ان معترضین سے پوچھ سکیں کہ جن کتابوں کو وہ معتبر کہہ رہے ہیں کیا ان کی ساری روایات سوفی صد درست ہیں؟ کیا وہ انہیں سوفی صد درست مانتے ہیں؟

اس بات سے ہر عالم و صاحب مطالعہ آشنا ہے کہ متقدمین لوگوں نے جو کتب لکھی ہیں وہ تجمیعاً لکھی ہیں، تحقیقاً نہیں لکھیں، انہوں نے ہم پر یہ احسان کیا ہے کہ روایات کو جمع کیا ہے اور تحقیق کو آنے والی نسلوں کیلئے چھوڑا ہے، اس لئے ان کی کتابوں میں آج ہم بہت سا ایسا مواد بھی دیکھتے ہیں جو تحقیق کی کسوٹی پر ساقط الاعتبار قرار پا چکا ہے، لیکن ان روایات کو جن لوگوں نے اپنی کتابوں میں بلا تضعیف دوبارہ نقل کیا ہے گویا انہوں نے ان کی تائید کی ہے اور آپ دیکھ سکتے ہیں کہ ان روایاتِ ناقصہ کو دوبارہ کسی نے نقل نہیں کیا اور وہ اپنے مآخذ اول ہی میں دفن رہی ہیں اور بعد والوں نے اسے نقل کیا ہے تو ساتھ ہی تضعیف کی نشان دہی بھی کی ہے

جیسا کہ جناب حسن مثنیٰ علیہ الصلوات والسلام کے بارے میں ہے کہ امام مظلوم علیہ الصلوات والسلام نے انہیں فرمایا کہ ہماری دختران میں سے ایک دختر کو عقد کیلئے منتخب فرمائیں، ایک تو ان کی زوجہ گرامی کا نام لکھا ہے اور دوسرا نام جناب معصومہ سین پاک صلوٰۃ اللہ علیہا کا لکھا گیا ہے، کہ فرمایا ان دونوں میں سے جس کے ساتھ چاہو عقد کرلو اور وہ شرم سے خاموش رہے، پھر آپ نے ان کا عقد بڑی شہزادی صلوٰۃ اللہ علیہا سے فرمایا

یہ واقعہ کچھ معتبر کتابوں میں لکھا ہوا ہے آپ ان معتبر کتابوں کے نام بھی دیکھ لیں

انساب الاشراف 226/1...... تاریخ دمشق از ابن عساکر 66/1...... تہذیب التہذیب 263/2...... تہذیب القال فی تشیع 309/2...... کتاب رجال نجاشی 304/2...... کشف الغمہ 299/2...... الارشاد مفید 196

جبکہ حقیقت یہ ہے کہ معصومہ سین پاک صلواۃ اللہ علیہا کی دنیا میں آمد جناب حسن مثنیٰ علیہ الصلوات والسلام کے عقد کے بعد ہوئی تھی اور کربلا میں جناب حسن مثنیٰ علیہ الصلوات والسلام کے جو فرزند شہید ہوئے تھے معصومہ سین پاک صلواۃ اللہ علیہا سے وہ ایک سال چھوٹے تھے

اسی طرح علامہ مجلسی کی کتاب تذکرۃ الآئمہ میں شہزادہ امیر قاسم علیہ الصلوات والسلام کی عمر نو سال لکھی ہوئی ہے حالانکہ واقعہء کربلا جب رونما ہوا تو اس وقت ان کے بابا پاک علیہ الصلوات والسلام کی شہادت کو گیارہ سال بیت چکے تھے، ایسی لاتعداد روایات میں معتبر کتابوں میں سے دکھا سکتا ہوں جو ساقط الاعتبار ہیں اور حقیقت سے بعید ہیں اب اس پر خود غور کریں کہ جب معتبر کتابوں میں منقولہ مواد بھی سارا درست نہیں ہے تو پھر ان کا کسی روایت کو نہ لکھنا کسی روایت کی تضعیف کیسے ثابت کر سکتا ہے؟ جبکہ ان کا وہ منقولہ مواد بھی کسی واقعہ کی توثیق کا ضامن نہیں ہے

اس حقیقت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ کچھ خاص لوگوں کا ان کتابوں کے بارے میں ڈبل سٹینڈرڈ ہے یعنی ان میں سے جو چاہیں درست کہہ دیں اور جو چاہیں رد کر دیں، یعنی من پسند اور اپنے مخصوص عقائد کی تائید میں جو مواد ملے اسے بلا تحقیق و بلا نقد و تبصرہ درست کہہ دیا جاتا ہے کہ دیکھو یہ فلاں معتبر کتاب میں موجود ہے اور اپنے مخصوص عقائد کے خلاف جو مواد انہی کتابوں میں موجود ہو اسے عقلی دلیلوں سے رد کر دیا جاتا ہے، بلکہ فرمانِ معصوم علیہ الصلوات والسلام کو بھی رد کر دیا جاتا ہے اپنے عقائد یا مقاصد کے خلاف جو فرامین معصومین علیہم الصلوات والسلام ہوں انہیں رد کرتے وقت نہ کتاب کے معتبر پن [اعتبار] کا خیال رکھا جاتا ہے، نہ رواتِ حدیث کا، اور نہ ہی اس کتاب کے فاضل مؤلف و مصنف کا احترام مانع ہوتا ہے

اس طرح ایک ہی کتاب دن میں دس مرتبہ معتبر بنتی ہے اور پچاس مرتبہ ساقط الاعتبار ہو جاتی ہے

کسی بھی روایت میں عقد قاسم یا مہندی کی نفی موجود نہیں

عالمانہ رویہ

دوستو! کسی بھی چیز کے بارے میں عالمانہ رویہ یہ ہوتا ہے کہ کسی پر اپنی رائے کو مسلط نہ کیا جائے کیونکہ یہ علمی جارحیت ہے اور علمی جارحیت جہالت ہوتی ہے

عالمانہ رویہ یہ ہے کہ جو لوگ سیج پاک برآمد کرتے ہیں انہیں جبراً نہ روکا جائے کیونکہ جب ان سیج برآمد کرنے والوں کو جبراً روکا جائے گا تو سیج برآمد کرنے والوں کو بھی جبر کا حق حاصل ہو جائے گا اور وہ بھی مخالفین سے جبراً سیج برآمد کروانے پر اتر آئیں گے، اس طرح سوائے فساد فی الارض کے کچھ بھی حاصل نہ ہوگا اور عقل کی بجائے جذبات سے کام لیا جائے گا تو دونوں طرف سے نقصان ایک ہی قوم کا ہوگا جیسا کہ اس دور میں غیر عالمانہ رویہ اختیار کیا جا رہا ہے اور سیج پاک کو جبراً رکوایا جا رہا ہے، جبراً سیج پاک برآمد نہ کروانے کی کوشش کی جا رہی ہے، اسی طرح یہ جبری سلسلہ جاری رہا تو اس کے ردعمل کو کون روک سکتا ہے؟

سیج پاک ویسے بھی شیعہ کے شعائر میں بہ منزلت معروف ہے، قدیم تصویر خوانوں کی تصویروں میں، شبیہ خوانوں کی شبیہوں میں، قدیم روضہ خانوں کی کتب روضہ میں واقعہءِ عروسی کا ذکر بھی موجود ہے اور سیج پاک کی شبیہ بھی موجود ہے، کچھ عرفاء کو بذریعہ کشف بھی اس کی تائید و تاکید ہوئی ہے تو پھر اس پر اعتراض کیسا؟ یہ بھی ہے کہ علما اور عوام کو امر بالمعروف کا حکم ہے، اس لئے اس کی مخالفت کرنا نہی عن المعروف کے برابر ہے، اس لئے اس کے خلاف کچھ کہنا مناسب ہی نہیں ہے ورنہ کفارہ تو انہیں مخالفین ہی کو بھگتنا پڑے گا

جیسا کہ آپ نے دیکھا ہے کہ اس روایت کو سینکڑوں کتب نے نقل کیا ہے اور متقدمین میں سے کسی نے اس کی نفی نہیں کی اور متاخرین نے نفی کیلئے کوئی علمی کلیہ استعمال نہیں کیا بلکہ صرف کیوں اور کیسے ہی تک بات کی ہے اور اپنے جذبات پر قیاس کیا ہے نہ کہ کوئی علمی طریقہ استعمال کیا ہے اس کی نفی میں کوئی روایت موجود ہی نہیں ہے

مرحلہءِ ثانی

دوستو! جب کسی روایت کی چھان پھٹک ہوتی ہے تو اسے کچھ مراحل سے گزارنے کے بعد اس کی توثیق یا تضعیف دلائل کے ساتھ ہوتی ہے یعنی اسے درست یا نادرست مانا جاتا ہے، جس میں سے سب سے اول اس

عقدِ قاسم والی روایت عرب کے علاقائی روایات سے متصادم نہیں

کے حیثیات خمسہ دیکھی جاتی ہیں، اس کے بعد اسے کچھ حوالوں سے دیکھا جاتا ہے مثلاً

(1) کیا یہ روایت علاقائی روایات وقوانین سے متصادم تو نہیں؟

(2) کیا اس روایت میں اخلاقیاتی حوالے سے کوئی قباحت تو موجود نہیں ہے؟

(3) کیا یہ روایت شرعی و مذہبی مسلمات کے منافی تو نہیں ہے؟

(4) کیا یہ روایت مراتب ومناصب وسٹیٹس اور شان کے خلاف تو نہیں ہے؟

(5) کیا روایت خلافِ معروف عام تو نہیں ہے؟

دوستو! اب ہم اس حوالے سے بھی بات کرتے چلیں

علاقائی روایتی حوالہ

پھر یہ بھی دیکھا جاتا ہے کہ منقولہ روایت جس علاقے سے تعلق رکھتی ہے اس علاقے کی روایات سے تو متصادم نہیں ہے؟ کیونکہ روایت کو اس کے علاقائی حوالے سے دیکھنا ہوتا ہے نہ کہ اپنے علاقے کی روایات کی کسوٹی پر پرکھا جاتا ہے

جیسا کہ ہم صوبہ سرحد کے پٹھان قبائل میں دیکھتے ہیں کہ اگر کوئی کسی کو قتل کر دے اور قاتل ومقتول کے قبائل کے مابین فوری جنگ کا خطرہ پیدا ہو جائے تو کوئی بڑا سردار جو غیر جانب دار ہو وہ آ کر ان قبائل کو بلاتا ہے اور ان کے سامنے ان کے درمیان میں ایک پتھر اٹھا کر رکھ دیتا ہے، جو اس بات کی علامت ہوتا ہے کہ اس کا فیصلہ امن سے ہونا ہے، تم نے لڑنا نہیں ہے اور وہ نہیں لڑتے، اور اگر قاتل کا قبیلہ معافی کا خواہش مند ہو تو وہ برادری کے چار آٹھ بزرگ لے کر جاتا ہے اور مخالفین کے دروازے پر جا کر ایک دنبہ ذبح کر دیتا ہے اور خود باہر کھڑا ہو جاتا ہے، جب اہل خانہ کو پتہ چلتا ہے کہ ان کے دروازہ پر دنبہ ذبح ہو چکا ہے تو مقتول کا وارث پھر اپنی طرف سے ایک دنبہ ذبح کر کے اسے تیار کرواتا ہے اور آنے والوں کیلئے بیٹھنے اور کھانے کا انتظام کرتا ہے، اس کے بعد انہیں کھانا کھلایا جاتا ہے، پھر ان سے آنے کی وجہ پوچھی جاتی ہے، جبکہ وہ جانتا ہے کہ کیوں آئے ہیں مگر وہ دستور کے مطابق پوچھتا ہے اور آنے والے بزرگ سردار یا ملک صاحبان

قاتلین کا مدعا پیش کرتے ہیں، اس پر اس قتل کی دیت مقرر ہوتی ہے جو مقتول کا وارث مقرر کرتا ہے، جب اس کی مطلوبہ رقم اس کے حوالے کی جاتی ہے تو وہ اس میں سے دو دو چار چار ہزار ان قبائل کے سرداروں کو دستار [پگ] کے طور پر واپس کرتا ہے اور پھر ان کی دعائے خیر یعنی صلح ہو جاتی ہے

اب جب ہم اس روایت پہ بات کریں گے تو اسے انڈیا یا یورپ یا عرب کے تناظر میں نہیں دیکھیں گے، بلکہ اسے صوبہ سرحد کے تناظر میں دیکھیں گے اور پھر اس کی توثیق یا تضعیف کریں گے

اسی طرح واقعہ ءعقد کو جب ہم زیر بحث لائیں گے تو اسے عرب روایات کے تناظر ہی میں دیکھیں گے نہ کہ پاکستان کے تناظر میں اگر آپ عرب روایات کو دیکھیں تو پتہ چلتا ہے کہ عین جنگ کے موقعہ پر دولہا بنانا ان کی قبائلی روایت بھی تھی جو لوگ روایات عرب پر مبنی کتب اور کمپیوٹر مواد دیکھ چکے ہیں، جو لوگ ٹریڈیشنل انتھروپالوجی [روایتی بشریات] اور سوشل اتھنالوجی [عمرانی نسلیات] کی سٹڈی کر چکے ہیں اور عربک ٹریڈیشنز کا مطالعہ کر چکے ہیں وہ ایسا کوئی اعتراض دماغ میں نہیں پال سکتے، کیونکہ عرب روایات میں تو ایسے موقعوں پر خصوصی طور پر دولہا بنایا جاتا تھا، کیونکہ عرب معاشرہ کی یہ ایک روایت تھی کہ دولہا صلح کی علامت اور آخری کوشش ہوتا تھا، یعنی جب دو قبائل میں دشمنی حد سے زیادہ تجاوز کر جاتی یا نا قابل صلح ہو جاتی تھی اور ایک قبیلہ لڑتے لڑتے انتہائی کمزور ہو جاتا تھا تو دوسرا قبیلہ اس پر فیصلہ کن حملہ کرتا تھا

اس نازک موقعہ پر کمزور قبیلہ صلح کو اپنی بقا کیلئے لازم سمجھتا تھا، تو وہاں وہ صلح کے دو راستے اختیار کرتا تھا، اس کا پہلا راستہ یہ ہوتا تھا کہ وہ عین حملہ یا گھیراؤ کے وقت اپنی کسی مستور کو میدان میں یا مخالفین کے ہاں بھیج دیتا اور وہ جا کر کہتی تھی کہ میں ان کی عزت تمہارے پاس چل کر آئی ہوں اور آپ سے صلح کی بھیک مانگتی ہوں

مخالف کے اس عمل سے غالب دشمن فوراً صلح کر لیتا تھا، بلکہ اس عورت کی بہت عزت افزائی کی جاتی تھی، اس کو برقعے اور کچھ تحائف دیئے جاتے تھے، اور اس قبیلے کا سردار اس کے سر پہ چادر ڈال کر اسے بہن کا درجہ بھی دیتا تھا، اگر مخالفین کی ایک عورت کے بجائے عورتوں کا کوئی وفد آتا تھا تو اس وفد کی ساری عورتوں کو اسی طرح نوازا جاتا تھا اور انہیں چادریں دے کر بہنوں کا درجہ دیا جاتا تھا، ہاں اگر کوئی غیور اس بات پر راضی

نہ ہوتا کہ وہ اپنی عورتوں کو دشمن کے پاس بھیجے تو وہ اپنے کسی نوجوان کی شادی کا اہتمام کر کے اسے دولہا بنا کر میدان میں یا دشمن کے پاس بھیج دیتا تھا، اور وہ دولہا ان سے جا کر معافی اور صلح کی بات کرتا تھا اور کہتا تھا کہ میں ان کا دولہا تمہارے پاس چل کر آیا ہوں، ان کی بیٹی کا سہاگ تمہارے پاس چل کر آیا ہوں، اور گذارش کرتا ہوں کہ آپ ہماری خوشی کو غم میں نہ بدلیں، ہاں اگر مارنا ہے تو مجھے مار کر سردار کی بیٹی کو بیوہ کر کے اپنی دشمنی کی بھڑاس نکال لیں، مگر باقی قبیلہ والوں کو کچھ نہ کہیں اور ان سے صلح کر لیں

کیونکہ قدیم عرب قبائل روایت پرست تھے اور عار اور شرمندگی کی بدنامی سے بہت ڈرتے تھے اور ان کے ہاں یہ روایت بھی تھی کہ بیٹی چاہے دشمن کی ہے وہ قبیلے کی اپنی بیٹی ہے، اور وہ کہتے تھے کہ بہو بیٹیاں مشترکہ ہوتی ہیں چاہے جس قوم یا قبیلہ کی بھی ہوں، اس لئے وہ صلح کی پیشکش کرنے والے سردار کی بیٹی کو بیوہ کرنا پسند نہیں کرتے تھے، کیونکہ اس طرح پورے قبائل میں ان کی ناک کٹ جاتی تھی

ایسے موقعہ پر دولہا کی گذارش پر مخالف قبیلہ کو معاف کر دیا جاتا تھا، اور بعض وسیع الظرف لوگ تو اس کی شادی کے اخراجات تک خود ادا کرتے تھے

آج بھی یہ رسم و رواج و روایت ان قبائل میں کسی نہ کسی رنگ میں موجود ہے کہ جو پاکستان میں عرب سے آئے ہیں، جیسا کہ بلوچستان کے بلوچ قبائل میں آج بھی یہ رسم موجود ہے کہ جب برادری کا کوئی بھائی روٹھا ہوا ہو اور کسی طرح بھی راضی نہ ہو رہا ہو اور وہ شادی غمی میں شریک نہ ہو رہا ہو تو اس وقت سہرہ باندھ کر دولہا کو اس کے پاس بھیج دیا جاتا ہے اور وہ فوراً اس کے ساتھ شادی میں آ جاتا ہے کہ اب تو دولہا چل کر آ گیا ہے اس کو خالی لوٹانا اس کی اپنی توہین شمار ہوتی ہے

میں نے عریبک ٹریڈیشن کے حوالے سے ایک مرتبہ یہ بات اپنے محترم بزرگ مبلغ اعظم الثانی جناب علامہ قاضی سعید الرحمٰن صاحب سے کی، تو انہوں نے فرمایا کہ یہ بات تاریخ العرب میں اب بھی موجود ہے اس کے بعد انہوں نے اسی تفصیل کے ساتھ تاریخ عرب سے اس روایت کو بیان کیا تھا...... مجھے اس کتاب کے مصنف کا نام یاد نہیں رہا کیونکہ بہت پہلے ان سے بات ہوئی تھی، میرے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ عرب میں دولہا

قاسم اتمامِ حجت کے لیے دولھا بنائے گئے

صلح کی آخری کوشش کا نام تھا

اب اس حقیقت کو بھی دیکھ لیں کہ امام مظلوم علیہ الصلوات والسلام نے امت ملعونہ پر اتمام حجت کیلئے وہاں اپنی پاک دختر صلواۃ اللہ علیہا کا عقد فرمایا اور دولہا کو میدان میں صلح کا نمائندہ یا پیام بر بنا کر روانہ فرمایا، وہاں یہ شادی کوئی عام شادی نہیں تھی بلکہ صلح کی ایک تقریب تھی، جناب شہزادہ امیر قاسم علیہ الصلوات والسلام کو اتمامِ حجت کیلئے دولہا بنایا گیا تھا میں یہ سمجھتا ہوں کہ امام حسن علیہ الصلوات والسلام کو بھی معلوم تھا کہ واقعہءِ کربلا ہونا ہے اور اس میں اتمام حجت کرنا بھی لازم ہوگا، تاکہ کل روز قیامت کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ امام مظلوم علیہ الصلوات والسلام نے روایات عرب کے مطابق صلح کی پیشکش نہیں کی تھی، اس لئے امام حسن علیہ الصلوات والسلام نے آخری وقت یہی وصیت فرمائی تھی کہ کربلا میں میرے اس بیٹے کو دولہا بنایا جائے جو میرے سرہانے بیٹھا ہے اور اس وقت شہزادہ علی قاسم علیہ الصلوات والسلام کی عمر مبارک تین یا چار سال کی تھی

اور انہیں اس واقعہ کا انجام بھی معلوم تھا، اس لئے انہوں نے اس کام کیلئے اپنے بیٹے کو منتخب فرمایا کہ ہم بھی بنی امیہ کی طرف سے کی جانے والی صلح کی پیشکش مان چکے ہیں، اب ان کی باری ہے، وہ بھی ہماری صلح کی پیشکش کو دو حوالوں سے دیکھیں گے کہ ایک تو ہمارے احسان کے حوالے سے، دوسرا روایاتِ عرب کے حوالے سے، اس طرح ایک تو اتمام حجت کا عمل کامل ہو جائے گا اور امن کا شہزادہ صلح کا پیغمبر شہید ہوگا تو ساری دنیا آل امیہ پر اس حوالہ سے لعنت کرے گی

یہ بات سارا عرب اور امت ملعونہ بھی جانتی تھی کہ بنی ہاشم کے دو سردار ہیں، ایک امام حسن علیہ الصلوات والسلام اور دوسرے امام حسین علیہ الصلوات والسلام اور اس لئے سردار موجودہ کی پاک دختر صلواۃ اللہ علیہا کو دولہن بنایا گیا اور بڑے سردار یعنی امیر کائنات علیہ الصلوات والسلام کی دستار کے وارث کے بیٹے کو دولہا بنایا گیا، اور اس میں یتیمی کو بھی اتمام حجت کا اہم جزو بنایا گیا

اخلاقیاتی حوالہ

دوستو! اگر ہم اخلاقی حوالے سے دیکھیں تو اس روایت میں کوئی غیر اخلاقیت نہیں پائی جاتی، ہاں جن لوگوں

کیا قاسم نابالغ تھے؟

نے بات کی ہے تو انہوں نے شہزادہ پاک کے سن مبارک کے حوالے سے کی ہے، اور ان فاضل مہربانوں نے فرمایا ہے کہ شہزادہ امیر قاسم علیہ الصلوات والسلام کمسن بچے تھے اور کسی کمسن بچے کی شادی کرنا کسی بھی امام کی شان کے منافی ہے

اس کا جواب یہ ہے کہ انہوں نے علامہ مجلسی کے "لم یبلغ الحلم" کے جملے سے یہ سب کچھ اخذ کیا ہے کہ وہ کمسن تھے، جبکہ عربی میں حلم دس سال سے زیادہ اور پندرہ سال سے کم عمر کے نوجوان کو کہا جاتا ہے، جیسا کہ صاحب ریاض القدس نے اس پر بحث بھی کی ہے اور ہماری تحقیق یہ ہے کہ بوقت شہادت شہزادہ قاسم علیہ الصلوات والسلام کی عمر 14 سال 5 ماہ سے بھی زیادہ تھی، اور عرب کے گرم موسم میں اس عمر کا لڑکا بالغ ہو جاتا تھا، اس لئے عرب میں ان سے بھی کم عمر کے بچوں کی شادی کرنا عام تھا

فقہ اور تاریخ دونوں سے ہمارے موقف کی تائید ہوتی ہے کیونکہ فقہ کہتی ہے کہ لڑکی 9 سال کی عمر میں اور لڑکا 13 سال کی عمر میں بالغ مانا جائے [کم از کم عرب کے گرم موسم میں یہ کلیہ درست مانا جاتا ہے]

اور بعض فقہاء عظام نے تو یہ بھی لکھا ہے کہ لڑکی 9 سال میں بالغ ہوتی ہے اور لڑکا 11 سال میں بالغ ہوتا ہے

برادرانِ اہل سنت کی فقہ میں تو عرب کی لڑکی سات سال میں بالغ مانی جاتی ہے اور اسی سے ام المومنین عائشہ کی شادی پر دلیل لائی جاتی ہے جو سات سال کی عمر میں ہوئی تھی

ایک قابل توجہ امر یہ بھی ہے کہ جہاں دشمن زیادہ ہوں وہاں بقائے نسل کو بہت زیادہ اہمیت حاصل ہوتی ہے، اور ہم ظہور اسلام سے قبل کی عرب جنگوں میں دیکھتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ نوجوانوں کو عموماً جنگ میں نہیں جھونکا جاتا تھا، یعنی جب تک کوئی صاحب اولاد نہ ہوتا، جنگ میں نہیں جاتا تھا، اور ظہور اسلام کے بعد کی جنگوں میں بھی جن کے نام بڑے بہادروں میں آتے ہیں وہ معمر لوگ تھے، جیسا کہ عمرو بن عبدود نے امیر کائنات علیہ الصلوات والسلام سے عرض کی تھی کہ آپ میرے دوست جناب عمران علیہ الصلوات والسلام کے لخت جگر ہیں، اس لئے میں آپ سے عرض کرتا ہوں کہ واپس چلے جائیں، اسی طرح دیگر جنگوں میں ہوتا تھا، اور ظہور اسلام کے بعد پہلی مرتبہ ولید ملعون کے بعد خالد بغیر اولاد کے جنگ میں شریک ہوا تھا یعنی اس دور میں بقائے نسل کا خصوصی خیال رکھا

جاتا تھا اوراس خیال سے بلوغ کے فوراً بعد شادی کرنے کا رواج عام تھا، اس لئے نوعمری میں شادی کرنا کوئی غیر اخلاقی فعل نہیں مانا جاسکتا

اگر ہم فرض کرلیں کہ 15/14 سال کی عمر میں شادی کرنا کم عمری کی شادی ہے اور یہ اخلاقی طور پر جائزنہیں ہےتو پھر ہمیں ان روایات کو بھی دیکھنا پڑے گا کہ جنہیں تاریخ سے مس رکھنے والے لوگ جانتے ہیں کہ خود ملکہ عالمین سیدۃ النساء العالمین علیہ الصلوات والسلام کی شادی خانہ آبادی نو سال کے ظاہری سن میں ہوئی، امام محمد تقی علیہ الصلوات والسلام کی جب مامون الرشید کی بیٹی ام الفضل سے شادی ہوئی تھی تو ان کی عمر صرف گیارہ سال کی تھی، شہزادہ امیر قاسم علیہ الصلوات والسلام جتنے بھی کمسن مانے جائیں پھر بھی عقد کی وقت ان کی عمر گیارہ سال سے تو زیادہ ہی تھی جب اس عمر میں ان کے اپنے ہی گھر کی ایک مثال موجود ہے اور شادی کرنے والے خود امام تھے تو پھر ان کے جد اطہر علیہ الصلوات والسلام کا اپنے 15/14 سال کے یتیم بھتیجے کی شادی کرنا ان کی شان کے منافی کیسے ہوسکتا ہے؟ اوران کا یہ فعل کس طرح غیر اخلاقی تصور کیا جاسکتا ہے؟

دوستو! حقیقت یہ ہے کہ ہمارے بعض کم بین لوگ واقعہءِ کربلا میں شہزادہ کو ایک انتہائی کمسن اور نفیس و نازک بچہ ثابت کرتے ہوئے نظر آتے ہیں، جبکہ حقیقتاً ایسا نہیں تھا، بلکہ ارزق شامی ملعون کے بیٹے سے جنگ میں ان کی جسمانی پختگی کا اندازہ ہوجاتا ہے کہ جب آپ نے اس کے تنومند جوان بیٹے کو بالوں سے پکڑ کر ایک ہاتھ میں اٹھالیا اور پھر اسے اس انداز میں زمین پر دے مارا کہ اس کی کوئی ہڈی سلامت نہ رہی، تو یہ کام کوئی کمسن بچہ نہیں کرسکتا، جیسا کہ تاریخ ومقاتل کے یہ الفاظ گواہ ہیں...... ☆فرفعه و ضربه علی الارض بحیث لم یبق له عظم الا ان کسر...... (ریاض القدس 48/2)

ایک ہاتھ سے کسی جوان کو اٹھالینا اور پھر اسے اوپر اچھال کر زمین پر اس طرح مارنا کہ اس کی ہڈی پسلی ایک ہوجائے، یہ کسی کمسن یا نازک ونفیس بچے کے بس کا روگ نہیں ہے

ان لوگوں نے لفظ ''حلم'' سے تو قیاس کیا ہے مگر انہوں نے اس عبارت کو نہیں دیکھا

☆فلم یزل الغلام یقبل یدیه و رجلیه......

یعنی شہزادہ پاک علیہ الصلوات والسلام کے بارے میں لفظ غلام کا استعمال ہوا ہے جو کہ ایک کامل جوان کیلئے استعمال ہوتا ہے، جیسا کہ شہزادہ علیؑ اکبر علیہ الصلوات والسلام کے بارے میں ☆فقد برز الیهم الغلام کا جملہ استعمال ہوا ہے اور اسی سے کچھ فاضل علماء نے انہیں بیس سال سے زیادہ عمر کا ثابت کرنے کی کوشش بھی کی ہے

کیا اس لفظ سے شہزادہ امیر قاسم علیہ الصلوات والسلام کی جوانی پر استدلال نہیں کیا جا سکتا؟

جو لوگ تاریخِ مقتل کا گہرائی سے مطالعہ کرتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ شہزادہ امیر قاسم علیہ الصلوات والسلام کے بارے میں لفظ غلام کئی مرتبہ بولا گیا ہے جوان کے بھرپور جوان ہونے کی دلیل ہے

کچھ فاضل علمائے متقدمین نے ان کا سن مبارک سولہ سال بھی لکھا ہے، طبری نے سن مبارک دس سال لکھا ہے، ابو مخنف نے 14 سال لکھا ہے، صرف علامہ مجلسی نے لکھا ہے کہ وہ بالغ نہ تھے، چونکہ ہم بتا چکے ہیں کہ امام محمد تقی علیہ الصلوات والسلام کی شادی گیارہ سال میں ہوئی تھی اس لئے انہیں لاکھ کمسن ثابت کیا جائے ان سے کمسن ثابت نہ ہوں گے، جب ایک واقعہ ان کے خاندان کا موجود ہے تو پھر اس اعتراض کی کوئی حیثیت نہیں رہ جاتی

ایک قابل توجہ امر یہ بھی ہے کہ اس گھر اطہر کے شہزادے عام لوگوں کی نسبت جلدی جوان ہوتے تھے کیونکہ ان کی نشو ونما یا بڑھوتری کی رفتار عوام الناس سے کہیں زیادہ ہوتی تھی، جیسا کہ گیارہ سال کے سن میں جناب ابوالفضل العباس علیہ الصلوات والسلام نے صفین میں جو جنگ کی تھی، اس میں جب آپ کو بابا پاک علیہ الصلوات والسلام کا لباسِ جنگ پہنایا گیا تھا تو وہ ان کی قامت پر پورا اترا تھا...... اس لئے ساڑھے چودہ سال کے تنومند شہزادہ کو ایک انتہائی کمسن بچہ بنا کر پیش کرنا اور پھر اسی سے واقعہءِ عقد کی نفی پر دلیل لانا غیر عالمانہ رویہ ہے

شرعی و مذہبی حوالہ

دوستو! اگلے مرحلہ میں روایت کی توثیق وتضعیف کیلئے اسے شرعی پیمانے پر تولا جاتا ہے کہ کیا اس روایت میں کوئی "غیر شرعیت" تو نہیں ہے؟

الحمد اللہ آج تک اس پر کسی نے کوئی شرعی اعتراض وارد نہیں کیا، ہاں جن لوگوں نے شرعی حوالہ سے بات کی ہے تو انہوں نے مولا امام حسن علیہ الصلوات والسلام کی وصیت پر شریعت کے حوالہ سے اعتراض کیا ہے، میں ان کا نام

نہیں لوں گا، انہوں نے اپنی کتاب میں وصیت والی روایت پر اس انداز سے تنقید کی ہے جس سے صاف محسوس ہوتا ہے کہ انہیں عزاداری کے خلاف ہائر کیا گیا ہے

انہوں نے لکھا ہے کہ شرعی وصیت کا کلام الٰہی میں ایک مخصوص طریقہ مذکور ہے کہ دو گواہوں کے سامنے وصیت کی جائے اور یہ کیسی وصیت ہے کہ جس کا کسی کو علم تک نہ تھا، صرف امام مظلوم علیہ الصلوات والسلام ہی کو بغیر گواہوں کے وصیت کر دی گئی جو شرعی وصیت کے قوانین پر پوری نہیں اترتی

اس کا جواب یہ ہے کہ انہوں نے چونکہ ویسے بھی مراسم عزاداری کو ختم کرنے کا بیڑا اٹھایا ہوا ہے، اس لئے ان سے تو ہماری بات ہی نہیں ہے، ہاں جو لوگ حقیقت پسند ہیں ان سے گذارش کروں گا کہ جو قوانین عام لوگوں کیلئے ہوتے ہیں اس میں استثناء ضرور ہوتا ہے، جیسا کہ عام عدالت میں دو گواہوں کا ہونا ضروری ہے مگر شہنشاہ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کچھ اصحاب کرام کو گواہی کا مکمل نساب قرار دیا تھا

اسی طرح ہم دیکھتے ہیں کہ اگر کسی کیس میں ایک طرف ایک ہزار گواہ ہوں اور دوسری طرف جناب ابوذر غفاری گواہ ہوں تو قاضی شرعی کو ان ہزار لوگوں کے مقابلے میں ان کی گواہی قبول کرنا پڑے گی کیونکہ ان کی گواہی کو رد کرنا انہیں نعوذ باللہ جھوٹا ثابت کرنے کے مترادف ہے اور انہیں جھوٹا ثابت کرنا شہنشاہ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث پاک کی تکذیب کے مترادف ہے، کیونکہ انہوں نے ان کی سچائی کے بارے میں فرمایا تھا کہ ان جیسا سچا زیر آسمان کوئی ہے ہی نہیں اس لئے ہزاروں لوگوں کو جھٹلانا لازم ہے اور انہیں سچا ماننا واجب ہے اور رد کرنا کفر ہے

یہ تو عوام کی بات تھی اب ہمارے سامنے شہنشاہ کربلا علیہ الصلوات والسلام کی ذات ہے تو ان کے سامنے اگر کروڑوں فرشتے بھی گواہی دیں تو ہمیں فرشتوں کی عصمت پر شک کر لینا چاہیے مگر شہنشاہ کربلا علیہ الصلوات والسلام کی عصمت پر شک نہیں کیا جا سکتا کیونکہ وہ ایسے معصوم ہیں کہ جو سہو اور نسیان تک سے اجل و ارفع و اعلیٰ ہیں، اب اگر یہ فرماتے ہیں کہ ہمیں بھائی نے وصیت فرمائی تھی تو پھر کسی گواہ کی ضرورت ہی نہیں ہے جیسا کہ ہماری کتب غیبت میں جناب کامل بن ادریس کے سامنے شہنشاہ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف نے اپنے بابا پاک علیہ الصلوات والسلام کی ایک

طویل وصیت بیان فرمائی ہے اور اس پر آج تک کسی بڑے سے بڑے عالم نے بھی یہ اعتراض نہیں کیا کہ یہ کیسی وصیت ہے کہ جو قوانین شرع کے معیار پر پوری نہیں اترتی جب ان پر کسی نے کوئی اعتراض نہیں کیا ہے تو پھر امام مظلوم علیہ الصلوات والسلام پر کیسے یہ اعتراض لاگو ہو سکتا ہے؟

دوسری بات یہ ہے کہ شہنشاہ کربلا علیہ الصلوات والسلام نے جس وصیت کا ذکر فرمایا ہے ممکن ہے اس کے گواہ موجود ہوں اور ناقلِ روایت کو معلوم نہ ہوں......سوچا جائے تو کسی صورت میں وصیت پر اعتراض جائز نہیں ہے

دوستو! حقیقت یہ ہے کہ وصیت پر اعتراض تو سراسر جاہلیت وکفر ہے کہ جب امام علیہ الصلوات والسلام نے فرمادیا تو کسی کو پوچھنے کا بھی حق نہیں ہے کہ آپ نے کس حوالے سے فرمایا ہے، کیونکہ یہ رویہ تو فدک کے کیس جیسا ہے کہ وہاں بھی شریعت کے نام پر ڈاکہ ڈالا گیا تھا کہ گواہ پیش کریں، گواہ پیش ہوئے تو کہا نساب پورا نہیں ہے، جب نساب پورا ہو گیا تو کہا بیٹوں کی گواہی والدہ کے حق میں قابل قبول نہیں ہے

یہ صرف ڈاکہ ڈالنے کے بہانے تھے

حفظ مراتب کا حوالہ

اگلے مرحلے میں یہ دیکھا جاتا ہے کہ روایت جس شخصیت کے بارے میں ہے کیا اس کے خلافِ شان تو نہیں ہے؟ ان کی عظمت اور سٹیٹس کے خلاف تو نہیں ہے؟

اس حوالے سے آج تک اس پر کسی نے کوئی اعتراض لاگو کیا ہی نہیں کیونکہ دختر کی شادی بھتیجے سے کرنا کسی کے خلافِ شان نہیں ہوتا جبکہ بھتیجا بھی سعادت مند، نیک اور جانثار ہو اور اس کے دوسرے بھائی پہلے بھی اس شرف سے مشرف ہوں تو پھر شان وعظمت کے خلاف تصور کرنا بھی درست نہیں ہے

معروف عام کا حوالہ

پانچویں مرحلے میں یہ دیکھا جاتا ہے کہ زیر بحث روایت معروف عام کے خلاف تو نہیں ہے؟ کیونکہ شرعاً اور مذہباً امر بالمعروف کا حکم ہے، یعنی جو معروف ہو روایت کو اس کے خلاف نہیں ہونا چاہیے

اب ہم دیکھتے ہیں کہ یہ روایت انتہائی معروف ہے اور جو اسے رد کرتے ہیں وہ خلاف معروف کا ارتکاب

کرتے ہیں، کیونکہ آج دنیا کے جس گوشے میں بھی شیعہ عزاداری کرتے ہیں وہاں اس شہزادہ کی شادی وعقد کا ذکر خصوصی طور پر ہوتا ہے

اور عشرۂ محرم میں ایک دن اس تقریب کیلئے مخصوص ہوتا ہے، حجلہ عروسی [سیج] بنائی جاتی ہے یا مہندی کی شبیہ برآمد ہوتی ہے، اس میں ایران، عراق، شام، مصر، لبنان، پاکستان، ہندوستان، بنگلہ دیش، کشمیر بلکہ یورپ تک جہاں بھی شیعہ ہیں وہ کسی نہ کسی طرح سے شادی کا ذکر کرتے ہیں اور امام مسموم علیہ الصلوات والسلام کے لخت جگر علیہ الصلوات والسلام کی حسرت آمیز شادی پر گریہ وبکا کرتے ہوئے یہ ثابت کرکے دکھاتے ہیں کہ خود کو عرب کہنے والے کس قدر گرے ہوئے لوگ تھے کہ انہوں نے ساری اسلامی اور عربی روایتوں کو توڑا ہے، محرم الحرام میں جنگ کرکے انہوں نے روایت عرب کو توڑا ہے، کہ جسے اسلام نے بھی باقی رکھا تھا کہ امیر کائنات علیہ الصلوات والسلام کی جب صفین کے مقام پر جنگ ہوئی تو وہاں عین جنگ کے دن محرم کا چاند نظر آ گیا تھا تو دونوں لشکروں نے ہتھیار اتار کر رکھ لئے تھے اور پورا مہینہ وہاں قیام رکھا اور جنگ نہیں کی اور جب صفر کا چاند نظر آیا تو پھر جنگ ہوئی مگر کربلا میں یہ قانون بھی توڑا گیا

ساتھ ہی دولہا کو کسی بھی جنگ میں قتل نہیں کیا گیا تھا جبکہ وہ صلح کی پیشکش لے کر آئے، کیونکہ یہ قانون جناب داؤد علیہ السلام کے زمانہ سے رائج تھا، اس لئے اسے کسی عرب نے نہیں توڑا تھا مگر کربلا میں اسے توڑا گیا

اور یہ رسم حجلۂ عروسی ان تمام علاقوں میں صدیوں سے رائج ہے کہ جہاں جہاں عرب سے تعلق رکھنے والے قبائل پہنچے ہیں...... آج ہم جو سیج پاک برآمد کرتے ہیں یہ اس حجلۂ عروسی [خیمۂ عروسی] کی شبیہ ہے کہ جو خیمۂ عروسی کے نام سے آج بھی کربلا میں موجود ہے

میرے ایک دوست اپنے ہی حوالے سے فرما رہے تھے کہ ہم نے آیت اللہ محمد شیرازیؒ سے حجلۂ عروسی کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے فرمایا کہ وہ تو ہمارے گھر سے بھی برآمد ہوتا ہے "از خانہ ما بیرون میآید......" اسی طرح ایران میں تو بڑے بڑے علمائے عظام کے گھروں سے سیج [حجلۂ عروسی] کی شبیہ برآمد ہوتی ہے

خود کربلا معلّٰی [عراق] میں تو خیمہء عروسی آج بھی موجود ہے اور اس کی ساری منتیں مہندی کی ہوتی ہیں......

اور ہم آج بھی کہتے ہیں کہ جس شریف انسان کو بچی کی شادی کا مسئلہ درپیش ہو، وہ مہندی کی منت مان کر تصدیق کر لے کہ منت پوری ہوتی ہے یا نہیں ہوتی؟

اگر منت پوری ہو جائے تو پھر اسے اس روایت کی تائید ایزدی تصور کرے

اخلاقی دلیل

ہمیں یہ بھی نہیں بھولنا چاہیے کہ امام مظلوم علیہ الصلوات والسلام جہاں دیگر مناصب اعلیٰ کے مالک تھے وہاں وہ اخلاقِ انبیاء علیہم السلام کے مبلغ بھی تھے، اور جناب داؤد علیہ السلام نے ایک نابالغ یتیم بچے کی شادی صرف اس لئے کی تھی کہ ایک بیوہ ماں کی آرزو کو پورا کرنا وہ اپنا اخلاقی فرض سمجھتے تھے، اور ان کے اس فرض کی ادائیگی پر خالق نے مہر جواز اس صورت میں صادر فرمائی کہ اس بچے کی عمر چالیس سال بڑھا دی [اس کی تفصیل مجلس میں موجود ہے]

اسی طرح امام مظلوم علیہ الصلوات والسلام کا بھی اخلاقی فریضہ یہی تھا کہ وہ بھی ایک بیوہ ماں کی چودہ سال کی آرزو کی تکمیل ضرور فرمائیں، اس عقد سے جہاں ان کے دوسرے مقاصد پورے ہوئے ہیں، وہاں ان کا یہ اخلاقی فریضہ بھی ادا ہوا ہے

تائیدات

اب یہاں یہ بھی عرض کردوں کہ اس مسئلہ سے متعلق جہاں دوسری دلائل و تائیدات موجود ہیں، وہاں معصومین علیہم الصلوات والسلام کی طرف سے بھی اس ضمن میں ہر دور میں تائیداتِ منامی بھی صادر ہوتی رہی ہیں اور کوئی بھی دور ایسا نہیں رہا ہے کہ جس میں یہ تائیدات منامی نہ ملی ہوں

اس ضمن میں شاید کوئی یہ سوچے کہ عالم خواب میں معصومین علیہم الصلوات والسلام کی زیارت محلِ توقف ہے تو ان لوگوں سے عرض کروں گا کہ سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ ☆من رأنی فی المنام فقد رأنی......

یعنی جس نے بھی خواب میں ہماری زیارت کی ہے گویا اس نے بیداری میں زیارت کی ہے، کیونکہ ابلیس اس

شکل میں کبھی متشکل نہیں ہوسکتا...... اور یہ حدیث متفقہ بین تشیع ہے اور اس پر امامیہ کا اتفاق ہے کہ کسی بھی معصوم علیہ الصلوات والسلام کی شکل میں کوئی غیر متشکل نہیں ہوسکتا اور ان کی زیارت عالم خواب و بیداری میں برابر ہوتی ہے، اس پر ہمارے علمائے اعلام نے اپنی کتب میں کچھ ابواب بھی قائم کئے ہیں اور رؤیائے صادقہ بھی نقل کئے ہیں اور اس پر جناب ابراہیم علیہ السلام اور جناب یوسف علیہ السلام کے خوابوں سے استدلال بھی کیا ہے

اور صاحب دارالسلام علامۃ الجلیل جناب شیخ محمود عراقی نے تو اپنی کتاب غیبت دارالسلام میں منامات کا ایک طویل باب بھی قائم کیا ہے، اس لئے جو تائیدات معصومین علیہم الصلوات والسلام واقعہءِ عروسی کے ضمن میں عالم خواب میں حاصل ہوئی ہیں انہیں بھی درست ماننا لازم ہے اور اس واقعہءِ عروسی کے ضمن میں بہت سے رؤیائے صادقہ اور تائیدات معصومین علیہم الصلوات والسلام موجود ہیں، اور بہت سی تائیدات تو نقل ہی نہیں ہوسکیں، ہاں بعض علمائے اعلام نے ان تائیدات معصومین علیہ الصلوات والسلام کو بطور دلیل کے بیان فرمایا ہے جیسا کہ صاحب نفائس الاخبار ہیں یا علامہ دربندی ہیں تو انہوں نے ان واقعات کو بطور دلیل بھی پیش کیا ہے

صاحب نفائس الاخبار لکھتے ہیں

بدان کہ بعض از علماء ابرار زیاد اصرار دار د در کتاب خود بر اینکہ از برائے قاسم علیہ الصلوات والسلام زفاف اتفاق افتادو خبر مذکور را مدرک حکم قرار دادہ و از برائے مطلب خود ادلہ اقامہ کردہ ماند' خوندان ذاکرین این قضیہ را در بالای منابر در مجالس علماء و تقریر علما را دلیل آوردہ و دیگر آنکہ شعراء آنرا در قصاید و مراثی ادراج نمودہ اندو دیگر آنکہ متداولست درمیان مردم کہ تعزیہ قاسم علیہ الصلوات والسلام برپا می کنند بہ تفصیل عروسی و دیگر خوابہا ئیکہ جمیع از علماء دیدند کہ در عالم رویاء خدمت حضرت سید الشہد اعلیہ الصلوات والسلام مشرف شدہ از وقوع این قضیہ ایشان را اخبار فرمود

(بحوالہ کتاب نفائس الاخبار صفحہ 295)

یہ جاننا چاہئے کہ علمائے ابرار میں سے زیادہ لوگ اپنی کتابوں میں عروسی شہزادہ امیر قاسم علیہ الصلوات والسلام کو متفقہ علیہ قرار دیئے جانے پر اصرار کرتے ہیں اور وہ اس روایت کو فیصلہ کن (حکم) قرار دیتے ہیں اور وہ اپنے

مطلب و مقصد پر ان چیزوں سے دلائل لاتے ہیں، یعنی ذاکرین کا اس واقعہ کو علمائے اعلام کی مجالس میں بر سر منبر پڑھنا اور ان کا انہیں نہ روکنا...... اس کو اس امر کی صداقت کی دلیل بناتے ہیں دوسری بات یہ ہے کہ شعرا نے اس روایت کو قصائد اور مرثیوں میں منظوم کیا ہے اور عوام شہزادہ پاک علیہ الصلوات والسلام کی تعزیتی مجالس کو عروسی کی تفصیل کے ساتھ قائم کرتے ہیں (یہ بھی ایک دلیل صداقت ہے)

کثیر علماء عظام نے دیکھا ہے کہ وہ عالم خواب میں امام مظلوم علیہ الصلوات والسلام کی بارگاہ قدس میں مشرف بہ زیارت ہوئے اور اس واقعہ کی تصدیق چاہی اور سرکار علیہ الصلوات والسلام نے اس کی خبر دی

(تو یہ بھی اس واقعہ کی صداقت پر ایک ناقابل تردید دلیل ہے)

صاحب اسرار الشہادہ علامہ دربندی نے ایسے رویائے صادقہ کا ذکر کیا ہے کہ جن میں واقعہ مذکور کی معصومین علیہم الصلوات والسلام کی طرف سے تصدیق و تائید ہوئی ہے

پاک و ہند کے بعض علمائے عظام کو بھی اسی طرح عالم خواب میں خود معصومین علیہ الصلوات والسلام نے اس واقعہء عروسی کو بیان کرنے کی تاکید فرمائی جیسا کہ جناب مولوی ہدایت حسینؒ نجفی اور سید الواعظین سید آغا حسینؒ شاہ صاحب کے نام قابل ذکر ہیں

ایسی لاتعداد تائیدات و احکامات خود ہمارے بزرگوں کو آئمہ ھدیٰ علیہم الصلوات والسلام کی طرف سے موصول ہوئی ہیں

کچھ لوگوں نے یہ کہا ہے کہ یہ خیمہء عروسی تو شاہانِ قاچار و صفوی نے بنوایا تھا اور یہ کوئی صداقت کی دلیل نہیں ہے

میں انہیں عرض کروں گا کہ شاہانِ صفوی و قاچار نے جو کام کیے ہیں وہ مراجع عظام کے مشورہ سے کیے ہیں اور شاہانِ صفوی بھی عرب کی روایت کو جانتے تھے اس دور کے مراجع عظام رضوان اللہ علیہم بھی قدیم عرب روایات سے کماحقہ، واقف تھے اس لئے انہوں نے اجازت دی اور شاہانِ وقت نے حجلہءِ عروسی تیار کروایا تھا

کیونکہ ہمارے یہاں کے عربی دان لوگ ساری روایات کو ہندوستان و پاکستان کے تناظر میں دیکھتے ہیں اور عرب روایات کو بالکل جانتے تک نہیں ہیں، اس لئے وہ صرف ''کیوں'' اور ''کیسے'' کی طرح کے اعتراض

کرتے چلے جاتے ہیں

دوستو! یہاں تک آپ نے دیکھ لیا کہ ان سارے مراحل میں اس روایت عقد کی توثیق ہوتی ہے اور اسے درست ماننے میں کوئی چیز مانع نہیں ہے سوائے ضد کے

اب ہم یہاں چند متفرق اعتراضات کے بھی اجمالی طور پر جواب دینا ضروری سمجھتے ہیں تا کہ اس کا کوئی گوشہ خالی نہ رہ جائے

اعتراض

کچھ مہربانوں نے یہ فرمایا ہے کہ اگر امام مظلوم علیہ الصلوات والسلام نے اپنے لخت جگر کی شادی ماہ محرم میں کی ہے تو پھر ہمیں سنت امام کے مطابق ماہ محرم میں شادیاں کرنا اور خصوصی طور پہ روزِ عاشور شادی کرنا جائز ہونا چاہیے تھا، ہمارے لئے ان ایام عزا میں شادی کرنا کیوں حرام مانا جاتا ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ حرمت عمومی کی دو اقسام ہیں

() حرمت واقعی () حرمت واقعیتی یا واقعاتی

یعنی ایک چیز کا حرام ہونا کلی طور پر ہوتا ہے مگر ایک چیز ایسی بھی ہوتی ہے کہ جو اصالتاً حرام نہیں ہوتی بلکہ کسی واقعہ کی وجہ سے یا کسی دوسری وجہ سے حرام ہو جاتی ہے، جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ شادی کرنا اصالتاً جائز ہے لیکن ایک شخص اپنے بیٹے کی شادی کرنا چاہتا ہے اور وہ کسی سعد تاریخ کو منتخب کرتا ہے، کسی معصوم کے یوم میلاد کو یا کسی دیگر سعد تاریخ کو شادی طے ہو جاتی ہے، عین شادی کے روز اس کی والدہ یا والد فوت ہو جاتا ہے یا قتل ہو جاتا ہے تو وہ شادی ملتوی کر دیتا ہے، اور اس پر اس وقت شادی کرنا حرام ہو جاتا ہے کیونکہ والد کی وفات یا قتل کے دن شادی کرنے سے شریعت روکتی ہے، یہ حرمت واقعیتی ہے نہ کہ واقعی ہے، کیونکہ شادی کرنا واقعی حرام نہیں ہے

اسی طرح واقعہ ءِ کربلا سے قبل اس تاریخ کو شادی کرنے کی منع نہیں تھی اور شہنشاہ کربلا علیہ الصلوات والسلام نے بھی یہ شادی کی تھی تو واقعہ ہونے سے پہلے کی تھی، ہاں اگر واقعہ ءِ کربلا کے بعد کسی امام نے روز عاشور شادی کی یا

کسی شہزادہ کی شادی کی ہے تو پھر ان کی بات پر غور کیا جا سکتا ہے، مگر ہمارے آئمہ ہدیٰ علیہم الصلوات والسلام کا معمول تو یہی رہا ہے کہ ایام عزا میں ہمیشہ سوگوار رہے، حتیٰ کہ بعض آئمہ ہدیٰ علیہم الصلوات والسلام روز عاشور سر برہنہ پا برہنہ عزاداری فرماتے تھے......ان ساری باتوں سے جو بھی ثابت ہو روایت عقد کی نفی نہیں ہوتی

اعتراض

شادی کی روایات کے بارے میں ایک اعتراض یہ ہوتا ہے کہ اس میں کوئی خلافِ شان کلمات بھی ہیں

اس کے جواب میں عرض کروں گا کہ اس روایت کی بنیاد میں کوئی قباحت نہیں ہے یعنی شادی ہوئی ہے، اب اس کی تفصیلات میں کچھ دیگر مواد شامل ہو جائے تو اس سے اصل واقعہ کی نفی نہیں ہوتی، جیسا کہ ہمارے سامنے ہر شہید کی شہادت کے واقعات میں حتیٰ کہ تاریخ آئمہ علیہم الصلوات والسلام میں بھی کچھ نہ کچھ مبالغہ موجود ہے اور صاحبانِ عقل اس مبالغہ سے صرف نظر کرتے ہوئے اصل بات کو تسلیم کرتے ہیں اور جو خلافِ شان مواد ہے اس کی نفی بھی کر دی جاتی ہے نہ کہ اصل روایت یا واقعہ سے انکار کیا جاتا ہے اور اگر ایسا کیا جائے تو یہ بھی ایک جارحانہ رویہ ہے جو کسی عالم کے شایانِ شان نہیں ہے

شادی کی روایت کے اجزا کو میں اپنی مجلس میں بیان کروں گا، یہاں یہ بھی عرض کر دوں کہ ہمارے متقدمین روضہ خوان بعض چیزوں کو اعتباراً بیان کرتے تھے جیسا کہ زخموں کو سہروں کے پھول کہتے تھے، خون آلود سرخ زمین کو سیج کہتے تھے، خون کو مہندی سے تشبیہ دیتے تھے، سنگباری کو دولہا پر نثار موتی نچھاور کرنا بیان فرماتے تھے، تو اعتبارات کو کسی عالم نے کبھی بھی حرام نہیں کہا ہے، یہ ایک طرح کا کنایہ، استعارہ، تشبیہ، اعتبار ہے جو حسن کلام و بیان ہوتا ہے اور یہ محاسن کلام میں شامل ہے

اعتراض

ہمارے فاضل مہربان اعتراض کرتے ہیں کہ سیج کا بنانا درست نہیں ہے......اس پر انہوں نے غلیظ تصورات کو پیش کر کے سیج بنانے سے روکنے کی کوشش کی ہے

اس کے جواب میں عرض کروں گا کہ یہ ایک نفسیاتی حربہ ہے کہ کسی اچھی چیز کو بری شکل میں پیش کر دیا جائے

تا کہ وہ اچھائی رک جائے، جیسا کہ میرے سامنے ایک صاحب کسی سے فرما رہے تھے کہ یہ جو شیعوں میں رونے سے نجات کا تصور ہے کہیں یہ عیسائیت سے تو نہیں آیا؟ اور ان کے مقابل جو فاضل شخص بیٹھے ہوئے تھے وہ اس تصور ہی سے انکار فرما رہے تھے کہ ہمارے ہاں رونے پر نجات کا کوئی تصور موجود ہی نہیں ہے کیونکہ یہ تو عیسائیت کا نظریہ ہے۔ اس پر میں نے مداخلت کی اور کہا بھائی صاحب! میں تو یہ بھی سوچتا ہوں کہ اللہ ایک ہے اور اس کی وحدت کا نظریہ اسلام میں کہیں یہودیت سے تو نہیں آ گیا کیونکہ اسلام سے پہلے اللہ کو ایک سمجھنے والا مذہب ان کا تھا اور یہ نظریہ ہم نے ان سے چرایا ہے

اس پر اس نے کہا کہ ایسا کچھ نہیں ہے، تو میں نے گذارش کی بھائی جو سچائی ہو وہ کسی کی ذاتی جاگیر یا پراپرٹی نہیں ہوتی، کسی مذہب کی ملکیت نہیں ہوتی، اس لئے رونے پر نجات کا تصور صرف اسلام میں نہیں بلکہ سارے مذاہب میں موجود ہے

ایسے نفسیاتی حربوں کو آپ آسانی سے دیکھ سکتے ہیں جیسا کہ ایک صاحب نے جوش ملیح آبادی کے سامنے نماز کے رکوع و سجود کی ایسی قبیح تصویر بنائی تھی کہ انہوں نے پھر پوری زندگی نماز نہ پڑھی اور کہتے تھے کہ عبادت کا یہ انداز غیر شریفانہ ہے

اسی طرح آج کوئی سیج پر اپنی غلیظ ذہنی گندگی اچھالتا ہے تو یہ گندگی اس کے منہ پر پڑے گی، ہمیں ایک اچھی چیز کو نہیں چھوڑنا چاہیے، کیونکہ اگر گندی ذہنیت سے دیکھا جائے تو ہر اچھی چیز کی ایک بدترین تصویر بنائی جا سکتی ہے، مگر یہ دشمنانہ سوچ تو ہو سکتی ہے، کوئی شیعہ یا عقیدت مند ایسی گندی باتیں سوچ ہی نہیں سکتا

انہی اشارات کے ساتھ اجازت چاہوں گا

جعفر نقوی

بنی اسرائیل کی وحی اور عقدِ قاسمؑ

﴿ ’وحی کودک‘ ﴾



وحی کودک

اسماعیل بن علی قزوینی (قرن ۱۲ه.ق) از بزرگ‌ترین خاخام‌های یهود در دوران فتحعلی شاه قاجار در ایران است. این عالم بزرگ با بررسی کتب انبیاء گذشته که نزد یهودیان موجود بوده، به حقّانیت دین اسلام و مذهب تشیّع می‌رسد و شیعه می‌شود. وی اسلام آوردن خود را چنین بیان می‌کند:

«بر ارباب بینش مخفی نماند که کمترینِ خلائق، اسماعیل قزوینی چون از ابتداء و سنّ، به مباحثه و مطالعه‌ی کتب انبیاء سلف[1] اشتغال می‌داشتم و اهتمام تمام[2] در دین داشتم، بعد از آنکه استحضار و اطّلاع کلّی بر جزئیات کتب مزبور بهم رسانیدم، آیات و اخباری که دالّ بر حقیّت دین اسلام بود به نظر می‌رسید؛ لهذا همّت گذاشتم که تفکّر و تعمّق بلیغ در این امر عظیم نموده و حقیّت دین شریف اسلام را برخود مکشوف سازم. بناءً علیه[3]، خود را مخلّا از اغراض فاسده‌ی نفسانی[4] نموده، در کتب انبیاء تامّل بلیغ نمودم و در این باب مجاهده‌ی تمام نمودم تا به توفیق ربّانی و هدایت یزدانی، حقیّت اسلام بر من کشف شد...[5]»



این عالم بزرگوار از معتمدین خاخام‌های یهود و قوم ایشان بود و مقام وی در نزد ایشان را پسر وی چنین توصیف می‌کند:

---

۱. گذشته
۲. بیشترین سعی
۳. بنابراین
٤. خالی از غرض ورزی‌های کورکورانه
۵. انباء الانبیاء، مقدمه، صص ۶-۷ (pdf)

«والد فقیر[1] از سلسله بنی اسرائیل و در میان ایشان از افاضل و اعیان[2] بود و همگی و ارباب آن طایفه[3] به فضل و تتبّع او[4] معترف و او را به صفت زهد و تقوا منصّف می‌دانستند و آن مرحوم در تمام عمر، مشغول تحصیل علوم و مطالعه‌ی کتب و متابعت رسوم انبیاء سلف[5] و علماء خلف[6] بود و در آن، تجسس و طلب به غیر از تمییز[7] میانه‌ی حقّ و باطل ادیان و وصول، به طریق حقّ و ایقان[8]، مطلبی و مقصدی نداشتند و پیوسته ظهور راه صواب[9] را از مفتّح الابواب سائل[10] و استجابت دعای خود را از آن جناب، آمل بودند[11] تا آنکه توفیق ربّانی شامل حال او و تایید سبحانی، کافل آمال آن سعادت مآل گردیده[12]، به تشریف شریف دین حنیف سرافراز و به این عطیّه‌ی عظمی[13] از امائل و اقران خود[14] ممتاز گردیده.[15]»

---

۱. پدر اینجانب
۲. از داناترین و از بزرگان
۳. بزرگان یهودیت
۴. دانش و تحقیقات او
۵. تبعیّت از آموزه‌های پیامبران پیشین
۶. علمای جانشین پیامبران
۷. جدا کردن
۸. رسیدن به راه درست و یقین به آن
۹. آشکار شدن مسیر درست و حق
۱۰. از خدا خواستار بود
۱۱. برای استجابت دعایش امیدوار بود
۱۲. تا آنکه خدا پذیرنده‌ی آرزوی آن نیک بخت شد
۱۳. هدیه‌ی بزرگ
۱۴. نزدیکان و همانندان خود
۱۵. محضر الشهود فی ردّ الیهود، مقدمه

این عالم بزرگوار پس از شیعه شدن به مناظراتی با علمای یهود و جماعت یهودیان پرداخت و بسیار مشتاق بحث و مناظره با ایشان بود و یهودیان از وی بسیار بیمناک بودند و با اینکه حقّ بر ایشان روشن شده بود، آن را نپذیرفتند. این ترس جماعت یهود را پسر مولّف چنین توصیف می‌کند:

«جماعت یهود را شنیدن این خبر کمال دهشت و باعث نهایت وحشت[1] شد. این معنی[2] را فتور[3] دین و ملت و سبب نقض و مذلّت خود دانسته، چاره جویی بر کمر بستند و در پس زانوی تفکّر و تحیّر نشستند و از اطراف و جوانب زبان تعییر[4] و ملامت گشودند و...[5]»

این عالم خبره و رهیافته به طریق حقیقت، برای اثبات حقّانیت اسلام و تشیّع، کتابی به نام «اَنباء الانبیاء» نوشت که تماماً از کتب یهودیت حقّانیت اسلام و تشیّع را ثابت می‌کند. یهودیان بسیار سعی در نابود کردن کتاب وی داشتند امّا خوشبختانه نسخی محدود از کتاب او به صورت نسخه‌ی خطّی موجود است که به آن دست یافتیم.

فردی دیگر به نام **محمّد رضا جدید الاسلام (قرن ۱۳ ه.ق)** که لقب جدید الاسلام را بعد از مسلمان شدنش برای خود برگزید، از مهمّترین یا مهمّترین عالم یهودی در ایران بود که با مسلمان و شیعه شدن خود، ضرر

---

۱. باعث بیشترین ترس شد
۲. شیعه شدن او را
۳. باعث سستی و تضعیف
۴. سرزنش و نکوهش کردن
۵. محضر الشهود فی ردّ الیهود، مقدمه

بزرگی بر یهودیان تحمیل کرد. مترجم کتابش درباره او می‌نویسد:

«فرید زمان و وحید دوران، اعلم علماء اسرائیلیان فی زمانه و عصره[1] و افضل فضلاء قومه فی دهره و اوانه[2]، المستبصر به دین اسلام[3]، علّام و فهّام[4]، میرزا محمّد رضای جدید الاسلام...[5]»

یا می‌نویسد:

«میرزا محمّد رضا جدید الاسلام از علمای یهود از جمیع بلاد با اقرار ایشان، به اعلمیّت آن بزرگوار و رجوع کلّیه‌ی یهود و علماء ایشان در هر مسئله و حکمی که بر ایشان مشتبه می‌شد یا آنکه غیر معلوم بود، به آن مرحوم رجوع می‌نمودند. به مجرّد شنیدنشان و دیدنشان اسلام آوردن و مستبصر گردیدنشان به دین و آیین پیغمبر آخر الزّمان ... بی‌انصافان از علمای ضالّ و مضلّ ایشان، کمال اهتمام را ورزیدند در انحراف آن بزرگوار و ردّ بر کتاب مستطابش و بعد از مایوس شدن از هر دو مقام در صدد ایذاء و آزار آن بزرگوار بر آمدند...[6]»

این عالم بزرگوار و رهیافته به دین اسلام کتابی مفصّل و بیچاره کننده‌ی یهودیان در اثبات حقّانیت اسلام و شیعه از معتبرترین کتب یهودیان به نام «منقول رضائی» به زبان عبری نوشت. یهودیان شدیداً بر آن آمدند تا کتب وی را نابود کنند امّا خوشبختانه این کتاب نهایتاً توسط فردی به نام علی بن حسین حسینی (قرن ۱۳-۱۴ه.ق) در دوران

۱. داناترین علمای یهود در دوران خود
۲. با فضیلت‌ترین فضیلتمندان در عصر خود
۳. دارای بصیرت در دین اسلام
٤. فردی بسیار دانا
٥. اقامة الشهود فی ردّ الیهود، مقدمه
٦. اقامة الشهود فی ردّ الیهود، صص ۲۸۹-۲۹۰

ناصرالدّین قاجار به اصرار بزرگان و علماء، به فارسی برگردانده شد و نام ترجمه‌ی آن را «اقامة الشهود فی ردّ الیهود» نهادند.

حاج بابا بن اسماعیل قزوینی (قرن ۱۳ه.ق) فرزند اسماعیل قزوینی به تبع پدر مسلمان شد و راه پدر را در طریق ابلاغ تشیّع و طریقت حقّه‌ی اسلام ادامه داد. وی همچون پدر به محاجّه با یهودیان پرداخت و مبارزات علمی وسیعی با آنان داشت. وی کتابی کامل و مهم به نام «محضر الشهود فی ردّ الیهود» نگاشت که حقّانیت تشیّع را بر اساس کتب و اخبار یهودیان به اثبات می‌رساند.

این سه بزرگوار رهیافته به حقیقت، ملّا اسماعیل قزوینی (قرن ۱۲ه.ق)، محمّد رضا جدید الاسلام (قرن ۱۳ه.ق) و حاج بابای قزوینی (قرن ۱۳ ه.ق) از مهمّترین علمای یهود بودند که به تشیّع گرویدند و هر سه از کتبی از یهودیان نقل کردند که آنها سعی در مخفی نمودن آن کتب داشتند؛ چنانچه نزد علمای یهود کتبی موجود است که آنها اعتماد تمام بر آن دارند و در آنها صریحاً به حقّانیت دین مبین اسلام اشاره شده. هر سه این بزرگواران اذعان کردند که نزد یهودیان کتابی به نام «نبوئت هَیلَد[1]» که جمع‌آوری وحی کودک است در کمال اعتبار موجود است که در آن براهینی بر حقّانیت اسلام موجود می‌باشد.

همانطور که عرض شد این کتاب در کامل‌ترین اعتبار نزد یهودیان است چرا که سه تن از بزرگترین علمای ایشان که مسلمان شدند به

۱. یا نبوّت هیلد. اقامة الشهود فی ردّ الیهود، ص ۲۹۲

متداول بودن آن اشاره کردند.

ملّا اسماعیل قزوینی می‌نویسد:

«آن کتاب در میان بنی اسرائیل متداول است[۱]»

محمّد رضا جدید الاسلام می‌نویسد:

«از جملهٔ ادلّه کافیه و حجج شافیه[۲] بر اثبات مدعای ما کیفیت وحی کودک است.[۳]»

حاجی بابا قزوینی می‌نویسد:

«هرگاه علماء یهود در آن تعقّل می‌نمودند و آن را مثل سایر کتب خود تفسیر می‌کردند، بغیر از این چاره نداشتند که ترک دین آباء و اجداد خود نموده، پیروی مذهب حقّه محمّدی نمایند و با این مزاج ایشان [که] مجبول بر عصیبت و لجاج[۴] است، مطلقاً موافقت نداشت، فلهذا به قدر وسع و طاقت سعی در اخفاء[۵] کتاب مذکور نموده، چنان کردند که نشان آن در صفحه روزگار نماند ... نسخه مذکور با آن کتاب در یک جلد بوده و به قالب رسیده و علماء بر صحّت آن شهادت دادند، زیرا که بنای امر[۶] قالب خانه[۷] بر اینست که کتابی به صحّت نپیوندند و علماء بر خوبی و

۱. انباء الانبیاء، فصل ۲ در گزارش وحی کودک، ص ۲۷ (pdf)
۲. دلائل قانع‌کننده
۳. اقامة الشهود فی ردّ الیهود، ص ۲۹۱
٤. سرشته شده بر ستیز کردن و طفره رفتن
۵. پنهان کردن
٦. اصل و اساس کار
۷. چاپ‌خانه که کتب خطّی را به چاپ سنگی اوّلیه می‌رساند. البته احتمالاً یهودیان چاپخانه مجزا و مستقلی برای خود داشتند و این جا همان جاست که کتب معتبره ایشان به چاپ می-

درستی آن شهادت ندهند و سجل[۱] ننویسند، آن را به قالب نمی‌برند.

حال به بررسی کتاب نبوئت هیلد و وحی کودک می‌پردازیم.

یکی از بزرگان علمای بنی اسرائیل به نام «پنهاس»[۲] همسری نازا به نام راحیل[۳] داشت. وی هر گاه که از محلّ تدریس خود باز می‌گشت، همسر خود را با حالی آشفته می‌دید که خواهان فرزندی بود. این عالم بنی اسرائیل از خدای تعالی درخواست کرد که خداوند به او فرزندی عطا کند و دعای او مستجاب گردید و همسر او حامله شد و بعد از شش ماه پسری زیبا از او به دنیا آمد که وی را «نَحمان[٤]» نامیدند. تاریخ ولادت او یکشنبه[۵] اوّل ماه تشرین الاوّل سال ۴۲۰ از خراب شدن بیت المقدّس در مرتبه دوم بود[٦]. این تاریخ با ۷۴ سال قبل از بعثت پیامبر اسلام و ۳۴ سال پیش از تولّد حضرت محمّد مطابقت دارد. آن مولود تا به دنیا آمد، به سجده رفت و بعد از سجده گفت که: بر بالای این پرده‌ی آسمانی که می‌بینید، نهصد و پنجاه و پنج پرده‌ی آسمان دیگر است و بالای آن پرده‌ها، چهار حیوان است و بالای آن حیوانات، چهار کرسی بلند پایه است و

رسید.
۱. تاییدیه و مهر و شناسنامه
۲. یا ربّی پنحاس به نقل کتاب اقامة الشهود فی ردّ الیهود، ص ۲۹۱
۳. نام راحیل برگرفته از کتاب اقامة الشهود فی ردّ الیهود، ص ۲۹۱
٤. اسم کامل او نحمان حَطوفاه بود که با جدّش همنام بود. کتاب اقامة الشهود فی ردّ الیهود، ص ۲۹۱
۵. یا پنجشنبه به نقل کتاب اقامة الشهود فی ردّ الیهود، ص ۲۹۱
٦. این تاریخ مبنای بسیاری از یهودیان است.

بالای آن کرسی، آتش سوزاننده‌ای است و خدمتکاران و کرسی همه از آتش هستند. پنهاس وقتی این سخنان را از فرزند خود شنید، او را از سخن گفتن منع کرد و با تندی به او خطاب کرد که خاموش باش و نحمان تا دوازده سال سخن نگفت. همسر پنهاس مدّت‌ها گریه و زاری می‌کرد که چرا فرزندش سخن نمی‌گوید و پس از مدّت‌ها اصرار به شوهرش، روزی هنگامیکه پنهاس از محلّ تدریسش بر می‌گشت، در برابر او ایستاد و بسیار ناله و اصرار کرد که دعا کن که خدایا او را گویا گرداند یا او را از ما بگیرد. پنهاس به همسرش گفت که اگر او گویا شود، سخنانی بگوید که مردم را متحیّر سازد. همسرش گفت که تو دعا کن تا او گویا شود به شرطی که سخنانش را پنهانی و خلاصه بگوید. پنهاس دهن بر دهان فرزندش گذاشت و او را قسم داد که سخن بگوید به شرط اینکه مختصر باشد یا کسی نفهمد که منظورش چیست تا زمانی که سخنان او به آشکار شود. (یعنی سخنانی که می‌گوید اتفاقات آینده باشد که مردم آن دوران مطّلع نشوند.) وقتی کودک به اذن الهی گویا شد، شروع کرد به سخن گفتن و پنج وحی به ترتیب حروف ابجد گفت که تمام آن اخبار و سخنان، خبر از اتّفاقات آینده بود و در نهایت گفت که شما مرا به دست خود دفن خواهید کرد. چون سخنانش تمام شد از دنیا رفت[1] و او را در قریه‌ی «کَفَرِ بَرعَم» در مکانی که چهل تن از علمای بنی اسرائیل دفن بودند، دفن کردند. نحمان آن پنج وحی را گفت و آن وحی را نوشتند و نزد علمای یهود نسل به نسل استنساخ می‌شد و نزد آنها نگهداری می‌شد و

۱. یا پس از مدّت کوتاهی از دنیا رفت. اقامة الشهود فی ردّ الیهود، ص ۲۹۲

اصل آن هم در مکانی از اماکن علمای بنی‌اسرائیل موجود بود. تا آنکه ملّا اسماعیل قزوینی (قرن ۱۲ه.ق) چنین می‌نویسد:

«قریب به پنجاه سال پیش از این، یکی از کتابهای بنی اسرائیل را که آن را کتاب «تاکید و مَصوَه» می‌گویند به قالب خانه بردند که آن را قالب نمایند [و] آن وحی‌ها را نیز به قالب رسانیدند و در پشت آن کتاب قرار دادند و آن کتاب در میان بنی اسرائیل متداول است.[1]»[2]

همانطور که اشاره شد به تایید ملّا اسماعیل قزوینی این کتاب همراه با کتاب دیگری از یهود به چاپخانه‌ی مخصوص یهودیان رفته بوده تا به چاپ برسد و نهایتاً به چاپ می‌رسد و نزد علمای یهود منتشر می‌شود و نسخه‌ای هم به ملّا اسماعیل قزوینی می‌دهند که وی از آن بخش وحی کودک را ذکر می‌کند. محمّد رضا جدید الاسلام هم همانطور که اشاره شد به نسخه‌ای از وحی کودک دسترسی داشته و آن را از کتب یهودیت دانسته و آن را عیناً با عبارات عبری در کتاب خود آورده است. این وحی‌ها اخباری است که از وقایع اسلام خبر داده شده و بسیاری از آن را مرحوم اسماعیل قزوینی و مرحوم جدید الاسلام با تاریخ اسلام تطبیق داده‌اند که عیناً مطالب تاریخ اسلام را بیان می‌کند. بخشی از مطالب وحی کودک قابل تاویل نبوده و به بیان این بزرگواران به دو جهت نمی‌توان آن را تاویل

۱. انباء الانبیاء، فصل ۲ در وحی کودک، ص ۲۷ (pdf)

۲. این بخش را از کتاب انباء الانبیاء که قدیمی‌ترین تایید بر وحی کودک است آوردیم و مطالب اضافه‌ای که صاحب اقامه الشهود ذکر کرده را در پاورقی آوردیم ولی اصل نوشتار ما عیناً برگرفته از نقل انباء الانبیاء است.

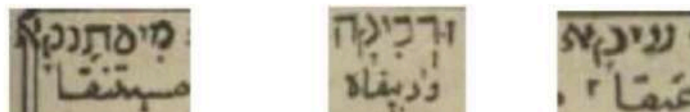
کرد؛ یکی اینکه اوّلاً بخشی از تاریخ است که امروز در تواریخ ما ضبط نشده و ثانیاً اموری است که هنوز به وقوع نپیوسته است. امّا به خوبی **تاریخ اسلام و وقایع کربلا و ظهور امام زمان**ؑ در آن مشهود است. چون هدف ما از آوردن وحی کودک مطلب عروسی حضرت قاسمؑ بود، به بخش وقایع کربلا در وحی کودک بسنده می‌کنیم. علاقه‌مندان می‌توانند به کتاب تازه منتشر شده نبوئت هیلد رجوع کنند امّا متاسفانه نویسنده آن کتاب بخش‌هایی از وحی کودک را حذف کرده و اصلی‌ترین نسخه از وحی کودک در کتابهای انباء الانبیاء، اقامة الشهود فی ردّ الیهود و کتاب محضر الشهود فی ردّ الیهود قابل مشاهده است.

به علّت اینکه عین عبارات وحی کودک آورده شود، عین عبارات عبری و ترجمه کامل آن به فارسی را خواهیم آورد. باید مدّ نظر قرار گیرد که به علّت تفاوت‌های عبری و فارسی تلفظ‌ها بسیار متفاوت است.

در حرف شین وحی کودک چنین مذکور است:



شیتا شیقا ومَشتیتا عیقا[1] ومَعا

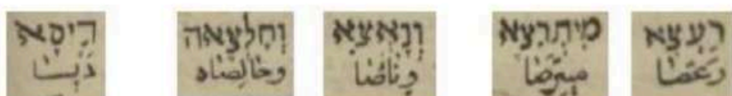


١. عاقا هم تلفّظ می‌شود.

عیقا وِدَبَیقا میستَنَقا[1]

شش نفر از آرزومندان به دشواری افتند، دشواری بعد از دشواری و چسبیدگان به زحمت بیفتند.

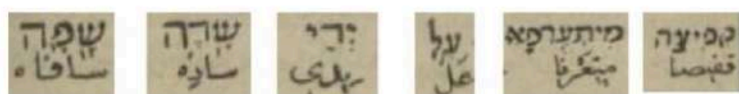
در حرف راء وحی کودک چنین ذکر شده:



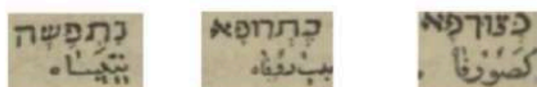
رَعصا میترِصا[2] ونائصا[3] وحالِصا[4] دَیسا

به سختی بیفتند و به عذاب افتند و کنده شوند و خُرد شوند.

در حرف قاف وحی کودک مذکور است:



قفیصا میتعرِفا[5] عَل یِدی سادِ[6] سافا



کصورفا بیت روفا[1] نیتیسا

١. مستنقا هم تلفّظ می‌شود.
٢. مترسا هم تلفّظ می‌شود.
٣. ونعصا هم تلفّظ می‌شود.
٤. وحاسادی هم تلفّظ می‌شود.
٥. متعرفا
٦. سا

به خنجر از قفا بریده بشود در کنار رودخانه در صحرا مانند امتحان کرده شده و گرفته بشود از او زفاف.

در حرف صاد وحی کودک چنین آمده:

صَبوعا	نیصپعا	نیسرفاء	وینفزعاء
ؤومیودعا	بدیعا	بشوعا	نیشتعشع

خیمه‌های رنگین که جای نشستن فرزندزادگان است، سوخته شود و آشکار شوند خویشان معروف که به ناز، پرورده شده بودند و با لب تشنه کشته شود.

حروف شین، راء، قاف و صاد وحی کودک:

۱. بتروفا

تاویل وحی کودک

حرف شین؛ در اینکه این شش نفر چه کسانی هستند نظرهای وجود دارد و گفته‌اند این شش نفر فرزندان حضرت امیرالمومنین(ع) که در کربلا شهید شدند هستند؛ یعنی: چهار فرزند حضرت ام البنین(ع)، ابوبکر بن علی(ع) و عمر بن علی(ع)[1]. البته می‌توان گفت که فرزندان امام حسین(ع) هستند چون از تاریخ عدد دقیق فرزندان امام حسین(ع) مشخص نیست و بسیاری از مورّخین حضرت علی اصغر(ع) را با حضرت عبدالله رضیع(ع)

۱. اقامة الشهود فی ردّ الیهود، ص ۳۲۶

ترجمہ، وحیِ کودک ---- (علماء کا تعارف)

اسماعیل بن علی قزوینی (12ویں صدی ہجری) ایران میں فتح علی شاہ قاجار کے دور میں یہودیوں کے عظیم ترین علماء میں سے ایک تھے، ان عظیم عالم نے ماضی کے انبیاء کی کتابوں، جو یہودیوں کے ہاں موجود تھیں، کا گہرا مطالعہ کر کے دینِ اسلام اور مذہبِ تشیع کی حقانیت کو پا لیا اور وہ شیعہ ہو گئے، وہ اپنے اسلام لانے کے واقعے کو اس طرح بیان کرتے ہیں ---!

اہلِ بصیرت پر مخفی نہ رہے کہ اس مخلوق میں سب سے کم تر، اسماعیل قزوینی، چونکہ اپنی عمر کے آغاز ہی سے انبیاءِ سلف (پچھلے انبیاء) کی کتابوں کے مطالعے اور مباحثے میں مشغول رہتا تھا اور دین کے معاملے میں کمال توجہ رکھتا تھا، چنانچہ جب میں نے مذکورہ بالا کتابوں کی جزئیات پر کامل دسترس اور اطلاع حاصل کر لی، تو میری نظر سے ایسی آیات اور اخبار (روایات) گزریں جو دینِ اسلام کی حقانیت پر دلالت کرتی تھیں، اسی لیے میں نے عزم کیا کہ اس امرِ عظیم میں عمیق فکر اور گہرا تدبر کروں تاکہ دینِ شریف اسلام کی حقانیت مجھ پر منکشف ہو جائے، پس اسی بنا پر میں نے خود کو نفسانی و فاسد اغراض سے پاک کیا، انبیاء کی کتابوں میں نہایت گہرا تامل کیا اور اس باب میں پوری کوشش کی، یہاں تک کہ توفیقِ ربانی اور ہدایتِ یزدانی سے اسلام کی حقانیت مجھ پر آشکار ہو گئی ---

کتاب احلی من العسل کے مصنف کہتے ہیں، یہ بزرگوار عالم یہودیوں اور ان کی قوم کے معتمد ترین علماء میں سے تھے، اور ان کی قوم میں ان کے مرتبے و مقام کو ان کا بیٹا اس طرح بیان کرتا ہے ----!

میرے محترم والد، بنی اسرائیل کے سلسلے سے تھے اور ان کا شمار فضلاء اور اکابرین میں ہوتا تھا، اس گروہ کے تمام لوگ ان کے فضل اور علمی جستجو کے معترف تھے اور انہیں زہد و تقویٰ کی صفت سے متصف جانتے تھے، وہ مرحوم اپنی تمام عمر علوم کے حصول کتابوں کے مطالعے اور انبیاءِ سلف و علماءِ خلف کی رسموں کی پیروی میں مشغول رہے، اور اس تلاش و جستجو میں ادیان کے درمیان حق و باطل کے تمیز اور طریقِ حق و یقین تک پہنچنے کے علاوہ ان کا کوئی مقصد اور مدعا نہ تھا، وہ ہمیشہ بارگاہِ الٰہی سے راہِ راست کے ظاہر ہونے کے سائل رہتے اور اس سے اپنی دعا کی قبولیت کی امید رکھتے

تھے یہاں تک کہ توفیقِ ربانی ان کے حال کے شاملِ حال ہوئی اور تائیدِ سبحانی نے اس سعادت مند بزرگ کی آرزوؤں کی کفالت کی، جس کے نتیجے میں وہ دینِ حنیف کے شرفِ عظیم سے سرفراز ہوئے اور اس عظیم ترین عطیے کے باعث اپنے ہم عصروں اور ہم رتبہ لوگوں میں ممتاز ہو گئے ---

یہ بزرگ عالم شیعہ ہونے کے بعد یہودی علماء اور یہودیوں کی جماعت کے ساتھ مناظروں میں مشغول ہو گئے اور وہ ان سے بحث و مناظرے کے لیے بے حد مشتاق رہتے تھے، جب کہ یہودی ان سے بہت زیادہ خوفزدہ تھے اور باوجود اس کے کہ حق ان پر روشن ہو چکا تھا، انہوں نے اسے قبول نہ کیا، یہودیوں کی اس جماعت کے خوف و ہراس کو مؤلف کا بیٹا اس طرح بیان کرتا ہے ---!

یہودیوں کی جماعت کو جب یہ خبر ملی تو وہ کمالِ دہشت اور انتہائی وحشت کا شکار ہو گئے، انہوں نے اس معاملے کو اپنے دین و ملت کی سستی اور اپنی ذلت و نقصان کا سبب سمجھا، چنانچہ وہ چارہ جوئی کے لیے کمر بستہ ہوئے، حیرت و تفکر کے گھٹنے ٹیک کر سخت پریشانی میں بیٹھ گئے اور ہر طرف سے طعن و ملامت کی زبانیں کھول دیں اور اس ماہر اور راہِ حقیقت کو پا لینے والے عالم نے اسلام اور تشیع کی حقانیت کو ثابت کرنے کے لیے "أنباء الانبیاء" نامی کتاب لکھی، جو مکمل طور پر یہودیت کی کتابوں سے اسلام اور تشیع کی حقانیت کو ثابت کرتی ہے، یہودیوں نے ان کی اس کتاب کو نابود کرنے کی بہت کوششیں کیں، لیکن خوش قسمتی سے اس کتاب کے محدود نسخے قلمی نسخوں (مخطوطات) کی صورت میں موجود ہیں جو ہمیں حاصل ہو چکے ہیں--- ایک اور شخص جن کا نام محمد رضا جدید الاسلام (جو 13ویں صدی ہجری میں گزرے) تھا، جنہوں نے مسلمان ہونے کے بعد اپنے لیے "جدید الاسلام" کا لقب چنا، وہ ایران میں یہودیوں کے اہم ترین بلکہ سب سے اہم عالم تھے، جنہوں نے اپنے مسلمان اور شیعہ ہونے سے یہودیوں کو ایک بہت بڑا علمی و مذہبی نقصان پہنچایا، ان کی کتاب کا مترجم ان کے بارے میں لکھتا ہے ---!

اپنے زمانے کے یگانہ روزگار اور وقت کے وحید، اپنے دور اور وقت میں اسرائیلیوں کے سب سے بڑے عالم اور اپنی قوم کے افضل ترین فاضل، دینِ اسلام کے بصیرت یافتہ، علاّم و فہام، میرزا محمد رضا جدید الاسلام---

یا وہ لکھتا ہے: میرزا محمد رضا جدید الاسلام تمام شہروں کے یہودیوں کے اقرار کے مطابق ان کے سب سے بڑے عالم (اعلم) تھے اور تمام یہودی اور ان

کے علماء ہر اس مسئلے اور حکم میں جس میں انہیں شک ہوتا یا جو ان کے لیے نامعلوم ہوتا، ان ہی مرحوم کی طرف رجوع کرتے تھے، جیسے ہی انہوں نے ان کے اسلام لانے اور پیغمبرِ آخر الزماں کے دین و آئین کی طرف بصیرت پانے کے بارے میں سنا اور دیکھا، تو ان کے گمراہ اور گمراہ کرنے والے بے انصاف علماء نے ان بزرگوار کو راہِ راست سے منحرف کرنے اور ان کی کتابِ مستطاب پر رد لکھنے میں کمالِ جدوجہد کی، لیکن جب وہ ان دونوں محاذوں سے مایوس ہو گئے، تو وہ ان بزرگوار کو اذیت اور آزار پہنچانے کے درپے ہو گئے...

اس راہِ حق کو پا لینے والے اور دینِ اسلام کی طرف ہدایت پانے والے بزرگ عالم نے یہودیوں کی مستند ترین کتابوں کے ذریعے اسلام اور تشیع کی حقانیت ثابت کرنے کے لیے عبرانی زبان میں ایک مفصل اور یہودیوں کو عاجز کر دینے والی کتاب لکھی، جس کا نام "منقولِ رضائی" تھا، یہودیوں نے ان کی کتابوں کو نابود کرنے کی شدید کوششیں کیں، لیکن خوش قسمتی سے ناصر الدین شاہ قاجار کے دور میں بالآخر علی بن حسین حسینی (13ویں14ویں صدی ہجری) نامی شخصیت نے اکابرین اور علماء کے اصرار پر اس کتاب کا فارسی میں ترجمہ کیا اور اس کا نام "اقامۃ الشھود فی ردّ الیہود" رکھا، حاج بابا بن اسماعیل قزوینی (13ویں صدی ہجری)، جو اسماعیل قزوینی کے فرزند تھے، اپنے والد کی پیروی میں مسلمان ہوئے اور تشیع کی تبلیغ اور اسلام کے طریقِ حق کی راہ میں اپنے والد کے نقشِ قدم پر چلتے رہے، انہوں نے بھی اپنے والد کی طرح یہودیوں سے مناظرے کیے اور ان کے خلاف ایک وسیع علمی تحریک چلائی، انہوں نے ایک جامع اور اہم کتاب تصنیف کی جس کا نام "محضر الشھود فی ردّ الیہود" ہے، جو یہودیوں کی کتابوں اور ان کی روایات کی بنیاد پر تشیع کی حقانیت کو ثابت کرتی ہے ---

حقیقت کی راہ پا لینے والی یہ تینوں بزرگ شخصیات یعنی ملا اسماعیل قزوینی (12ویں صدی ہجری)، محمد رضا جدید الاسلام (13ویں صدی ہجری) اور حاج بابا قزوینی (13ویں صدی ہجری) یہودیوں کے اہم ترین علماء میں سے تھے جو مشرف بہ تشیع ہوئے، ان تینوں نے یہودیوں کی ایسی کتابوں سے اقتباسات نقل کیے جنہیں یہودی چھپانے کی کوشش کرتے تھے، کیونکہ یہودی علماء کے پاس ایسی کتابیں موجود ہیں جن پر وہ خود کامل اعتماد رکھتے ہیں اور ان میں واضح طور پر دینِ مبینِ اسلام کی حقانیت کی طرف اشارے موجود ہیں، ان تینوں بزرگوں نے اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ یہودیوں کے

ہاں ''نبوتِ ھیلد'' نامی ایک کتاب کمالِ اعتبار کے ساتھ موجود ہے، جو کہ ایک بچے پر نازل ہونے والی وحی کا مجموعہ ہے اور اس میں اسلام کی حقانیت کے دلائل موجود ہیں، جیسا کہ عرض کیا گیا، یہ کتاب یہودیوں کے ہاں کامل ترین اعتبار کی حامل ہے، کیونکہ ان کے تین بڑے علماء نے، جو بعد میں مسلمان ہو گئے، اس کتاب کے یہودیوں میں متداول اور رائج ہونے کا ذکر کیا ہے---

وحی کودک کے متن کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں---

ملا اسماعیل قزوینی لکھتے ہیں؛ وہ کتاب بنی اسرائیل کے درمیان رائج ہے ---

محمد رضا جدید الاسلام لکھتے ہیں؛

ہمارے دعوے کے اثبات پر کافی دلائل اور شافی (اطمینان بخش) حجتوں میں سے ایک 'وحیِ کودک' کی کیفیت ہے ----

حاجی بابا قزوینی لکھتے ہیں؛

اگر یہودی علماء اس (وحی کودک) میں تدبر کرتے اور اپنی دیگر کتابوں کی طرح اس کی تفسیر کرتے، تو ان کے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا کہ وہ اپنے آباؤ اجداد کا دین چھوڑ کر مذہبِ حقہ محمدی کی پیروی اختیار کر لیتے؛ لیکن ان کا مزاج عصبیت اور ضد پر مبنی تھا، اس لیے یہ بات ان کے مزاج سے مطلقاً مطابقت نہیں رکھتی تھی، اسی وجہ سے انہوں نے اپنی وسعت اور طاقت کے مطابق مذکورہ کتاب کو چھپانے کی کوشش کی، اور ایسا حربہ اپنایا کہ دنیا کے تختے پر اس کا نام و نشان ہی نہ رہے ----مذکورہ نسخہ اس کتاب کے ساتھ ایک ہی جلد میں تھا اور چھپ چکا تھا اور علماء نے اس کی صحت کی گواہی دی تھی؛ کیونکہ چھاپہ خانے (مطبع) کا قاعدہ یہ ہے کہ جب تک کوئی کتاب پایہ صحت کو نہ پہنچ جائے اور علماء اس کی اچھائی اور درستگی کی گواہی نہ دے دیں اور اس پر اپنی تصدیق ثبت نہ کر دیں، وہ اسے طبع نہیں کرتے ---

اب ہم کتاب ''نبوتِ ہِیلَد'' اور ''وحیِ کودک'' کا جائزہ لیتے ہیں ---

بنی اسرائیل کے عظیم علماء میں سے ایک، جن کا نام "پہناس" تھا، ان کی ایک بانجھ بیوی تھی جن کا نام راحیل تھا، وہ جب بھی اپنے مدرسے سے لوٹتے، تو اپنی بیوی کو پریشان حال پاتے جو اولاد کی خواہشمند تھیں، بنی اسرائیل کے اس عالم نے بارگاہِ الٰہی میں دعا کی کہ خدا انہیں فرزند عطا فرمائے، چنانچہ ان کی دعا مستجاب ہوئی اور ان کی زوجہ حاملہ ہو گئیں، چھ ماہ بعد ان کے ہاں ایک خوبصورت لڑکا پیدا ہوا، جس کا نام انہوں نے "نَحمان" رکھا۔ ان کی تاریخِ پیدائش، بیت المقدس کے دوسری مرتبہ مسمار ہونے کے بعد، تشرینِ اول کے مہینے کا پہلا اتوار، سال 420 تھی، یہ تاریخ اسلام کے پیغمبر محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے 74 سال قبل اور آپؐ کی آمد سے 34 سال پہلے کے وقت کے مطابق بنتی ہے ---

وہ نو مولود بچہ جیسے ہی دنیا میں آیا، فوراً سجدے میں چلا گیا اور سجدے کے بعد کہنے لگا، آسمان کے اس پردے کے اوپر، جسے تم دیکھ رہے ہو، نو سو پچپن (955) اور آسمانی پردے ہیں، اور ان پردوں کے اوپر چار حیوان (فرشتے) ہیں، اور ان حیوانات کے اوپر چار بلند پایہ کرسیاں ہیں، اور اس کرسی کے اوپر ایک جلا دینے والی آگ ہے، اور تمام خدمت گار اور وہ کرسی سب آگ ہی سے ہیں ---

جب اس کے والد پہناس نے اپنے بیٹے سے یہ باتیں سنیں، تو انہوں نے اسے بولنے سے منع کر دیا اور سختی سے مخاطب ہو کر کہا: خاموش ہو جاؤ ! اس کے بعد نحمان نے بارہ (12) سال تک کوئی بات نہ کی ----

پہناس کی بیوی ایک طویل عرصے تک روتی رہیں کہ ان کا بچہ بات کیوں نہیں کرتا مدتوں کے اصرار کے بعد، ایک دن جب پہناس اپنے مدرسے سے لوٹے تو ان کی بیوی ان کے سامنے کھڑی ہو گئیں اور بہت گریہ و زاری اور اصرار کے ساتھ کہا، دعا کیجیے کہ خدا یا تو اسے بولنے کی طاقت عطا فرما دے یا پھر اسے ہم سے واپس لے لے ----

پہناس نے اپنی بیوی سے کہا: اگر وہ بولنے لگا تو ایسی باتیں کہے گا جو لوگوں کو حیرت زدہ کر دیں گی ----!

ان کی بیوی نے کہا، آپ دعا کیجیے کہ وہ بولنے لگے، بشرطیکہ وہ اپنی باتیں پوشیدہ اور مختصر کہے --- پس پہناس نے اپنا منہ اپنے بیٹے کے منہ پر رکھا اور اسے قسم دی کہ وہ بات کرے، بشرطیکہ وہ مختصر ہو یا جب تک اس کی باتیں پوری طرح آشکار نہ ہو جائیں، کوئی یہ نہ سمجھ سکے کہ اس کا مقصد کیا ہے۔ (یعنی وہ جو باتیں بھی کہے، وہ مستقبل کے واقعات پر مبنی ہوں جن سے اس دور کے لوگ باخبر نہ ہو سکیں) ---

جب وہ بچہ اذنِ الٰہی سے بولنے لگا، تو اس نے حروفِ ابجد کی ترتیب کے مطابق پانچ وحی فرمائیں، اور وہ تمام اخبار و اقوال مستقبل کے واقعات کی خبریں تھیں اور آخر میں اس نے کہا کہ: تم مجھے اپنے ہی ہاتھوں سے دفن کرو گے، جب اس کی باتیں ختم ہوئیں تو وہ اس دنیا سے رخصت ہو گیا، اور انہوں نے اسے "کَفَر بَرعَم" نامی گاؤں میں، ایک ایسی جگہ پر دفن کیا جہاں بنی اسرائیل کے چالیس علماء دفن تھے ---

نحمان نے وہ پانچ وحی فرمائیں اور ان وحیوں کو لکھ لیا گیا، اور وہ یہودی علماء کے ہاں نسل در نسل نقل ہوتی رہیں اور ان کے پاس محفوظ رہیں ان کا اصل نسخہ بھی بنی اسرائیل کے علماء کے مقامات میں سے کسی جگہ موجود تھا، یہاں تک کہ ملا اسماعیل قزوینی اس طرح لکھتے ہیں،

آج سے تقریباً پچاس سال پہلے، بنی اسرائیل کی کتابوں میں سے ایک کتاب کو، جسے وہ کتاب " ناکید و مصوہ" کہتے ہیں، چھاپا خانے لے جایا گیا تاکہ اسے طبع کریں، انہوں نے سب سے پہلے ان وحیوں کو بھی طبع کیا اور اس کتاب کی پشت پر شامل کر کے رکھ دیا، اور وہ کتاب بنی اسرائیل کے درمیان رائج ہے ، جیسا کہ اشارہ کیا گیا، ملا اسماعیل قزوینی کی تصدیق کے مطابق، یہ کتاب یہودیوں کی ایک اور کتاب کے ساتھ یہودیوں کے مخصوص چھاپ خانے میں چھپنے کے لیے گئی تھی اور بالآخر طبع ہو کر یہودی علماء کے درمیان شائع ہو گئی، اس کا ایک نسخہ ملا اسماعیل قزوینی کو بھی ملا، جس سے انہوں نے "وحیِ کودک" کا حصہ نقل کیا ہے----

جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے، محمد رضا جدید الاسلام کو بھی وحیِ کودک کے ایک نسخے تک رسائی حاصل تھی اور انہوں نے اسے یہودیت کی مستند کتابوں میں سے جانا اور اسے بعینہٖ عبرانی عبارات کے ساتھ اپنی کتاب میں نقل کیا، یہ وحی ایسی خبریں ہیں جو اسلام کے واقعات کی پیشگوئی کرتی ہیں، اور ان میں سے بہت سی خبروں کو مرحوم اسماعیل قزوینی اور مرحوم جدید الاسلام نے تاریخِ اسلام کے ساتھ منطبق کیا ہے، جو بعینہٖ تاریخِ اسلام کے مطالب کو

بیان کرتی ہیں، وحیِ کودک کے مطالب کا ایک حصہ قابلِ تاویل نہیں ہے، اور ان اکابرین کے بیان کے مطابق دو وجوہات کی بنا پر اس کی تاویل نہیں کی جا سکتی، اول تو یہ کہ یہ تاریخ کا وہ حصہ ہے جو آج ہماری تاریخوں میں درج نہیں ہے، اور دوم یہ کہ یہ ایسے امور ہیں جو ابھی تک وقوع پذیر نہیں ہوئے، تاہم، تاریخِ اسلام، واقعاتِ کربلا اور امام زمانہ عجل اللہ فرج الشریف کا ظہور اس میں بخوبی مشہود و نمایاں ہے ----

چونکہ وحیِ کودک کو یہاں لانے کا ہمارا مقصد شہزادہ قاسم ص کی شادی کا موضوع تھا، اس لیے ہم وحیِ کودک میں سے صرف واقعاتِ کربلا کے حصے پر ہی اکتفا کرتے ہیں، خواہشمند حضرات حال ہی میں شائع ہونے والی کتاب "نبوئت ہیلد" کی طرف رجوع کر سکتے ہیں، لیکن بد قسمتی سے اس کتاب کے مصنف نے وحیِ کودک کے کچھ حصے حذف کر دیے ہیں، اور وحیِ کودک کا سب سے اصل و معتبر نسخہ کتابوں: "انباء الانبیاء"، "اقامۃ الشہود فی رد الیہود" اور "محضر الشہود فی رد الیہود" میں دیکھا جا سکتا ہے ---

اس غرض سے کہ وحیِ کودک کی عین عبارات پیش کی جا سکیں، ہم اصل عبرانی عبارات اور اس کا مکمل فارسی ترجمہ (یہاں اردو ترجمہ) پیش کریں گے، یہ بات مدِ نظر رہنی چاہیے کہ عبرانی اور فارسی (یا اردو) کے فرق کی وجہ سے تلفظ میں کافی تفاوت پایا جاتا ہے ---

وحیِ کودک کے حرفِ "شین" میں اس طرح مذکور ہے کہ، چھ تمنا کرنے والے (یا آرزومند) سختی میں پڑ جائیں گے، مصیبت کے بعد مصیبت آئے گی، اور حق کے ساتھ جڑے رہنے والے زحمت و مشقت میں مبتلا ہوں گے ---

وحیِ کودک کے حرفِ "راء" میں یوں ذکر کیا گیا ہے کہ، وہ سختی میں پڑ جائیں گے اور عذاب میں مبتلا ہوں گے، اور وہ جڑوں سے اکھڑ جائیں گے اور خاکستر ہو جائیں گے --- وحیِ کودک کے حرفِ "قاف" میں مذکور ہے کہ، اس کا سر پشتِ گردن سے خنجر کے ذریعے کاٹا جائے گا، دریا کے کنارے، دشت و صحرا میں، آزمائے ہوئے شخص کی مانند، اور اس سے زفاف (عروسی کا سکھ) چھین لیا جائے گا --- الخ

وحی کودک کی تاویل ---

حرفِ شین؛ اس بارے میں کہ یہ چھ افراد کون ہیں، مختلف آراء پائی جاتی ہیں، یہ کہا گیا ہے کہ یہ چھ افراد امیر المومنین ص کے وہ فرزند ہیں جو کربلا میں شہید ہوئے؛ یعنی: شہزادی ام البنین ص کے چار فرزند، ابوبکر بن علی اور عمر بن علی (علیہ السلام) البتہ یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ یہ امام حسین ص کے فرزند ہیں، کیونکہ تاریخ میں امام حسین کے فرزندوں کی دقیق تعداد واضح نہیں ہے اور بہت سے مؤرخین شہزادہ علی اصغر ص اور جناب عبداللہ رضیع کو دو الگ الگ بچے شمار کرتے ہیں، نیز کئی تاریخوں میں امام حسین ص کے دیگر فرزندوں کا ذکر بھی آیا ہے، "چسبیدگان" (ساتھ جڑے رہنے والوں) کی تاویل ان افراد سے کی جاتی ہے جو مدینہ سے روانگی سے لے کر روزِ عاشوراتک کاروانِ حسینی میں شامل ہوئے ---

حرفِ راء؛ سختی میں پڑنے سے مراد کاروانِ حسینی کا محاصرے اور تنگی میں آ جانا ہے، لفظ "میترصا" کے معنی ٹوٹنے کے ہیں، اورچونکہ یہ لفظ "خرد شدن (چورچور ہونے) کے ساتھ آیا ہے، اس لیے اس کی تاویل گھوڑوں کے سموں تلے شہدائے کربلا، امام حسین ص اور ان کے اہل بیت کے اجسادِ مطہرہ کے پامال ہونے سے کی گئی ہے، البتہ اس کی کچھ اور تاویلات بھی کی گئی ہیں جو اسی معنی کے قریب ہیں ---

(حرفِ قاف) اس کا پہلا حصہ یعنی پشتِ گردن سے سر کاٹا جانا، اس کی تاویل امام حسین ص کی شہادت سے کی گئی ہے، اور اس کا ایک اور معنی بھی کیا گیا ہے جو مولا عباس ص کی شہادت کے واقعات سے مطابقت رکھتا ہے بعض نے دریا کے کنارے سے مراد دریائے فرات لیا ہے، یعنی عام ترجمے میں بھی دریا کا مطلب فرات لیا جا سکتا ہے؛ کیونکہ یہ لفظ فرات کے معنی بھی دیتا ہے اور دریا کے بھی، جس سے یہ بالکل واضح ہو جاتا ہے کہ یہ کربلا کے واقعات کے بارے میں ہے، اب ہم اس حصے کی طرف آتے ہیں جس میں ایک بہت ہی اہم نکتہ پوشیدہ ہے، وہ حصہ یہ ہے؛ "امتحان دینے والے کی مانند اور اس سے زفاف (عروسی کا سکھ) چھین لیا جائے گا ---

پہلا حصہ تو امام حسین ص سے مخصوص تھا، اگرچہ سر کٹنے کی اس تاویل کو شہزادہ قاسم ص پر بھی لاگو کیا جا سکتا ہے، لیکن اس وحی کی ہر عبارت

آئمہ معصومین ص میں سے کسی ایک سے مخصوص ہے، یہاں کہا گیا ہے کہ کوئی شخص ایک عظیم امتحان میں ڈالا جائے گا، جو اس مصیبت کی بزرگی اور عظمت کی علامت ہے، اور پھر فرماتا ہے کہ اس سے زفاف (شادی کی رات) چھین لی جائے گی، یہاں پہنچ کر ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ یہ حصہ شہزادہ قاسم ص کی عروسی (شادی) کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ ---

اولاً تو یہ کہ شہزادہ قاسم کا ایک عظیم امتحان میں پورا اترنا ہماری روایات میں آیا ہے ---

امام حسنؑ کے فرزند قاسمؑ نے اپنے چچا امام حسینؑ سے عرض کیا: اے چچا جان! کیا میں بھی شہید ہونے والوں میں شامل ہوں؟ امامؑ نے ان پر شفقت و مہربانی فرمائی اور پوچھا: قاسم ! تمہارے نزدیک موت کیسی ہے ؟ انہوں نے جواب دیا:چچا جان! شہد سے زیادہ شیریں ، امام حسینؑ نے فرمایا: ہاں اللہ کی قسم، تم بھی ان مردوں میں سے ہو جو میرے ساتھ شہید کیے جائیں گے، اس کے بعد کہ تم ایک بہت بڑے امتحان (بلائے عظیم) سے گزارے جاؤ گے ---

اور ثانیاً یہ کہ، شہزادہ قاسم کے سوا کون ہے جس سے عروسی چھین لی گئی ہو؟ اور قابلِ توجہ نکتہ یہ ہے کہ اس میں لفظ "زفاف" (شادی کی رات) کا صریح اشارہ موجود ہے عاشورا کے دن تنہا قاسم ہی تھے جن کی شادی عزا (ماتم) میں بدل گئی اگر کوئی یہ کہے کہ یہ شادی جو عزا میں بدلی، وہ وہب علیہ السلام کی شادی تھی، تو ہم کہیں گے کہ: اولاً، روزِ عاشورا وہب کی شادی کو سترہ (17) دن گزر چکے تھے اور وہ زفاف کر چکے تھے، چنانچہ ان کی شادی اس وقت عزا میں تبدیل نہیں ہوئی تھی، ثانیاً، وحی میں شادی سے پہلے جس عظیم امتحان کا ذکر ہے، اس کا اتم و کامل مصداق جیسا کہ بیان ہوا شہزادہ قاسم ص کی ذات اقدس ہے ---

اگر کوئی یہ کہے کہ شاید اس عروسی کا مصداق حسن مثنیٰ علیہ السلام اور سیدہ فاطمہ بنت الحسین ص کا عقد ہو، تو ہم کہیں گے:

اولاً یہ کہ، ہمارے پاس ایسا کوئی تاریخی ثبوت نہیں ہے کہ حسن مثنیٰ اور سیدہ فاطمہ بنت الحسین کی شادی روزِ عاشورا کو ہوئی ہو، اور کسی بھی مورخ نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ یہ شادی کربلا میں ہوئی تھی، ثانیاً یہ کہ، امام حسین ص کے ہمرکاب ان کے جہاد کا زیادہ تفصیلی ذکر نہیں ملتا، بس اتنا آیا ہے کہ

وہ زخمی ہوئے اور واقعۂ کربلا میں زندہ بچ گئے چنانچہ وحیِ کودک کے پچھلے جملے (عظیم بلا میں گرفتار ہونے) کو ان پر صادق نہیں کیا جا سکتا، جبکہ وہ اور ان کی زوجہ دونوں زندہ سلامت رہے لیکن شہزادہ قاسم ایک سخت امتحان سے گزرے جیسا کہ ذکر ہوا اور ان کی عروسی ان کی شہادت کے ساتھ ماتم میں بدل گئی، جب کہ حسن مثنیٰ کے ساتھ ایسا نہیں تھا پس معلوم ہوا کہ وحیِ کودک کا یہ حصہ قطعی طور پر شہزادہ قاسم ص کی عروسی کی طرف اشارہ کرتا ہے جو ان سے سلب کر لی گئی، اور اہم نکتہ یہ ہے کہ اس میں زفاف کا بھی ذکر ہے ---

حرفِ قاف ؛ اس حصے کی تاویل نہایت واضح ہے، یہ براہِ راست خیامِ حسینی کو آگ لگانے اور امام حسین کے مخدراتِ عصمت کے بے پردہ ہونے کی طرف اشارہ ہے، جو حدِ بیان سے باہر ہے، اور آخر میں امام حسین ص کے پیاسے شہید ہونے کی طرف اشارہ ہے ----

اس وحیِ کودک کی تاویل اور واقعۂ عاشورا پر اس کے انطباق کو علمائے اعلام نے نہایت واضح اور فصیح انداز میں بیان کیا ہے، چونکہ ہمارا مقصد شہزادہ قاسم کی عروسی کا حصہ تھا، اس لیے ہم نے صرف اسی مخصوص حصے کی شرح پر اکتفا کیا ---

نزدیکیوں اور اصحاب کا سختی میں پڑنا، جسموں کا چور چور ہونا، اس واقعے کا دریا کے کنارے رونما ہونا، سر کا کٹا جانا، خیموں کو آگ لگانا، اور تشنہ لبی (پیاس) کے ساتھ شہادت پانا یہ سب کے سب اس وحی کے واقعۂ کربلا پر قطعی انطباق کی دلیل ہیں اور اس وحی میں عروسی کا عزا میں بدل جانا، بعینہٖ جنابِ قاسم بن الحسن ص کی دردناک عروسی کے ماجرے کے مطابق ہے ---

ان وحیوں کے بعد ایک اور وحی بھی ہے جو دشمنوں کے ذریعے اہل بیت علیہم السلام کے درمیان جدائی ڈالے جانے کی نشان دہی کرتی ہے، جسے ہم نے یہاں نقل نہیں کیا، مزید اطمینان کے لیے ہم اسلام لانے والے علماء کے بیانات کا ذکر کرتے ہیں ---

مشرف بہ اسلام ہونے والے علماء کے اقوال درج ذیل ہیں ---!

1. ملا اسماعیل قزوینی (12ویں صدی ہجری) لکھتے ہیں ؛

اس سے مراد، جس سے زفاف چھین لیا جائے گا، قاسم بن امام حسن علیہ السلام ہیں ---

2. محمد رضا جدید الاسلام (13ویں صدی ہجری) لکھتے ہیں؛

رہی تیسری عبارت... تو اس کے معنی زفاف کا چھین لیا جانا اور اس کی عروسی کا ماتم میں بدل جانا ہے، یہ مطلب وحیِ کودک سے سمجھ آنے کے علاوہ، شعیا نبی علیہ السلام کی کتاب سے بھی واضح ہوتا ہے، اور اس رنج و محن سے بھری سرزمین کربلا میں قاسم بن الحسن کی عروسی کے سوا کوئی دوسری عروسی نہ تھی، اس مقام پر مرحوم علامہ مجلسی پر یہ اعتراض یا تعجب نہیں ہونا چاہیے کہ انہوں نے کیوں لکھا کہ؛ شہزادہ قاسمؑ کی عروسی کے باب میں کوئی معتبر روایت نظر سے نہیں گزری، باوجود اس کے کہ وحیِ کودک اور بعض دیگر آسمانی کتابوں میں کربلا کی اس رنجیدہ زمین پر زفاف کی خبر موجود ہے گویا اس مرحوم (علامہ مجلسی) کی مراد یہ تھی کہ اسلامی طرق اور ائمہ اطہارؑ کی اخبار و احادیث کی کتابوں سے اس کی روایات ان تک نہیں پہنچیں، اور شاید ان کی نظر اس وحیِ کودک اور وحیِ شعیا پر نہیں پڑی تھی جو ان اثباتات پر دلالت کرتی ہیں ---

3. حاجی بابا قزوینی (13ویں صدی ہجری) لکھتے ہیں؛

زفاف اور عروسی کی یہ حکایت، قاسم بن الحسن ص ہی کی حکایت تھی ----

جو علماء وحی کودک پر اعتماد کرتے ہیں ان علماء میں سے مزید ۱۳ علماء کے نام ملاحظہ فرمائیں ----

کتاب احلی من العسل کے مصنف نے ان علماء کا ذکر کرنے کے بعد وحی کودک پر کیے جانے والے اعتراضات کا جواب دیا ہے اور انہیں رد کیا ہے، جو اس بحث کو ملاحظہ کرنا چاہتا ہے مذکورہ کتاب کی طرف رجوع کرے ---

وہ علماء جنہوں نے وحی کودک کو نقل کیا ہے اور اس پر اعتماد کیا ہے

فهمیده می‌شود، از کتاب شعیای پیغمبر‌ﷺ نیز فهمیده می‌شود و زفاف آن سرزمین محنت قرین بجز عروسی قاسم بن الحسن‌ﷺ عروسی دیگری نبود. در این مقام از مرحوم علامه مجلسی نباید استبعادی بنماید که چرا می‌نویسد که: روایت معتبره در باب عروسی قاسم‌ﷺ به نظر نرسیده، با آنکه در وحی کودک و در بعض از کتب سماوی خبر زفاف در زمین محنت قرین کربلا رسیده؛ گویا مراد آن مرحوم نرسیدن روایاتش از طریق اسلام و کتب اخبار ائمه‌ی اطهار‌ﷺ بوده است و شاید نظر به عدم اطلاع این وحی کودک و وحی شعیا که بر این انبائات[1] مشعرند[2] بوده.[3]»

(۳) حاجی بابا قزوینی (قرن ۱۳ه.ق) می‌نویسد:

«حکایت زفاف و عروسی، حکایت قاسم بن الحسن‌ﷺ بوده.[4]»

نقل دیگر علمای اعلام:

(۴) ملّا محمّد مهدی بن اباذر نراقی (۱۱۲۸ — ۱۲۰۹ ه.ق) می‌نویسد:

«در زفاف گرفته شده، قاسم بن الحسن‌ﷺ است.[5]»

(۵) قلی بن شاه میرزا محزون سلماسی (؟-۱۲۳۱ه.ق) می‌نویسد:

«معلوم است که به غیر از حضرت قاسم‌ﷺ زفاف اتّفاق نیفتاده است؛ [پس] مجمّلاً از این قرینه معلوم می‌شود که حکایت عروسی قاسم‌ﷺ فی

۱. خبرها (خبرهای پیغمبران پیشین)
۲. آگاه کننده‌اند
۳. اقامة الشهود فی ردّ الیهود، ص ۳۲۴
٤. محضر الشهود فی ردّ الیهود، ص ۱۱۷(pdf)
۵. سیف الامّه (چاپ سنگی)، ص ۱۱۶

الجمله صحتی دارد.[1]»

(۶) علی اکبر تبریزی (قرن ۱۳ه.ق) می‌نویسد:

«مجملاً حکایت عروسی قاسم‌ﷺ به صحت، اقرب[2] است[3]»

(۷) محمّد هادی بن ابوالحسن نائینی(؟-۱۲۶۵ه.ق) پس از ذکر ماجرای وحی کودک می‌نویسد:

«و داماد او را مقارن با زفاف به قتل رسانند و این آن است که فاضل هندی در مقتل خود آورده که چون امام حسین‌ﷺ در زمین کربلا مبتلا شد، در روز تاسوعا[4] زبیده‌ﷺ دختر خود را به قاسم‌ﷺ فرزند برادر تزویج نمود»[5]

(۸) ملّا آقا بن عابد بن زاهد دربندی شیروانی حائری (۱۲۰۸-۱۲۸۵ه.ق) در بخش اثبات عروسی حضرت قاسم‌ﷺ به وحی کودک اشاره می‌کند[6].

(۹) محمّدحسن بن علی یزدی کثنوی (؟ - ۱۲۹۷ه.ق) می‌نویسد:

«در آنجا نیز ذکر کرده عروسی قاسم‌ﷺ را و حنا بستن عروس او به خون

۱. مصائب الابرار و نوائب الاخیار، فصل ۱۵ در شهادت حضرت قاسم‌ﷺ، صص ۱۱۵-۱۱۶(pdf)
۲. نزدیک‌ترین مطلب که با وحی کودک مطابقت دارد.
۳. ریاض المصائب فی رزایا آل ابی طالب، صص ۵۸۲- ۶۰۱
٤. به زمان ازدواج و زفاف اشاره خواهد شد.
۵. نسخه خطّی سرور المومنین، ص ۴۳ کتابخانه ملی ایران
٦. انوار السعادة (ترجمه‌ی اکسیرالعباداة فی اسرار الشهاداة)، صص ۹۹۰-۹۹۱

او ـ[1]»

(۱۰) ملّا نوروز علی بن محمّد باقر فاضل بسطامی (۱۲۲۷-۱۳۰۹ه.ق) می‌نویسد:

«و زفاف عروسی قاسم‌ﷺ است[2]»

(۱۱) محمّد جعفر بن سلطان احمد بن علی بن حسن کلیبری روضه‌خوان تبریزی (قرن ۱۳ه.ق) می‌نویسد:

«پس معلوم است که در کربلا به غیر از جناب قاسم‌ﷺ، کسی از شهدا و خویش و اقربای حضرت سید الشهدا‌ﷺ، احدی به این اسم، مسمّی و به این درد، مبتلا نگشته است.[3]»

(۱۲) علی طباطبائی یزدی (؟-۱۳۱۰ه.ق) می‌نویسد:

«انطباق این دو فقره‌ی اخیره، در کمال ظهور است ... مراد از "مأخوذ در حال زفاف" قاسم بن الحسن‌ﷺ است.[4]»

(۱۳) محمّد بن سلیمان تنکابنی (۱۲۳۴- ۱۳۰۲ه.ق) می‌نویسد:

«مراد از آنکه در زفاف گرفته شود، حضرت قاسم بن الحسن‌ﷺ است.[5]»

۱. انوار الشهادة فی مصیبة الحسین‌ﷺ (چاپ سنگی)، ص ۶۸
۲. تحفة الحسینیه (رحلی)، فصل ۸، مجلس ۱، ص ۱۶۷
۳. بحرالمصائب و کنز الغرائب (چاپ سنگی)، جلد ۲، باب ۵، مجلس ۲، ص ۶۸۲
٤. وسائل مظفری، جلد ۲، ص ۶۶۳
۵. اکلیل المصائب فی المصائب الاطائب، اکلیل ۲، فصل ۳، ص ۷۴

(۱۴) محمّد باقر موسوی غروی اصفهانی (قرن ۱۳-۱۴ه.ق) می‌نویسد:

«از آن جمله رفتن فرزند پیغمبر را به عنوان مهمانی به کربلا بیان می‌کند [و نیز] از وقایع آن مهمانی یک عروسی هم در آن بیابان و در آن وقت گیر و دار بیان می‌کند که دلها کباب و دیده‌ها را پر آب می‌کند به هر حال ظاهراً عروسی در کربلا شده امّا حکمت و سرّ عروسی در آن گیردار چنین است: ...[1]»

(۱۵) قاسم بن سعید گیلانی رشتی (قرن ۱۳-۱۴ه.ق) پس از نقل کامل وحی کودک و انطباق با واقعه‌ی کربلا چنین می‌نویسد:

«و گرفته می‌شود در اوقاتی که زفاف بعضی از آن‌ها در آن وقت باشد، اشاره به شهادت قاسم‌ﷺ و زفاف و دامادی او [است][2]»

(۱۶) سید محمّدحسن طباطبائی میرجهانی (۱۳۱۹- ۱۴۱۳ه.ق) می‌نویسد:

«همه‌ی این اخبار راجع به شهادت حضرت سیدالشهداء‌ﷺ و ... و مبدّل به عزا شدن عروسی قاسم‌ﷺ [است][3]»

این عالمان که ذکر کردیم و بسیاری از علمای دیگر[4]، تماماً بر صحّت

۱. و در ادامه ادلّه‌ی عروسی حضرت قاسم‌ﷺ را می‌آورد و این عروسی را در حقیقت تاویل به عروسی حضرت قاسم‌ﷺ کرده است.
مرقات الایقان، جلد ۱، مجلس ۲۸، ص ۲۶۴
۲. تحفة الزّبیدیه، حاشیه‌ی برگ ۱۱، ص ۲۵ (pdf)
۳. البکاء للحسین‌ﷺ (چاپ قدیمی)، باب چهارم، خبر ۲۴، ص ۱۸۰
٤. ملا حبیب الله شریف کاشانی (۱۲۶۲- ۱۳۴۰ ه.ق) در کتاب تذکرة الشهداء، جلد ۱، مجلس سوم، ص ۸۹

عقدِ قاسم پر

کیے جانے والے چند اعتراضات

اور اُن کے جوابات

في السيرة الحسينية

عرس القاسم بن الحسن عليهما السلام بين الحقيقة والخرافة

رواية ضرب زينب عليها السلام لجبينها بالمحمل أو رواية النطح



السيد هاشم الهاشمي

الاعتراض الأوّل

إنّ هذا الخبر لم يرو قبل الطريحي، فكيف يصحّ الاعتماد على رواية مرسلة أوردها الطريحي بصيغة «نقل»، ولم ترد في كتب المقاتل المشهورة.

الجواب:

قد ذكرنا أنّ القصّة مرويّة قبل الطريحي، غير أنّ عدم وجود رواية ما ضمن كتب المقاتل المعتبرة لا يجعل الرواية مكذوبة أو مختلقة، لأنّنا نعلم جزماً بوجود كتب كثيرة كانت موجودة عند من سبقنا ومفقودة الآن، بل إنّ هناك الكثير من المخطوطات التي لم ترَ النور حتّى الساعة، وكثيراً ما تتفرّد تلك المخطوطات بعد تحقيقها وطباعتها بخصائص تميّزها عمّا عداها.

على أنّه قد جرت العادة أن تنفرد أغلب كتب الحديث والتاريخ بخبر منحصر فيها ولا يوجد في غيرها، فهذا الحديث ـ مثلاً ـ بهذا النصّ لا تجده إلّا في كتاب التهذيب، وهذا الحديث لا تجده إلّا في كتاب الكافي، ولم نجد أحداً من الفقهاء توقّف عن العمل بذلك الحديث لأنّه لم يرد إلّا في مصدر واحد، بل إنّ الخبر الواحد لم يسمّ بهذا الاسم إلّا لأنّه لا يرويه في الغالب إلّا شخص واحد، فعلام الطعن في رواية العرس بالخصوص وعدم الطعن في العشرات من روايات

الآحاد الأُخرى؟! مع أنّها كلّها من باب واحد!!

ومع كون مؤلّف الكتاب كالطريحي وأمثاله ممّن نعلم بأنّهم لا يختلقون الأخبار، ولا يكذبون (بجعل ما ليس موجوداً) لجلالة شأنهم ومقامهم، فلا يصحّ ردّ روايتهم مع احتمال نقلهم عن كتب كانت بحوزتهم لم تصل إلينا، وقد كنّا قد أشرنا في مقال سابق وضمن مناقشة الشهيد المطهري حول رأيه في كتاب «روضة الشهداء» ومؤلّفه الكاشفي أنّ السيّد ابن طاووس ـ وعلى سبيل المثال ـ نقل عن جملة من الكتب المفقودة لدينا، كالمرشد وكتاب النبوّة للصدوق، والأمالي للشيباني، والرسالة العزية للمفيد، والتعريف للصفواني[(١)]، وأنّ بعضها كان موجوداً قبل ٣١٨ عاماً عند السيّد هاشم البحراني الذي نقل عنها في كتابه مدينة المعاجز: ٢/٣١٤.

كما أنّ كون الرواية مرسلة لا يعني أنّها مكذوبة، بل يعني أنّها ضعيفة السند، وهذا غير منحصر بقصّة عرس القاسم، فكلّ ما يرويه المفيد في الإرشاد وابن طاووس في اللهوف حول مقتل الإمام الحسين عليه السلام من قبيل المرسل، ولم نجد أحداً اعترض عليهم أو رفض نقلهم بحجّة الإرسال، لأنّ الرواية التاريخيّة إمّا لا يعتبر فيها صحّة السند كما عليه البعض، أو أنّ عدم وجود خلل في مضمونها كافٍ في

(١) الإقبال ١/٤٧، ٦٥ و: ٣/١٦٢، ٢٧٢.

عدم ردّها وصحّة نقلها والبناء عليها؛ لأنّ مقياس القبول فيها يختلف

ترجمه

پہلا اعتراض؛

یہ (شہزادہ قاسم کے عقد مبارک کی) خبر (ملا حسین) طریحی سے پہلے روایت نہیں کی گئی، تو ایسی مرسل روایت پر بھروسہ کرنا کیسے درست ہو سکتا ہے جسے طریحی نے ''نقل ہے'' کے صیغے کے ساتھ بیان کیا ہو، جبکہ یہ مقتل کی مشہور کتابوں میں بھی موجود نہیں ہے --؟

جواب: ہم ذکر کر چکے ہیں کہ یہ قصہ طریحی سے پہلے بھی مروی ہے، تاہم، مقتل کی معتبر کتابوں میں کسی روایت کا موجود نہ ہونا اسے جھوٹا یا من گھڑت ثابت نہیں کرتا، ہم یقینی طور پر جانتے ہیں کہ بہت سی ایسی کتابیں موجود تھیں جو ہمارے اسلاف کے پاس تو تھیں لیکن اب نایاب ہو چکی ہیں، بلکہ اب بھی بہت سے ایسے قلمی نسخے (مخطوطات) موجود ہیں جنہوں نے آج تک روشنی نہیں دیکھی، اکثر ایسا ہوتا ہے کہ یہ نسخے جب تحقیق کے بعد شائع ہوتے ہیں، تو ان میں ایسی خصوصیات سامنے آتی ہیں جو دوسروں سے منفرد ہوتی ہیں، مزید یہ کہ یہ ایک عام روایت رہی ہے کہ تاریخ اور حدیث کی اکثر کتابیں کسی ایسی خبر کو نقل کرنے میں منفرد ہوتی ہیں جو کسی دوسری جگہ نہیں ملتی، مثال کے طور پر، آپ کو فلاں حدیث ان الفاظ کے ساتھ صرف 'تہذیب' میں ملے گی، یا فلاں حدیث صرف 'کافی' میں ملے گی، ہم نے کبھی نہیں دیکھا کہ کسی فقیہ نے کسی حدیث پر صرف اس لیے عمل کرنا چھوڑ دیا ہو کہ وہ صرف ایک ہی مصدر (ماخذ) میں آئی ہے بلکہ ''خبرِ واحد'' کا نام ہی اسی لیے پڑا ہے کہ اسے غالباً ایک ہی شخص روایت کرتا ہے، تو پھر خاص طور پر ''عرس'' (قاسمؑ) کی روایت پر ہی طعن کیوں، جبکہ اس جیسی درجنوں دیگر روایات پر اعتراض نہیں کیا جاتا؟

کیا دیگر ''اخبارِ آحاد'' پر بھی یہی اعتراض ہے؟ جبکہ یہ سب ایک ہی زمرے میں آتی ہیں، اس حقیقت کے پیشِ نظر کہ کتاب کے مؤلف (جیسے طریحی اور ان جیسے دیگر) کے بارے میں ہم جانتے ہیں کہ وہ خبریں گھڑنے والے نہیں ہیں، اور نہ ہی وہ جھوٹ بولتے ہیں،

ان کی جلالتِ شان اور مقام و مرتبے کی وجہ سے ان کی روایت کو رد کرنا درست نہیں ہے، یہ قوی امکان ہے کہ انہوں نے عقد قاسم کو ایسی کتابوں سے نقل کیا ہو کہ جو ان کے پاس تھیں لیکن ہم تک نہیں پہنچ سکیں، ہم نے ایک سابقہ مقالے میں شہید مطہری کی کتاب "روضہ شہداء" اور اس کے مؤلف کاشفی کے بارے میں رائے پر بحث کرتے ہوئے اشارہ کیا تھا کہ سید ابن طاؤوس نے بھی مثال کے طور پر ایسی کئی کتابوں سے نقل کیا ہے جو اب ہمارے پاس موجود نہیں ہیں، جیسے صدوق کی کتاب "المرشد" اور "کتاب النبوۃ"، شیبانی کی "الامالی"، مفید کی "الرسالۃ العزیۃ" اور صفوانی کی "التعریف" ان میں سے بعض کتابیں آج سے 318 سال پہلے تک سید ہاشم بحرانی کے پاس موجود تھیں، جنہوں نے اپنی کتاب "مدینۃ المعاجز" میں ان سے نقل کیا ہے---

اور روایت کا "مرسل" ہونا اس کے "جھوٹا" ہونے کی دلیل نہیں ہے، بلکہ اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ اس کی سند کمزور ہے، اور یہ معاملہ صرف حضرت قاسمؑ کے عرس کے قصے تک محدود نہیں ہے، بلکہ امام حسین ص کی شہادت کے بارے میں شیخ مفید نے "الارشاد" میں اور ابن طاؤوس نے "اللھوف" میں جو کچھ بھی روایت کیا ہے، وہ سب "مرسل" کے قبیل سے ہی ہے ہم نے نہیں دیکھا کہ کسی نے ان پر اعتراض کیا ہو یا محض "ارسال" (سند کے ٹوٹے ہونے) کی وجہ سے ان کی روایات کو مسترد کیا ہو، اس کی وجہ یہ ہے کہ تاریخی روایات میں یا تو بعض لوگوں کے نزدیک صحتِ سند کی شرط ہی نہیں ہوتی، یا پھر ان کے نزدیک مضمون کا درست ہونا ہی کافی ہوتا ہے، قاسم بن حسن ص کی شادی: حقیقت اور افسانے کے درمیان (تاریخی روایات کو) مسترد نہ کرنا، ان کی نقل کی صحت اور ان پر بھروسہ کرنا اس لیے ہے کہ تاریخ میں قبولیت کا معیار فقہی روایات کے معیار سے مختلف ہوتا ہے ---

الاعتراض الثاني

إنّ رواية عرس القاسم مدسوسة في كتاب المنتخب وموضوعة عليه ، وقد بلغ الأمر حدّاً أنّ السيّد المقرّم ادّعى وقال : « والشيخ فخر الدين الطريحي عظيم القدر ، جليل في العلم ، فلا يمكن لأحد أن يتصوّر في حقّه هذه الخرافة ، فثبوتها في كتابه (المنتخب) مدسوسة في الكتاب ، وسيحاكم الطريحي واضعها في كتابه »[١].

بل وزاد على المقرّم الشيخ ذبيح الله المحلّاتي حيث قال : « وما جعلوه سنداً لهم في الألسنة من أنّ الطريحي في منتخبه ينقل القصّة عن غيره ، فإنّه (أي الطريحي) يقول: «إنّ هذه القضيّة لم نظفر بها في الكتب المعتبرة والروايات المعتمدة» ، ولا شكّ أنّ هذه العبارة لها دلالة صريحة في أنّ الطريحي نفسه لم يعتمد على ذلك النقل»[٢].

الجواب:

إنّ دعوى السيّد المقرّم (وتبعه الشيخ المحلّاتي) إدّعاء من غير برهان ودليل ، فمن أين علم السيّد المقرّم ذلك وبينه وبين الشيخ الطريحي ما يزيد عن المائتين عاماً ، ولم ينسب السيّد المقرّم تهمة

(١) مقتل الحسين : ٢٦٤ ، الهامش ٤.

(٢) فرسان الهيجاء : ٢/٣١.

الدسّ إلى طرف بعينه كما لم ينقلها عن أحد ممّن سبقه ، ممّن كان قريب العهد بالشيخ الطريحي ، بل أطلقها من غير استناد .

على أنّنا نعلم جزماً أنّ هناك من نقل قصّة عرس القاسم قبل الطريحي بما يقرب من المائتين عاماً ، وهو الكاشفي المتوفّى سنة **٩١٠**هـ ، حيث نقلها في كتابه روضة الشهداء : ص **٤٠٠** ، ومن الجائز أنّ البعض قام بترجمة ما ذكره الكاشفي ثمّ قام الطريحي بنقله في كتابه .

وممّا يؤيّد ذلك أنّ هناك مصدراً عربيّاً آخر للقصّة ، يختلف في نصّه مع ما أورد في كتاب المنتخب للطريحي ، وإن كان مشابهاً له إلى حدّ كبير ، أورده النسّابة ضامن بن شدقم بن عليّ الشدقمي الحمزي الحسيني المدني ، وهو من معاصري الشيخ الطريحي ، حيث يعدّ من أعلام القرن الحادي عشر ، ولا يعلم تاريخ وفاته على وجه التحديد ، غير أنّه ذكر في ديوانه أنّ تاريخ ولادة بعض أولاده كان في سنة **١٠٨٨**هـ في مدينة إصفهان الإيرانيّة[١] ، ونفس اختلاف النصّين العربيّين يؤكّدان على أنّ المصدر الأصلي الذي نقلا عنه قصّة العرس إمّا كان مختلفاً إذا افترضناه عربياً ، وإمّا أنّ المصدر الأصلي واحد وهو مصدر فارسي والاختلاف وقع في الترجمة ، وهذا ما نستقربه .

على أنّه لو فرضنا أنّ الرواية مدسوسة في كتاب المنتخب ، فلن

(١) تحفة لب اللباب : ٢٩.

يضرّ ذلك بالقصّة شيئاً مع نقلها في مصدر أقدم من المنتخب ، أي روضة الشهداء للكاشفي .

أمّا ما ادّعاه الشيخ المحلاّتي من أنّ الشيخ الطريحي صرّح بالعبارة المنسوبة إليه ، فلم يثبت بذلك نقل أو مصدر معتمد بين أيدينا ، فالموجود في كتابه المنتخب قصّة العرس من دون الزيادة التي نسبها إليه الشيخ المحلاّتي . ولو افترضنا جدلاً صحّة هذا النقل ووجوده في كتب الطريحي ، فإنّ هذا يؤكّد عدم صحّة تهمة الدسّ والوضع إلى كتاب المنتخب التي ذكرها السيّد المقرّم ، بل يؤكّد أنّ الشيخ الطريحي ذكرها بنفسه ، ولكنّه لم يظفر بها في الكتب والروايات المعتبرة عنده ، وقد يكون غير مطّلع على الكتب الفارسيّة ، كروضة الشهداء للكاشفي ، هذا فضلاً عن أنّ كون كتاب ما غير معتبر عنده لا يعني عدم اعتبار الكتاب عند غيره ، فما أكثر الكتب التي اختلف العلماء في مدى اعتبارها .

ترجمہ دوسرا اعتراض؛

- شہزادہ قاسمؑ کی شادی کی روایت کتاب 'المنتخب' میں بعد میں شامل کی گئی اور یہ ان سے منسوب ایک من گھڑت بات ہے، یہ معاملہ اس حد تک پہنچ گیا کہ سید المقرم نے دعویٰ کرتے ہوئے کہا: "شیخ فخر الدین طریحی عظیم المرتبت اور علم میں بلند مقام رکھتے ہیں، لہذا کسی کے لیے یہ تصور کرنا ممکن ہی نہیں کہ وہ اس جیسی خرافات کے قائل ہوں گے چنانچہ ان کی کتاب 'المنتخب' میں اس قصے کا پایا جانا درحقیقت کتاب میں تحریف ہے، اور طریحی قیامت کے دن اس قصے کو گھڑ کر کتاب میں شامل کرنے والے کا محاسبہ کریں گے! بلکہ شیخ ذبیح اللہ محلاتی نے سید المقرم سے بھی بڑھ کر بات کی اور کہا: "لوگوں کی زبانوں پر یہ جو دلیل ہے کہ طریحی نے اپنی

کتاب میں یہ قصہ دوسروں سے نقل کیا ہے، تو خود طریحی (اپنی کتاب میں) کہتے ہیں: 'ہمیں یہ واقعہ معتبر کتابوں اور مستند روایات میں نہیں ملا'، اور بلا شبہ یہ عبارت اس بات کی واضح دلیل ہے کہ خود طریحی نے اس نقل پر اعتماد نہیں کیا تھا---

جواب: سید المقرم کا یہ دعویٰ (اور ان کی پیروی میں شیخ محلاتی کا قول) بغیر کسی برہان اور دلیل کے ہے، سید المقرم کو یہ کیسے معلوم ہوا جبکہ ان کے اور شیخ طریحی کے درمیان دو سو سال سے زائد کا عرصہ ہے؟ نیز سید المقرم نے اس تحریف کا الزام کسی مخصوص فریق پر نہیں لگایا اور نہ ہی انہوں نے یہ بات اپنے سے پہلے کسی ایسے شخص سے نقل کی ہے جو شیخ طریحی کے دور کے قریب رہا ہو، بلکہ انہوں نے یہ بات بغیر کسی سند کے کہی ہے ---

مزید یہ کہ ہم یقینی طور پر جانتے ہیں کہ شیخ طریحی سے تقریباً دو سو سال پہلے بھی بعض لوگوں نے عرسِ قاسمؑ کا قصہ نقل کیا ہے، جیسا کہ ملا حسین کاشفی (متوفی 910ھ) نے اسے اپنی کتاب 'روضہ شہداء' (صفحہ 400) میں ذکر کیا ہے، یہ ممکن ہے کہ بعض لوگوں نے کاشفی کے بیان کردہ قصے کا ترجمہ کیا ہو اور پھر طریحی نے اسے اپنی کتاب میں نقل کر لیا ہو، اس بات کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ اس قصے کا ایک اور عربی ماخذ بھی موجود ہے، جس کی عبارت طریحی کی 'المنتخب' سے مختلف ہے اگرچہ وہ اس سے بہت حد تک مشابہ ہے، اسے ماہرِ انساب ضامن بن شدقم بن علی مدنی نے نقل کیا ہے جو شیخ طریحی کے ہم عصر اور گیارہویں صدی کی ممتاز شخصیات میں سے تھے اگرچہ ان کی وفات کی صحیح تاریخ معلوم نہیں، لیکن انہوں نے اپنے دیوان میں ذکر کیا ہے کہ ان کے بعض بیٹوں کی ولادت سنہ 1088ھ میں ایران کے شہر اصفہان میں ہوئی تھی ان دونوں عربی عبارتوں کا اختلاف اس بات پر زور دیتا ہے کہ اصل ماخذ (جہاں سے یہ روایت نقل کی گی ہے) یا تو مختلف تھا (اگر ہم اسے عربی مانیں)، یا پھر اصل ماخذ ایک ہی تھا لیکن وہ فارسی میں تھا اور یہ اختلاف ترجمے کی وجہ سے پیدا ہوا، اور اسی بات کو ہم درست سمجھتے ہیں، اگر ہم فرض بھی کر لیں کہ یہ روایت 'المنتخب' میں بعد میں شامل کی گئی ہے، تو بھی اس سے قصے کی حیثیت پر کوئی فرق نہیں پڑے گا کیونکہ یہ

'المنتخب' سے بھی قدیم ماخذ یعنی کاشفی کی 'روضہ شہداء' میں موجود ہے---

رہا شیخ محلاتی کا یہ دعویٰ کہ شیخ طریحی نے خود اس کمزوری کی تصدیق کی ہے، تو ہمارے پاس موجود کسی معتبر نسخے یا ماخذ سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی، کتاب 'المنتخب' میں عرس کا قصہ اس اضافے کے بغیر موجود ہے جو شیخ محلاتی نے ان کی طرف منسوب کیا ہے، اگر ہم بحث کی خاطر یہ مان بھی لیں کہ یہ عبارت طریحی کی کتاب میں موجود ہے، تو یہ سید المقرم کے اس الزام کو غلط ثابت کرتی ہے کہ یہ روایت بعد میں شامل کی گئی ہے، بلکہ اس سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ شیخ طریحی نے اسے خود ذکر کیا ہے، لیکن اس وقت ان کی نظر سے معتبر کتابیں نہیں گزری تھیں ہو سکتا ہے کہ وہ فارسی کتب (جیسے روضہ شہداء) سے واقف نہ رہے ہوں علاوہ ازیں، کسی کتاب کا ان کے نزدیک معتبر نہ ہونا اس بات کی دلیل نہیں کہ وہ دوسروں کے نزدیک بھی غیر معتبر ہو کیونکہ ایسی بہت سی کتابیں ہیں جن کی اعتبار کی حد کے بارے میں علماء کے درمیان اختلاف رہا ہے ---

اور ہم یہ بھی عرض کر چکے ہیں کہ کتاب روضۃ الشہدا معتبر ہے شیعہ علماء نے ان کی روایات پر اعتماد کیا ہے اور اپنی قیمتی کتب میں اس کا ذکر کیا ہے، جیسے علامہ میر حامد حسین ہندی نے اپنی مشہور کتاب ''عبقات الانوار بجواب تحفہ اثنا عشریہ'' میں اور سید الواعظین آیت اللہ سید محمود امامی اصفہانی نے اپنی مشہور کتاب'' ثمراۃ الحیاۃ '' میں، اور قاضی نور اللہ شوستری (شہیدِ ثالث) نے اپنی کتاب ''مجالس المومنین'' میں اور ان کے علاوہ شیعہ بزرگ علماء کی بڑی تعداد ہے جو روضۃ الشہدا کی روایات پر اعتماد کرتی ہے اور اس سے استدلال کرتی ہے، لہذا اس کتاب کو یا اس کے مصنف کو مجہول یا ضعیف قرار دینا صرف جہالت ہے --- مزید ملاحظہ فرمائیں کہ اعتراض کرنے والا کہتا ہے: خود طریحی نے کہا ہے: ہم اس واقعے کو معتبر کتابوں اور قابلِ اعتماد روایات میں نہیں پا سکے' (یہ بات کتاب منتخب طریحی ص۳۳۶ اور ۳۴۷ میں کہی گئی ہے) ہم کہتے ہیں کہ شہزادہ قاسم (علیہ السلام) کی شادی کے معاملے کو قبول کرنا مخالفین کے لیے اتنا گراں گزرا ہے کہ لوگوں نے جھوٹ اور جعل سازی کا سہارا لیا ہرگز ایسی کوئی تحریر شہزادہ قاسم (علیہ السلام) کی شادی کے حصے میں تو کیا، بلکہ سرے سے پوری کتاب منتخب طریحی میں ایسا کوئی متن پایا ہی نہیں جاتا--- (احلی من العسل ص ۱۳۴)

الاعتراض الثالث

إنّ رواية عرس القاسم لم تنقل قبل كتاب روضة الشهداء للكاشفي في كتب المقاتل والتاريخ، ولو كانت موجودة لأشار إليها ولو على نحو الإجمال من سبقه ممّن كتبوا في مقتل الإمام الحسين عليه السلام.

الجواب:

إنّ ذهنيّة المعترض مبنيّة على أنّ ما بلغنا عن واقعة كربلاء هو كلّ ما حصل فيها، بالرغم من أنّ ما وصل إلينا عبارة عن حصيلة ضمّ بعض الأخبار إلى بعض، أي ضمّ ما رواه الطبري إلى ما رواه الشيخ المفيد إلى ما رواه السيّد ابن طاووس، وهكذا. وهذا الضمّ هو الذي يسدّ النقص الموجود في بعض المصادر، ويحقّق الترابط في الحادثة، ولكنّه مع ذلك لا يعني أنّه كلّ ما جاء حول الواقعة؛ إذ أنّ إمكان وجود العديد من الخصوصيّات غير المنقولة يبقى قائماً، ولم يجرؤ أحد من الباحثين والمؤرّخين أن يقول ـ مثلاً ـ أنّ ما جاءنا عن كربلاء هو نفس ما وقع فيها دون نقيصة، كما لم يدّع أي باحث أنّ كلّ مؤرّخ كتب في مقتل الحسين عليه السلام لا بدّ أن يكون مطّلعاً على جميع أخباره بحيث لا يشذّ عنه خبر، بحيث لو لم نجده في كتابه يكون ما نقله غيره من المؤرّخين باطلاً، على أنّه لو فرضنا ذلك جدلاً فلم يدع أحد أيضاً أنّه يجب على المؤرّخ أن يدوّن كلّ ما بلغه في كتابه بحيث لو لم يدوّنه

فهذا يلازم عدم وروده.

وبناءً عليه: فمن الجائز أن يكون الكاشفي قد عثر على بعض الكتب التي فيها قصّة عرس القاسم، ثمّ نقلها في كتابه، وليس المطلوب أكثر من هذا الاحتمال، وهو وارد، ولا يمكن الجزم بعدمه، ومن يدّع ذلك فليأت بالدليل!!

وكما ذكرنا فإنّ وجود كتب عند بعض السابقين مفقودة الآن ليس بالأمر الغريب، ومن باب التأكيد نشير إلى أنّ الشيخ الكفعمي المتوفّى بعد عام **٨٩٥هـ** (أي أنّه يعدّ معاصراً للشيخ الكاشفي المتوفّى سنة **٩١٠هـ**) نقل في كتابه مجموع الغرائب وموضوع الرغائب عن كتب كثيرة مفقودة الآن من قبيل غرر الجواهر والمثالب، ومطالع الأنوار، وآداب النفس، وغيرها، فما وجه الاستبعاد أن يكون معاصره الكاشفي قد عثر على رواية عرس القاسم في بعض الكتب التي كانت عنده من كتب السابقين؟!

ترجمه

تیسرا اعتراض؛

شہزادہ قاسمؑ کی شادی کی روایت کاشفی کی کتاب "روضۃ الشہداء" سے پہلے مقتل اور تاریخ کی کتابوں میں نقل نہیں ہوئی ہے، اگر یہ موجود ہوتی تو امام حسین علیہ السلام کی شہادت پر لکھنے والے گزشتہ مصنفین اس کی طرف کم از کم اجمالی طور پر ہی کوئی اشارہ ضرور کرتے---

جواب: اعتراض کرنے والے کی سوچ اس بنیاد پر ہے کہ واقعہ کربلا کے بارے میں جو کچھ ہم تک پہنچا ہے، بس وہی کچھ وہاں ہوا تھا۔ حالانکہ جو کچھ ہمیں موصول ہوا ہے وہ مختلف خبروں کو ایک دوسرے کے ساتھ ملانے کا نتیجہ ہے، یعنی طبری کی روایات کو شیخ مفید، اور ان کو سید ابن طاؤس کی روایات کے ساتھ ملایا گیا ہے، اور اسی طرح دیگر ----

یہی وہ ملاپ ہے جو بعض ذرائع میں موجود کمی کو پورا کرتا ہے اور واقعے میں ربط پیدا کرتا ہے، لیکن اس کے باوجود، اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ یہی سب کچھ ہے جو اس واقعے کے بارے میں موجود ہے کیونکہ یہ امکان ہمیشہ قائم رہتا ہے کہ بہت سی ایسی تفصیلات بھی ہوں جو نقل نہیں ہو سکیں کسی بھی محقق یا مورخ نے آج تک یہ کہنے کی جرات نہیں کی کہ کربلا کے بارے میں جو کچھ ہم تک پہنچا ہے، وہ بعینہٖ وہی ہے جو وہاں واقع ہوا تھا اور اس میں ذرہ برابر کمی نہیں ہے ---!

اسی طرح کسی محقق نے یہ دعویٰ بھی نہیں کیا کہ امام حسینؑ کی شہادت پر لکھنے والا ہر مورخ تمام خبروں سے واقف ہونا ضروری ہے تاکہ کوئی خبر اس سے چھوٹ نہ جائے، کہ اگر وہ خبر اس کی کتاب میں نہ ملے تو دوسرے مورخین کی نقل کردہ وہ خبر باطل قرار پائے۔

اگر ہم فرضِ محال کے طور پر اسے تسلیم بھی کر لیں، تب بھی کسی نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ مورخ پر یہ واجب ہے کہ وہ اپنی کتاب

میں وہ سب کچھ درج کرے جو اس تک پہنچا ہے، اور اگر وہ درج نہ کرے تو اس کا لازمہ یہ ہو کہ وہ واقعہ سرے سے ہوا ہی نہیں لہذا یہ ممکن ہے کہ کاشفی کو کچھ ایسی کتابیں ملی ہوں جن میں حضرت قاسمؑ کی شادی کا قصہ موجود ہو اور پھر انہوں نے اسے اپنی کتاب میں نقل کر دیا ہو اس سے زیادہ کسی اور چیز کا مطالبہ نہیں ہے، اور یہ ایک ایسا احتمال ہے جو معقول ہے اور اس کے نہ ہونے کا یقین نہیں کیا جا سکتا اور جو شخص اس کے عدمِ وجود (نہ ہونے) کا دعویٰ کرے، اسے دلیل پیش کرنی چاہیے ----!

جیسا کہ ہم نے ذکر کیا کہ گزشتہ مصنفین کے پاس ایسی کتابوں کا ہونا جو اب مفقود (نایاب) ہو چکی ہیں، کوئی حیرت انگیز بات نہیں ہے تاکید کے طور پر ہم اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ شیخ کفعمی (جن کی وفات 895ھ کے بعد ہوئی اور وہ شیخ کاشفی متوفی 910ھ کے ہم عصر شمار ہوتے ہیں) نے اپنی کتاب "مجموع الغرائب وموضوع الرغائب" میں ایسی بہت سی کتابوں سے حوالے نقل کیے ہیں جو اب نایاب ہو چکی ہیں، جیسے "غرر الجواہر والمثالب"، "مطالع الأنوار" اور "آداب النفس" وغیرہ تو اس بات میں کیا بعید ہے کہ ان کے ہم عصر کاشفی کو بھی کسی ایسی کتاب میں شہزادہ قاسمؑ کی شادی کی روایت مل گئی ہو جو ان کے پاس موجود تھی مگر وہ گزشتہ مصنفین کی کتابوں میں سے تھی؟

اور گزشتہ صفحات میں یہ ذکر گزر چکا ہے کہ،کتاب حزن المومنین کے مصنف نے یہ تحریر کیا ہے کہ ملا حسین کاشفی نے 'روضۃ الشہداء' میں عروسی قاسمؑ کی روایت کو دیگر کتبِ مقاتل سے نقل کیا ہے، یعنی روضۃ الشہدا سے پہلے بھی مقاتل میں عروسیِ قاسم موجود ہے وہ الگ بات ہے کہ قدیم کتابیں ہم تک نہیں پہنچیں ---

ترجمہ، چوتھا اعتراض ؛ شہزادہ قاسمؑ کی شادی کا قصہ سب سے پہلے نقل کرنے والے "کاشفی سبزواری" ہیں، جن کا مذہب مشکوک ہے، نیز ان کی کتاب ایسی خبروں پر بھی مشتمل ہے جن کا باطل ہونا یقینی طور پر معلوم ہے، تو ایسی صورت میں ان کی نقل کردہ روایت پر اعتماد کرنا کیسے درست ہو سکتا ہے؟

جواب: ہم پچھلے ایک مضمون میں ذکر کر چکے ہیں کہ ہمارے بہت سے جید علماء ایسے ہیں جنہوں نے کاشفی کی مدح کی ہے اور انہیں تشیع (شیعہ) سے منسوب کیا ہے، جیسے: شیخ آقا بزرگ تہرانی، شیخ عباس قمی، سید محسن امین، اور میرزا عبداللہ افندی اصفہانی مزید یہ کہ اگر ہم فرض کر لیں کہ ان کا مسلک ٹھیک طرح سے معلوم نہیں ہے، تب بھی یہ ان پر یا ان کی کتاب پر کوئی اعتراض یا طعن کی وجہ نہیں بنتا، کیونکہ مؤلف کے مسلک کا اس سے روایت لینے سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ ورنہ پھر سنی مؤرخ طبری کی تاریخ سے روایت لینا تو درست ہو اور کاشفی سے لینا محض اس لیے درست نہ ہو کہ ان کا مسلک مشکوک ہے؟!

اسی طرح ان کی کتاب کا ایسی خبروں پر مشتمل ہونا جن کا باطل ہونا معلوم ہے، ان خبروں کو مسترد کرنے کا باعث نہیں بنتا جن کا بطلان معلوم نہیں ہے کیونکہ اگر یہ بات (اصول کے طور پر) صحیح ہو تو پھر ایسی خبروں کو بھی مسترد کرنا واجب ہو جائے گا جن کا بطلان معلوم نہیں ہے، یہاں تک کہ "کتاب الکافی" جیسی کتاب سے بھی، جس کے بارے میں سید خوئی فرماتے ہیں:

"کسی کتاب کا ایک یا دو مقامات پر کسی باطل امر پر مشتمل ہونا اس کے من گھڑت (موضوع) ہونے کی دلیل نہیں ہے یہ کیسے ہو سکتا ہے جبکہ ایسا اکثر کتابوں میں پایا جاتا ہے، یہاں تک کہ کتاب الکافی میں بھی جو کہ حدیث کی مضبوط ترین اور مستند ترین کتاب ہے

الاعتراض الرابع

إنّ أوّل من نقل قصّة عرس القاسم هو الكاشفي السبزواري ، وهو مشكوك في مذهبه ،كما أنّ كتابه يحتوي على بعض الأخبار التي يعلم بطلانها ، فكيف يصحّ الاعتماد على نقله ؟

الجواب :

قد ذكرنا في مقال سابق أنّ هناك العديد من علمائنا الكبار ممّن مدح الكاشفي ونسبه إلى التشيّع ، مثل الشيخ آقا بزرك الطهراني ، والشيخ عبّاس القمّي ، والسيّد محسن الأمين ، والميرزا عبدالله الأفندي الاصفهاني ، على أنّه لو فرضنا أنّه لم يعلم مذهبه بالضبط ، فهو لا يشكّل مطعناً فيه وفي كتابه؛ لأنّ مذهب المؤلّف لا علاقة له بالأخذ عنه ، وإلّا فكيف يصحّ الأخذ من تاريخ الطبري السنّي ، ولا يصحّ الأخذ من الكاشفي لأنّه مشكوك في مذهبه ؟!

كما أنّ احتواء كتابه على ما يعلم بطلانه لا يوجب ردّ ما لم يعلم بطلانه؛ إذ لو صحّ ذلك لوجب ردّ ما لا يعلم بطلانه حتّى من مثل كتاب الكافي الذي يقول عنه السيّد الخوئي :

«إنّ اشتمال كتاب على أمر باطل في مورد أو موردين لا يدلّ على وضعه ،كيف ويوجد ذلك في أكثر الكتب حتّى كتاب الكافي الذي هو

أمتن كتب الحديث وأتقنها »[1].

الاعتراض الخامس

إنّ غاية ما يثبته النقل في قصّة عرس القاسم هو احتمال صدور الخبر ، والخبر المحتمل الصدور لا يجوز نسبته إلى الإمام عليه السلام على أنّه قد صدر منه ، وفي بعض الاستفتاءات أنّه : « لا يجوز الكذب ولا إسناد ما لم يثبت إليهم عليهم السلام » ، وقد صرّح بعض الفقهاء ، كالسيّد الخوئي ، أنّ خبر العرس لم يثبت[1].

الجواب :

إنّ ما قاله بعض الفقهاء ، كالسيّد الخوئي من إنّ خبر العرس لم يثبت لا يعني أنّه قد ثبت عدم القصّة ، وفرق كبير بين عدم الجزم بالثبوت وبين الجزم بعدم الثبوت . وأمّا مسألة عدم جواز نسبة ما لم يصدر منهم إليهم فهو لا يختصّ بعرس القاسم ، بل هو جار في كلّ الروايات الأُخرى ، فلماذا اختصّ عرس القاسم بهذا التأكيد والتركيز من الفريق الرافض ؟ فما يصحّ نسبته إلى المعصوم هو الحديث المعتبر في سنده والخالي من المضمون الباطل قطعاً ، ومن الواضح أنّ ما جاء في جواب مكتب بعض المراجع لبعض الاستفتاءات من عدم جواز نسبة عرس القاسم إلى المعصوم فإنّه لم يتطرّق في ضمن الجواب

(١) المسائل الشرعيّة : ٢/٣٣٥.

لأيِّ إشكال في القصّة من جهة المضمون ، بل من جهة السند ، نظير ما يقوله الفقهاء من مفطرية وحرمة الكذب على الله ورسوله في شهر رمضان ، وعدم جواز نسبة ما لم يثبت نسبته إليهم ، وفي هذا الصدد لا فرق بين عرس القاسم وغيره من أحداث كربلاء ، فمن يستطيع أن يأتي بالمقتل ضمن الحديث الصحيح السند !!

ولكن ألا يخشى الفريق الرافض أن ينفي عرس القاسم على نحو الجزم ، وينسب القصّة إلى الخرافة والاختلاق مع أنّها قد تكون صادرة في الواقع ، فيكون ممّن ارتكب الكذب بنفي ما كان ثابتاً إليهم في الواقع ؟!

ترجمه

پانچواں اعتراض؛

شہزادہ قاسمؑ کی شادی کے قصے کی نقل سے زیادہ سے زیادہ جو بات ثابت ہوتی ہے، وہ اس خبر کے صادر ہونے کا محض ایک "احتمال" ہے؛ اور جس خبر کا صدور صرف احتمالی ہو، اسے امامؑ کی طرف منسوب کرنا جائز نہیں کہ یہ واقعہ آپؑ سے ہی صادر ہوا ہے بعض استفتاءات (شرعی سوالات کے جوابات) میں بھی آیا ہے کہ؛ جھوٹ بولنا اور ایسی بات آئمہؑ کی طرف منسوب کرنا جو ثابت نہ ہو، جائز نہیں ہے، نیز بعض فقہاء، جیسے سید خوئی نے صراحت کی ہے کہ شادی کی خبر ثابت نہیں ہے ---

جواب: سید خوئی جیسے بعض فقہاء کا یہ فرمانا کہ "شادی کی خبر ثابت نہیں ہے" اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ قصے کا نہ ہونا ثابت ہو گیا ہے، ثبوت کا یقین نہ ہونے (عدمِ جزم بالثبوت) اور نہ ہونے کا یقین ہونے (جزم بعدمِ الثبوت) میں بہت بڑا فرق ہے، رہا مسئلہ ایسی بات کی نسبت دینا جو ان سے صادر نہیں ہوئی، تو یہ صرف شہزادہ قاسمؑ کی شادی کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ تمام دیگر روایات میں بھی یہی حکم جاری ہوتا ہے پھر اس مخالف گروہ نے صرف شہزادہ قاسمؑ کی شادی پر ہی اس قدر زور اور تاکید کیوں دی ہے؟ معصومؑ کی طرف جس بات کی نسبت دینا صحیح ہے، وہ ایسی حدیث ہے جس کی سند معتبر ہو اور اس کا مفہوم یقینی طور پر باطل نہ ہو یہ واضح ہے کہ بعض مراجع کے دفاتر کی جانب سے استفتاءات کے جواب میں جو یہ کہا گیا کہ قاسمؑ کی شادی کی نسبت معصومؑ کی طرف دینا جائز نہیں ہے، تو اس جواب میں قصے کے مفہوم کے حوالے سے کوئی اشکال پیش نہیں کیا گیا بلکہ صرف "سند" کی جہت سے بات کی گئی ہے، یہ بالکل ایسا ہی ہے جیسے فقہاء ماہِ رمضان میں اللہ اور اس کے رسولؐ پر جھوٹ باندھنے کو مبطلِ روزہ

(روزہ توڑنے والی چیز) اور حرام قرار دیتے ہیں اور ایسی چیز کی نسبت دینے کو ناجائز کہتے ہیں جو ان سے ثابت نہ ہو اس سلسلے میں شہزادہ قاسمؑ کی شادی اور کربلا کے دیگر واقعات میں کوئی فرق نہیں ہے، (اگر صرف صحیح السند روایات ہی پڑھنی ہوں تو) پھر کون ہے جو مکمل مقتل کو صرف صحیح السند احادیث کے ذریعے پیش کر سکے؟

لیکن کیا اس مخالف گروہ کو اس بات کا خوف نہیں ہے کہ وہ قاسمؑ کی شادی کی نفی قطعی طور پر کر دیتے ہیں اور اس قصے کو خرافات اور من گھڑت قرار دے دیتے ہیں، حالانکہ ہو سکتا ہے کہ حقیقت میں یہ واقعہ پیش آیا ہو؟ ایسی صورت میں کیا وہ خود اس جھوٹ کے مرتکب نہیں ہو رہے کہ انہوں نے اس چیز کی نفی کر دی جو حقیقت میں ان (آئمہؑ) سے ثابت تھی؟

الاعتراض السادس

إنّ حدثاً مهولاً كحدث يوم عاشوراء وما جرى فيه من أحداث عظيمة لا يدع المرء يفكّر في عرس وزفاف، فكيف يمكن التفكير في عرس وسط أجواء القتال والشهادة، والمصائب والمحن تلف الإمام الحسين عليه السلام وأهل بيته من كلّ حدب وصوب؟

الجواب:

إنّ قصّة العرس كما هي منقولة في مصدرها تؤكّد على أنّ الإمام الحسين عليه السلام كان ممتثلاً بوصيّة تزويج القاسم عليه السلام من قِبل أخيه الإمام الحسن عليه السلام، وتنفيذ وصيّة الموصي مع قدرة الوصي أمر مطلوب، وليس هناك أي غرابة في تنفيذه، بل الغرابة والاستنكار في عدم إنفاذ الوصيّ قبل موته لوصيّة الموصي مع قدرته على ذلك، ومسألة العرس لم تتجاوز إلباس القاسم ملابس أبيه الإمام الحسن عليه السلام، وقراءة صيغة العقد بينه وبين بنت الإمام الحسين عليه السلام المسمّاة له، ووضع أيديهما بيد بعض والخروج من الخيمة، وهذا كلّه لا يتجاوز بضع دقائق، وهي أقلّ فترة زمنيّة يمكن للإمام الحسين عليه السلام أن يحقّق فيها وصيّة أخيه الحسن عليه السلام، ويراعي فيها أيضاً مقتضيات الحال والحرب.

وقد يقال: إنّ طلب الإمام الحسين عليه السلام من أُمّ القاسم أوّل الأمر ثيابٍ جددٍ للقاسم لا يتناسب مع الحال؛ إذ فيها بعض مظاهر الاحتفاء

والاحتفال، ولكنّه مردود من جهة أنّ الإمام الحسين عليه السلام كان يعلم بأنّ القاسم عليه السلام سيستشهد ولبس جديد الثياب عند قصد لقاء الله تعالى أمر حسن، وكما ينقل مثله عند وفاة الصدّيقة الطاهرة فاطمة الزهراء عليها السلام حينما طلبت لبس ثياب جدد قرب حلول أجلها[1]، وعندما لم تتوفّر تلك الثياب ألبسه لباس أبيه، ولعلّ ذلك اللباس ممّا كان يحتفظ به الإمام الحسين عليه السلام من ملابس أخيه عندما كان صغيراً أو أنّه تمّ جمعه أو تقصيره.

ولعلّ أكثر الخلط الحاصل عند المعترضين على قصّة عرس القاسم هو بسبب ما يقوم به المحبّون من مراسم تذكاريّة من قبيل توزيع الحلوى أو نثر المكسّرات، وإشعال الشموع، وغير ذلك ممّا يتناسب مع أجواء العرس الحقيقيّة، فيظنّون أنّ الذي وقع في كربلاء هو من هذا القبيل، بالرغم من أنّ قصد المحبّين هو تهييج القلوب حيث أنّهم يقرأون مع تلك المراسم أشعاراً حزينة حول حرمان القاسم عليه السلام من العرس والزواج وهو في مقتبل العمر، وأنّ خضاب العرس هو الدماء المنبعثة منه، وهذا يهيّج المصيبة في قلوب السامعين والناظرين، ولا يعني ذلك أنّهم صوّروا القاسم بأنّه ذلك العريس الذي لا همّ له

(١) أمالي الطوسي: المجلس ١٤، الحديث ٤١، عنه بحار الأنوار: ١٧٢/٤٣، الحديث ١٢.

إلّا البحث عن زوجة كما يصوّر ذلك البعض[1]، فالقاسم ـ وكما تذكر رواية العرس نفسها، وبعد عقد زواجه على بنت الإمام الحسين عليه السلام مباشرة ـ خرج نحو الميدان لنصرة عمّه حين سماعه طلب البراز.

ومن المناسب هنا نقل استفتاء وجّه إلى آية الله العظمى السيّد محسن الحكيم قدس سره هذا نصّه:

بسم الله الرحمن الرحيم

لمولانا وسيّدنا آية الله العظمى (أدام الله ظلّه)

قد استمرّت سيرة الشيعة على تخصيص يوم الثامن من محرّم باسم القاسم بن الحسن المجتبى عليه السلام وذكر فضائله ورثائه، وحسب العادة المستمرّة إذا وصل القارئ إلى ذكره وإلقاء كلمات في حقّه، وهو على المنبر، يأتون بالصواني وفيها الشموع والحنّة والخضرة ويدخلوها في المجلس لتذكر عظيم مصيبته، وأنّه استشهد في عنفوان شبابه، ولم يتهنّأ به، ويجعلونه للقاسم «زفّة»، فإذا دخلت

(١) يقول الشهيد المطهري: «نعم، فنحن قد صوّرنا القاسم ذلك العرّيس الذي لا همّ له إلّا البحث عن زوجة، ولا همّ لعمّه أيضاً سوى تزويجه! فهل حاولتم مرّة أُخرى مقارنة هذا القاسم الذي اختلقتم شخصيّته مع الشخصيّة التاريخيّة الحقيقيّة». الملحمة الحسينيّة: ١/٢٤.

الصواني في المجلس يقوم صياح وعويل من أهل المأتم، وتجري دموع الشيعة على الخدود، ويهتزّ المجلس الحسيني، فهل يكون في هذه العادة وهذه السيرة مانع في نظركم الشريف أم لا يكون فيه بأس؟

ظلّكم مستدام على رؤوس المسلمين

الجواب:

بسم الله الرحمن الرحيم

وله الحمد، لا مانع من ذلك، وفيه تذكرة للمصاب الأليم، والخطب الجسيم، فإنّا لله وإنّا إليه راجعون.

٢٤ شعبان **١٣٨٧**هـ. ق

محسن الطباطبائي الحكيم[1]

كما أنّ هناك سبباً شكليّاً آخر قد يدعو المعترضين إلى الاستنكار، وهو استعمال تعبير العرس الذي يوحي بالفرحة غير المتناسبة مع أحزان ومصائب كربلاء، وهذا التعبير درج عليه عامّة النّاس كإشارة إلى إحدى الجهات المهيّجة في المصيبة، وقد استخدمناها في مقالتنا هذه من جهة صيرورته مصطلحاً شائعاً لا أنّ هناك عرساً وقع في كربلاء، فنفس رواية الطريحي صريحة بقول القاسم: «عرسنا أخّرناه

(١) فتاوى علماء الدين حول الشعائر الحسينيّة: ١٨٣.

(أي أجّلناه) إلى الآخرة»، فهل هناك تصريح أوضح من هذا في نفي حصول العرس، وأنّ الذي جرى كان مجرّد عقد زواج!!

چھٹا اعتراض؛

یومِ عاشوراء کے واقعات کی شدت، حدت اور وہ ہولناک مصائب جو وہاں پیش آئے، انسان کو اس بات کا موقع ہی نہیں دیتے کہ وہ شادی کے بارے میں سوچے، قتال، شہادت اور ان مصائب کے بیچوں بیچ جو امام حسینؑ اور ان کے اہل بیت پر ہر طرف سے ٹوٹ رہے تھے، شادی کا تصور کیسے ممکن ہے؟

جواب: شادی کا یہ قصہ اپنے اولین ماخذ میں جس طرح نقل ہوا ہے، وہ یہ ہے کہ امام حسینؑ اپنے بھائی امام حسنؑ کی اس وصیت پر عمل کر رہے تھے جس میں انہوں نے شہزادہ قاسمؑ کی شادی کا کہا تھا، وصیت کرنے والے کی وصیت پر عمل کرنا بصورتِ قدرت ایک پسندیدہ اور مطلوب امر ہے، اور اس کی تعمیل میں کوئی تعجب کی بات نہیں ہے، بلکہ تعجب اور جائے اعتراض تو تب ہوتا جب قدرت رکھنے کے باوجود شہادت سے پہلے اس وصیت پر عمل نہ کیا جاتا ۔۔۔!

شادی کا یہ معاملہ محض اس حد تک تھا کہ قاسمؑ کو ان کے بابا امام حسنؑ کا لباس پہنایا گیا اور ان کے اور امام حسینؑ کی صاحبزادی کے درمیان عقد کے صیغے پڑھے گئے، اس کے باوجود قاسم ان کے پاس نہیں ٹھہرے بلکہ فوراً خیمے سے باہر آ گئے یہ پورا عمل چند منٹوں سے زیادہ کا نہ تھا، اور یہ وہ کم ترین وقت ہے جس میں امام حسینؑ اپنے بھائی کی وصیت بھی پوری کر سکتے تھے اور وقت کے تقاضوں اور حالات کی رعایت بھی رکھ سکتے تھے ۔۔۔

اگر یہ کہا جائے کہ امام حسینؑ کا شروع میں شہزادہ قاسمؑ کی والدہ سے نئے کپڑے طلب کرنا حالات کے مطابق نہ تھا کیونکہ اس میں جشن کا پہلو نکلتا ہے، تو یہ اعتراض اس بنیاد پر مسترد ہے کہ امام حسینؑ جانتے تھے کہ قاسمؑ شہید ہونے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے

ان کے لیے جو اجر تیار کر رکھا ہے اس کے مقابلے میں دنیا میں کوئی نئے کپڑے نہیں ہیں، بالکل اسی طرح جیسا سیدہ فاطمہ زہراؑ کی وفات کے وقت منقول ہے کہ آپؑ نے اپنی وفات کے قریب نئے کپڑے زیب تن کیے تھے، اور جب (کربلا میں) نئے کپڑے دستیاب نہ ہوئے تو امامؑ نے انہیں ان کے والد کا لباس پہنایا، غالباً یہ وہ لباس تھا جو امام حسینؑ نے اپنے بھائی کی یادگار کے طور پر محفوظ رکھا ہوا تھا یا اسے چھوٹا کر کے قاسمؑ کے ناپ کا بنایا گیا تھا ---

معترضین کے درمیان اس قصے پر زیادہ تر بحث اور شور ان عوامی رسومات کی وجہ سے ہے جو لوگ بطور یادگار مناتے ہیں، جیسے مٹھائی تقسیم کرنا، خشک میوہ جات نچھاور کرنا یا شمعیں روشن کرنا وغیرہ یہ چیزیں اصل کے ماحول سے میل نہیں کھاتیں، لوگوں کا خیال ہے کہ کربلا میں بھی ایسا ہی کچھ ہوا ہوگا، حالانکہ عزاداروں کا مقصد صرف اس خوشی کی طرف اشارہ کرنا ہوتا ہے جو انہیں نصیب نہ ہو سکی، وہ ان رسومات کے ساتھ غمگین دھنیں اور نوحے پڑھتے ہیں جو قاسمؑ کی جوانی میں شادی اور گھر بسانے کی حسرت سے محرومی پر مبنی ہوتے ہیں چونکہ قاسمؑ کا مصائب بہت تکلیف دہ ہے، اس لیے یہ منظر سامعین کے دلوں میں دکھ بھر دیتا ہے، اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ وہ اس واقعے کو ایسی شادی کے طور پر پیش کر رہے ہیں جس کا مقصد (معاذ اللہ) صرف بیوی کی تلاش ہو، جیسا کہ بعض لوگ کہتے ہیں قاسمؑ نے تو نکاح کے فوراً بعد جیسے ہی اپنے چچا کی "ہل من ناصر" کی صدا سنی، نصرت کے لیے میدانِ جنگ کا رخ کیا ---

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں آیت اللہ العظمیٰ سید محسن الحکیم سے پوچھا گیا ایک استفتاء (سوال) نقل کیا جائے:

سوال: مولانا سیدنا آیت اللہ العظمیٰ ، شیعوں میں یہ طریقہ جاری ہے کہ آٹھ محرم کا دن حضرت قاسم بن حسنؑ کے نام

سے مخصوص کیا جاتا ہے اور ان کے فضائل بیان کیے جاتے ہیں، معمول کے مطابق جب ذاکر ان کا ذکر کرتا ہے تو منبر پر اپنی گردن میں کفن ڈالتا ہے، رنگ برنگی روشنیاں، شمعیں اور مہندی مجلس میں لائی جاتی ہے جو ایک پروقار اور پر ہیبت منظر ہوتا ہے چونکہ آپ اپنی جوانی میں شہید ہوئے اور اپنی زندگی کی خوشیاں نہ دیکھ سکے، اس لیے لوگ اسے قاسم کی شادی کا نام دیتے ہیں، جب یہ خوان مجلس میں لائے جاتے ہیں تو عزادار گریہ و بکا کرتے ہیں اور مجلس تڑپ اٹھتی ہے کیاآپ کی نظرِ مبارک میں اس رسم اور طریقے میں کوئی ممانعت ہے؟

جواب: بسم اللہ سبحانہ االلہ کا شکر ہے کہ اس میں کوئی ممانعت نہیں ہے، بلکہ اس میں اس المناک مصیبت اور بڑے حادثے کی یاد دہانی ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۔۔۔ (۲۵ شعبان ۱۳۸۷ھ ۔ محسن الطباطبائی الحکیم)

اعتراض کی ایک ظاہری وجہ لفظ عرس (شادی) کا استعمال بھی ہے جو خوشی کا تاثر دیتا ہے جو کربلا کے غم کے ساتھ میل نہیں کھاتا، لیکن ہماری تحقیق کے مطابق یہ لفظ عام لوگوں میں ایک اصطلاح کے طور پر رائج ہو گیا ہے، خود علامہ طریحی کی روایت اس بارے میں واضح ہے جس میں شہزادہ قاسمؑ کے یہ الفاظ منقول ہیں: ہماری شادی آخرت تک مؤخر ہو گئی ہے، کیا اس سے زیادہ واضح کوئی بات ہو سکتی ہے جو اس دنیا میں کسی بھی قسم کی شادی کے جشن کی نفی کرے اور یہ بتائے کہ جو کچھ ہوا وہ محض ایک عقدِ نکاح تھا ۔۔۔؟ اور پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ جو لوگ شہزادہ قاسم کی مہندی کے خلاف زبان درازی کرتے ہیں کہ یہ کربلاء میں نہیں تھی، اگر کربلاء میں نہ بھی ہو تب بھی قاسم کی مہندی کے جلوس نکالنا جائز ہے صرف جائز ہی نہیں بلکہ قاسم کی مہندی شعائر اللہ ہے ، کیونکہ مہندی دیکھ کر مولا حسین کے مصائب یاد آتے ہیں شہزادہ قاسم کے مصائب یاد آتے ہیں ۔۔۔۔

الاعتراض السابع

إنّ القاسم بن الحسن قد وصفته كتب المقاتل بأنّه غلام لم يكن قد بلغ الحلم[١]، أي أنّه لم يبلغ سنّ الزواج، فكيف تصحّ نسبة الزواج إليه؟

الجواب:

لقد اتّفق الفقهاء على صحّة تزويج الصبي والصبية إذا لم يصلا إلى سنّ البلوغ، وأنّ الصبية تكون زوجة للمتزوّج بها، سواء كان الزوج بالغاً أم لا، وتترتّب عليهما أحكام الزوجيّة، فلو مات أحدهما فإنّه يرث من الآخر، غير أنّهم ذكروا أنّه لا يجوز وطء الزوجة فقط (دون سائر الاستمتاعات) إذا لم تكمل تسع سنين، وهذا يعني أنّ بلوغ أحد الطرفين سنّ الزواج ليس ركناً في عقد الزواج[٢].

(١) مقتل المقرّم: ٢٦٤.
(٢) راجع على سبيل المثال: تحرير الوسيلة: ٢/٢١٦، الحديث ١٢، وص٢٢٧ ـ ٢٢٨. منهاج الصالحين / السيّد الخوئي: ٢/٢٥٩، المسألة ١٢٣١، ص٢٦٠ ـ ٢٦١.

ترجمہ، ساتواں اعتراض

مقتل کی کتابوں میں شہزادہ قاسم بن امام حسنؑ کے بارے میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ وہ ایک ایسے لڑکے تھے جو ابھی سنِ بلوغ تک نہیں پہنچے تھے، یعنی وہ شادی کی عمر کو نہیں پہنچے تھے، تو پھر ان کی طرف شادی کی نسبت دینا کیسے صحیح ہو سکتا ہے ---؟

جواب: فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اگر لڑکا اور لڑکی سنِ بلوغ تک نہ پہنچے ہوں تب بھی ان کا نکاح کرنا صحیح ہے، اور وہ لڑکی اس لڑکے کی شرعی زوجہ قرار پاتی ہے، خواہ شوہر بالغ ہو یا نہ ہو، ان پر زوجیت کے تمام احکام لاگو ہوتے ہیں، یہاں تک کہ اگر ان میں سے کسی ایک کا انتقال ہو جائے تو وہ دوسرے کا وارث بنتا ہے، البتہ فقہاء نے یہ ذکر کیا ہے کہ اگر لڑکی نو سال کی نہ ہوئی ہو تو صرف ہم بستری جائز نہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ فریقین میں سے کسی ایک کا "سنِ ازدواج" (یعنی شادی کی مخصوص عمر) تک پہنچنا عقدِ نکاح کے ارکان میں شامل نہیں ہے ----

(مزید ملاحظہ فرمائیں کہ نابالغ کا عقد جائز ہے)

قبول کیا تو چونکہ نکاح کرتے وقت لڑکی کو معین نہیں کیا گیا اس لئے نکاح باطل ہے۔

مومنین کو مطلع کیا جاتا ہے کہ ہماری اس کتاب اور دیگر کتابوں کی نقل ہمارے نام اور ناشر کے ساتھ گھٹیا کوالٹی میں لاہور سے شائع ہو رہی ہیں جس سے ادارہ کو نقصان پہنچ رہا ہے۔ کتابوں کا غاصبانہ چھاپنا اور بیچنا شرعاً حرام ہے۔

توضیح المسائل

مع اضافات

• جدید مسائل • مضاربہ • اعتکاف

مرجع جہان تشیع آیت اللہ العظمیٰ سید علی حسینی سیستانی دام ظلہ الوارف



جامعہ تعلیمات اسلامی پاکستان

(۲۳۳۶) …

(۲۳۳۷) …

کے معنی کو حقی … اور اس

مثلاً یہ جانتا ہ … تا ہو۔

(۲۳۳۸) …

مرد اس نکاح … ت اور

دیں جو رضا م … انجام

(۲۳۳۹) …

پڑھے جانے … نکاح

ہے کہ دوبارہ ن … بہتر یہ

(۲۳۴۰) …

میں بالغ ہوا ہو … حالت

اس کا جو نکاح کر … نے

کوئی خرابی نہ ہو … اگر

بنا پر ضروری ہے … کی

(۲۳۴۱) …

کنواری ہو اور ا … اور

اجازت لے۔ بلکہ … سے

انجام دیتی ہو، البتہ … کو

(۲۳۴۲) …

کرنے سے ہر صو … اور لڑکا اُس کے مناسب ہو یا باپ اور دادا بھی کے

شادی … میں کسی طرح شریک ہونے کے لئے راضی نہ ہوں یا دیوانگی یا اس جیسی کسی دوسری وجہ سے اجازت دینے کی اہلیت نہ رکھتے ہوں تو ان تمام صورتوں میں ان سے اجازت لینا لازم نہیں ہے۔ اسی طرح ان کے … د نہ ہونے یا کسی دوسری وجہ سے اجازت لینا ممکن نہ ہو اور لڑکی کا شادی کرنا بے حد ضروری ہو تو باپ اور دادا سے اجازت لینا لازم نہیں ہے۔

(۲۳۴۳) اگر باپ یا دادا اپنے نابالغ لڑکے (یا پوتے) کی شادی کر دیں تو لڑکے (یا پوتے) کو چاہئے کہ

بالغ ہونے کے بعد اس عورت کا خرچ دے بلکہ بالغ ہونے سے پہلے بھی جب اس کی عمر اتنی ہو جائے کہ وہ اس لڑکی سے لذت اٹھانے کی قابلیت رکھتا ہو اور لڑکی بھی اس قدر چھوٹی نہ ہو کہ شوہر اس سے لذت نہ اٹھا سکے تو بیوی کے خرچ کا ذمے دار لڑکا ہے۔ اس صورت کے علاوہ بیوی کا خرچہ مرد کے ذمے نہیں۔

(۲۳۴۴) اگر باپ یا دادا اپنے نابالغ لڑکے (یا پوتے) کی شادی کر دیں تو اگر لڑکے کے پاس نکاح کے وقت کوئی مال نہ ہو تو باپ یا دادا کو چاہئے کہ اس عورت کا مہر دے۔ اور یہی حکم ہے اگر لڑکے (یا پوتے) کے پاس کوئی مال ہو لیکن باپ یا دادا نے مہر ادا کرنے کی ضمانت دی ہو۔ ان دو صورتوں کے علاوہ اگر اس کا مہر مہر المثل سے زیادہ نہ ہو یا کسی مصلحت کی بنا پر اس لڑکی کا مہر مہر المثل سے زیادہ ہو تو باپ یا دادا بیٹے (یا پوتے) کے مال سے مہر ادا کر سکتے ہیں وگرنہ بیٹے (یا پوتے) کے مال سے مہر المثل سے زیادہ مہر نہیں دے سکتے مگر یہ کہ بچہ بالغ ہونے کے بعد ان کے اس کام کو قبول کرے۔

یعنی نابالغ لڑکے کا عقد جائز ہے ---

وإن أبت لم يزوّجها .

[٢٥٦١٧] ٣ ـ الحسن بن محمّد الطوسي في (الأمالي) : عن أبيه ، عن المفيد ، عن محمّد بن الحسين الشهرزوري ، عن الحسين بن محمّد الأسدي ، عن جعفر بن عبدالله العلويّ ، عن يحيى بن هاشم ، عن محمّد بن مروان ، عن جويبر [1] بن سعد ، عن الضّحاك بن مزاحم قال : سمعت عليّ بن أبي طالب (عليه السلام) ـ يقول ـ وذكر حديث تزويج فاطمة (عليها السلام) ، وأنّه طلبها … صلى الله عليه وآله) ـ فقال : يا عليّ ، انه قد ذكرها قبل… جال فل… ك لها فرأيت الكراهة في وجهها ، ولكن على رسلك حتّى أ…رج إليك ، فد… …ها فأخبرها وقال : إنّ عليّاً قد ذكر من أمرك شيئاً فما ترين ؟ فسكتت … …جهها ولم ير فيه رسول الله (صلى الله عليه وآله) كراهة ، فقام وهو ي… … الله أكبر سكوتها إقرارها ، الحديث .

٦ ـ باب ثبوت الولاية للأب والجد للأب خاصة مع وجود الأب لا غيرهما على البنت غير البالغة الرشيدة وكذا الصبي

[٢٥٦١٨] ١ ـ محمّد بن يعقوب ، عن محمّد بن يحيى ، عن أحمد بن محمّد ، عن محمّد بن إسماعيل بن بزيع قال : سألت أبا الحسن (عليه السلام) عن الصبيّة يزوّجها أبوها ثمّ يموت وهي صغيرة فتكبر قبل أن يدخل بها زوجها ، يجوز عليها التزويج أو الأمر اليها ؟ قال : يجوز عليها تزويج أبيها .

---

٣ ـ أمالي الطوسي ١ : ٣٨ .

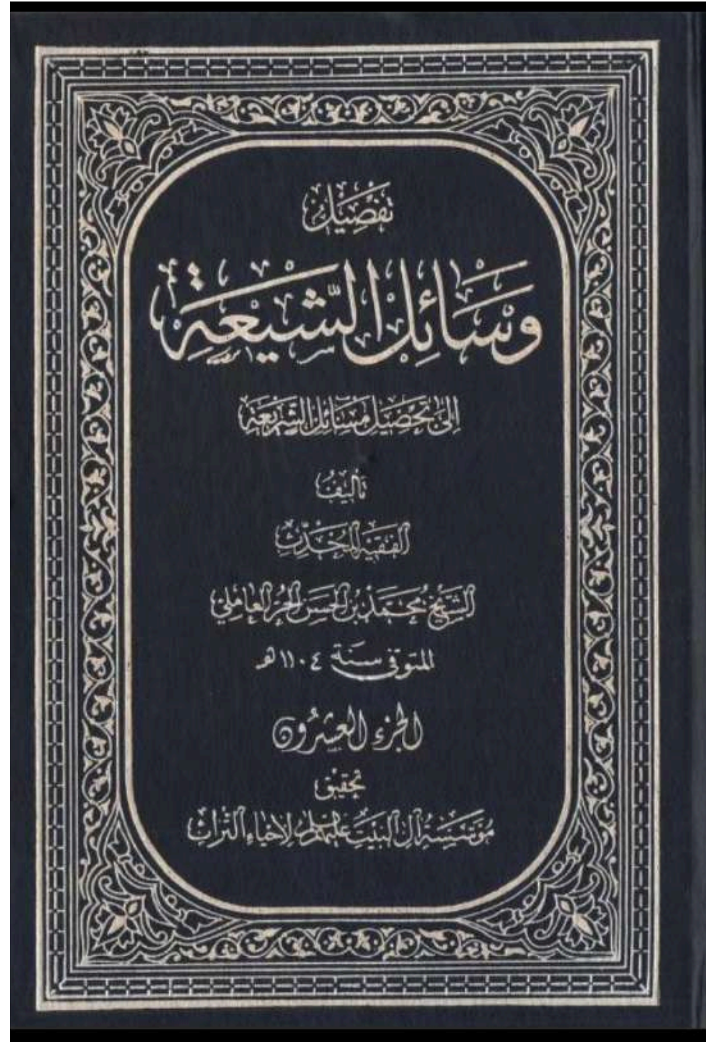
(١) في المصدر : جوير .

يدل عليه الحديث ٩ من الباب ٦ من هذه الأبواب .

الباب ٦

فيه ٩ أحاديث

١ ـ الكافي ٥ : ٩/٣٩٤ .



312

ورواه الصدوق بإسناده ، عن محمّد بن إسماعيل بن بزيع [١] .

ورواه في (عيون الأخبار) عن جعفر بن نعيم بن شاذان ، عن محمّد بن شاذان ، عن الفضل بن شاذان ، عن محمّد بن إسماعيل [٢] .

ورواه الشّيخ بإسناده عن أحمد بن محمّد بن عيسى ، مثله [٣] .

[٢٥٦١٩] ٢ ـ وعنه ، عن أحمد بن محمّد ، عن عليّ بن مهزيار ، عن محمّد بن الحسن الأشعريّ قال : كتب بعض بني عمّي إلى أبي جعفر الثاني (عليه السلام) : ما تقول في صبيّة زوّجها عمّها ، فلمّا كبرت أبت التزويج ، فكتب لي : لا تكره على ذلك والأمر أمرها .

[٢٥٦٢٠] ٣ ـ وعن عدّة من أصحابنا ، عن أحمد بن محمّد ، عن الحسين بن سعيد ، عن عبدالله [١] بن الصلت قال : سألت (أبا عبدالله) [٢] (عليه السلام) عن الجارية الصغيرة يزوّجها أبوها ، لها أمر إذا بلغت ؟ قال : لا ، ليس لها مع أبيها أمر ، قال : وسألته عن البكر إذا بلغت مبلغ النساء ، ألها مع أبيها أمر ؟ قال : ليس لها مع أبيها أمر ما لم تكبر [٣] .

ورواه الشيخ بإسناده عن الحسين بن سعيد [٤] ، والذي قبله بإسناده عن محمّد بن يعقوب ، مثله .

---

(١) الفقيه ٣ : ١١٩١/٢٥٠ .

(٢) عيون أخبار الرضا (عليه السلام) ٢ : ٤٤/١٨ .

(٣) التهذيب ٧ : ١٥٤١/٣٨١ ، والاستبصار ٣ : ٨٥٢/٢٣٦ .

٢ ـ الكافي ٥ : ٧/٣٩٤ ، والتهذيب ٧ : ١٥٥١/٣٨٦ ، والاستبصار ٣ : ٨٥٧/٢٣٩ .

٣ ـ الكافي ٥ : ٦/٣٩٤ .

(١) في نسخة : عبد الملك « هامش المخطوط » .

(٢) في المصدر : أبا الحسن .

(٣) في التهذيب : تثيب « هامش المخطوط » .

(٤) التهذيب ٧ : ١٥٤٠/٣٨١ ، والاستبصار ٣ : ٨٥١/٢٣٦ .

أقول : وتقدّم ما يدلّ على ذلك [٣] ويأتي ما يدلّ عليه [٤] .

١٢ ـ باب أن الصغير ذكراً كان أو أنثى إذا زوجه الأب أو الجد صح العقد ، وإذا زوجه غيرهما كان موقوفاً على رضاه بعد البلوغ والرشد

[٢٥٦٥٧] ١ ـ محمّد بن الحسن بإسناده ، عن أحمد بن محمّد بن عيسى ، عن محمّد بن أبي عمير ، عن صفوان ، عن علاء ، عن محمّد بن مسلم ، عن أبي جعفر (عليه السلام) في الصبيّ يتزوّج الصبيّة يتوارثان ؟ فقال : إذا كان أبواهما اللذان زوّجاهما فنعم ، قلت : فهل يجوز طلاق الأب ؟ قال : لا .

أقول : وتقدّم ما يدلّ على بعض المقصود [١] ، ويأتي ما يدلّ عليه في المواريث [٢] وغيرها [٣] .

١٣ ـ باب أنه لا ولاية على الصبي بعد البلوغ والرشد للأبوين ولا لغيرهما ، فإن زوجاه وقف على رضاه ويجوز أن يتزوج وان كرها

[٢٥٦٥٨] ١ ـ محمّد بن يعقوب ، عن حميد بن زياد ، عن الحسن بن محمّد ،

---

(٣) تقدم في عنوان الباب ٦ من هذه الأبواب .

(٤) يأتي في الباب ١٢ من هذه الأبواب .

الباب ١٢

فيه حديث واحد

١ ـ التهذيب ٧ : ١٥٥٦/٣٨٨ .

(١) تقدم في الباب ٦ وفي الحديث ١ من الباب ٨ من هذه الأبواب .

(٢) يأتي في الباب ١١ من أبواب ميراث الأزواج .

(٣) يأتي في الباب ٣٣ من أبواب مقدمات الطلاق .

الباب ١٣

فيه ٣ أحاديث

١ ـ الكافي ٥ : ١/٤٠١ .



ہاتھ میں ہے۔(…

۲۔ جناب شیخ حسن … ان کا بیان ہے کہ میں نے
حضرت علی علیہ ال… شادی کا قصہ بیان فرمارہے
تھے کہ جب انہوں … تو آنحضرت صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم نے فرمایا … جب میں نے ان سے ان کا
تذکرہ کیا تو میں … ۔ یہاں تک کہ میں واپس
آؤں۔ اس کے بع… تشریف لے گئے اور ان
سے کہا کہ (حضرت … خاتون قیامت علیہا السلام
خاموش ہوگئیں۔ او… لہ وسلم نے ان کے چہرہ پر
کسی قسم کی ناپسندید… ہوئے اور یہ فرماتے ہوئے
اٹھے کہ سکوتھ… ن طوسی)
مؤلف علام فرماتے … ہیں اور کچھ اس کے بعد
(باب ۶ میں) بیان ک…

باب ٦

جو لڑکی بالغہ اور عاقلہ نہ ہو اس پر صرف باپ دادا کی ولایت ثابت ہے اور یہی حکم چھوٹے بچے کا ہے۔

(اس باب میں کل نو حدیثیں ہیں جن میں سے ایک مکرر کو چھوڑ کر باقی آٹھ کا ترجمہ حاضر ہے)۔(احقر مترجم عفی عنہ)

۱۔ حضرت شیخ کلینی علیہ الرحمہ باسناد خود محمد بن اسماعیل بن بُزیع سے روایت کرتے ہیں ان کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے سوال کیا کہ ایک چھوٹی لڑکی کا عقد اس کے باپ نے (کسی لڑکے سے) کر دیا۔ اور شادی سے پہلے مر گیا۔ اب لڑکی جوان ہو چکی ہے تو دخول سے پہلے عقد پختہ ہے یا معاملہ اس کے ہاتھ میں ہے (اسے فسخ کر سکتی ہے؟) فرمایا: اس کے باپ والا نکاح نافذ ہے۔ (کتب اربعہ، عیون الاخبار)

۲۔ محمد بن حسن اشعری بیان کرتے ہیں کہ میرے بعض چچازاد بھائیوں نے حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی خدمت میں خط لکھا جس میں یہ مسئلہ دریافت کیا تھا کہ آپ اس بچی کے (عقد کے) بارے میں کیا فرماتے ہیں کہ جس کے چچا نے (اس کی نابالغی میں) اس کا نکاح کر دیا۔ مگر جب وہ بچی میری (بالغہ) ہوئی تو اس نے اس نکاح کا انکار کر دیا؟ امام علیہ السلام نے جواب میں لکھا کہ اسے اس پر مجبور نہیں کیا جا سکتا۔ معاملہ اس کے اپنے ہاتھ میں

ہے۔(الفروع، التہذیب، الاستبصار)

۳۔ عبداللہ بن صلت بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا کہ ایک نابالغ لڑکی کا عقد نکاح اس کے باپ نے کر دیا آیا بلوغت کے بعد اسے (توڑنے کا) کوئی حق ہے؟ فرمایا: اسے باپ کے ہمراہ کوئی حق نہیں ہے۔ پھر پوچھا کہ جب لڑکی بالغہ ہو جائے (مگر اس کا ولی موجود ہو) آیا اسے باپ کی موجودگی میں کوئی اختیار ہے؟ فرمایا: جب تک شوہر دیدہ نہ ہو تب تک اسے باپ کی موجودگی میں کوئی اختیار نہیں ہے۔ (الفروع، التہذیب، الاستبصار)

۴۔ فضل بن عبدالملک حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپؑ نے ایک حدیث کے ضمن میں فرمایا کہ جب کوئی اپنے بیٹے کا نکاح کر دے تو یہ اس کے بیٹے پر منحصر ہے (قبول کرے یا انکار کرے) لیکن اگر بیٹی کا نکاح کر دے تو یہ نافذ ہے۔ (الفروع وغیرہ)

۵۔ حضرت شیخ صدوق علیہ الرحمہ باسناد خود ابن ابی یعفور سے اور وہ حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں فرمایا: وہ باکرہ لڑکیاں جن کے باپ موجود ہوں ان کے باپوں کی اجازت کے بغیر ان سے شادی نہ کی جائے۔ (الفقیہ وغیرہ، کتب اربعہ)

۶۔ حضرت شیخ طوسی علیہ الرحمہ باسناد خود علی بن یقطین سے روایت کرتے ہیں ان کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے سوال کیا کہ کیا تین سال کی بچی یا تین سال کے بچہ کا عقد کیا جا سکتا ہے؟ یا کم از کم وہ کون سی عمر ہے جس میں ان کا عقد کیا جا سکتا ہے اور جب بچی بالغ ہو جائے اور اس عقد کو پسند نہ کرے تو؟ فرمایا: جب اس کا باپ یا ولی (مثلاً دادا) راضی ہو تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ (التہذیب والاستبصار)

۷۔ محمد بن مسلم بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے سوال کیا کہ ایک بچے کی ایک بچی سے تزویج کی جاتی ہے تو؟ فرمایا: اگر ان کے باپ کر دیں تو پھر یہ نافذ ہے .... لیکن جب بالغ ہوں تو ان کو (نکاح توڑنے کا) اختیار ہے۔ اور اگر راضی ہو جائیں تو لڑکی کا حق مہر (لڑکے کے) باپ پر واجب الاداء ہوگا۔ راوی نے عرض کیا: آیا چھوٹے بیٹے کی طرف سے باپ طلاق دے سکتا ہے؟ فرمایا: نہ۔ (ایضاً)

(چونکہ اس روایت میں ولی شرعی کے پڑھے ہوئے نکاح میں جو خیار البلوغ کا لڑکی لڑکے کو حق دیا گیا ہے وہ مسلّمہ نظریہ کے بظاہر خلاف ہے۔ اس لئے اس کی تاویل کرتے ہوئے) مؤلف علام فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ طوسی علیہ الرحمہ نے اس حدیث کو اس مطلب پر محمول کیا ہے کہ بالغ ہو کر لڑکے کو طلاق دینے کا اور لڑکی کو حق مہر یا طلاق کے مطالبہ کرنے کا اختیار ہے۔

اس بارے میں کیا کہتے ہو؟ انہوں نے کہا: اس کا نکاح باطل ہے۔ فرمایا: پھر وہ میری طرف
عبداللہ! آپ اس سلسلہ میں کیا فرماتے ہیں؟ پس جب اس نے مجھ سے سوال کیا تو میں
لوگوں سے پوچھا کیا تم حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے یہ روایت نقل نہیں
آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے دربار میں ایک شخص اپنے باپ کے خلاف اسی قسم کی
تھا۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اس سے فرمایا تھا کہ تو اور تیرا مال تیرے با
اقرار کیا کہ ہاں۔ (ہم یہ نقل کرتے ہیں) امام علیہ السلام نے فرمایا: پھر یہ کس طرح ممک
مال تو دادا کا ہو مگر اس (دادا) کا پڑھایا ہوا نکاح جائز نہ ہو؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: (ا
ان لوگوں کے قول پر عمل کیا۔ اور میرا قول چھوڑ ... (الفروع)

۶۔ ابوالعباس حضرت امام جعفر صادق ... کرتے ہیں فرمایا: جب باپ (
مگر اس کا باپ (لڑکی کا دادا) ... کا انکار کرے تو ... کاح نافذ ہے۔ اگرچہ دادا ا
طرح نہیں ہے کہ دادا نکاح پڑھا دے اور پھر با... ہے۔ (الفروع، التہذیب
مؤلف علام فرماتے ہیں کہ اس قسم کی کچھ حدیثیں ... سے پہلے (باب ۶ میں) گزر چ
(باب ۱۲ میں) بیان کی جائیں گی انشاء اللہ تعالیٰ۔

ملاحظہ فرمایا کہ عقد کرنے کے لیے بالغ ہونا شرط نہیں بلکہ جماع کے لیے بالغ ہونا شرط ہے، اس کے کثیر دلائل موجود ہیں سمجھنے کے لیے اتنا کافی ہے، اور یہ یاد رہے کہ محمد و آل محمد بشری مجبوریوں سے بلند ہیں، یہ الٰہی نفوس جماع نہیں کرتے ان کا معاملہ بالکل جدا ہے، حقیر نے اس موضوع پر کتاب عباداللہ میں تفصیل سے بحث کی ہے --- اب جناب قاسم کی عمر کے متعلق ملاحظہ فرمائیں

باب ۱۲

صغیر السن بچہ ہو یا بچی جب اس کا بابا یا دادا (الغرض ولی شرعی) نکاح پڑھائے تو وہ صحیح (اور پختہ) ہے اور اگر کوئی اور شخص پڑھائے تو ان کے بالغ و عاقل ہونے کے بعد ان کی رضامندی پر موقوف ہوگا۔

(اس باب میں صرف ایک حدیث ہے جس کا ترجمہ حاضر ہے)۔ (احقر مترجم عفی عنہ)

۱۔ حضرت شیخ طوسی علیہ الرحمہ باسنادِ خود محمد بن مسلم سے اور وہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے اس بچہ اور بچی جن کا نکاح پڑھایا گیا ہو کی باہمی وراثت کے بارے میں ایک سوال کے جواب میں فرمایا: اگر ان دونوں کے والد نے ان کا نکاح پڑھایا ہے تو پھر تو وارث بنیں گے۔ راوی نے عرض کیا: (نابالغ بچہ کی جانب سے) باپ کی طلاق نافذ ہوگی؟ فرمایا: نہ۔ (التہذیب)

مؤلف علام فرماتے ہیں کہ اس مطلب پر فی الجملہ دلالت کرنے والی بعض حدیثیں اس سے پہلے (باب ۶ و ۸ میں) گزر چکی ہیں اور کچھ اس کے بعد (باب ۳۳ از مقدماتِ نکاح اور باب ۱۱ از میراث ازواج میں) بیان کی جائیں گی انشاء اللہ تعالیٰ۔

دیں' اور مروان نے آپ … رنا چاہتا تھا۔ اور مروان
ہمیشہ بنی ہاشم کا دشمن رہا … ن علی رضی اللہ عنہما سے گفتگو کی
اور میں نے کہا اے ابوعب … ر ہے ہو' انہیں اپنی ماں
کے ساتھ بقیع میں دفن کر … اپنے باپ سے بحوالہ
حضرت عمر رضی اللہ عنہ مجھ سے … رت حسین بن علی رضی اللہ عنہما
سے کہا خدا سے ڈرو اور فت … آپ کے بھائی نے بھی
آپ کو اس بارے میں وص … ضرت ابوہریرہؓ سے بھی
اسی قسم کی روایت کی ہے او … طلب کرنے کے لیے
آدمی بھیجا تو آپ نے انہیں … ن لیے اور بنوامیہ نے
بھی ہتھیار لگا لیے اور کہنے … رضی اللہ عنہ بقیع میں دفن ہوں
اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ حجرہ … ت سعد بن ابی وقاص'
حضرت ابوہریرہ' حضرت ج … یں تو انہوں نے ان کی
بات مان لی اور اپنے بھائی …
اور سفیان ثوریؒ ن … ں بن علی رضی اللہ عنہما نے اس
روز حضرت سعید بن العاص … لگے اگر یہ سنت نہ ہوتی
تو میں انہیں آگے نہ کرتا۔



اور محمد بن اسحٰق نے بیان کیا ہے کہ بنی سعد بن بکر کے غلام مساور نے مجھ سے بیان کیا کہ جس روز حضرت حسن رضی اللہ عنہ فوت ہوئے میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد پر کھڑے ہو کر بلند آواز سے اعلان کرتے دیکھا اے لوگو! آج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا محبوب فوت ہو گیا ہے' پس تم گریہ کرو' آپ کے جنازہ کے لیے لوگ جمع ہو گئے حتیٰ کہ بقیع میں کسی آدمی کے سمانے کی گنجائش نہ رہی اور مردوں اور عورتوں نے سات روز آپ پر گریہ کیا اور بنی ہاشم کی عورتیں مسلسل ایک ماہ تک آپ کا نوحہ کرتی رہیں نیز بنی ہاشم کی عورتوں نے ایک سال تک آپ کا سوگ کیا' یعقوب بن سفیان نے بیان کیا ہے کہ محمد بن یحییٰ نے ہم سے بیان کیا کہ سفیان نے جعفر بن محمد سے ان کے باپ کے حوالے سے ہم سے بیان کیا کہ حضرت علیؓ ۵۸ سال کی عمر میں قتل ہوئے اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ بھی اسی عمر میں فوت ہوئے اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ بھی اسی عمر میں فوت ہوئے اور شعبہ نے بحوالہ ابوبکر بن حفص بیان کیا ہے کہ حضرت سعد اور حضرت حسن بن علی نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی امارت پر دس سال گزرنے کے بعد وفات پائی اور علیہ نے جعفر بن محمد سے ان کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ حضرت حسنؓ نے ۴۷ سال کی عمر میں وفات پائی اور یہی بات کئی لوگوں نے بیان کی ہے اور یہی اصح ہے اور مشہور یہ ہے کہ آپ نے ۴۹ھ میں وفات پائی ہے جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے اور دوسروں نے بیان کیا ہے کہ

دوسرے امام الحسن بن علی علیہم السلام

ماہ رمضان المبارک میں ولادت ہوئی، اور مشہور یہ ہے کہ اُن کی ولادت منگل کے دن ہوئی تھی، رمضان المبارک کی ۱۵ تاریخ تھی اور ہجرت کا دوسرا سال تھا۔اور آپ کا انتقال ماہ صفر ۴۹ سنہ ھ میں ہوا، اس وقت اُن کی عمر ۴۷ سال اور کچھ ماہ تھی۔

اُن کی کنیت اور القاب:۔

اللہ نے ان کا نام حسن رکھا اور ان کی کنیت ابو محمد ہے اور ان کے القاب سیّد،

السبط الاوّل

امام حسنؑ

اتنے ز ... وہ رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ... ، سیرت

وکردار میں اور

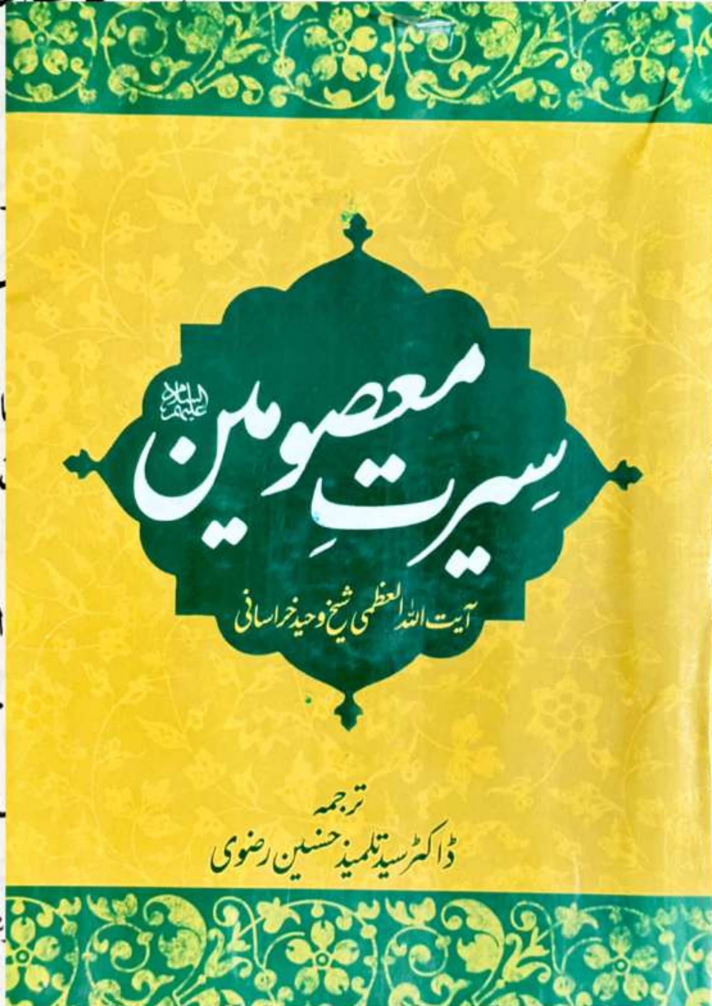
حضرت ... اری کے

دوران جس ... دس میں

لے کر آئیں او

یَا رَسُولَ ... الْحَسَنُ

فَإِنَّ لَهُ هَدْيِ ... (۱).



(۱): الارشاد، ج: ... ۱۹۹: اور

شرح اخبار، ج: ۳

الآحاد والمثانی، ... شرح نہج

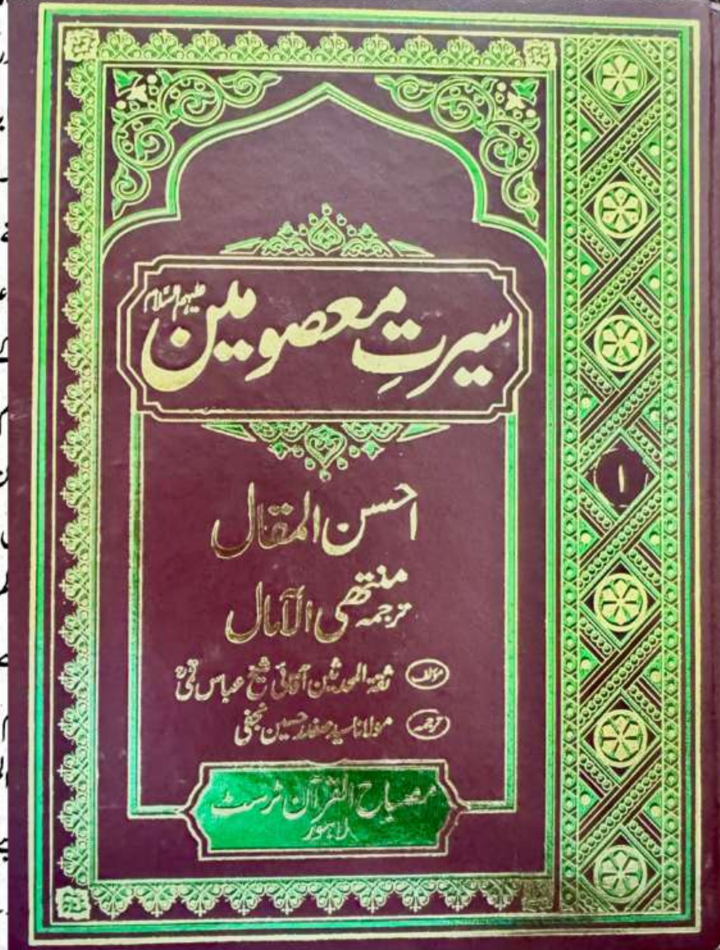
البلاغہ، الابن ابی الح

چوتھی فصل

امام حسن علیہ السلام کی شہادت

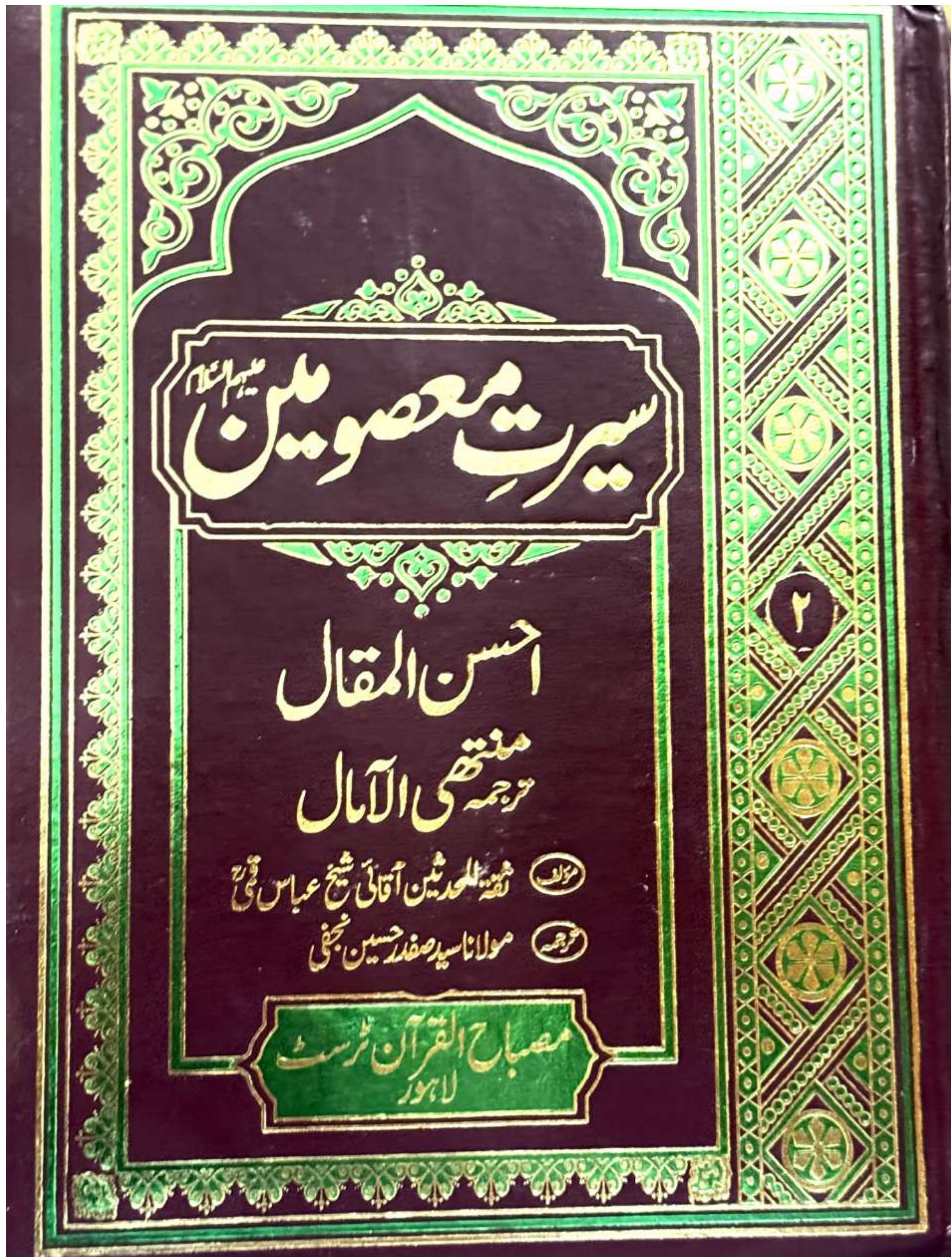
معلوم ہونا چاہیے کہ اس امام مظلوم کی شہادت میں اختلاف ہے۔ بعض ماہ صفر کی سات ۵۰ھ اور بعض اسی ماہ کی اٹھائیس تاریخ بتاتے ہیں۔ آپ کی عمر مبارک کے سلسلہ میں بھی اختلاف ہے اور مشہور یہ ہے کہ سینتالیس سال تھی جیسا کہ صاحب کشف الغمہ نے ابن خشاب کی روایت سے حضرت امام باقرؑ اور امام صادقؑ سے روایت کی ہے کہ امام حسن علیہ السلام کی عمر شریف وفات کے وقت سینتالیس سال تھی۔ حضرت اور ان کے بھائی امام حسین علیہ السلام کے درمیان مدت حمل کا فاصلہ چھ مہینے ہے اور امام حسنؑ اپنے جد

بزرگوار رسولِ خداؐ کے سا ... ر بزرگوار کے بعد
دس سال زندگی گزاری۔ ... یا کہ میں زہر سے
شہید ہوں گا۔ رسول خداؐ ... ۔ معاویہ مخفی طور پر
اس کے پاس زہر بھیجے گا ... ے سے دور رکھے تو
فرماتے کہ کیسے میں اس کو ... علاوہ مجھے کوئی قتل
نہیں کرے گا اور وہ لوگوں ... کے بعد معاویہ نے
بہت سا مال زہر قاتل کے ... م دوں گا اور یزید
سے تیری شادی کروں گا۔ ... ن سخت گرم تھا اور
پیاس نے آپ پر اثر کیا ... ں میں وہ زہر ڈال
رکھا تھا۔ وہ حضرت کو دیا۔ ... لم کی حمد کی کہ اس
جہان فانی سے جہان دوانی ... ے ملاقات ہوگی۔
پھر آپ نے جعدہ کی طرف ... م البدل تجھے نہیں
مل سکے گا۔ اس شخص نے تجھ ... الم میں مبتلا رہے
اور اس کے بعد اپنے جد بزرگ ... ہے۔ ایک روایت
ہے کہ وہ مال تو دے دیا جس ... سے بھی وفا نہیں
کرے گی۔ شیخ مفید رضوان ...
... مدینہ تشریف لے گئے اور



امام حسن ۴۹ یا ۵۰ ہجری کو شہید ہوئے، اور واقعہ کربلاء ۶۱ ہجری کو پیش آیا اس حساب سے امام حسن کا کوئی بیٹا ۱۱ سال سے کم عمر نہیں ہوسکتا، جناب قاسم تقریباً ۳ سے ۵ سال اپنے بابا امام حسن کے ساتھ رہے، تو جناب قاسم کی عمر ۱۴ سے ۱۵ سال بنتی ہے، اگر ہم شہزادہ قاسم کی آمد امام حسن کی زندگی کے آخری سال بھی مان لیں تب بھی قاسم کی عمر ۱۱ سال سے کم نہیں جبکہ قاسم کی عمر ۱۱ سے ۱۵ سال کے درمیان ہے

319



سیرتِ معصومین علیہم السلام
۲
احسن المقال
ترجمہ منتهی الآمال
مؤلف ثقۃ المحدثین آقائی شیخ عباس قمی
ترجمہ مولانا سید صفدر حسین نجفی
مصباح القرآن ٹرسٹ
لاہور

نے ایک بہت بڑا جلسہ ترتیب دیا اور باقی علماء و اشراف اور یحییٰ بن اکثم کو جمع کیا، پس مامون نے حکم دیا کہ جلسہ کے صدر مقام پر حضرتؑ کے لیے فرش بچھایا جائے اور گاؤ تکیے آپؑ کے لیے لگائے جائیں، شیخ مفید فرماتے ہیں کہ حضرت جواد علیہ السلام تشریف لائے جب کہ آپؑ کی عمر سات سال اور کچھ مہینے تھی اور آپؑ اپنی جگہ پر دو تکیوں کے درمیان بیٹھ گئے یحییٰ بن اکثم آپؑ کے سامنے آ کر بیٹھ گیا، باقی لوگوں میں سے ہر کوئی اپنے مرتبہ و مقام پر بیٹھا اور مامون کے لیے حضرتؑ کے پہلو میں جگہ قرار پائی۔

پس یحییٰ نے چاہا کہ حضرتؑ کا امتحان لینے کے لیے مسئلہ پوچھے، پہلے اس نے مامون کی طرف رخ کیا اور کہنے لگا اے امیر المومنین آپ مجھے اجازت دیتے ہیں کہ میں ابوجعفرؑ سے ایک مسئلہ پوچھوں، مامون نے کہا خود آنجناب سے اجازت حاصل کرو۔

یحییٰ نے آپؑ سے اذن چاہا حضرتؑ نے فرمایا کہ تمہیں اجازت ہے پوچھو جو چاہتے ہو، یحییٰ نے کہا آپؑ پر قربان جاؤں کیا فرماتے ہیں اس شخص کے حق میں جو محرم تھا اور اس نے شکار کیا۔

حضرتؑ نے فرمایا حل میں شکار کیا ہے یا حرم میں عالم تھا یا جاہل، عمداً قتل کیا یا سہواً، وہ آزاد تھا یا غلام، بچہ تھا یا بڑا، یہ اس کا پہلا شکار تھا یا پہلے بھی کر چکا تھا، وہ شکار پرندوں میں سے تھا یا ان کے علاوہ چھوٹے جانور کا شکار کیا یا بڑے کا، یہ اصرار کرتا ہے یا پشیمان ہوا ہے، رات کو شکار کیا ہے یا دن کو، عمرہ کا احرام باندھے تھا یا حج کا۔

یحییٰ یہ فروعات سن کر متحیر ہو گیا اور اس کے ہوش اڑ گئے اور عجز اس کے چہرہ سے ظاہر ہوا اور اس کی زبان لڑکھڑا گئی اس وقت حاضرین جلسہ پر معاملہ واضح ہو گیا۔

پس مامون حمد خدا بجالایا اور کہنے لگا اب تمہیں حقیقت معلوم ہوئی، اس نے حضرتؑ کی طرف رخ کیا اور کہا کہ آپؑ خطبہ اور خواستگاری کریں گے۔ آپؑ نے فرمایا ہاں، عرض کیا پھر میری بیٹی ام الفضل کا اپنے ساتھ شادی کرنے کا خطبہ ارشاد فرمائیں، کیونکہ میں آپؑ کو اپنی دامادی کے لیے پسند کر چکا ہوں اگرچہ کچھ لوگ اس ازدواج کو ناپسند اور مکروہ سمجھتے ہیں اور ان کے ناک زمین پر لگا دیں گے پس حضرتؑ نے خطبہ نکاح پڑھنا شروع کیا اور فرمایا

الحمد الله اقراراً ابنعمته ولا اله الله اخلاصا لوحدا نيته وصلى الله محمد سيد برمته والا صفياًء من عترته اما بعد فقد كان من فضل الله على الانام ان اغناهم الحلال عن الحرام فقال سبحانه وانكحو الايامى منكم والصالحين من عباد كم واماتكم ان يكونو افقرآءً يغنهم الله من فضله والله واسع عليم۔

پس حضرتؑ نے مامون کے ساتھ صیغہ نکاح پڑھا اور ام الفضل سے تزویج کی اور پانچ سو عمدہ درہم حق مہر قرار دیا جو آپؑ کی جدہ ماجدہ جناب فاطمہ سلام علیہا کے حق مہر کے برابر تھا، جب صیغہ نکاح جاری ہوا تو مامون کے خدم و حشم بہت سی خوشبو لے کر آئے اور

آپ نے ملاحظہ فرمایا، امام محمد تقی کا عقد 7 سال یا 9 سال کی عمر میں ہوا تھا، اور اس پر کوئی اختلاف نہیں کہ امام کا عقد کم عمر میں ہوا تھا، تو کیا کسی میں جرت ہے کہ امام معصوم کے اس عمل کو باطل قرار دے ؟ جو ایسا کرے گا وہ خود کافر ہو جائے گا، جبکہ شہزادہ قاسم کی عمر امام محمد تقی کی عمر سے زیادہ تھی جب ان کا عقد ہوا، تو جو لوگ قاسم کی کم عمری کا بہانا بنا کر عقد قاسم کا انکار کر دیتے ہیں ان سے میرا سوال ہے کہ اگر امام محمد التقی کا عقد 7یا 9 سال کی عمر میں ہو سکتا ہے تو شہزادہ قاسم کا عقد 11 سے 15سال کی عمر میں کیوں نہیں ہو سکتا؟

٧٦

① — مامون اور خطبہ نکاح

خطیب نے اپنی کتاب تاریخ بغداد میں تحریر کیا ہے کہ مامون نے اپنی بیٹی اُم الفضل کا عقد حضرت امام محمد تقی علیہ السلام سے کرتے وقت یہ خطبہ پڑھا۔

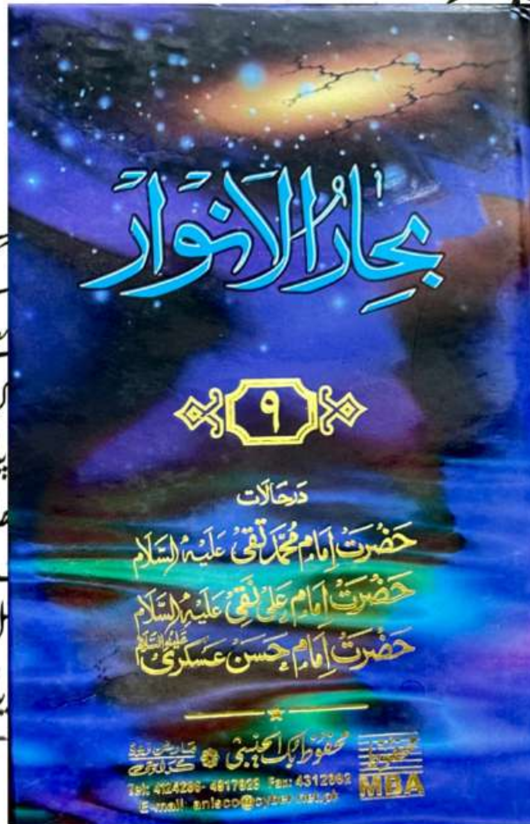
سزاوار حمد ہے وہ خدا جس کی مشیت کے سامنے تمام امور ہیچ ہیں میں اس کی ربوبیت کا اقرار کرتے ہوئے گواہی دیتا ہوں کہ نہیں ہے کوئی اللہ سوائے اس اللہ کے۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمتیں نازل فرمائے اپنے منتخب بندے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر۔

اما بعد اللہ تعالیٰ نے نکاح کو نسب وسبب کی تکمیل کا ذریعہ دیا اس لئے سب کو معلوم ہونا چاہیئے کہ میں نے اپنی دختر زینب کو محمد بن علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام کی زوجیت میں دیا۔ اور ان کی طرف سے زینب کا مہر چار سو درہم مقرر کیا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ اس وقت حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کا سن نو سال چند ماہ کا تھا اس کے بعد مامون مسلسل آپ کا اکرام اور قدر افزائی کرتا رہا۔

(مناقب جلد ۴ صـ ۳۸۲)

② — اُم ال...



از پیامبران بنی اسرائیل نیز اشاراتی بر صحّت عروسی حضرت قاسم علیه السلام شده که چون موضوع اصلی کتاب ما آن نیست، حیطه را بر خوانندگان باز گذاشتیم تا خود ایشان، بدان مراجعه کنند[۱]. در مطلب آخر عروسی حضرت قاسم علیه السلام، به دلائل منکرین و یا کسانی که از ذکر عروسی ابا نموده‌اند، می‌پرد... تک نظرات ایشان را مورد تحلیل قرار می‌دهیم.



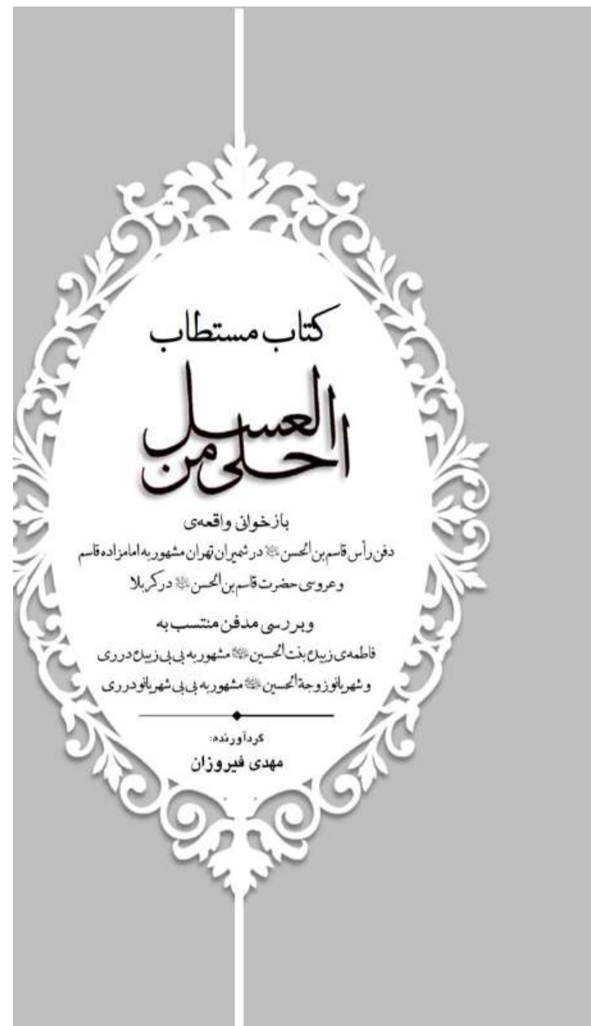
پاسخ به اشکالات

اشکال اوّل: علامه مجلسی می‌نویسد:

«قصّه دامادی او در کتب معتبره، به نظر این فقیر نرسیده است.[۲]»

می‌گوییم: ابداً این اشکال صحیح نیست و صرف اینکه علامه مجلسی روایتی را ندیده، دلیل بر جعلی و ضعیف بودن آن نیست؛ چنانچه همه روایات صحیح و معتبر در کتاب بحارالانوار ذکر نشده است و مقتل بحارالانوار نیز انبوهی از روایات معتبر را در بر ندارد و از همه بگذریم، مشهود است که ندیدن علامه مجلسی روایتی را، بطلان آن روایت نیست. همانطور که در بخش اثبات عروسی عرض شد، مدارکی قبل از علامه مجلسی، همچون **کتاب مختصر، منشور مبارک، روضة الشهداء، مقتل صاحب منهج الصادقین و منتخب طریحی، غیر از کتاب بحرالانساب** اذعان به عروسی کرده‌اند. این منابع تاریخی و روایی از یک طرف و تایید

۱. رجوع شود به کتاب اقامة الشهود فی ردّ الیهود.
۲. جلاء العیون، ص ۵۴۹



ماجرای وحی کودک که بیان شد، نشان می‌دهد که این روایت از دید علامه مجلسی افتاده است و نکته‌ی دیگر اینکه، او روایت عروسی را رد نکرده و تنها گفته که من روایت را ندیدم و ما می‌گوییم چنانچه بیان شد، این مطلب در کتب شیعی موجود است و در نهایت اعتبار می‌باشد.

ترجمہ؛ اعتراض کیا جاتا ہے کہ؛

علامہ مجلسی لکھتے ہیں: کہ ان کی دامادی (شادی) کا قصہ، معتبر کتابوں میں اس فقیر (مجھ) تک نہیں پہنچا ہے ---

ہم کہتے ہیں: یہ اعتراض ہرگز درست نہیں ہے، اور محض اس وجہ سے کہ علامہ مجلسی نے کسی روایت کو نہیں دیکھا، وہ روایت جعلی یا ضعیف ثابت نہیں ہو جاتی؛ جیسا کہ تمام صحیح اور معتبر روایات کتاب بحار الانوار میں ذکر نہیں کی گئی ہیں، اور خود مقتلِ بحار الانوار بھی مکمل طور پر معتبر روایات پر مشتمل نہیں ہے، ان سب باتوں کو چھوڑیں، یہ بات واضح ہے کہ علامہ مجلسی کا کسی روایت کو نہ دیکھنا، اس روایت کے باطل ہونے کی دلیل نہیں ہے، جیسا کہ شادی کو ثابت کرنے والے حصے میں عرض کیا گیا ہے کہ علامہ مجلسی سے پہلے کے ایسے شواہد موجود ہیں جیسے کتاب مختصر، منشور مبارک، روضۃ الشہداء، صاحبِ منہج الصادقین کا مقتل، اور منتخب طریحی، نیز کتاب بحر الانساب کے علاوہ دیگر کتب جنہوں نے اس شادی کا اعتراف کیا ہے، یہ تاریخی اور روایتی منابع ایک طرف اس بات کی تائید کرتے ہیں اور وحی کودک کا جو واقعہ بیان کیا گیا، وہ ظاہر کرتا ہے کہ یہ روایت علامہ مجلسی کی نظر سے اوجھل رہ گئی تھی، اور دوسرا نکتہ یہ ہے کہ انہوں نے شادی کی روایت کو رد نہیں کیا، بلکہ صرف یہ کہا ہے کہ " میں نے یہ روایت نہیں دیکھی" اور جیسا کہ ہم کہہ چکے ہیں، یہ موضوع شیعہ کتب میں موجود ہے اور انتہائی معتبر ہے ---

اعتراض کیا جاتا ہے کہ،

یہ واقعہ کسی خاص شخص سے منسوب نہیں ہے (یعنی اس کا کوئی راوی نہیں ہے)

ہم کہتے ہیں: قدیم اور معاصر (موجودہ) دور سے پہلے کے زمانے میں، بہت سے علماء کا طریقہ کار یہ تھا اور عام طور پر وہ یہ جانتے تھے کہ جب کوئی عالم کسی ایسی روایت کو لاتا ہے جو معتبر ہوتی ہے، تو ضروری نہیں کہ وہ اس کے منبع کا ذکر کرے، لہذا بہت سی وہ روایات جنہیں علماء نے نقل کیا ہے، وہ متقدمین (پہلے دور کے علماء) کی معتبر کتب سے لی گئی ہیں لیکن ان میں منبع (حوالے) کا نام ذکر نہیں کیا گیا، جیسا کہ مرحوم آمدی کی کتاب 'غرر الحکم'، ابن شہر آشوب کی کتاب 'مناقب' اور کتاب 'دلائل الامامۃ' میں غالباً ایسا ہی ہے ---

مرحوم طریحی کی بنیاد بھی کتاب 'منتخب' میں منبع ذکر کرنے پر نہیں تھی، اسی لیے انہوں نے لکھا ہے "نقل کیا گیا ہے" اور کتاب 'روضۃ الشہداء' اور مقتل کے صاحبِ کتاب 'منہج الصادقین' کا طریقہ کار بھی ایسا ہی ہے لیکن یہ بات اس روایت کی ساکھ (اعتبار) کوساقط نہیں کرتی، اور جیسا کہ علماء نے طریحی کی کتاب 'منتخب' کے نقل پر اعتماد کیا ہے، مرحوم طریحی اپنے زمانے کے علمِ رجال کے ماہر اور اشراف میں سے تھے، اور یہی کافی ہے کہ انہوں نے ایک روایت پر اعتماد کیا اور اسے نقل کیا ہے --- (احلی من العسل ص 135)

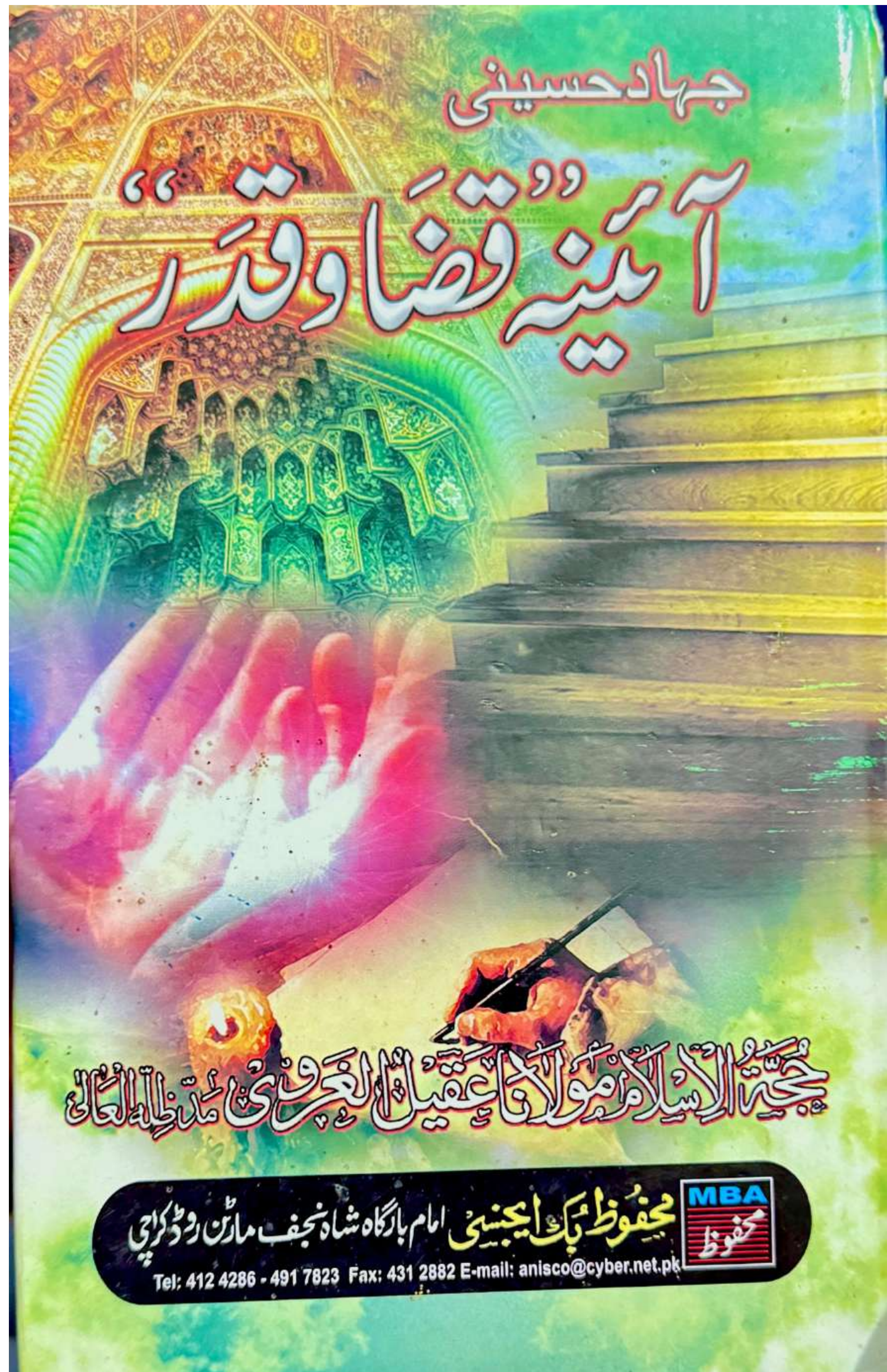
اور

اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ بحرالانساب کے علاوہ کسی اور قدیم اثر میں حضرت قاسم کے نکاح کا ذکر کیوں نہیں ملتا، تو اس کا جواب یہ ہے: بدقسمتی سے شیعہ علماء کی اکثر کتابیں تاریخ کے مختلف ادوار میں حملوں اور لائبریریوں کو آگ لگائے جانے کے باعث ضائع ہو چکی ہیں، اور جو آثار آج باقی ہیں وہ شیعہ ورثے کا بہت چھوٹا حصہ ہیں. ساتویں صدی ہجری کے بعد کے علماء نے، شیعہ لائبریریوں کے جلائے جانے کے بعد، یہ سوچا کہ جو آثار باقی رہ گئے ہیں اور جو باتیں ضائع شدہ کتابوں سے منقول ہیں انہیں جمع کیا جائے تاکہ شیعہ آثار کا کچھ حصہ محفوظ رہ سکے. ساتویں صدی ہجری کے بعد کے علماء کی کتابیں ہمارے لیے اہم ترین آثار ہیں کیونکہ... یہی کتابیں ہمارے پاس موجود ہیں جو قدیم علماء کی کتابوں سے حاصل ہوئی ہیں. چنانچہ اگر کوئی اعتراض کرے کہ قدیم کتابوں میں ان مطالب کا نشان کیوں نہیں ملتا، تو ہمیں کہنا چاہیے کہ: علماء نے قدیم شیعہ کتب کی دوبارہ تدوین کے لیے سب سے

پہلے عقائدی اور فقہی کتب کی چھان بین کی اور اس کے بعد تاریخی کتب کی طرف رجوع کیا. یہی وجہ ہے کہ ہماری موجودہ قدیم کتابیں زیادہ تر عقائد اور فقہ پر مبنی ہیں اور ان میں تاریخی کتب بہت کم نظر آتی ہیں. اسی بنیاد پر، ان قدیم کتابوں میں جنہیں ساتویں صدی ہجری کے بعد کے علماء نے دوبارہ ترتیب دیا اور زندہ کیا، تاریخی واقعات کا ذکر کم ہوا ہے. لیکن افسوس کہ ہم بعد کے دور (متاخرین) کی تاریخی کتابوں سے غافل ہو گئے اور ہمیں یہ معلوم نہیں کہ ان کی کتابیں دراصل ان ہزاروں قدیم تاریخی کتابوں کے مندرجات ہیں جو اب ضائع ہو چکی ہیں. لہذا اگر کسی قابلِ اعتماد بعد کے عالم کی کتاب میں کوئی ایسی بات موجود ہو جس کا سراغ قدیم شیعہ کتب میں نہیں ملتا، تو اس پر بھروسہ کیا جا سکتا ہے اور اسے قدیم کتب کے مطالب کے ساتھ استعمال کیا جا سکتا ہے (احلی من العسل ص 41)

واقعاتِ کربلا کی صحت معلوم کرنے کا معیار




جہاد حسینی
آئینہ ''قضا و قدر''
حجۃ الاسلام مولانا عقیل الغروی مدظلہ العالی
MBA
محفوظ
محفوظ بک ایجنسی امام بارگاہ شاہ نجف مارٹن روڈ کراچی
Tel: 412 4286 - 491 7823 Fax: 431 2882 E-mail: anisco@cyber.net.pk

اس رات حسینؑ نانا کے مزار پر گئے۔ ایک شخص اور بیٹھا ہوا ہے۔ اتنے میں دارالامارہ سے ایک قاصد آتا ہے اور کہتا ہے کہ آپ کو حاکمِ مدینہ نے بلایا ہے۔ آپ کہتے ہیں: جا کر کہہ دو ہم تھوڑی دیر میں آتے ہیں۔

سادہ جملے ہیں جو تاریخ نے نقل کیے ہیں۔ وہ شخص جو بیٹھا ہوا ہے۔ اس نے کہا: یہ وقت حاکم کے بیٹھنے کا نہیں ہے۔ حاکم سے ملاقات کا عمومی وقت نہیں ہے، اس وقت کیوں بلایا جاسکتا ہے؟

حسینؑ فرماتے ہیں: میرا گمان یہ ہے کہ طاغوت وقت گزر گیا۔ قضا طاغیتهم۔ اور قبل اس کے کہ عوام الناس میں یہ خبر مشہور ہو ہمیں بیعت کے لیے بلایا جا رہا ہے۔

یعنی حسینؑ بے خبر نہیں ہیں باخبر ہیں۔ وہ شخص کہتا ہے کہ پھر کیا ارادہ ہے؟

کہا: میں ملنے جاؤں گا۔

کیوں بلایا ہے؟ کیسے جائیں گے!

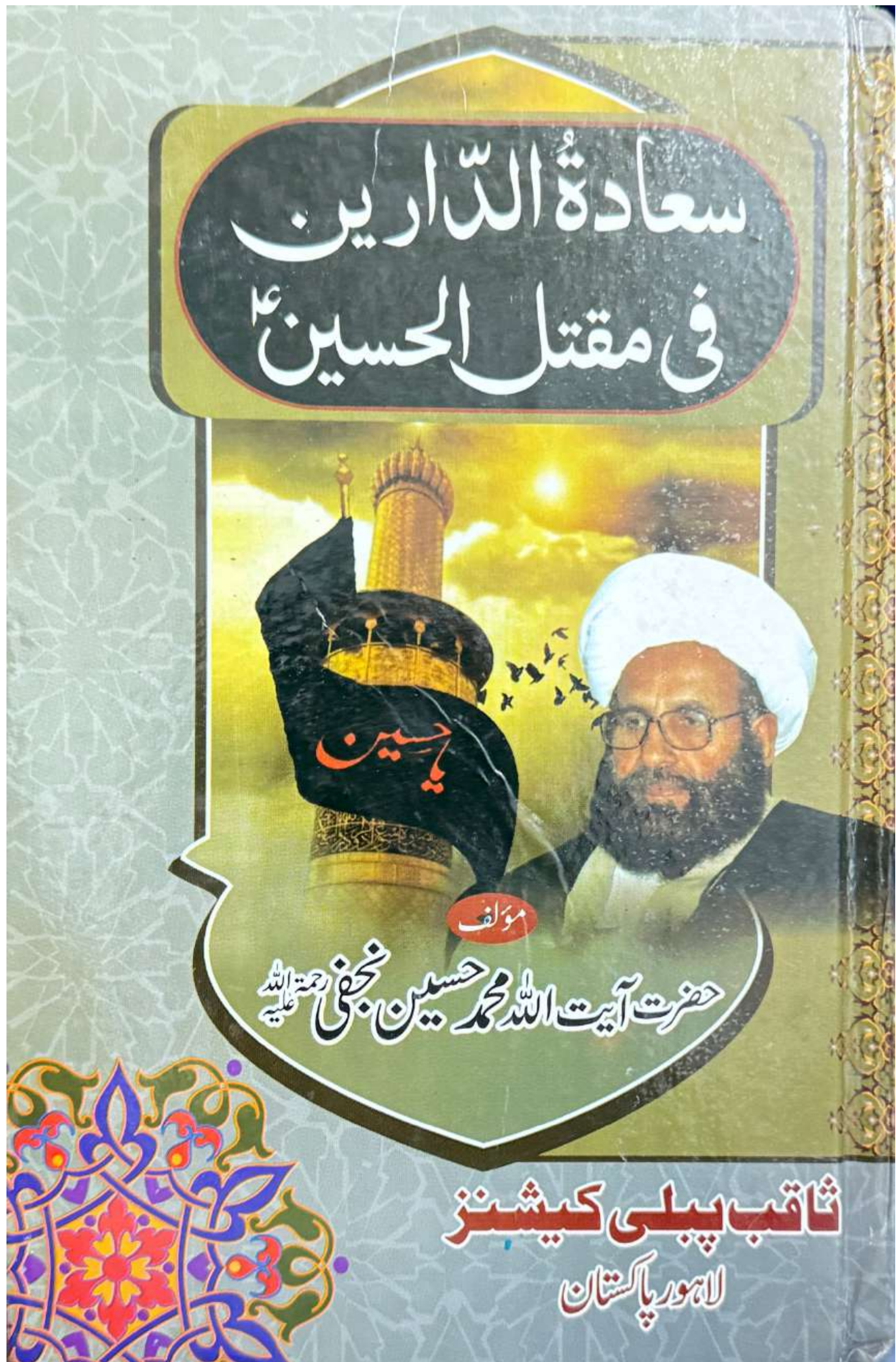
کیوں بلایا ہے یہ بھی حسینؑ کو معلوم ہے۔

کیسے جائیں گے؟ — کہا: میں جوانانِ نبی ہاشم کو ساتھ لے کر جاؤں گا۔

تاریخ کامل ابن اثیر سے پڑھ رہا ہوں۔ تمام تاریخوں میں ہے یہ۔ کسی ضعیف مقتل سے نہیں پڑھ رہا ہوں۔ حالانکہ مقاتل کو صرف ضعیف سمجھنا خود ضُعفِ علمی ہے۔ سرکار اُٹھے۔ جب اُٹھ رہے تھے تو اس نے ایک جملہ کہا: میں آپ کی جان پر ڈرتا ہوں۔

معلوم ہے آقا نے کیا کہا؟ لا تی الّا وانا قادرٌ علیه۔ یاقادرٌ علی الامتناع میں کوئی قدم ایسا نہیں اُٹھاؤں گا یا کوئی آنے والی مصیبت ایسی نہیں ہے جس کے روک لینے پر حسینؑ قادر نہ ہو۔ اللہ اکبر!

ذرا جرأت، شجاعت قوت، توانائی حسینؑ کا اندازہ کریں۔ مسجد سے آئے بیت الشرف میں۔ یقیناً اہلِ بیت سے مشورہ ہوا۔ اس مشورہ میں پیش پیش زینبؑ۔ کس کس کو ساتھ لیا جائے۔


سعادۃ الدارین
فی مقتل الحسینؑ
یا حسین
مؤلف
حضرت آیت اللہ محمد حسین نجفی رحمۃ اللہ علیہ
ثاقب پبلی کیشنز
لاہور پاکستان

بن نفیل پائمال سم اسپان ہو کر واصل جہنم ہوا۔

(۵) فاضل معاصر شہید انسانیت (ص ۵۰۰ پر) لکھتے ہیں: ''حسینؑ غضب ناک شیر کی طرح جھپٹ کر قریب پہنچے۔ عمر بن سعد بن نفیل، جس نے قاسمؑ کو قتل کیا تھا، ابھی پاس ہی موجود تھا۔ آپؑ نے اس پر تلوار کا وار کیا۔ جس سے اس کا ہاتھ کہنی سے کٹ کر گر گیا۔ لشکر مخالف اس کو بچانے کے لئے حسینؑ پر ٹوٹ پڑا مگر اس طرح چاروں طرف سے بے تحاشا گھوڑے دوڑا کر وہ لوگ اس کی کمک کو آئے کہ وہ خود اپنے ہواخواہوں کے گھوڑوں سے پامال ہو کر ہلاک ہو گیا۔'' اس مطلب پر ایک قرینہ یہ بھی ہے کہ سم اسپاں کے نیچے آنے والا امر گیا تھا۔ مگر شہزادہ کے متعلق قریباً قریباً سب مؤرخین نے لکھا ہے کہ جب یہ ہنگامہ ختم ہوا اور غبار جنگ پھٹا، تو حسینؑ شہزادے کے پاس کھڑے تھے۔ اور شہزادہ ایڑیاں رگڑ رہا تھا۔ بعد ازاں روح مقدس جنت الفردوس کی طرف پرواز کر گئی۔

بحمدہٖ تعالیٰ ان حقائق کی روشنی میں یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے کہ جناب شہزادہ قاسم کی لاش مقدس پامال نہیں ہوئی۔ بلکہ ان کے قاتل کی نجس لاش پامال ہوئی، جس سے وہ واصل جہنم ہوا۔

چوتھا امر:۔ شہزادہ قاسمؑ کی ارزق شامی اور اس کے بیٹوں کے ساتھ جنگ کرنے کی تحقیق :۔

کتب غیر معتبرہ میں یہ قصہ بڑے شد و مد کے ساتھ درج ہے۔ مگر چونکہ تمام علماء متقدمین اور علماء متاخرین میں سے حضرات محققین کی کتب مقاتل میں اس قصہ کا کہیں نام و نشان تک نہیں ملتا، اس لئے اسے ہرگز صحیح تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔

واقعات کربلا کی صحت و سقم معلوم کرنے کا معیار

ارباب بصیرت جانتے ہیں کہ واقعات و روایات کربلا کی صحت و سقم معلوم کرنے کا وہ طریقہ نہیں جو دوسری فقہی روایات کے صحت و سقم معلوم کرنے کا ہے۔ کیونکہ اگر اس معیار پر ان واقعات کو جانچا جائے تو نتیجہ بہت ہی مایوس کن نکلے گا۔ بلکہ واقعات کربلا کی صحت یا عدم صحت معلوم کرنے کا میزان محقق علماء کی لکھی ہوئی کتب میں کسی واقعہ کا درج ہونا یا نہ ہونا ہے۔ اگر انہوں نے کوئی واقعہ لکھ دیا ہے تو اسے صحیح تسلیم کیا جائے گا۔ اور اگر انہوں نے کسی واقعہ کو نظر انداز کر دیا ہے تو اسے غلط تصور کیا جائے گا۔ بنا بریں چونکہ تمام کتب سیر و مقاتل اس طلسم ہوشربا سے خالی ہیں، اس لئے اسے صحیح تسلیم کرنے کی کوئی معقول وجہ نظر نہیں آتی۔ اس قدر تمہیدی و تحقیقی بیانات کے بعد ہم اصل مقصد کی طرف عود کرتے ہیں۔

شہزادہ قاسمؑ کی شہادت

جیسا کہ قبل ازیں بیان کیا جا چکا ہے کہ شہادت اولاد عبداللہ بن جعفر طیارؓ کے بعد اولاد امام حسن نے میدان

آپ نے ملاحظہ فرمایا، عقل الغروی کہتے ہیں کہ جو مقاتل کو ضعیف سمجھے اس کا علم ضعیف ہے، اور اس جملے کو ڈھکو صاحب نے واضح طور پر بیان کیا ہے، ڈھکو صاحب کہتے ہیں کہ کربلاء کے واقعات و روایات کی صحت معلوم کرنے کا وہ طریقہ نہیں جو فقہی روایات کی صحت معلوم کرنے کا ہے --- (اس لیے مقتل کو ضعیف کہنے والا خود ضعیف ہے کیونکہ اسے بنیادی باتوں کا ہی علم نہیں)

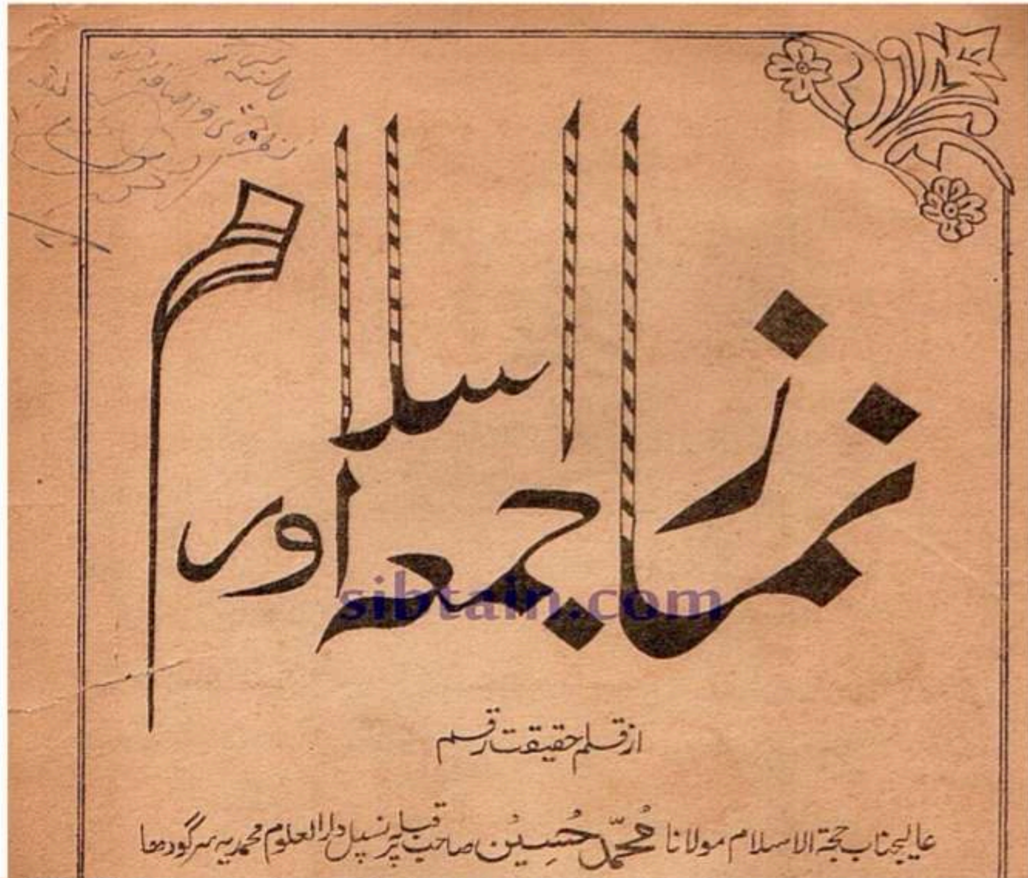
اگر مقاتل کی روایات کو ایسے ہی پرکھا جاتا جیسے فقہ کی روایات کو پرکھا جاتا ہے تو ہم حدیث قبول کرنے کے تمام اصول کا ذکر کرتے، جیسے علل الحدیث، خبر واحد، خبر متواتر، صحیح، حسن، موثق، ضعیف اور دیگر اصول ---تو معلوم ہونا چاہیے کہ احادیث کو پرکھنا الگ فن ہے، مغازی کو پرکھنا الگ فن ہے، تفاسیرِ قرآن کو پرکھنا الگ فن ہے اسی طرح مقاتل کو پرکھنا الگ فن ہے، مقاتل کی روایات کو پرکھنے کے لیے اصول الحدیث کام نہیں آتے تو کیا وجہ ہے کہ شہزادہ قاسم کی شادی والی روایت کو ضعیف کہا گیا ہے؟ ایسا کہنا صرف جہالت ہے مقاتل کو ضعیف کہنا خود کہنے والے کی ضعف علمی ہے ---

ڈھکو صاحب نے بیان کیا ہے کہ، کربلاء کے واقعات کی صحت معلوم کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اگر علماء نے واقعہ لکھ دیا تو صحیح ہے اور اگر نظر انداز کر دیا تو واقع غلط ہے --- مجھے یہاں امیر المومنین کا فرمان یاد آ گیا کہ، لوگوں کے گمراہ ہونے کی ایک وجہ یہ ہے کہ کچھ حصہ حق سے لے لیا جاتا ہے اور کچھ حصہ باطل سے لیا جاتا ہے پھر حق اور باطل کو خلط ملط کر کے پیش کیا جاتا ہے--- اسی طرح ڈھکو صاحب نے حق اور باطل کو خلط ملط کر کے پیش کیا ہے، یہ حق ہے کہ مقاتل کی روایات کو پرکھنے کا طریقہ الگ ہے، لیکن یہ باطل ہے کہ اگر کوئی عالم کسی روایت یا واقعہ کو چھوڑ دے یا نظر انداز کر دے تو اسے غلط تسلیم کیا جائے گا، چونکہ کوئی عالم معصوم نہیں ہے کہ اس کی رائے پر آنکھیں بند کر کے یقین کیا جائے کہ اگر وہ کہے کہ شہزادہ قاسم کا عقد نہیں ہوا تو ہم مان لیں بغیر کسی

دلیل کے، ڈھکو صاحب نے انصاف نہیں کیا لیکن مجھے امید ہے کہ قاری انصاف سے کام لے گا، ڈھکو صاحب نے کہا کہ جو واقعہ علماء لکھ دیں اسے صحیح تسلیم کیا جائے گا، تو ہم یہ عرض کر رہے ہیں کہ ہم نے اب تک 40 سے زیادہ معتبر کتب کا ذکر کیا ہے اور علماء کے اقوال نقل کیے ہیں جو اپنی کتابوں میں عقد قاسم کو لکھ چکے تو وہ کیسے غلط ہو سکتا ہے؟ یہاں تک کہ ہم نے وہ کتب بھی پیش کئی ہیں جن سے ڈھکو صاحب نے اپنی کتاب کے لیے روایات لیں ہیں (ان کا ذکر پہلے گزر چکا ہے) یہاں ہمارا سوال یہ ہے کہ اگر وہ کتابیں معتبر نہیں ہیں جن میں شہزادہ قاسم کا عقد موجود ہے تو ان کتابوں سے ڈھکو صاحب نے استدلال کیوں کیا ہے ان کی روایات اپنی کتاب میں کیوں درج کی ہیں؟ یہ کیسا منافقانہ رویہ ہے کہ جب آپ ایک کتاب سے روایت لیں تو وہ کتاب معتبر ہے جب اسی کتاب سے عقدِ قاسم کی روایت لی جائے تو وہ کتاب معتبر نہیں ہے؟ اور یاد رہے کہ ڈھکو صاحب نے خود کہا ہے کہ اگر علماء کسی واقعہ کو نقل کر دیں تو وہ درست ہے، تو جناب یہ وہی عالم ہے جس کی کتاب (ریاض القدس اور منتخب) سے آپ نے روایات لی ہیں، ہو سکتا ہے یہاں کوئی کہے کہ ایک کتاب میں کچھ روایات ضعیف ہوتی ہیں کچھ صحیح ہوتی ہیں تو اس کا رد خود ڈھکو صاحب پہلے ہی کر چکے ہیں کہ مقاتل کے واقعات کو ایسے نہیں پرکھا جاسکتا جیسے فقہ کی روایات کو پرکھا جاتا ہے، پس ہمارا موقف یہاں واضح ہو چکا ہے شہزادہ قاسم کا عقد معتبر کتب سے ثابت ہے، مزید دیکھیے کہ !

نقن صاحب نے شہزادہ قاسم کے عقد کی جو تفصیل بیان کی ہے آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں، کہ شہزادہ قاسم کا عقد امام حسن کی وصیت کے تحت کیا گیا، اور اس واقعہ پر اعتراض بنتا ہی نہیں کیونکہ عقدِ قاسم درایۃً ثابت ہے اور کثیر علماء نے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے جو کہ اس واقعہ کے درست ہونے کا ثبوت ہے ---

عقد قاسم درایۃً ثابت ہے اور اسے کثیر علماء نے نقل کیا ہے جو اس کے درست ہونے کا ثبوت ہے تو ڈھکو صاحب نے جو واقعات کی صحت معلوم کرنے کا اصول بتایا ہے کہ علماء نقل کریں تو درست ہے کے تحت کثیر علماء نے عقدِ قاسم کے واقعے کو لکھا ہے تو یہ درست ہے اور حقیقت ہے معتبر ہے --- ہمارے پاس عقد قاسم پر کئی طریق سے روایات ہیں جبکہ کسی کے پاس عقد قاسم کے عدم جواز میں کوئی روایت موجود نہیں ہے اثبات پر روایات موجود ہیں لیکن نفی پر کوئی روایت موجود نہیں، اس کے علاوہ بھی ڈھکو صاحب اپنی ہی کہی ہوئی بات میں آ گئے ہیں، ڈھکو صاحب نے کہا کہ جو علماء لکھ دیں وہی درست ہے جسے نظر انداز کریں وہ غلط ہے، لیکن عقد قاسم کے معاملہ میں ڈھکو صاحب اور ان کے پیروکار غلطی پر ہیں چونکہ ڈھکو صاحب نے اپنی دوسری کتاب میں خود ہی اپنی بات کا رد کر دیا ہے ملاحظہ فرمائیں ----!



وجہ سوم۔ جن علمائے اعلام کے نزدیک اجماع حجت شرعیہ ہے جو کہ ہمارے علمائے کرام میں مشہور و معروف ہے تو ان کے نزدیک بھی اجماع ہونے کی حیثیت سے حجت ہے کہ جب تمام امت کے علماء کسی امر پر اجماع کریں گے۔ تو جو سید العلماء یعنی امام عالیمقام ہے

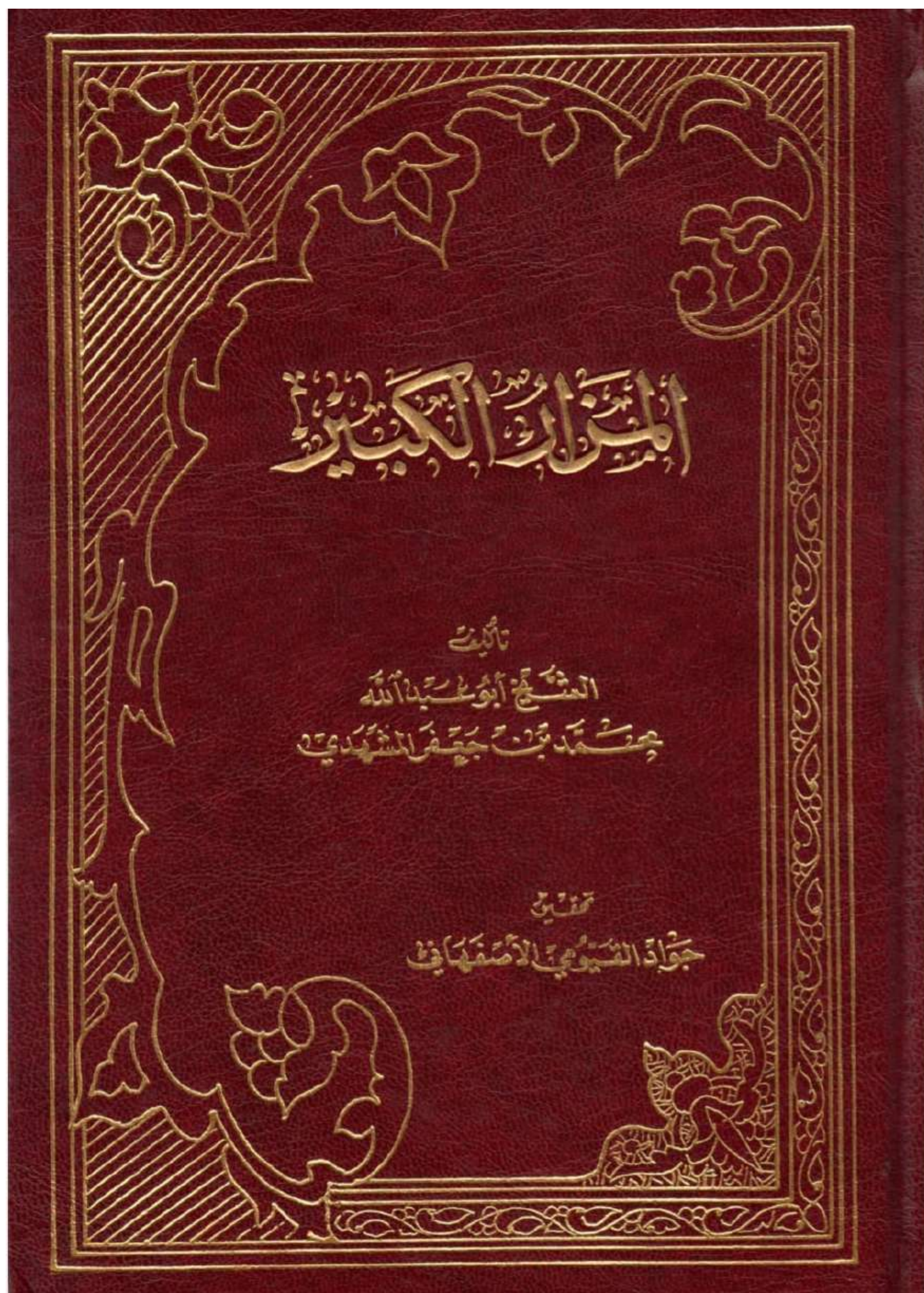
...اجماع حجۃ بانضمام المعصوم فلو خلا المائۃ من فقہائنا من قولہ لما کان حجۃ ولو حصل فی اثنین لکان قولہما۔ لا باعتبار اتفاقہما بل باعتبار قولہ فلا تغتروا اذن بمن یتحکم فیدعی الاجماع باتفاق الخمسۃ والعشرۃ من صحابہ مع جہالۃ قول الباقین الا مع العلم القطعی بدخول الامام فی الجملۃ یعنی اجماع جو حجت ہے۔ تو وہ امام علیہ السلام کی شمولیت کی وجہ سے ہے پس اگر ہمارے ایک سو فقہا کا قول امام علیہ السلام کے قول سے خالی ہو تو وہ حجت نہیں اور اگر قولِ امامؑ دو فقیہوں کے قول میں شامل ہو تو وہ حجت ہے لیکن یہ حجت ان دو فقیہوں کے اتفاق و اجماع کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ قولِ امام کی وجہ سے ہے۔ پس ...کے قول سے ہرگز دھوکا نہ کھاؤ جو سینہ زوری سے کام لیتے ہوئے پانچ - دس فقہا کے اتفاق کو اجماع کہہ کر حجت قرار...

اگر 100 فقہا کا قول امام علیہ السلام کے قول سے خالی ہو تو وہ حجت نہیں اگر قولِ امامؑ دو فقیہوں کے قول میں

شامل ہو تو وہ حجت ہے لیکن یہ حجت ان فقہا کی وجہ سے نہیں بلکہ قول معصومؑ کی وجہ سے ہے...

ڈھکو صاحب نے لکھا کہ فقہا (علماء) کا قول اگر امام معصوم کے قول سے خالی ہے تو وہ حجت نہیں، جب تک قول معصوم موجود نہ ہو، تو ہمارا مطالبہ یہ ہے کہ ہمیں قولِ معصوم دکھایا جائے کہ جس میں امام نے فرمایا ہو کہ عقد قاسم نہیں ہوا یا اس روایت کی نفی میں امام نے کچھ فرمایا ہو؟ تو جب معصوم کا قول نہیں تو علماء کا کسی واقعہ کو نقل نہ کرنے کو ہم کیسے حجت مانیں کہ عقد قاسم ہوا ہی نہیں؟

جبکہ ہمارے پاس اس امر پر قولِ معصوم موجود ہے ملاحظہ فرمائیں --


المزار الكبير
تأليف
الشيخ أبو عبد الله
محمد بن جعفر المشهدي
تحقيق
جواد القيومي الأصفهاني

و اَهْله لاهْلِك وِقاء.

فَلَئِن اَخَّرَتْني الدُّهور، و عاقَني عَن نَصْرك الْمَقْدور، و لَم اَكُن لِمَن حارَبَك مُحارِباً ، و لِمَن نَصَب لَك الْعَداوَة مُناصِباً، فَلاَنْدِبَنَّك صَباحاً ومَساء، و لاَبْكِينَّ عَلَيك بَدَل الدُّموع دَماً ، حَسْرة عَلَيك و تَأسُّفاً عَلى ما دَهاكَ و تَلَهُّفاً، حَتّى اَموت بِلَوْعة[1] الْمُصاب و غُصَّة الاكْتِياب[2].

اَشْهد اَنَّك قَد اَقَمْت الصَّلاة، و آتَيْت الزَّكاة، و اَمَرْت بِالْمَعْروف، ونَهَيت عَن الْمُنْكر و الْعُدْوان، و اَطَعْت اللّٰه و ما عَصَيْته، و تَمَسَّكت بِه وبِحَبْله فَأَرْضَيته وخَشْيَته ، و راقَبْتَه و اسْتَجَبْته، و سَنَنْت السُّنن، واَطْفَأت الْفِتَن، و دَعَوْت اِلَى الرَّشاد، و اَوْضَحْت سُبُل السَّدادِ، وجاهَدْت فِي اللّٰهِ حَقَّ الْجِهاد.

و كُنْت لِلّٰه طائِعاً، و لِجَدِّك مُحمَّد صَلَّى اللّٰه عَلَيه و اٰلِه تابِعاً، ولِقَول اَبيك سامِعاً، و اِلى وَصِيَّة اَخيك مُسارِعاً، و لِعِمادِ الدين رافِعاً، ولِلطُّغْيان قامِعاً، ولِلطُّغاة مُقارِعاً، و لِلامَّة ناصِحاً.

و في غَمَرات الْمَوْت سابِحاً، و لِلْفُسّاق مُكافِحاً[3]، و بِحُجَج اللّٰه قائِماً، ولِلاسْلام و الْمُسْلمين راحِماً، و لِلْحقّ ناصِراً، و عِنْد الْبَلاء صابِراً، و لِلدين كالِئاً، و عَن حَوْزَته مُرامِياً، و عَن شَريعَتِه مُحامِياً.

---

١ ـ اللوعة : حرقة الحزن و الهوى و الوجد.

٢ ـ كئب : كان في غم و سوء حال و انكسار من حزن.

٣ ـ كفح العدو : واجهه و استقبله.

ترجمہ: صاحب العصر و الزماں قائم آل محمدؑ زیارت ناحیہ میں امام حسینؑ پر سلام کرتے ہوئے فرماتے ہیں ---

آپؑ اللہ کے لیے مجسم تسلیم و رضا تھے، اور اپنے نانا محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے نقش قدم پر کامل فداکار تھے، اور اپنے باباؑ کے قول کو سننے والے تھے، **اور اپنے بھائیؑ کی وصیت کی (تعمیل) میں جلدی کرنے والے تھے**، دین کے ستون کو بلند کرنے والے تھے، اور سرکشی کی جڑوں کو برباد و بیخ و بن سے اکھاڑنے والے تھے، طغیان و سرکشی کرنے والوں کو مار بھگانے والے تھے، اور امت کے لیے نصیحت کرنے والے تھے ---

مومنین آپ نے ملاحظہ کیا، امام زمانہ نے اس وصیت کا ذکر فرمایا ہے جو امام حسن نے وقتِ شہادت امام حسین کو کی، اور آپ پہلے ہی وہ وصیت ملاحظہ کر چکے ہیں کہ وہ وصیت یہ تھی کہ امام حسین قاسم کا عقد اپنی بیٹی سے کر دیں، اور اس کے علاوہ امام حسن کی کوئی وصیت نہیں تھی جس پر امام حسین روزِ عاشور عمل کرتے---

کئی علماء نے اسے نقل کیا ہے جن کا ذکر پہلے گزر چکا ہے کہ جب شہزادہ قاسم نے شہید ہونے کی اجازت چاہی اور امام حسین نے اجازت نہ دی تو انہوں نے اپنے بابا کی تحریر جو کہ ان کے بازو پر تعویز کی صورت میں موجود تھی امام حسین کے سامنے پیش کی جس پر امام

حسین نے فرمایا کہ، اے قاسم! آپ کے بابا نے مجھے بھی آپ کے متعلق ایک وصیت کی تھی اور اب اس وصیت کو پورا کرنے کا وقت آ گیا ہے، پھر مظلومِ کربلاء نے شہزادے کا ہاتھ تھاما اور خیمے میں تشریف لائے اور اپنی بیٹی سے عقد کیا---

تو قائم آل محمد نے زیارت ناحیہ میں اسی وصیت کا ذکر فرمایا ہے، سلام ہو حسین پر کہ جس نے اپنے بھائی کی وصیت کی طرف جلدی کی ---

ہمارے پاس عقدِ قاسم پر امامِ معصوم کی تائید موجود ہے اب چاہے اس واقعہ کو علماء نقل کریں یا نظر انداز کر دیں یہ حقیقت آشکار ہے کہ روزِ عاشور عقد قاسم ہوا تھا، اور ڈھکو صاحب کے مطابق علماء کی قول حجت نہیں جب تک امامِ معصوم کا قول موجود نہ ہو تو جن علماء کی کثیر تعداد جن میں سے ۴۰ سے زیادہ کا ہم نے ذکر کیا ہے انہوں نے عقد قاسم کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ یہ عقد امام حسن کی وصیت کے تحت ہوا اور ان علماء کی تائید میں امام زمانہ کا فرمان موجود ہے جو آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں، جبکہ وہ علماء جنہوں نے عقد قاسم کو نقل نہیں کیا ان کے پاس کوئی دلیل موجود نہیں کہ علماء کا اپنی کتابوں میں صرف نہ لکھنا کسی امر کے واقع نہ ہونے کی دلیل نہیں بن سکتا ، تو اصول کے مطابق کثیر علماء نے عقدِ قاسم کو اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے جو کہ اس واقعہ کے درست ہونے کا ثبوت

ہے اور ان کثیر علماء کی تائید امام زمانہ کا فرمان کر رہا ہے، حقیقت روشن دن سے زیادہ واضح ہو چکی ہے ہمارا کام صرف پہنچا دینا ہے زبردستی منوانا نہیں، اور ہو سکتا ہے کہ زیارت ناحیہ کی صحت کے متعلق اعتراض کیا جائے کہ کیا زیارت ناحیہ معتبر ہے؟

تو جواب ہے جی ہاں زیارت ناحیہ معتبر ہے، ملاحظہ فرمائیں ----!

احکامِ عاشوراء

(اُردو ترجمہ)

قربان الشہادۃ

حضرت سیدالشہداءؑ کی زندگی اور آپؑ کی تحریک پر عائد سوالات کے جوابات

جواب دھندہ
حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ السیّد محمد صادق روحانی دامت برکاتہ

مترجم
علامہ محمد حسن جعفری

زیارتِ ناحیہ کی صحت

سوال: جنابِ عالی! کیا زیارتِ ناحیہ کی سند موجود ہے اور کیا وہ سند صحیح ہے۔ اگر بالفرض سند صحیح نہیں ہے تو کیا اس کا مضمون صحیح اور ثابت ہے؟

جواب: باسمہ جلّت اسماؤہ:

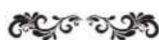
''زیارتِ ناحیہ'' کے الفاظ کا اطلاق دو زیارتوں پر ہوتا ہے۔

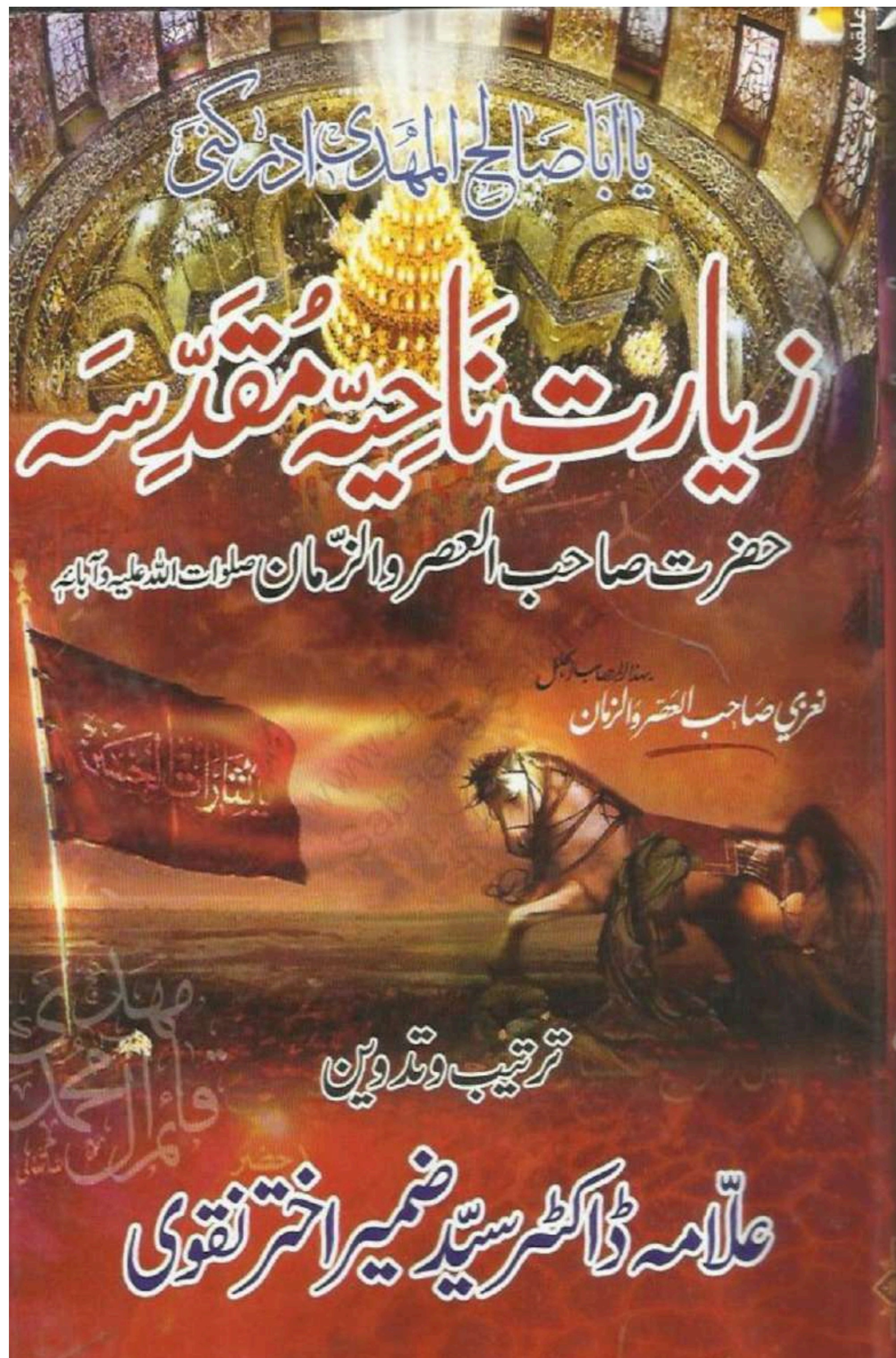
پہلی زیارت تو وہ ہے جس سے امام حُسینؑ کی زیارت کا قصد کیا جاتا ہے اور وہ زیارت کتاب ''المزار الکبیر'' میں مرقوم ہے۔

واضح رہے کہ یہ کتاب زیارت معتبرہ کی اُمہات الکتب میں سے ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اس کا تعلق ان مرویات سے ہے جنہیں علمائے اعلام نے بیان کیا ہے۔

یہ درست ہے کہ اس کے کچھ فقرات پر اعتراض بھی کیے گئے ہیں مگر صحیح مؤقف یہ ہے کہ یہ معتبر ہے کیونکہ صاحب کتاب نے وضاحت کی ہے کہ یہ ایک دروازہ سے برآمد ہوئی تھی۔

دوسری زیارت ناحیہ وہ ہے جس میں شہداء کا نام لے کر ان پر سلام کیا گیا ہے اور ان کے قاتلوں پر لعنت کی گئی ہے۔ یہ زیارت معتبر زیارات میں سے ہے۔ بہت سے علماء نے اسی سے ہی شہدائے کربلا کے ناموں کا استفادہ کیا ہے اور شہدائے کربلا پر امام زمانہؑ نے اس زیارت میں سلام کیا ہے اور علماء نے اسے شہداء کے ناموں کی توثیق کی سب سے بڑی دستاویز قرار دیا ہے۔




یا اَبَا صَالِحِ المَہدی اَدرِکنی
زیارتِ ناحیۂ مقدّسہ
حضرت صاحب العصر والزّمان صلوات اللہ علیہ وآبائہ
تعزی صاحب العصر والزمان
ترتیب وتدوین
علاّمہ ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی

علّامہ ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی:

پیش لفظ

بقول علّامہ سیّد محمد جعفر زیدی شہید، شکر بے حد ہے خدائے لم یزل ولا یزال کا کہ مومنین کرام کے سامنے زیارتِ ناحیہ مقدسہ ترجمہ کر کے پیش کرنے کا شرف حاصل کیا جارہا ہے۔ یہ زیارت اصل میں وہ تحفۂ سلام ہے اور وہ نذرِ عقیدت ہے جس کو حضرت صاحب الامر علیہ السلام نے اپنے جدِ مظلوم خامس آلِ عبا حضرت سیّد الشہداء کی بارگاہ میں پیش کیا ہے اور بعنوانِ سلام اپنے جد مظلوم کا مرثیہ کہا ہے اور ان کے مصائب و آلام کا تذکرہ کر کے نوحہ کیا ہے۔ اس زیارت کی جلالت قدر اور عظمت مقام کی ضمانت کے لئے یہی کافی ہے کہ یہ کلمۃ اللہ الباقیہ کے کلمات ہیں۔ غیبت صغریٰ میں جن چار حضرات علماء کرام نے نیابت امام کے فرائض انجام دیئے ہیں اور امام علیہ السلام کے ارشاداتِ عالیہ اور احکامِ جاریہ ان کے وسیلہ سے ملتِ اہلِ بیتؑ تک پہنچے ہیں وہی حضرات اس زیارت عظمیٰ کے لئے ہمارے اور ہمارے امام کے درمیان وسیلۂ محکم ہیں۔ ہمارے اجلہ علمائے کرام نے اس زیارت کو معتبر قرار دے کر کتب زیارات میں تحریر فرمایا ہے۔ علامہ مجلسی رحمۃ اللہ علیہ نے اولاً اپنی کتاب مزار بحار میں پھر اس کے بعد اپنی کتاب تحفۃ الزائرین میں اس زیارت کو ان زیارتوں کے سلسلہ میں تحریر فرمایا ہے جو آئمہ معصومین علیہ السلام سے منقول و ماثور ہیں اور تالیفِ علماء میں سے نہیں

ہیں۔ علامہ مجلسیؒ مذکور نے زیارتِ ناحیہ کو سیّد ابنِ طاؤس اور شیخ محمد بن المشہدی کے حوالہ سے نقل فرمایا ہے۔

شیخ الطائفہ ابوجعفر طوسی علیہ الرحمہ نے بھی براہِ راست ابنِ عیاش سے اسی زیارت ناحیہ کی روایت کی ہے۔ جناب شیخ مفید علیہ الرحمہ جو شیخ ابوجعفر طوسی و شیخ نجاشی رحمہا اللہ کے استاد ہیں انہوں نے بھی اپنی کتاب المزار میں زیارت ناحیہ کو بیان فرمایا ہے۔ سیّد ابنِ طاؤس نے بھی اپنی کتاب اقبال میں زیارتِ ناحیہ کو پیش کیا ہے۔ غرضیکہ علماء اعلام شیعہ نے اس زیارت کو موثق و معتبر ہونا تسلیم کیا ہے۔

فاضل علام جناب سیّد سبط الحسن صاحب ہنسوی و اُم مجدہٗ نے رسالۂ الجواد بنارس مطبوعہ جنوری ۵۳ء میں زیارتِ ناحیہ کے موثق و معتبر ہونے پر بڑی زبردست فاضلانہ بحث کی ہے۔ جو نہایت بیش قیمت اور قابلِ قدر ہے۔ خوش قسمتی سے یہ رسالہ اس وقت پیشِ نظر ہے۔ تقریر نہایت مبسوط اور مفصل ہے۔ اسی کی روشنی میں یہ چند جملے جو اس مقصد کے لئے کافی ہیں سپردِ قلم کئے گئے۔ رسالۂ مذکور میں اس کا بھی تذکرہ ہے کہ اسی زیارتِ ناحیہ کا ترجمہ تاج العلماء مولانا سید علی محمد صاحب طاب ثراہ نے فرمایا اور جناب مرزا دبیرؔ میرزا عشقؔ نے اس زیارت کا منظوم ترجمہ کیا۔ جو زیارتِ ناحیہ کے بعد دونوں مرثیے پیش کیئے جارہے ہیں، میں نے درستی و صحت کا حتی المقدور اہتمام کیا ہے۔ پھر ترجمہ کے متعلق چاہے کتنی ہی سعی کی گئی ہو۔ یہ دعویٰ کہ مقصدِ امام تک رسائی ہوگئی ہے معاذ اللہ مِنْ ذَالِكَ۔

یہ زیارت دو جداگانہ عنوان کے ساتھ آپ کے سامنے آرہی ہے۔ پہلے جز کو ''زیارتِ ناحیہ معروفہ'' کہا جاتا ہے۔ دوسرے کو ''زیارتِ ناحیہ غیر معروفہ''۔

زیارت ناحیہ معتبر ہے اور اس میں امام حسن ص کی اس وصیت کا ذکر موجود ہے جس امام حسین ص نے روزِ عاشور عمل کیا اور وہ وصیت شہزادہ قاسم کا امام حسین کی بیٹی سے عقد ہے جو کہ معتبر کتب سے ثابت ہے ---

ہمارا دل بڑا ہے ہم عقدِ قاسم کے منکر کو چھوٹ دیتے ہیں اور ایک لمحے کے لیے مان لیتے ہیں کہ عقدِ قاسم پر معصوم سے کچھ صادر نہیں ہوا تب بھی ہمارا موقف ثابت ہے عقدِ قاسم ثابت ہے کیونکہ کثیر علماء نے عقدِ قاسم کا ذکر کیا ہے جو اس کے درست ہونے کی دلیل ہے جبکہ اس کے عدم جواز پر ایک بھی روایت اور دلیل نہیں ہے ---

اور کربلاء میں آج بھی شہزادہ قاسم ص کی یاد میں مہندی برآمد کی جاتی ہے یہ حقیقت کسی سے پوشیدہ نہیں اور انٹرنیٹ پر اس کے ثبوت تصویروں کی صورت میں موجود ہیں ---

اور شک دور کرنے کے لیے اور حقیقت کو سمجھنے کے لیے اتنا کافی ہے---

آخر میں ہماری دعا ہے کہ امام زمانہ عجل اللہ فرج الشریف جلد از جلد قیام فرمائیں ---